قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام
اور اُن کی قوموں کے حالات وواقعات پر مدلل تحریر

انبیاء کرام علیہم السلام اور اُنکی قوموں کے احوال

جِلد دوم

مؤلف:
مولانا عبدالمصطفٰی محمد مجاہد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

ناشر
اکبر بُک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام
اور ان کی قوموں کے حالات و واقعات پر مدلل تحریر

انبیاء کرام علیہم السلام اور انکی قوموں کے احوال

جلد دوم

مؤلف:
مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری
شاہ جمالی آستانہ عالیہ جہلاد شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب .... انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال (جلد دوم)

مصنف .... مولانا عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

صفحات ۹۶۰

تعداد ۶۰۰

کمپوزنگ .... زاہد اقبال

تاریخ اشاعت .... مارچ ۲۰۱۴ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... -/850 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
اردو بازار لاہور

فہرست جلد دوم

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات و واقعات

❋

حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

❋

حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام

❋

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

❋

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام

❋

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو استاذ العلماء مفتی **نور بخش سعیدی صاحب** کی طرف منسوب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے اساتذہ کرام کا سایہ مجھ پر تادیر قائم فرمائے اور ہم تمام کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

طالب دعا و دفن جنت البقیع

مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری المدنی

عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال، مظفر گڑھ

فہرست مضامین

حضرت اسحاق ﴿علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے احوال

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ وعلٰی آلک و اصحابک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا نبی اللہ وعلٰی آلک واصحابک یا نور اللہ

درود شریف کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن ان کی وہ مجلس ان کے لئے باعث ندامت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو معاف فرمادے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان سے مواخذہ فرمائے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4855)

نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر بے پناہ، بے حد درود و سلام ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہمیں ایمان ملا اور یہ جہان ملا لہٰذا امتی کو چاہئے کہ کثرت سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھے۔
الحمد للہ عزوجل!
جلد اول مکمل کرنے کے بعد آج مجھ گناہ گار و بدکار کو جلد ثانی شروع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو یہ شرف عطا فرمایا کہ آپ علیہ السلام ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم ہیں۔

اسماعیل کی وجہ تسمیہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام اسماعیل رکھنے کی وجہ تسمیہ کچھ اس طرح ہے۔
الحاج مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام اخیر عمر تک لاولد تھے۔ بیٹے کی دعائیں مانگ کر کہتے تھے۔
اسمع ایل
اسمع لفظ عربی ہے اور ایل عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کے معنی ہوئے۔
''اے خدا عزوجل میری سن لے۔''
جب آپ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس دعا کی یادگار میں آپ علیہ السلام کا نام اسماعیل رکھا گیا۔
(روح البیان)
(تفسیر نعیمی، ج:1، ص:709 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نسب نامہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے۔
اسماعیل بن ابراہیم بن آزر اور وہ تارخ ہیں بن ناحور بن شاروغ بن ارغو بن فالع بن عابر بن شالخ بن اوفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ اور وہ ادریس علیہ السلام ہیں بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم (علیہم السلام)
(مختصر تاریخ دمشق، ج:3، ص:344 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چار ہزار سال کا فاصلہ ہے۔
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان قریباً چار ہزار سال کا فاصلہ ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:6، ص:329 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ملک عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی درمیان میں نبی تشریف نہیں لائے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ملک عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی نہ آئے۔

(تفسیر نعیمی: پارہ:6، ص:329 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اہل عرب بنی اسماعیل

اہل عرب بنی اسماعیل (علیہ السلام) ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اہل عرب بنی اسماعیل (علیہ السلام) ہیں اور وہ سارے رسول بنی اسرائیل کے رسول تھے بنی اسماعیل پر ان کی اطاعت نہ تھی۔ عربی لوگ اولاً دین ابراہیم پر رہے پھر دین محمدی میں آئے۔ ان میں کوئی یہودی عیسائی نہ تھا۔ نہ ہو سکتا تھا کہ انبیاء بنی اسرائیل ان کے نبی ہی نہ تھے لہٰذا دوسرے لوگوں اور بنی اسرائیل کے زمانہ فترت چھ سو سال تھا اور اہل عرب کے لئے فترت قریباً چار ہزار سال ہے۔

(تفسیر نعیمی: پارہ:6، ص:329 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اولاد نہ ہونے پر بیٹے کی دعا کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے خالق باری تعالیٰ مجھے صالح بیٹا عطا فرما۔

جیسا کہ قرآن مجید میں

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ (الصّٰفّٰت:100)

اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔

☆ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی۔

بردبار بیٹے کی بشارت

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بردبار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۝ (الصّٰفّٰت:101)

سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

☆ اس آیت کریمہ میں بردبار بیٹے سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور اس بیٹے میں اس سے بڑھ کر اور کون سی

بردباری ہوگی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ اس بیٹے نے اپنے والد محترم کو جواب دیا کہ آپ علیہ السلام وہی کیجئے جس کا آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا واقعہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ظالم بادشاہ نے بطور تحفہ دی تھی جس کا واقعہ یہ ہے اور حدیث مبارکہ کے آخری الفاظ میں اس طرح ہے:

''اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا۔ جب اس نے بری نیت سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔

اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

تم اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے دوسری بار بری نیت سے ہاتھ بڑھایا تو پھر اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔

اس نے کہا:

تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا پھر اس نے اپنے بعض پہرے داروں کو بلایا۔

اور ان سے کہا۔

تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ جنیہ عورت کو لے آئے ہو پھر اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہ طور خادمہ دے دی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں وہ اس وقت کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

انہوں نے اشارہ سے کہا۔

کیا ہوا؟

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو خود اس پر الٹ دیا اور اس نے ہاجرہ بہ طور خادمہ ہدیہ کر دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے زمزم کے بیٹو! وہ تمہاری ماں ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3358)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہبہ کرنا

واقدی اور ابن عساکر نے عامر بن سعید عن ابیہ کے طریق سے اس طرح روایت کیا ہے کہ

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقد میں تیس عرصہ طویل گزر گیا مگر بچہ پیدا نہ ہوا تو حضرت سارہ

رضی اللہ عنہا بے اولاد ہونے کی کیفیت میں تھیں تو اپنی لونڈی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کردی۔

(تاریخ ابن العساکر، ج:69، ص:188 دارالفکر بیروت)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بردبار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۝

سو ہم نے ان کو بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

☆ اس آیت کریمہ میں بردبار لڑکے سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

تفسیر بغوی میں ہے۔

اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

اور یہی قول صحیح ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

سعید بن میسب، شعبی، حسن بصری، مجاہد، الربیع بن انس، محمد بن کعب القرظی اور کلبی کا بھی یہی قول ہے۔

عن عطاء بن رباح و یوسف بن مالک عن عباس کے سلسلہ سے مروی ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

جن کا فدیہ دیا گیا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں (اور یہی بردبار ہیں)

سعدی نے کہا:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی تو اسی (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی گئی۔ وہی اللہ تعالیٰ کے اذن سے ذبیح ہیں (اور بردبار ہیں)

(تفسیر بغوی: ج:4، ص:28 مطبوعہ دارالفکر العلمیہ بیروت)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت باسعادت

واقدی اور ابن عساکر نے عامر بن سعید عن ابیہ کے طریق سے اس طرح روایت کی ہے کہ

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقد میں تھیں عرصہ طویل گزر گیا مگر بچہ پیدا نہ ہوا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بے اولاد ہونے کی کیفیت میں اپنی لونڈی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کردی۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(تاریخ ابن العساکر، ج:69، ص:187، 188 دارالفکر بیروت)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حمل کے وقت بشارت عظمیٰ

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی متوفی 774ھ روایت نقل کرتے ہیں۔

اہل کتاب نے بیان کیا ہے کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المقدس کے شہروں میں رہتے ہوئے بیس (20) سال ہو گئے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا بے شک مجھے میرے رب عزوجل نے اولاد سے محروم رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام میری باندی سے عمل تولید کیجئے شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہبہ کر دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ شب بسری کی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان سے حاملہ ہو گئیں۔ جب سے ان کو حمل ہوا تھا وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر فخر کرنے لگی تھیں۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ان پر رشک آتا تھا انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کی شکایت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

تم اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے ڈر کر وہاں سے بھاگ گئیں وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچیں۔

تو ایک فرشتہ نے کہا:

تم مت ڈرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے جو بچہ پیدا کرنے والا ہے اس میں بہت خیر ہے اور ان کو واپس جانے کا حکم دیا اور ان کو یہ بشارت دی کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور تم ان کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھنا۔ وہ لوگوں سے فتنہ دور کریں گے ان کا تمام لوگوں پر ہاتھ ہوگا اور تمام لوگ ان کی مدد کریں گے۔ وہ اپنے تمام بھائیوں کے ملکوں کے مالک ہوں گے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس پر شکر ادا کیا اور یہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری ہوئی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام بلاد عرب کے سردار تھے اور شرق اور غرب کے تمام ممالک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیل گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر زیادہ علوم نافعہ اور اعمال صالحہ عطا فرمائے کہ پچھلی قوموں میں سے کسی کو اتنے علوم اور اعمال صالحہ عطا نہیں فرمائے تھے اور یہ صرف اسی وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رسولوں پر فضیلت حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کمال اور برکت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام روئے زمین کے لئے ہے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج: 1، ص: 41)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی شافعی متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا واپس گئیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو گئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیالیس سال (46) تھی اور وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے تیرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔

امام ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوے (90) سال تھی اور اس کے تیس (30) سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:41)

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو دور چھوڑنے کا مطالبہ

البدایہ والنہایہ میں ہے۔

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو گئے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی غیرت بہت زیادہ ہوگئی اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو ان کی نگاہ سے دور کر دیں۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:228 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو لیکر روانہ ہونا

انہوں (سارہ رضی اللہ عنہا) نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو ان کی نگاہ سے دور کر دیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر روانہ ہوئے۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو لے جا کر اس جگہ چھوڑ دیا جس کو آج کل مکہ مکرمہ کہا جاتا ہے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:1، ص:229 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے اپنی کمر پر پٹکا باندھنے والی

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

عورتوں میں سے جس نے سب سے پہلے اپنی کمر پر پٹکا باندھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں انہوں نے یہ پٹکا اس لئے باندھا تھا کہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو پتہ نہ چلے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو درخت کے پاس چھوڑنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا) اور ان کے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر روانہ ہوئے اور جس جگہ بیت اللہ ہے وہاں ایک درخت کے پاس چھوڑ دیا اور ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا جس میں

کھجوریں، ستو اور پانی تھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑنے کی وجہ پوچھنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جانے لگے (یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر) تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ان کے پیچھے گئیں۔

اور کہا:

اے ابراہیم علیہ السلام! آپ کہاں جا رہے ہیں؟

اور آپ علیہ السلام ہم کو اس غیر آباد اور بے آب وگیاہ وادی میں کیوں چھوڑ رہے ہیں؟

وہ بار بار یہی جملے دہراتی رہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا۔

پھر انہوں نے پوچھا:

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ایسے کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

ہاں۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ اور وہ (مطمئن ہو کر) لوٹ آئیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ اور بیٹے کو چھوڑتے وقت دعا

امام بخاری متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس روانہ ہوئے (یعنی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر) حتیٰ کہ جب آپ علیہ السلام مقام ثنیہ پر پہنچے جہاں انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا تھا تو انہوں نے اپنا منہ اس طرف کیا جس طرف اب بیت اللہ ہے پھر انہوں نے دونوں ہاتھ بلند اٹھا کر ان کلمات کے ساتھ دعا کی۔

''اے ہمارے رب عزوجل! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک۔ اے ہمارے رب عزوجل! تا کہ وہ نماز قائم کریں تو کچھ لوگوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں اور ان کو پھلوں سے روزی دے تا کہ وہ شکر کریں۔''

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

آیت یہ ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ○ (ابراہیم:37)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا پانی تلاش کرنا

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور اس پانی سے پیتی تھیں حتیٰ کہ جب مشکیزہ کا پانی ختم ہو گیا تو وہ اور ان کا بیٹا دونوں پیاسے تھے وہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھتیں جو پیاس سے تڑپ رہے تھے جب وہ ان کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں تو وہاں سے چل پڑیں۔

انہوں نے دیکھا۔

اس زمین کے قریب صفا پہاڑ تھا وہ اس پہاڑ پر کھڑی ہو گئیں کہ کوئی آتا ہوا دکھائی دے انہیں کوئی نظر نہیں آیا پھر وہ صفا سے اتریں اور وادی میں پہنچ گئیں انہوں نے اپنی قمیص کا دامن اٹھایا اور بہت تیز دوڑ کر اس وادی کے پار گئیں پھر وہ مروہ پر گئیں۔

اور دیکھا کہ

کوئی شخص دکھائی دے انہیں کوئی نظر نہیں آیا۔ انہوں نے صفا و مروہ کے درمیان اس طرح سات مرتبہ دوڑ لگائی پھر انہوں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا اب ٹھہر جاؤ پھر انہوں نے کان لگا کر سنا تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔

اور اس نے کہا:

اگر تمہارے پاس کوئی فریاد رس ہے تو تم نے اس کو اپنی آواز پہنچا دی ہے اچانک دیکھا تو زمزم کے قریب ایک فرشتہ کھڑا تھا۔ اس فرشتے نے اس جگہ اپنی ایڑی یا پر مارے حتیٰ کہ پانی نکلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے اس طرح اس پانی کو حوض کی طرح اکٹھا کرنے لگیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کاش وہ اس میں سے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ بن جاتا پھر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے خود پانی پیا اور اپنے بیٹے کو بھی پلایا۔

فرشتہ نے ان سے کہا۔

تم اپنے بچے کے بارے میں فکر نہ کرو اس جگہ بیت اللہ ہے جس کو یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے اہل کو ضائع نہیں کرے گا اور بیت اللہ کی جگہ زمین سے بلند تھی اس کے دائیں اور بائیں جانب سے سیلاب گزر جاتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

زمزم پیتے وقت کی دعا

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ
جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما زمزم سے پانی پیتے تو یہ دعا کرتے۔
اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع، اور وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔
(سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 2712، دار الکتب العلمیہ بیروت)

زمزم سے شفاء کا حصول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب زمزم کے پانی کو پیا جائے تو تم اس کو شفاء طلب کرنے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو شفاء عطا فرمائے گا اور اس کو سیر ہونے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو سیر کر دے گا اور اگر تم زمزم کو پیاس بجھانے کے لئے پیو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پیاس بجھا دے گا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ایڑی مارنے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلانے کے لئے زمزم وجود میں آیا۔
(سنن دار قطنی: رقم الحدیث: 2713)

زمزم کی صفات قیامت تک باقی ہیں

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ
زمزم کی یہ صفات قیامت تک کے لئے ہیں بشرطیکہ پینے والے کی نیت صحیح ہو اور وہ ان صفات کی تکذیب نہ کرتا ہو اور زمزم کو آزمانے کے لئے نہ پیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے اور آزمانے والوں کو رسوا کرتا ہے۔
اور ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی نے کہا:
میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ
ایک اندھیری رات میں، میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا مجھے بڑے زور سے پیشاب آیا میں اس کو روکتا رہا حتیٰ کہ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور مجھے یہ خدشہ تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں بعض آدمیوں کے قدموں تلے روندا جاؤں گا اور یہ حج کے ایام تھے مجھے یہ حدیث مبارکہ یاد آئی میں زمزم پر آیا اور خوب سیر ہو کر زمزم کو پیا پھر صبح تک مجھے پیشاب کی ضرورت نہیں ہوئی۔
(الجامع الاحکام القرآن: جز: 9، ص: 325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا خواب دیکھنا

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو صبح اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے جس میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے والد محترم آپ علیہ السلام وہ کیجئے جس کا آپ علیہ السلام کو حکم فرمایا گیا ہے ان شاء اللہ آپ علیہ السلام مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (صٰفّٰت:102)

پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ اس بیٹے نے کہا اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ آپ انشاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

کام کاج کی عمر کے وقت ذبح کا حکم دیا گیا

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب کام کاج کی عمر کو پہنچے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا گیا کہ قربانی پیش کرو اور آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہا ہوں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

امام ابواسحاق اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لئے جاتے تو صبح کے وقت براق پر سوار ہو کر شام سے روانہ ہوتے اور دوپہر کو مکہ مکرمہ پہنچ کر آرام کرتے اور شام کے وقت مکہ مکرمہ سے روانہ ہوتے اور رات کے وقت شام میں اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ جاتے حتیٰ کہ ان کے بیٹے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) جب کام کاج کرنے کی عمر کو پہنچ گئے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر اپنے رب عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کے حرم کی تعظیم کریں گے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔

(تاریخ الامم والملوک، ج:1، ص:195)

شیطان سے حفاظت کا نسخہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ابن آدم کے قریب ایک شیطان کا نزول ہوتا ہے اور ایک فرشتہ کا نزول ہوتا ہے شیطان کی طرف سے القاء کرنے والا اس کو مصائب سے ڈراتا ہے اور حق کی تکذیب کراتا ہے اور فرشتہ کی طرف سے القاء کرنے والا خیر کی بشارت دیتا ہے جو شخص اس کو اپنے دل میں پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجائے لائے اور جو شخص اپنے دل میں دوسری بات پائے وہ "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" پڑھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ (البقرہ:268)

شیطان تم کو مفلسی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث:2999)

شیطان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح کرنے سے روکنا

امام ابو اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا۔

یہ رسی اور چھری لو اور ہمارے ساتھ چلو تا کہ ہم گھر والوں کے لئے لکڑیاں چن کر لائیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ کس کے لئے اس گھاٹی میں جا رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ایک آدمی کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آکر ملا تا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی سے باز رکھے۔

اور آکر کہا۔

اے بزرگ آپ علیہ السلام کہاں جا رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

میں اپنے کام سے ایک گھاٹی میں جا رہا ہوں۔

شیطان نے کہا:

میرا گمان ہے کہ آپ علیہ السلام کے پاس خواب میں شیطان آیا ہے اور اس نے آپ علیہ السلام کو اس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پہچان لیا اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! میرے پاس سے دفع ہو جا پس اللہ تعالیٰ کی قسم میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر ضرور عمل کروں گا۔ جب اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مایوس ہو گیا تو پھر وہ ان کے بیٹے کے پاس پہنچا وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

ان سے اس نے کہا:

کیا تم کو معلوم ہے کہ تمہارا والد تمہیں کہاں لے جا رہے ہیں۔

انہوں نے کہا:

ہم اس گھاٹی سے لکڑیاں چننے جا رہے ہیں۔

شیطان نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ تم کو صرف ذبح کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔

انہوں نے پوچھا:

کیوں؟

شیطان نے کہا:

ان کا گمان ہے کہ ان کے رب عزوجل نے انہیں یہ حکم دیا ہے۔

انہوں نے کہا:

پھران کو چاہئے کہ وہ اپنے رب عزوجل کی اطاعت کریں۔

پھر وہ ایک آدمی کے بھیس میں اس بیٹے کی ماں کے پاس گیا۔

اوران سے کہا۔

کیا تم کو معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تمہارے بیٹے کو لے کر کہاں گئے ہیں۔

انہوں نے کہا:

وہ اس گھاٹی میں لکڑیاں چننے گئے ہیں۔

شیطان نے کہا:

نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ صرف اس کو ذبح کرنے کے لئے ساتھ لے کر گئے ہیں۔

ان کی والدہ نے کہا:

نہیں وہ اپنے بیٹے پر شفقت کرتے ہیں اور اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔

شیطان نے کہا:

ان کا یہ گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کردیں۔

ان کی والدہ نے کہا:

اگران کے رب عزوجل نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو انہوں نے بہت اچھا کیا کہ اپنے رب عزوجل کے حکم کی اطاعت کی اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردیا اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس ناکام اور نامراد ہو کر غیض وغضب میں مبتلا ہو کر واپس لوٹ گیا اور اس لعین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی آل کو بہکانے کا جو ارادہ کیا تھا اس میں وہ خائب وخاسر رہا۔

(تفسیر ثعلبی: ج:8، ص:154) (الکامل فی التاریخ: ج:2، ص:63)

گھاٹی میں اپنے بیٹے سے مشورہ

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر گھاٹی میں پہنچے اور وہ ثبیر نامی پہاڑ کی گھاٹی تھی۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا۔

اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے۔

ان کے بیٹے نے کہا:

اے ابا جان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے آپ علیہ السلام ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

(تاریخ الامم والسلوک: ج:1، ص:195)

ذبح سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض

امام محمد بن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔

اے ابا جان! اگر آپ علیہ السلام نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو مجھے مضبوطی کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیں تاکہ میرے خون کے چھینٹے آپ علیہ السلام پر نہ پڑیں۔ اور میرا اجر کم نہ ہو کیونکہ موت بہت سخت ہوتی ہے۔ اور میں ذبح کے وقت اپنے تڑپنے اور پھڑکنے سے مامون نہیں ہوں اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کرلیں تاکہ وہ مجھ پر آسانی سے گزر جائے اور جب آپ علیہ السلام مجھے ذبح کرنے کے لئے لٹائیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں اور مجھے پہلو کے بل نہ لٹائیں کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ علیہ السلام کے دل میں رقت پیدا ہوگی اور وہ رقت آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے سے مانع ہوگی اور اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو لے جا کر دے دیں اس سے ان کو تسلی ہوگی اور ان کو مجھ پر صبر آجائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اے میرے بیٹے تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کیسے عمدہ مددگار ثابت ہو رہے ہو۔

(تفسیر معالم التنزیل: ج:4، ص:36)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر چھری چلانا

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

پھر جس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا تھا ان کو اچھی طرح باندھ دیا پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور پھر ان کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اور ان کے چہرے کی طرف سے اپنی نظر ہٹالی پھر ان کے حلقوم پر چھری چلائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں اس چھری کو پلٹ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس چھری کو پھر اپنی طرف کھینچا تاکہ اپنے اس عمل سے فارغ ہوں۔

تو ایک ندا کی گئی کہ

اے ابراہیم علیہ السلام! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے۔ اپنے بیٹے کے بدلے میں اس کو ذبح کردو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کردیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا حالانکہ ذبیحہ کو چہرے پر گرایا جاتا ہے۔ اور یہ اس کے مطابق ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو مشورہ دیا تھا۔

(تفسیر معالم التنزیل: ج:4، ص:36)

ذبح کا تذکرہ

قرآن مجید میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا تذکرہ موجود ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ (الصّٰفّٰت:103تا106)

سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم بے شک آپ نے خواب سچ کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بے شک یہ ضرور کھلی ہوئی آزمائش ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں ذبیحہ عطا کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کے بدلے میں ذبیحہ عطا فرمایا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ (الصّٰفّٰت:107)

اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا۔

مینڈھا جنت میں چالیس سال سے چر رہا تھا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ

جنت سے ایک مینڈھا باہر لایا گیا جو چالیس سال سے جنت میں چر رہا تھا۔

(تاریخ الامم والملوک: ج:1،ص:192 مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کنکریاں مارنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بھیج دیا پھر جمرہ اولیٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں پھر جمرہ وسطیٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں پھر جمرہ کبریٰ پر گئے اور وہاں سات کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں قربانی کی جگہ گئے اور وہاں اس مینڈھے کو ذبح کر دیا۔

(تاریخ الامم والملوک: ج:1،ص:193 مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت)

مینڈھے کے سینگ خانہ کعبہ کے ساتھ لٹکے ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ بے شک اوائل میں اس مینڈھے کا سر اس کے دو سینگوں کے ساتھ میزاب کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور اس کا سر سوکھ کر خشک ہو چکا تھا۔

(تاریخ الامم والملوک: ج:1،ص:193 مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت)

مجھے اپنی قمیص میں کفن دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے افعال ادا کرنے کا حکم دیا گیا تو شیطان آپ علیہ السلام کے پاس آیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ علیہ السلام کو جمرۃ العقبہ پر لے گئے۔ آپ علیہ السلام کے پاس پھر شیطان آیا آپ علیہ السلام نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا پھر آپ علیہ السلام چلے گئے تو جمرہ وسطیٰ کے پاس شیطان آیا آپ علیہ السلام نے پھر اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل گرا دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیص تھی۔

انہوں نے کہا:

اے ابا جان! میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی قمیص نہیں ہے جس میں آپ علیہ السلام مجھے کفن دیں۔ آپ علیہ السلام اس کو اتار کر رکھ لیں اور اسی میں مجھ کو کفن دیں پھر اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ایک بڑی آنکھوں والا اور سفید سینگوں والا مینڈھا کھڑا ہوا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ذبح کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہم اسی وجہ سے اسی طرح کا مینڈھا قربانی کے لئے تلاش کرتے ہیں۔

(تاریخ الامم والملوک: ج:1، ص:194 مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت)

حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے ذبیحے ایک قسم کے تھے

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جس مینڈھے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا وہ اسی کی نسل سے تھا جس کی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے قربانی کی تھی اور ان کی قربانی قبول کر لی گئی تھی اور وہ مینڈھا بسر گیں تھا اور اس کا اون سرخ رنگ کا تھا۔

(تاریخ الامم والملوک: ج:1، ص:195 مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت)

دونوں سینگوں کو آگ لگ گئی

صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ

مجھے بنو سلیم کی ایک عورت نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

میں نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں بلوایا تھا۔

انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے وہاں پر ایک مینڈھے کے دو سینگ دیکھے۔ میں تم سے یہ کہنا بھول گیا کہ تم ان سینگوں کو ڈھانپ دو سواب تم ان کو ڈھانپ دو۔ کیونکہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کو مشغول کرالے۔

سفیان نے کہا:

وہ دونوں سینگ بیت اللہ میں رکھے رہے حتیٰ کہ جب بیت اللہ کو آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے۔

(مسند احمد: ج: 4، ص: 69 طبع قدیم)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے وقت عمر

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا کہ

اس وقت میں (یعنی ذبح کے وقت) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر 13 سال تھی۔

(تفسیر کبیر: ج: 26، ص: 12)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح میں اختلاف

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیحہ ہونے میں اختلاف ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اکثر علماء کا یہ مسلک ہے کہ

ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔

1-حضرت عباس بن عبدالمطلب (ایک روایت کے مطابق)

2-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

3-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

4-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

5-حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

6-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

7-حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

ان سات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ نظریہ تھا کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور تابعین وغیرہم میں سے

1-علقمہ رضی اللہ عنہ

2-سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

3-کعب الاحبار رضی اللہ عنہ

4-عکرمہ رضی اللہ عنہ

5-القاسم بن ابی بزہ رضی اللہ عنہ

6-عطاء رضی اللہ عنہ

7-مقاتل رضی اللہ عنہ

8-عبدالرحمان بن سابط رضی اللہ عنہ

9-زہری رضی اللہ عنہ

10-سعدی رضی اللہ عنہ

11-عبداللہ بن الہذیل رضی اللہ عنہ

12-مالک بن انس رضی اللہ عنہ وغیرہم

انہوں نے کہا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں۔

دوسرے علماء کا یہ مختار ہے کہ

ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

1-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

2-حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ

3-حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ

4-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

5-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

اور تابعین میں سے

1-سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ

2-الشعبی رضی اللہ عنہ

3-یوسف بن مہران رضی اللہ عنہ

4-حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ

5-الربیع بن انس رضی اللہ عنہ

6-محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ

7-الکلبی رضی اللہ عنہ

8-اور علقمہ رضی اللہ عنہ

وغیرہم کا یہی قول مختار ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی کا قول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث بیان کی جس کا بیان عورتوں میں سے جن نے سب سے پہلے پٹکا اپنی کمر پر باندھا کے عنوان سے شروع ہوتی ہے اور اس کے آخر میں یہ فرمایا گیا کہ

اے ہمارے رب عزوجل! تو ہم سے قبول فرما بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

اس حدیث کو گزشتہ صفحات جہاں عورتوں میں سب سے پہلے جس نے اپنی کمر پر پٹکا باندھا کے حوالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث کے تحت لکھا جاتا ہے کہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا:

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں کیونکہ جن کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا وہ اس وقت چلنے پھرنے اور دوڑنے کی عمر کو پہنچے تھے اور اس حدیث مبارکہ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پیتا چھوڑ کر گئے تھے اور جب وہ ان کے پاس لوٹے تو وہ شادی شدہ تھے اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ہوتا تو اس حدیث مبارکہ میں یہ مذکور ہوتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دودھ پینے کے زمانہ اور شادی سے پہلے بھی ان کے پاس آئے تھے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچپن کے زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے کی نفی ہے۔

اس لئے ہوسکتا ہے کہ

درمیانی زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے ہوں اور اس وقت آپ علیہ السلام کو حکم ہوا ہو کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور اس کا اس حدیث مبارکہ میں ذکر نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

بلکہ میں کہتا ہوں کہ ایک اور حدیث میں ان دو زمانوں کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے کا ذکر ہے۔

کیونکہ ابوجہم کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ سے ملنے کے لئے ہر ماہ صبح کو براق پر سوار ہو کر آتے تھے اور دوپہر کو واپس شام پہنچ جاتے تھے۔

امام فاکہی نے بھی سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ سے ملنے کے لئے جاتے تھے۔

اور اس حدیث مبارکہ میں یہ جو مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے شادی شدہ ہونے کے بعد آئے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

پہلے ان سے متعدد بار ملاقات کرنے کے بعد اس وقت آئے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو چکی تھی۔

(فتح الباری: ج:6، ص:404 مطبوعہ لاہور)

ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں

تورات کی آیات سے ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔

چنانچہ تورات میں ہے۔

اور ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور ساری نے ابرام سے کہا کہ دیکھ خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے تو میری لونڈی کے پاس جا۔ شاید اس گھر سے میرا گھر آباد ہو اور ابرام نے ساری کی بات مان لی اور ابرام کو ملک کنعان میں رہتے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہوئی تو اپنی بی بی کو حقیر جاننے لگی۔

(تورات: ص:16 بائبل سوسائٹی لاہور)

اور خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔

(تورات: ص:16، بائبل سوسائٹی لاہور)

اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسماعیل رکھا اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔

(پیدائش باب:16، آیت:15، 16، ص:16 بائبل سوسائٹی لاہور)

ان آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں اور اب جو آیات ہم ذکر کر رہے ہیں ان میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیدا ہونے کے بعد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

> ”اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اس کو ساری نہ پکارنا اس کا نام سارہ ہوگا اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا یقیناً میں اسے برکت دوں گا کہ قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہوگا اور کیا سارہ کے جو نوے (90) برس کی ہے اولاد ہوگی اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے تب خدا نے فرمایا بے شک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا تو ان کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی ہے باندھوں گا۔“

(تورات: ص:16، 17 پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

حسب ذیل آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم دیا گیا۔

''ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے۔ ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔''

(تورات:ص: 21 بائبل سوسائٹی لاہور)

ان آیات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا اور حضرت اسحاق علیہ السلام ان کے اکلوتے بیٹے نہ تھے کیونکہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھے جو ان سے چودہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور وہی اکلوتے تھے۔ یہودیوں نے تورات کی اس آیت میں تحریف کر کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام ڈال دیا لیکن اس آیت میں اکلوتے کا لفظ ان کی تحریف کی چغلی کھا رہا ہے۔

حضرت اصمعی کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر زبردست دلیل

حضرت اصمعی بیان کرتے ہیں کہ

میں نے ابوعمرو بن العلاء سے پوچھا کہ ذبیح کون ہے۔

توانہوں نے کہا:

اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں چلی گئی ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام مکہ مکرمہ میں کب آئے تھے؟ مکہ مکرمہ میں تو صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کی تھی اور قربان گاہ بھی مکہ مکرمہ میں ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ صابرین میں سے ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی۔

ارشاد فرمایا:

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (الانبیاء:85)

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صابر تھے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا یہ صبر تھا کہ انہوں نے اپنے ذبح کیے جانے پر صبر کیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ صادق الوعد تھے۔

ارشاد فرمایا:

وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ز اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ۝ (مریم:54)

اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کریں وہ وعدہ کے بہت سچے تھے اور وہ رسول اور نبی تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد اس لیے فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ذبح کے وقت صبر کریں گے سو انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ○ (الصّٰفّٰت:112)

اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم کیوں کر دیتا جب کہ وہ ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کو نبی بنانے کی بشارت دے چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ○ (ہود:71)

سو ہم نے (ابراہیم کی زوجہ سارہ) اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔

تو حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا کیسے حکم دیا جا سکتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی فرما چکا تھا کہ اسحاق (علیہ السلام) کی پشت اور ان کی نسل سے یعقوب پیدا ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس بشارت کے پورا ہونے سے پہلے ان کو ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا تھا۔

نیز احادیث مبارکہ اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح ہوا تھا اس کے سینگ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اگر حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہوتے تو اس مینڈھے کے سینگ بیت المقدس میں رکھے ہوئے ہوتے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:15، ص:91،92 دار الفکر بیروت)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر قول

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی 774ھ لکھتے ہیں:

الصّٰفّٰت: 101 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بردبار بیٹے کی بشارت دی ہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں اور تمام مسلمانوں کا اور تمام اہل کتاب کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں بلکہ اہل کتاب کی کتابوں میں (مثلاً تورات میں) یہ تصریح ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک (86) چھیاسی سال تھی اور جس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ننانوے (99) سال تھی اور ان کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کریں۔ اس کے باوجود انہوں نے کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح کہا۔

اور ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ

یہ خود تورات کی تصریحات کے خلاف ہے اور انہوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اس لیے کہا ہے کہ وہ اسرائیلیوں کے والد ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام عربوں کے والد تھے اس لیے انہوں نے عربوں سے حسد رکھنے کی بناء پر تحریف کی اور انہوں نے اکلوتے بیٹے کا یہ معنیٰ کیا کہ اس وقت وہ بیٹا باپ کے پاس نہ ہو کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ مکرمہ میں اپنی ماں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے حالانکہ اکلوتے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس وقت باپ کا صرف ایک بیٹا ہو اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا اس وقت آپ علیہ السلام کے صرف ایک بیٹے ہی تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ نیز پہلوٹھی کا بیٹا دوسرے بیٹوں کی بہ نسبت زیادہ پیارا ہے اور عزیز ہوتا ہے اس لیے اگر بیٹے کو ذبح کرانے سے باپ کی آزمائش اور امتحان مقصود ہے تو آزمائش کے زیادہ قریب یہ ہے کہ پہلوٹھی کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے اور چونکہ پہلوٹھی کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اس لیے ذبیح بھی وہی ہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ

ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں حتیٰ کہ یہ قول بعض صحابہ کرام اور تابعین کرام علیہم الرضوان سے بھی منقول ہے اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں ہے۔

اور میرا گمان یہ ہے کہ

یہ قول اسرائیلیات سے منقول ہے۔

اور بعض مسلمانوں نے بغیر دلیل کے اس قول کو اختیار کر لیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اس طرح رہ نمائی کر رہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دی ہے اور پھر ان کے ذبح ہونے کا واقعہ ذکر کیا ہے اور اس کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی ہے اور جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو کہا ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:4، ص:16 دار الفکر بیروت)

امام الحسین بن مسعود کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر قول

امام الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی 516ھ لکھتے ہیں:

القرظی بیان کرتے ہیں کہ

علماء یہود میں سے ایک عالم مسلمان ہو گیا اور اس نے اسلام میں بہت نیک کام کیے۔ اس سے عمر بن عبد العزیز نے پوچھا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے کون سے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟

اس نے کہا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو

پھر اس نے کہا: اے امیر المومنین! یہود کو بھی اس حقیقت کا علم ہے لیکن وہ عرب کے لوگوں سے حسد کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے باپ کو ذبح کا حکم دیا گیا ہو اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام ہیں۔

اور اس پر یہ دلیل ہے کہ

جس مینڈھے کو بہ طور فدیہ ذبح کیا گیا اس کے سینگ خانہ کعبہ میں بنو اسماعیل کے ہاتھوں میں رہے تھے اور حضرت ابن الزبیر اور حجاج کی جنگ میں وہ سینگ جل گئے۔

شعبی نے کہا:

میں نے اس مینڈھے کے دونوں سینگوں کو کعبہ میں لٹکا ہوا دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

میں نے اس مینڈھے کے سر کو سینگوں سمیت کعبہ کے پرنالہ کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا ہے وہ سر خشک ہو چکا تھا۔

اصمعی کہتے ہیں۔

میں نے ابو عمرو بن العلاء سے سوال کیا کہ

ذبیح کون تھے؟ حضرت اسحاق یا حضرت اسماعیل علیہما السلام؟

تو انہوں نے کہا:

اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں ہے؟ حضرت اسحاق علیہ السلام مکہ مکرمہ کب آئے تھے! مکہ میں تو نبی اسماعیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے ہی اپنے والد کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

(معالم التنزیل: ج:4، ص:36 دار احیاء التراث العربی بیروت)

مصنف کا قول

فقیر کہتا ہے کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح ہیں اس میں چند اقوال عرض کرتا ہوں۔

اول: یہ ہے کہ اگر حضرت اسحاق علیہ السلام بڑے ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ کی تعمیر کراتے جبکہ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی بڑے تھے اور مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کروائی۔

دوم: یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام چھوٹے تھے جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک 13 (تیرہ) سال تھی۔

سوم: یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کر دی اور اللہ تعالیٰ نے جنت سے مینڈھا بھیجا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مینڈھے کو ذبح کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بشارت سنائی کہ ہم نے آپ کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں۔ معلوم ہوا جب اللہ تعالیٰ کے وعدے کو پورا کر دیا تو پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی گئی اور حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

لہٰذا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کر لیا اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو منتخب کر لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کر لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔
(صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رقم الحدیث: 2276)
امام ترمذی کی روایت اس طرح ہے۔
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3605)

میں ذبیحوں کا بیٹا ہوں

امام ابوالقاسم الحسن بن علی ابن العساکر المتوفی 571ھ لکھتے ہیں:
ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کریں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
انا ابن الذبیحین
میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 6، ص: 205، رقم الحدیث: 1669 دار احیاء التراث العربی بیروت)

دو ذبیح کیسے؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دو ذبیحوں کی اولاد ہیں۔
1- حضرت اسماعیل علیہ السلام
2- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
اس سلسلے میں ایک طویل روایت موجود ہے۔

امام عبداللہ بن محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ روایت کرتے ہیں کہ
عبداللہ بن سعید الصنابحی بیان کرتے ہیں کہ
ہم حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔
بعض لوگوں نے کہا:
ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
اور بعض لوگوں نے کہا:
ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تم لوگوں نے اس شخص کے سامنے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے جس کو اس کی خبر ہے۔
انہوں نے کہا کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک اعرابی آیا۔
اور کہنے لگا۔
میرے پیچھے شہر خشک ہو چکے ہیں ان کا پانی سوکھ گیا ہے اور بچے ضائع اور ہلاک ہو چکے ہیں تو "یا ابن الذبیحین" (اے دو ذبیحوں کے بیٹے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اس میں سے ہم کو کچھ عنایت فرمائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداك امی و ابی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ پر لاکھوں سلام ہوں) اور اس پر انکار نہیں فرمایا۔
پھر ہم نے کہا:
اے امیر المومنین وہ ذبیح کون ہیں؟
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جب حضرت عبدالمطلب نے زمزم کھودنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے زمین کی کھدائی کو آسان کر دیا تو وہ اپنے کسی بیٹے کو ذبح کر دیں گے۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں کے ناموں کی قرعہ اندازی کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکل آیا تو انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو بنو مخزوم جوان کے ماموں تھے انہوں نے اس سے منع کیا۔
اور کہا کہ
آپ کے رب عزوجل کی زمین بہت وسیع ہے آپ اپنے بیٹے کا فدیہ دے دیجئے تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فدیے میں سو اونٹ ذبح کر دیئے۔
تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

دو ذبیحوں میں سے ایک ذبیح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔
• اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
(المستدرک: ج:2، ص:254 طبع قدیم)

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 538ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا ابن الذبیحین

ترجمہ:- میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔
(الکشاف: ج:4، ص:58)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ذبیح ہیں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ذبیح ہیں۔
اس سلسلے میں روایت موجود ہے۔
امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:
امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ
جب زمزم کی کھدائی کے وقت حضرت عبدالمطلب کی قریش سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو دس بیٹے عطا کیے اور وہ سب جوان اور صحت مند ہو کر ان کی مہمات میں ان کے معاون ہوئے تو وہ ان میں سے کسی ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کر دیں گے۔ سب سے چھوٹے اور محبوب بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے جب آپ رضی اللہ عنہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو حضرت عبدالمطلب نے ان کے سامنے اپنی نذر کا تذکرہ کیا ان سب نے سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ
آپ ہم میں سے جس کو بھی حکم دیں گے وہ اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دے گا سب مل کر بیت اللہ میں جمع ہوئے اور فال نکالنے والے کو بلایا گیا۔ ہر بیٹے کا نام تیر پر لکھ دیا گیا جب فال نکالی گئی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام والا تیر نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب ان کو ذبح کرنے کے لئے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ ذبح ہونے کے لئے تیار تھے مگر قریش کے سرداروں نے مزاحمت کی۔
اور کہا:
اگر بیٹوں کو ذبح کرنے کی یہ رسم چل پڑی تو پھر کسی شخص کا بیٹا سلامت نہیں رہے گا۔ غرض حجاز کے ایک کاہنہ سے فیصلہ کرایا گیا۔
اس نے کہا:

دس اونٹوں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام میں قرعہ اندازی کروا گر دس اونٹ نکل آئیں تو ان کو ذبح کر دینا اور اگر پھر بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا دینا اور پھر دوبارہ قرعہ اندازی کرنا اور اسی طرح دس دس اونٹ بڑھاتے رہنا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بجائے سو اونٹوں کے نام قرعہ فال نکل آئے۔ غرض جب سو اونٹوں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام کا قرعہ نکالا گیا تو سو اونٹ نکل آئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جگہ سو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام: ج:1، ص:188 تا192 دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ذبیح کے نام سے مشہور

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے تو عرب میں یہ رسم مقرر ہو گئی کہ انسان کی دیت سو اونٹ ہوگی۔ سو اونٹ ذبح کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر خوشی خوشی گھر لوٹ گئے اور اس وقت سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ذبیح کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا ابن الذبیحین

ترجمہ:- میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

ایک ذبیح حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں۔

اور دوسرے ذبیح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی فضل و انعام ہے۔

(اعلام النبوۃ: ص:232 دار احیاء العلوم بیروت)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا شاہی خاندان سے تھیں

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں مگر آپ رضی اللہ عنہا کو ظلماً قید کر لیا گیا تھا اس لیے لونڈی کہا جاتا ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کسی شاہی خاندان سے تھیں اور شاہ مصر کے یہاں قید تھیں۔ جن روایتوں میں ان کو لونڈی یا خادمہ بتایا گیا وہ اس لحاظ سے ہے کہ اس کو شاہ مصر نے ظلماً لونڈی بنا کر رکھا تھا کیونکہ پہلے قیدیوں کو لونڈی ہی بنا لیا کرتے تھے۔

(تفسیر نعیمی: پارہ:1، ص:709 نعیمی کتب خانہ لاہور)

جرہم قبیلہ کی آمد

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

اسی طرح وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں سے گزرے یا جرہم کے گھرانوں میں سے کچھ لوگ وہاں سے گزرے وہ مکہ مکرمہ کے نشیب میں اترے۔ انہوں نے وہاں پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا۔

انہوں نے آپس میں کہا۔

یہ پرندے پانی پر جا رہے ہیں ہم اسی وادی اور اس میں جو پانی ہے اس کا ارادہ کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا تو وہ پانی تک پہنچ گئے انہوں نے واپس جا کر ان کو خبر دی تو وہ سب وہاں پہنچ گئے وہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ تھیں۔

انہوں نے کہا:

کیا آپ رضی اللہ عنہا ہم کو اس بات کی اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ رضی اللہ عنہا کے پاس قیام کریں۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ہاں۔ لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔

انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نکاح مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس چیز سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں کی ڈھارس بندھی اور وہ انس چاہتی تھیں وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلالیا حتیٰ کہ جب وہاں بہت سے گھر بن گئے اور ان کا بیٹا یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گیا اور اس نے ان سے عربی زبان سیکھ لی۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو آپ علیہ السلام جرہم کے کچھ لوگوں کو اچھے لگے تو انہوں نے اپنی ایک عورت کا ان سے نکاح کر دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(نکاح کے بعد حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں) جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو وہ جرہم کے کچھ لوگوں کو اچھے لگے اور انہوں نے اپنی ایک عورت کا ان سے نکاح کر دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ فوت ہو گئیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکہ مکرمہ تشریف آوری

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے احوال معلوم کرنے کے لئے آئے۔ انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو موجود نہ پایا تو آپ علیہ السلام کی بیوی سے آپ علیہ السلام کے متعلق معلوم کیا۔

اس نے کہا:

وہ ہمارے لیے کچھ لینے گئے ہیں۔

(دوسری روایت میں ہے کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں)

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے حالات اور گزراوقات کے متعلق ان سے پوچھا:

اس نے کہا:

ہم بہت برے حالات میں ہیں اور ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں۔

اور ان سے شکایت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ

جب تمہارا خاوند آئے تو تم اس سے میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر دے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو ان کو کچھ تغیر محسوس ہوا۔

انہوں نے پوچھا:

کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟

بیوی نے کہا:

ہاں! اس اس شکل کا بوڑھا آیا تھا۔ اس نے تمہارے متعلق پوچھا تو میں نے اس کو بتایا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تمہارے حالات کیسے ہیں؟ تو میں نے اس کو سب کچھ بتایا کہ ہم بہت جفاکشی اور سختی کے ایام گزار رہے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا:

کیا انہوں نے کسی چیز کی وصیت کی تھی؟

اس نے کہا:

ہاں انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں آپ علیہ السلام کو ان کا سلام کہوں۔

اور وہ یہ کہتے تھے کہ

تم اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو تبدیل کرلو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا:

وہ میرے والد محترم تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں تم اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ انہوں نے اس کو طلاق دے دی۔ اور ان لوگوں میں دوسری شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا حضرت ابراہیم علیہ السلام

ٹھہرے رہے پھر کچھ عرصہ بعد آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نہیں ملے وہ آپ علیہ السلام کی بیوی کے پاس گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق سوال کیا۔

آپ علیہ السلام کی بیوی نے کہا:

وہ ہمارے واسطے کچھ لینے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا:

تمہارا کیا حال ہے؟ اور آپ علیہ السلام کی گزراوقات کے متعلق سوال کیا۔

آپ علیہ السلام کی بیوی نے کہا:

ہم خیریت سے ہیں اور بہت خوش حال ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا:

تم لوگ کیا کھاتے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہم پانی پیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی۔

ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس وقت ان لوگوں کے پاس اناج نہیں تھا ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے لئے اس میں بھی برکت کی دعا کرتے۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

صرف ان دو چیزوں (گوشت اور پانی) پر مکہ مکرمہ کے سوا اور کسی جگہ گزارہ نہیں ہوسکتا۔ صرف یہ دو چیزیں اور جگہوں پر مزاج کے موافق نہیں ہوں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

جب تمہارا شوہر آئے تو اس کو میرا سلام کہنا۔

اور اس سے کہنا کہ

وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا!

کیا کوئی شخص تمہارے پاس آیا تھا۔

آپ علیہ السلام کی بیوی نے کہا:

ہاں! ہمارے پاس اچھی شکل وصورت کا ایک بوڑھا شخص آیا تھا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی۔

انہوں نے مجھ سے ہماری گزر اوقات اور حالات کے متعلق پوچھا: میں نے ان کو بتایا کہ میں خیریت سے ہوں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا:

کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی۔

انہوں نے کہا:

ہاں! انہوں نے آپ علیہ السلام کو سلام کہا اور آپ علیہ السلام کے متعلق یہ حکم دیا کہ آپ علیہ السلام اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد محترم تھے۔ اور تم چوکھٹ ہو۔ انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں تمہیں اپنے پاس برقرار رکھوں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:3364)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہرے رہے پھر اس کے بعد آئے اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے اپنا تیر درست کر رہے تھے۔ جب آپ علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور دونوں ایک دوسرے سے اس طرح ملے جیسے بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے ملتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:3364)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد کی اطاعت کی

حضرت اسماعیل علیہ السلام نہایت صابر اور اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اطاعت گزار بیٹے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کا حکم فرمایا تو اپنی گردن کو پیش کر دیا اور جب اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کا حکم فرمایا تو بن سوچے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شرعی مصلحت ہو تو والدین کے حکم پر طلاق دی جا سکتی ہے۔

والدین کی اطاعت پر ثواب کا انبار

والدین کی اطاعت پر عظیم اجر و ثواب ہے اور یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیان میں اس لیے والدین کی اطاعت پر ثواب کے فضائل بیان کرنا چاہتا ہوں تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے والد محترم کی اطاعت کر کے کس قدر عظیم مرتبہ حاصل کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے والد کے حکم پر اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور اپنی گردن کو جھکا کر خود کو پیش کر دیا اور عظیم مقام حاصل کیا اور اگر ہم اپنے والدین کی اطاعت کریں تو ہمیں کیا اجر و ثواب ملے گا۔ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی الترغیب والترہیب میں روایات نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نماز کو وقت پر پڑھنا۔
میں نے پوچھا:
پھر کون سا عمل؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:323 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر جہاد کی اجازت طلب کی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔
اس نے کہا:
ہاں!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان کی خدمت میں جہاد کرو۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:323 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔
اور عرض کیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشورہ کے لئے آیا ہوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تمہاری ماں زندہ ہے۔
اس نے کہا:
ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کی خدمت کرو کیونکہ جنت اس کے پیر کے پاس ہے۔
(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:315: مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔
اور اس نے کہا:
میں جہاد کی خواہش رکھتا ہوں اور مجھے اس پر قدرت نہیں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک ہے۔
اس نے کہا:
میری ماں ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کے ساتھ نیکی کرنے کی زیادہ کوشش کرو جب تم یہ کرلوگے تو حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے اور جہاد کرنے والے ہوگے۔
(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:315: مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔
انہوں نے مجھ سے کہا۔
اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کو طلاق دے دو۔
(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:316 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اس کے لئے طوبیٰ (جنت کا درخت) ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں زیادتی

کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:316: مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو۔

پوچھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا پایا اس کے باوجود وہ جنت میں داخل نہیں ہوا۔

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:317: مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

آمین، آمین، آمین۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور ارشاد فرمایا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پایا اور ان کے ساتھ نیکی کیے بغیر مر گیا وہ دوزخ میں جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو دور کردے۔

کہیے۔

آمین۔

میں نے کہا:

آمین۔

پھر کہا۔

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور مر گیا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی وہ دوزخ میں داخل کیا جائے اور اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کردے۔

کہیے۔

آمین۔

تو میں نے کہا:

آمین۔

اور جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے وہ دوزخ میں جائے اور اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔

کہیے۔

آمین۔

تو میں نے کہا:

آمین۔

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:318 مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین آدمی سفر کر رہے تھے ان کو بارش نے آلیا انہوں نے پہاڑ کے اندر ایک غار میں پناہ لی غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک چٹان ٹوٹ کر آ گری اور غار کا منہ بند ہو گیا۔

پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

تم نے جو نیک عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کیے ہیں ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ غار کا منہ کھول دے۔

ان میں سے ایک نے کہا:

اے اللہ عزوجل! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میری ایک چھوٹی بچی تھی میں جب شام کو آتا تو بکری کا دودھ دوھ کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر اپنی بچی کو پلاتا ایک دن مجھے دیر ہو گئی۔ میں حسب معمول دودھ لے کر ماں باپ کے پاس گیا وہ سو چکے تھے۔ میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور ان کے دودھ دینے سے پہلے اپنی بچی کو دودھ دینا ناپسند کیا۔ بچی رات بھر بھوک سے میرے قدموں میں روتی رہی اور میں صبح تک دودھ لے کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا۔

اے اللہ عزوجل!

تجھے خوب علم ہے کہ میں نے یہ فعل صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمارے لیے اتنی کشادگی کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے لئے کشادگی کر دی حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا۔

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:320،319 مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔

اور عرض کی۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ کون مستحق ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہاری ماں!
اس نے پوچھا:
پھر کون؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہاری ماں!
اس نے پوچھا:
پھر کون؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہاری ماں۔
اس نے پوچھا:
پھر کون؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارا باپ۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:321: مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:321: مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔
اور عرض کی۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بہت بڑا گناہ کرلیا ہے کیا اس کی کوئی توبہ ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہاری ماں ہے؟

اس نے کہا:

نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہاری خالہ ہے۔

اس نے کہا:

ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کے ساتھ نیکی کرو۔

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:322 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا۔

کہنے لگا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ماں باپ کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی کر سکتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو، کسی کے ساتھ ان کے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو، ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو، ان کے دوستوں کی عزت کرو۔

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:323 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

والدین کی نافرمانی پر عذاب کی وعیدیں

والدین کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں ہیں اور والدین کی نافرمانی کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری المتوفی روایات نقل فرماتے ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں۔

ہم نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے شریک کرنا۔
ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر بیٹھ گئے۔
اور ارشاد فرمایا:
سنو اور جھوٹ اور جھوٹی گواہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ فرماتے رہے حتیٰ کہ
ہم نے کہا:
کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرماتے۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:324 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین اشخاص کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔
1- ماں باپ کا نافرمان
2- عادی شرابی
3- کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا
اور تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔
1- ماں باپ کا نافرمان
2- دیوث (اپنی بیوی کی بدکاری پر علم کے باوجود خاموش رہنے والا)
3- اور جو عورت مردوں کی مشابہت کرے۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:325 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پانچ سو میل کی مسافت سے جنت کی خوشبو آئے گی (مگر)
اپنے کام کا احسان جتلانے والے کو۔
ماں باپ کے نافرمان کو
اور عادی شرابی کو یہ خوشبو نصیب نہیں ہوگی۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:326،325 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین آدمیوں کا اللہ تعالیٰ کوئی فرض قبول نہیں فرمائے گا اور نہ کوئی نفل قبول فرمائے گا۔

1-ماں باپ کا نافرمان

2-احسان جتانے والا

3-اور تقدیر کو جھٹلانے والا

(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:328 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے۔
عرض کیا گیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی شخص اپنے والدین پر کیسے لعنت کرے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ کسی شخص کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا۔

(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:329 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔
اور اس نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں پڑھتا ہوں، اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہوں، رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اس عمل پر فوت ہو گیا وہ قیامت کے دن انبیاء کرام (علیہم السلام)، صدیقوں اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیاں کھڑی کر کے ارشاد فرمایا:
بہ شرطیکہ اس نے ماں باپ کی نافرمانی نہ کی ہو۔

(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:329 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت بھیجتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر تین بار لعنت بھیجتا ہے اور ہر ایک کو ایسی لعنت بھیجتا ہے جو اس کو کافی ہے۔

قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے

قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے

قوم لوط کا عمل کرنے والا ملعون ہے

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والا ملعون ہے

اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا ملعون ہے

(الترغیب والترہیب: ج:3،ص:330 مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔

اور اس نے کہا:

ایک جوان آدمی قریب المرگ ہے اس سے کہا گیا کہ لا الٰہ پڑھو تو وہ نہیں پڑھ سکا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ نماز پڑھتا تھا۔

اس نے کہا:

ہاں!

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جوان کے پاس گئے۔

اور ارشاد فرمایا:

کہو لا الٰہ الا اللہ

اس نے کہا:

مجھ سے نہیں پڑھا جا رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا:

کسی نے کہا:

یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کی والدہ زندہ ہے۔
لوگوں نے کہا:
ہاں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس کو بلاؤ۔ وہ آئی تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:
یہ تمہارا بیٹا ہے۔
اس نے کہا:
ہاں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ بتاؤ اگر آگ جلائی جائے اور تم سے یہ کہا جائے کہ اگر تم شفاعت کرو تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو آگ میں ڈال دیتے ہیں تو کیا تم اس کی شفاعت کرو گی۔
اس نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت اس کی شفاعت کروں گی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تب تم اللہ تعالیٰ کو گواہ کرو اور مجھ کو گواہ کر کے کہو کہ تم اس سے راضی ہو گئی ہو۔
اس عورت نے کہا:
اے اللہ عزوجل! میں تجھے گواہ کرتی ہوں اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے لڑکے! اب کہو۔
لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ
تو اس لڑکے نے کلمہ پڑھا۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کو میری وجہ سے آگ سے نجات دی۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص: 331 تا 333 مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)
ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی کا انجام بہت برا ہے اگر والدین ناراض ہو گئے تو دنیا و آخرت

برباد ہوگئی اس لیے ضروری ہے کہ اپنے والدین کو راضی کیا جائے۔ جب والدین راضی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جائے گا کیونکہ والدین کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والد کی اطاعت میں انتہاء کا کمال

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والد کی اطاعت گزاری میں حد درجے کی انتہا تھی پتہ ہے کہ ذبح ہونا ہے مگر والد کی رضا جو تھی صبر نہ ہوسکا کہہ دیا میں دیکھ رہا ہوں آپ مجھے ذبح نہیں کرنا چاہتے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ شاید آپ مجھ پر رحم کریں اور نہ ہی مجھے ذبح کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ میرے جلدی سے ہاتھ میری گردن کے ساتھ باندھ دیں پھر مجھے پیشانی کے بل لٹادیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس قول

بے شک ان کے گروہ میں سے ابراہیم (علیہ السلام) بھی تھے۔

کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ

حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جو ان کے راستے اور سنت پر تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے (کی عمر) کو پہنچ گئے اور جوان ہو گئے حتیٰ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمل میں سعی و کوشش حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سعی و کوشش تک پہنچ گئی۔ پس جب دونوں نے حکم الٰہی عزوجل کو تسلیم کرلیا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں پیشانی کے بل لٹادیا۔

تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا:

آپ علیہ السلام مجھے ذبح نہیں کر رہے اور آپ علیہ السلام دیکھ رہے ہیں کہ شاید آپ علیہ السلام مجھ پر رحم کریں اور نہ ہی مجھے ذبح کرنے کی تیاری کر رہے ہیں پس آپ علیہ السلام (جلدی سے) میرے ہاتھ میری گردن کے ساتھ باندھ دیں پھر مجھے پیشانی کے بل لٹادیں۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ہاتھ چھری نکالنے کے لئے ڈالا تاکہ انہیں ذبح کرسکیں لیکن چھری نہ چلی۔

حتیٰ کہ انہیں ندا دی گئی۔

اے ابراہیم (علیہ السلام)! واقعی تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، تو انہوں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

(مستدرک: ج:2، ص:468، رقم الحدیث:3612)

حضرت اسماعیل علیہ السلام یہودی اور عیسائی نہ تھے

یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد یہودی تھے اور عیسائی کہتے تھے کہ وہ عیسائی تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ وہ نہ یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی تھے بلکہ وہ موحد تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ (البقرہ:140)

کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے۔ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے! کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟

☆ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کو یہودیت اور عیسائیت سے منزہ فرمایا گیا ہے کیونکہ جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے سب کا دین اسلام تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ (آل عمران:19)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین (صرف) اسلام ہے۔

اور ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعت الگ الگ تھی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ (المائدہ:48)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی۔

لہٰذا یہودی اور عیسائی جھوٹے ہیں اور بہت بڑے ظالم ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے آگے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (بقرہ:140)

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس نے اس شہادت کو چھپایا جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام بردبار

حضرت اسماعیل علیہ السلام بردبار نبی تھے کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو سر خم کر دیا اور قربانی کے لئے تیار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی بشارت یوں سنائی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ (الصٰفٰت:101)

سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام سچے وعدے والے

حضرت اسماعیل علیہ السلام سچے وعدے والے نبی تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ذ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (مریم:54)

اور آپ اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے وہ سچے وعدے والے تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک ساتھی کا ایک سال تک انتظار کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت اسماعیل (علیہ السلام) نے اپنے ایک ساتھی سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا وہ وہاں پر نہیں آیا تو آپ علیہ السلام نے اس کا وہاں ایک سال تک انتظار کیا۔

(تفسیر کبیر: ج:7،ص:549)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن انتظار فرمایا

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے کہ

میں نے بعثت سے پہلے کوئی چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بقایا میرے پاس رہ گیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی جگہ آؤں گا پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا۔ میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ انتظار فرما رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے شخص تم نے مجھے بہت مشکل میں ڈالا میں تین دن سے تمہارا (یہاں) انتظار کر رہا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4996)

حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول نبی

حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول نبی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (مریم:54)

اور (اسماعیل علیہ السلام) رسول نبی تھے۔

☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام قوم جرہم کے رسول تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینے والے

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ (مریم:55)

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نبی

حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ نبی تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ (مریم:55)

اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نیک ترین نبی

حضرت اسماعیل علیہ السلام نیک ترین نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ (ص:48)

اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کیجئے اور یہ سب نیک ترین ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دم کرنے کے کلمات عظیمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن وحسین علیہما السلام کے لئے کلمات تعوذ کے ساتھ دم کرتے۔

اور ارشاد فرماتے:

تمہارے جد امجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی) اپنے دونوں صاحبزادوں

حضرت اسماعیل علیہ السلام

اور حضرت اسحاق علیہ السلام

کو ان ہی کلمات تعوذ کے ساتھ دم کیا کرتے تھے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین ولامۃ

ترجمہ:- میں اللہ (عزوجل) کے کامل کلمات کے ذریعے ہر (وسوسہ اندازی کرنے والے) شیطان اور بلا سے اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔

(صحیح البخاری: کتاب الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا: ج:3، ص:233، رقم الحدیث:3191)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کفار سے جہاد کرنے والے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے وہ نبی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد کا نام دیا اور آپ علیہ السلام ایسے شخص تھے جن میں (حق کے معاملہ میں) سختی پائی جاتی تھی۔ آپ علیہ السلام دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے اور اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو ان پر فتح ونصرت عطا فرماتا اور آپ علیہ السلام کفار کے خلاف بہت زیادہ لڑائی کرنے والے تھے اور اللہ

تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

(مستدرک:ج:2،ص:603،رقم الحدیث:4033)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جسامت وتقویٰ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام متناسب سر، بھاری گردن، لمبے ہاتھوں اور لمبی ٹانگوں والے تھے۔آپ علیہ السلام اپنے ہاتھ حالت قیام میں اپنے گھٹنوں پر مار سکتے تھے۔ چھوٹی آنکھوں، لمبی ناک، چوڑے شانوں، لمبی انگلیوں والے اور لوگوں میں سب سے نمایاں دکھائی دیتے تھے۔ آپ علیہ السلام بہت زیادہ طاقتور اور کفار پر بہت زیادہ سخت تھے۔ آپ علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے اور اپنے رب عزوجل کے ہاں بہت زیادہ محبوب تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

آپ علیہ السلام کی زکوٰۃ اپنے اہل کے اموال میں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا تھا اور آپ علیہ السلام کسی شخص سے کسی چیز کا وعدہ نہیں فرماتے تھے مگر یہ کہ آپ علیہ السلام اس وعدہ کو ضرور پورا کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا نام صادق الوعد رکھا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی تھے۔

(مستدرک:ج:2،ص:603،رقم الحدیث:4033)

یہود کا جھوٹا ہونا

یہودیوں نے کہا جس کا فدیہ دیا گیا تھا وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں تو ان کا یہ قول ان روایات کی رو سے جھوٹا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(مستدرک:ج:2،ص:604،رقم الحدیث:4034)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت مبارکہ

وفديناه بذبح عظيم

کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ

ذبح عظیم سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مینڈھے کو ذبح کیا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس کا فدیہ دیا گیا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور یہود کا یہ گمان ہے کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور یہود

جھوٹے ہیں۔

(مستدرک: ج:2،ص:605،رقم الحدیث:4035،4037)

ان احادیث مبارکہ کی رو سے یہودیوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہے اور میں نے گزشتہ اوراق میں تفصیل سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت کر دیا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تعمیر کعبہ کرانا

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر نعیمی میں لکھتے ہیں:

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا و حضرت اسماعیل علیہ السلام اس میدان میں آ کر ٹھہرے اور آپ علیہ السلام کی زوجہ سے یہاں کچھ آبادی ہوگئی تب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر یہاں عمارت کعبہ بنائیں اس کی نشانی اسی طرح قائم فرمائی کہ ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا گیا تا کہ اس کے سایہ سے کعبہ کی حد مقرر کر لی جائے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس سایہ کی مقدار خط کھینچا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس خط پر یہاں تک زمین کھودی کہ بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نمودار ہوئی اور اس بنیاد پر عمارت بنائی۔

اس کی مقدار یہ ہے کہ

اس کی بلندی نو ہاتھ اور رکن اسود سے رکن شامی تک کی دیوار (33) تینتیس ہاتھ اور رکن شامی سے رکن غربی تک کی دیوار (22) بائیس ہاتھ اور رکن غربی سے رکن یمانی تک (31) اکتیس ہاتھ اور رکن یمانی سے پھر رکن اسود تک (30) تیس ہاتھ۔ لہٰذا اس وقت یہ کعبہ مستطیل کی شکل تھا جس کا طول عرض سے زیادہ اور خود طول کی شرقی غربی دیواروں میں ایک غیر محسوس سا فرق۔ اس کا دروازہ زمین سے ملا ہوا جس میں کواڑ وغیرہ نہ تھا۔

کچھ دنوں بعد طبع تمیری نے اس دروازہ میں کواڑ زنجیر اور قفل لگائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے اندر داہنی جانب ایک تغار سا بنایا تھا جو مثل خزانہ کے تھا کعبہ کے لئے جو کچھ نذر تحفے آئیں اس میں رکھے جائیں اس کے دروازے دو تھے ایک داخل ہونے دوسرا نکلنے کا اور کعبہ بنانے والے خلیل تھے اور ان کو گارا اور پتھر اٹھا کر دینے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اس عمارت میں تین پہاڑوں کے پتھر لگائے گئے کوہ ابوقبیس، کوہ حرا اور کوہ ورقان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کسی نے یہاں عمارت نہ بنائی تھی مگر آپ علیہ السلام کے بعد کئی دفعہ اس کی تعمیر و مرمت ہوئی۔

(تفسیر نعیمی: پارہ:1،ص:710،711 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد تعمیر

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ قبیلہ عمالقہ اور جرہم نے اسے بنایا پھر دوبارہ قصی ابن کلاب نے اس کی تعمیر کی جس میں چھت درخت مقفل کی

لکڑی کی بنائی جس پر بجائے تختوں کے خرمے کی لکڑی ڈالی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف 25 سال کی تھی تو پھر قریش کو اس کی تعمیر کرنا پڑی وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ایک عورت وہاں خوشبو سلگاتی تھی۔ ایک بار اچانک اس سے شعلہ اٹھا اور چھت جل گئی اس سے پہلے سیلابوں وغیرہ سے کعبہ کی دیواریں بھی پھٹ چکی تھیں لہٰذا سرداران قریش نے جمع ہو کر ولید بن مغیرہ کو امیر عمارت مقرر کیا اور کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ بنایا مگر آپس میں یہ طے کیا کہ اس میں مال حلال ہی خرچ ہو چونکہ اس وقت اکثر مالدار سود خور تھے اس لیے مال حلال بہت کم جمع ہوا اس کمی مال کی وجہ سے انہوں نے عمارت چھوٹی کر دی اور چند فرق بھی کر دیئے۔

اوّل

یہ کہ تعمیر ابراہیمی سے چند گز زمین چھوڑ کر اسے حطیم قرار دیا۔

دوم

یہ کہ بجائے دو کے ایک ہی دروازہ رکھا اور وہ بھی زمین سے خوب اونچا تا کہ جسے چاہیں جانے دیں اور جسے چاہیں نہ جانے دیں۔

سوم

یہ کہ خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونوں کی صفیں بنائیں ہر صف میں تین تین ستون۔

چہارم

یہ کہ اس کی بلندی دگنی کر دی گئی یعنی پہلے نو ہاتھ تھی اب (18) اٹھارہ ہاتھ۔

پنجم

یہ کہ خانہ کعبہ کے اندر رکن شامی کے قریب ایک زینہ بنایا جس سے چھت پر چڑھ سکیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ایک بار مجھے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے متصل زمین میں بنیاد ابراہیم کھول کر دکھائی جس میں اونٹ کی کوہان کی شکل کے پتھر لگائے ہوئے تھے۔

اور ارشاد فرمایا کہ

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! قریش نے روپیہ کی کمی کی وجہ سے بنیاد ابراہیمی کا کچھ حصہ چھوڑ دیا۔ ابھی لوگ نو مسلم ہیں اگر ان کے بھڑک جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم موجودہ کعبہ کو منہدم کر کے بنیاد ابراہیمی پر مکمل بناتے پھر اسلام میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی وجہ سے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ معظمہ دوبارہ بنایا جس کو بنیاد ابراہیم پر مکمل کیا قریش کے فرقوں کو دور کیا۔ حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کیا اور اس میں زمین سے متصل شرقاً غرباً دروازے رکھے۔ یمن سے خوشبو دار مٹی منگوا کر جس کو ورس کہتے ہیں چونہ میں مخلوط کر کے بجائے گارے کے استعمال کی اور اس کے دروازوں پر اندر باہر مشک و عنبر سے کہگل کی دیواروں پر نہایت قیمتی ریشمی غلاف چڑھایا جسے غلاف کعبہ کہتے ہیں اور جس کا اب بھی رواج ہے۔ غلاف کعبہ سب سے پہلے پہنانے والے کا نام اسعد ہے جو شاہ یمن تھا جسے تبع کہتے ہیں یہ ہی مدینہ منورہ کو آباد کرنے والا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق ملاقات میں اس نے یہاں ہی سکونت اختیار کر لی اس کی کچھ قوم والے حیرہ بھی یہاں رہ گئے

یہ ہی مدینہ پاک کی پہلی آبادی ہے۔ جیسے قوم جرہم نے مکہ معظمہ کو پہلے آباد کیا اس کا پورا واقعہ روح البیان پارہ 25،26 قوم تبع کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ 27 رجب 46ھ کو اس کام سے فراغت حاصل ہوئی پھر 74ھ میں حجاج ابن یوسف نے جو کہ عبدالملک ابن مروان کا نائب تھا یہ عمارت گرا کر قریش کی طرح ہی بنا دیا پھر ہارون الرشید نے چاہا کہ عبداللہ بن زبیر کے طریقہ پر بنائے مگر علماء نے منع کیا بار بار بنانا اور گرانا کھیل ہو جائے گا پھر اسلامی بادشاہ اس کی مرمت تو کرتے رہے مگر کسی نے دوبارہ نہ بنایا پھر 1040ھ میں سلطان مراد ابن احمد خان شاہ قسطنطنیہ نے جب دیکھا کہ اس کی عمارت بہت کہنہ ہوگئی ہے تو سوائے اس رکن کے (گوشہ یا کونہ) جس میں سنگ اسود لگا ہوا ہے سب کو گرا کر پھر نئے سرے سے بنیاد حجاج کے موافق کعبہ بنایا جس کے اندر سنگ مرمر کا فرش بچھایا اور اندر چھت پر نہایت نفیس مخملی چھت گیری لگائی اور باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چونہ میں چنیں نہایت نفیس ریشمی سیاہ پردہ تمام خانہ کعبہ پر ڈالا جس پر کلمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

بنا اور طول دیوار میں کئی بالشت سہرا چکا لگایا جس میں کارچوبی حروف سے سلطان کا نام لکھا گیا اب موجودہ کعبہ سلطان مراد کا بنایا ہوا ہے اور مصر سے ہر سال غلاف کعبہ تیار ہو کر بڑے جشن اور دھوم دھام سے آتا رہا اور 1382ھ میں غلاف کعبہ لاہور سے تیار ہو کر گیا اور دستور یہ رہا کہ ہمیشہ حج کے موقعہ پر پرانا غلاف اتار کر خدام کعبہ کو دے دیا جاتا جس کو حاجی لوگ تبرکا ٹکڑے ٹکڑے خرید لیتے نیا غلاف چڑھا دیا جاتا میں نے 1350ھ میں وہاں دیکھا کہ نجدیوں کی حکومت ہے ملک عبدالعزیز ابن سعود وہاں کا بادشاہ ہے اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے مصر سے غلاف آنا بند ہو گیا اب خود نجد میں ہی تیار ہوتا ہے جس کے اوپری حصہ میں ابن السعود کا نام لکھا جاتا ہے۔ ہماری اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ کعبہ معظمہ کو عمارتی شکل میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور پھر پانچ بار کعبہ بنتا رہا اور کعبہ کی موجودہ عمارت 339ھ سال کی ہے کیونکہ 1040ھ میں بنی اور اب 1379ھ ہے۔

(تفسیر نعیمی: پارہ: 1، ص: 711 تا 713 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سر دھونا

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ رکن اور مقام دو جنتی یاقوت ہیں۔ پہلے بہت نورانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو محو کر دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ مشرق و مغرب کو چمکاتے۔ مقام ایک پتھر ہے جس پر تین بار حضرت خلیل علیہ السلام کھڑے ہوئے اولاً تو جب کہ ان کی بہو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ علیہ السلام کا سر دھلا دوں تب آپ علیہ السلام نے گھوڑے سے اتر کر اس پتھر پر قدم رکھا اور ان سے یہ خدمت لی۔ دوسرے یہ کہ جب کعبہ کی دیواریں اونچی ہوئیں تب آپ علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے واسطے کوئی پتھر لاؤ جس پر ہم کھڑے ہو کر دیوار بنائیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر کی تلاش میں ابو قبیس پہاڑ پر تشریف لے گئے، راہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ملے اور کہا کہ آیئے میں آپ علیہ السلام کو ایک پتھر بتاؤں جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ دنیا میں آیا اور اسے حضرت ادریس علیہ السلام نے طوفان

نوح کے خوف سے اس پہاڑ میں دفن کردیا ہے اس جگہ چھوٹے بڑے دو پتھر مدفون ہیں چھوٹے کو تو کعبہ کی دیوار میں دروازے کے قریب لگادو کہ ہر طواف کرنے والا اس کو چوما کرے یعنی سنگ آلود اور بڑے پر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر عمارت بنائیں چنانچہ آپ علیہ السلام وہ دونوں پتھر لے آئے اور یہ پیغام الٰہی بھی پہنچایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق سنگ اسود کو تو ایک گوشہ میں لگادیا اور بڑے پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام جاری کیا جس قدر عمارت بلند ہوتی جاتی یہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام تعمیر سے فارغ ہوئے اور پتھر کی ضرورت نہ پڑی۔

روایت میں ہے کہ

جب سنگ اسود دیوار کعبہ میں قائم کیا گیا اس کی روشنی چاروں طرف دور تک جاتی تھی جہاں تک اس کی روشنی پہنچی وہاں تک حرم کے حدود مقرر ہوئے جس میں شکار کرنا منع ہے اور سنگ اسود کا سنگ بالکل سفید تھا گناہ گاروں کے ہاتھوں سے سیاہ ہو گیا۔

تیسرے جب کہ آپ علیہ السلام تعمیر سے فارغ ہوئے تب بحکم الٰہی عزوجل کوہ ابوقبیس پر بھی مقام ابراہیم رکھا اور اس پر چڑھ کر چوطرفہ آواز دی کہ اے عزوجل کے بندو! حج کے لئے آؤ۔

جس کا ذکر خود قرآن مجید نے فرمایا:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍۙ (حج:27)

یہ آواز قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں نے سنی جو خاموش رہی اسے حج نصیب نہ ہوگا اور جس نے جتنی بار لبیک کہا اتنی بار ہی حج کرے گا اس وقت حضرت خلیل علیہ السلام کی انگلیوں کا نشان نمودار ہوگیا بہت عرصہ تک لوگوں نے یہ نشان دیکھا مگر چومنے والوں کی کثرت سے کچھ محو ہوگیا اب کچھ خفیف سا نشان باقی ہے پہلے یہ پتھر خانہ کعبہ کے متصل رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک عظیم سیلاب آیا جس کا نام سیل 'ام نہشل' ہے۔ اس سیلاب سے یہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ کر دور جا گرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تشریف لائے اور مطاف کے کنارے چاہ زمزم کے پاس اس کو رکھا اور اس پر ایک پتھر کی عمارت بنادی اب تک وہی عمارت ہے اور اسی جگہ یہ پتھر موجود ہے۔ اس کے سامنے کچھ تھوڑی جگہ اور پاٹ (اکھاڑ) دی گئی جس میں آگے پیچھے کل بارہ آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی: پارہ: 1، ص: 714 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا پتھر لانا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لگانا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 256ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں جس کے آخر میں تعمیر کعبہ کا ذکر ہے اور وہ اس طرح ہے:

پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہرے رہے پھر اس کے بعد آئے اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے اپنا تیر درست کر رہے تھے جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور دونوں ایک دوسرے سے اس طرح ملے جیسے بیٹا باپ سے اور باپ بیٹے سے ملتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:
اے اسماعیل علیہ السلام! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کا حکم دیا ہے۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا:
آپ علیہ السلام وہی کیجئے جس کا آپ کے رب عزوجل نے آپ علیہ السلام کو حکم دیا ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا:
آیا تم میری مدد کرو گے۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا:
میں آپ علیہ السلام کی مدد کروں گا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:
اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ بیت اللہ تعمیر کروں اور انہوں نے اس ٹیلہ کی طرف اشارہ کیا جو اپنے اردگرد کی زمین سے کافی بلند تھی۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اس وقت ان دونوں نے بیت کی بنیادیں اٹھائیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پتھروں کو جوڑ جوڑ کر لگاتے تھے حتیٰ کہ جب بنیادیں زیادہ بلند ہوگئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام اس پتھر کو لائے اور اس دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے۔
اے ہمارے رب عزوجل! ہم سے قبول فرما بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے وہ دونوں بیت اللہ کی تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے گرد طواف کرتے رہے اور یہ دعا کرتے رہتے تھے۔
اے ہمارے رب عزوجل! تو ہم سے قبول فرما بے شک تو بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3364)

حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح تک کے واقعات

مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1363ھ لکھتے ہیں:
تفسیر عزیزی میں ہے کہ
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے ہاتھ سے نجات پائی اور بابل والوں کے ایمان سے مایوس ہوئے تو وہاں سے ہجرت کر کے اپنے چچا ہاران کے گھر مقام حران میں آگئے۔ ہاران کی ایک خوبصورت بیٹی تھی سارہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سعادت مندی دیکھ کر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ روز یہاں تبلیغ فرماتے رہے مگر سوائے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام کے کوئی ایمان نہ لایا بلکہ ہاران نے غصے ہو کر اپنی بیٹی اور داماد کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے معاہدہ کیا کہ تم ہمیشہ

میری فرمانبرداری کرنا اور میں تمہاری بات مانوں گا اور یہ تین حضرات حرانؑ سے مصر روانہ ہو گئے۔ مصر کا بادشاہ ظالم اور سرکش تھا۔ جب کسی خوبصورت عورت کو دیکھتا تو اس کے شوہر کو قتل کرا کر عورت پر قبضہ کر لیتا تھا جب یہ چھوٹا سا قافلہ مصر پہنچا تو شاہی پولیس نے بادشاہ کو خبر دی کہ مصر میں بے مثل حسینہ جمیلہ عورت آئی ہے۔

خیال رہے کہ

مردوں میں حضرت یوسف علیہ السلام اور عورتوں میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بے مثل حسین ہوئے بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی میراث تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو سمجھا دیا کہ اگر تمہیں پولیس گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے جائے تو یہ نہ کہنا کہ ابراہیم (علیہ السلام) میرے شوہر ہیں بلکہ یہ کہنا کہ وہ میرے (دینی) بھائی ہیں کیونکہ میں تمہارا دینی بھائی ہوں۔ حق تعالیٰ تمہیں اس ظالم سے محفوظ رکھے گا۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ان دونوں کو پولیس نے گھیر لیا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ حالت دیکھ کر نماز شروع کر دی اور دعا میں مشغول ہو گئے بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے ہی ان پر عاشق ہو گیا چاہا کہ کچھ بے ادبی کرے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

مجھے اتنی مہلت دے کہ میں غسل کر کے کچھ عبادت کر لوں۔ ظالم نے فوراً غسل کا انتظام کر دیا۔ آپ نے وضو کر کے نماز کی نیت باندھی اور بارگاہ قاضی الحاجات دعا میں مشغول ہوئیں۔

جب ظالم نے دیکھا کہ

دیر لگی وہ آپ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں داخل ہوا اور چاہا کہ عین نماز کی حالت میں دست درازی کرے اچانک اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور سانس پھول گیا اور منہ سے جھاگ ڈالنے لگا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی کہ

اے مولا عزوجل! اگر یہ مر گیا تو مجھ پر اس کے قتل کا الزام آئے گا تو پھر میری خیر نہیں۔ یہ دعا کرنی تھی کہ اسے پھر ہوش آ گیا پھر وہی ارادہ کیا پھر ویسا ہی حال ہوا غرضیکہ تین بار یہ معاملہ پیش آیا۔

تب وہ بولا کہ

یہ انسان نہیں یا جن ہے یا جادوگرنی۔

میرے پاس ایک عورت اور بھی ہے جس کو میں نے قبطیوں سے حاصل کیا تھا اور میں اس پر بھی قابو نہ پا سکا (حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا) اسے بھی اس کے حوالے کرو اور ان دونوں عورتوں کو مصر سے نکال دو۔ غرضیکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں آپ علیہ السلام اس وقت نماز میں ہی مشغول تھے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

مھیم

یعنی کیا حال ہے۔
حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:
خیر سے رب عزوجل نے ظالم کو ذلیل کیا اور مجھے خادمہ دی جس کا نام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہے اور یہاں سے چاروں اصحاب روانہ ہو کر فلسطین پہنچے وہاں کے لوگوں نے ان بزرگوں کو غنیمت جانا اور بہت زمین نذر کی۔ رب تعالیٰ نے اس زمین میں اتنی برکت دی کہ کچھ دنوں میں آپ علیہ السلام کے پاس کھیتی باڑی، جانور، غلام وغیرہ بے شمار ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے مسافر خانے اور لنگر جاری کئے اور حضرت لوط علیہ السلام کو تبلیغ دین کے لئے روم کی طرف روانہ کیا۔
ایک دن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں کہ
ہمارے گھر میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے مگر فرزند نہیں آپ علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلو شاید ان ہی سے کوئی بچہ پیدا ہو۔ آپ علیہ السلام نے ان سے نکاح کرلیا۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا محبت سے انہیں پالتی تھیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا صرف انہیں دودھ پلاتی تھیں مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف کے خیال سے فرزند کو گود بھی نہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ ایک دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تنہا حجرے میں لیٹے ہوئے دیکھ کر محبت پدری سے گود میں لے لیا اور ان کے رخسار اور پیشانی کو بوسہ دے رہے تھے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا آ گئیں اور ان پر غیرت نے اتنا غلبہ کیا کہ
اور ارشاد فرمایا:
اسی وقت اس کو اور اس کی ماں کو میرے گھر سے نکال کر بے آب ودانہ جنگل میں چھوڑ آؤ۔ آپ علیہ السلام نے بہت کچھ سمجھایا مگر کچھ پیش نہ گئی ادھر تو آپ علیہ السلام حران والے معاہدے کے پابند تھے۔ ادھر وحی آئی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی بات مانو۔ اس میں ایک راز ہے۔ سچ ہے کہ بڑوں کی لڑائی میں بھی راز ہوتا ہے۔
مولانا فرماتے ہیں۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

ان دو مقبول بیویوں کی لڑائی کی برکت سے عرب کا ملک بنا مکہ شہر آباد ہوا اور بیت اللہ آباد ہوا۔ برادران یوسف علیہ السلام کی برکت سے حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی سلطنت پر جاگزیں ہوئے اور بنی اسرائیل کنعان گاؤں سے نکل کر مصر اور دیگر شہروں میں پھیلے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس کی جنگوں کی برکت سے بہت سی قرآنی آیات کی تفسیر ہوئی۔ جن میں باغی گروہ سے جنگ کے احکام مذکور ہیں اور اہل بیت اطہار حجاز سے نکل کر عراق میں پہنچے جس سے تمام عراق متبرک و معظم ہو گیا۔ ان جنگوں میں اللہ تعالیٰ کے راز ہیں لہٰذا ہم کسی صحابی رسول کو ظالم نہیں کہہ سکتے جیسے کہ بی بی سارہ رضی اللہ عنہا کو ظالم نہیں کہہ سکتے۔

برادران یوسف علیہ السلام کی اہانت نہیں کر سکتے کہ وہ حضرات آسمانی ہدایت کے تارے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں تاروں کی شکل میں خواب میں دیکھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا بھلا کہنے والے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو کیا کہیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو سواریوں پر لے کر روانہ ہوئے وہ منزل بمنزل وہاں پہنچے جہاں آج خانہ کعبہ

ہے۔

حکم الٰہی عزوجل پہنچا کہ

ان دونوں کو یہاں ہی چھوڑ دو اور ہمارے سپرد کر جاؤ۔ زمزم کے مقام پر ایک درخت تھا اور باقی سب جنگل بیابان تھا نہ وہاں سایہ نہ وہاں دانہ نہ پانی نہ آدمی۔ آپ علیہ السلام ایک ٹوکری خرما اور کچھ روٹی کے ٹکڑے ایک مشکیزہ میں پانی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر کے لوٹ آئے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پیچھے دوڑیں۔

اور کہنے لگیں کہ

مجھ کو اس بے آب و دانہ جنگل میں کہاں چھوڑے جاتے ہو جہاں نہ کوئی غم خوار ہے نہ کوئی مکان سایہ دار۔ آپ علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔

آخر کار حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ

کیا تمہیں خدا عزوجل نے حکم دیا ہے۔

سر کے اشارے سے فرمایا کہ

ہاں۔

تب آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ میرا رب عزوجل مجھے ضائع نہ کرے گا۔ واپس لوٹیں اور اپنے بچے کو گود میں لے کر اکیلی بیٹھ گئیں اور دودھ پلانے لگیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہاڑ کی آڑ میں آ کر رکے اور کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

اور عرض کیا۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ○ (ابراہیم:37)

”مولیٰ عزوجل! میں نے اپنے بال بچے بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ دیئے۔“

جب تک خرمہ اور پانی رہا حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اطمینان سے گزر کرتی اور فرزند کو دودھ پلاتی رہیں مگر پانی ختم ہونے پر پیاس نے ستایا لخت جگر نے بے اختیار رونا شروع کر دیا تو اپنی تو اتنی فکر نہ ہوئی مگر نور نظر کی بے قراری دیکھی نہ گئی۔ اٹھیں اور صفا پر چڑھیں کہ شاید کہیں پانی کا نشان ملے مگر نہ ملا۔ مایوس ہو کر نیچے اتریں۔ مروہ پہاڑ کی طرف روانہ ہوئیں مگر نظر فرزند پر تھی۔ راہ کے کچھ حصہ میں فرزند سے آڑ ہو گئی تو آپ رضی اللہ عنہا اسے جلد طے کرنے کے لئے دوڑ کر چلیں۔ اس آڑ سے نکل جانے پر پھر آہستہ چلیں۔ یہاں تک کہ مروہ پر پہنچ گئیں وہاں چڑھ کر بھی پانی کہیں نہ دیکھا پھر صفا کی طرف روانہ ہوئیں۔ اسی طرح سات چکر کیے ہر دفعہ درمیان میں دوڑتی تھیں (صفا و مروہ اسی جگہ کی یادگار ہے) اخیر بار مروہ پر چڑھیں تو ایک ہیبت ناک آواز کان میں پڑی۔ ڈر کر فرزند کے پاس آئیں دیکھا کہ وہ روتے ہوئے اپنی ایڑیاں زمین پر رگڑ رہے ہیں جس سے شیریں پانی کا چشمہ جاری ہے بہت خوش ہوئیں اور اس کے گرد مٹی جمع کر کے فرمانے لگیں۔

ماء زم زم

پانی میٹھا میٹھا ہے۔

بعض نے فرمایا۔

ماء زمزم

پانی بہت کافی ہے۔

بعض نے فرمایا کہ

زمزمة اورهمهمة

گن گنا کر گانے کو کہتے ہیں چونکہ آپ خوش ہو کر کچھ گن گناتی جاتی تھیں۔ اس لئے اس کا نام زمزم ہوا۔

واللہ اعلم بالصواب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ

(من بعض اساتذتنا) اگر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اس پانی کو گھیر نہ دیتیں تو یہ چشمہ بن جاتا۔ اور آخر کار آپ رضی اللہ عنہا وہ پانی خود پیتیں اور اپنے پسر کو بھی پلاتی تھیں اس لئے بہت روز تو گزر اوقات کرتی رہیں کیونکہ اس پانی میں غذائیت بھی ہے۔ اتفاقاً یمن کی ایک قوم جرہم کسی طرح اس طرف آ پہنچی اور مقام کدا میں اتری۔

اس نے دیکھا کہ

کچھ فاصلے پر بہت پرندے اڑ رہے ہیں۔

کہنے لگے کہ

یہاں پانی ضروری ہے۔ کیونکہ ہم یہاں بار بار آئے کبھی پرندے نہ دیکھے۔ انہوں نے تحقیق کے لئے اپنے میں سے ایک شخص بھیجا اس نے آ کر خبر دی کہ یہاں پانی کا غیبی چشمہ ہے جس کے پاس ایک بی بی اپنے فرزند کو لئے بیٹھی ہے۔ یہ سن کر وہ سارے لوگ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور بولے کہ

اگر آپ رضی اللہ عنہا کی اجازت ہو تو ہم یہاں رہنے سہنے لگیں۔ چونکہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بھی تنہائی میں گھبرا گئی تھیں۔ اس شرط پر اجازت دے دی کہ اس پانی پر کسی کا حق نہ ہو یعنی سب استعمال تو کریں مگر حق میرا ہو۔ ان سب نے یہ شرط قبول کر کے وہاں خود بھی رہائش اختیار کر لی اور اپنے دوسرے اہالی موالی کو بھی بلا لیا جس سے کہ یہاں ایک اچھی خاصی بستی بس گئی۔ کچھ دنوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی سمجھ دار ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے اس قوم جرہم سے زبان عربی سیکھی۔ نہایت ذکی قابل اور ہونہار جوان ہوئے اور جماعت جرہم کے سردار نے آپ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ ادھر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر 14 سال کی ہوئی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے بھی ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام اسحاق رکھا گیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کی پرورش میں مشغول ہوئیں اور اتنے عرصے میں کچھ جوش غیرت بھی کم ہو گیا۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ

اگر آپ رضی اللہ عنہا اجازت دو تو میں اسماعیل (علیہ السلام) کو دیکھ آؤں۔ انہوں نے اس شرط پر اجازت دی کہ وہاں زمین پر قدم نہ رکھیں اور بہت نہ ٹھہریں۔ آپ علیہ السلام روانہ ہوئے یہاں آ کر معلوم ہوا کہ فرزند جوان اور خانہ دار ہے اور ان کی والدہ وفات پا چکی ہیں۔ تلاش کرتے کرتے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دروازے پر آئے۔ آپ علیہ السلام (حضرت اسماعیل علیہ السلام) شکار کے لئے جنگل گئے تھے کیونکہ آپ علیہ السلام کی گزر اوقات شکار کے گوشت اور زمزم کے پانی پر تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بیوی کو دروازہ پر بلا کر ان کی زندگی کے حالات دریافت کیے۔

بیوی نے کہا کہ

ہم بہت غریب مسکین ہیں بہت تنگی اور مشقت سے گزران کرتے ہیں اور کچھ تواضع خاطر نہ کی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تم اپنے شوہر سے ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو کہ ایسی چوکھٹ ایسے گھر کے لائق نہیں۔ شام کے وقت جب حضرت اسماعیل علیہ السلام لوٹے تو مکہ کی گلی کوچے میں نبوت کے برکات وانوار دیکھے سمجھ گئے کہ میرے والد ماجد تشریف لائے ہوں گے۔

اپنی بیوی سے پوچھا کہ

کیا کوئی آج آیا ہے۔

اس نے سارا واقعہ عرض کیا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

وہ بزرگ میرے والد تھے اور تو میرے گھر کی چوکھٹ ہے مجھے تجھ کو طلاق دینے کا حکم دے گئے ہیں۔ اسے طلاق دے کر اسے میکے پہنچا دیا اور قبیلہ جرہم کی دوسری لڑکی سے نکاح کر لیا۔

پھر ایک مدت بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ

میں نے پہلی بار حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ دیکھا تھا میری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پچھلی شرط پر دوبارہ جانے کی اجازت دی جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دروازہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ شکار کے لئے گئے ہیں۔

ان کی بیوی نے آپ علیہ السلام (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو دیکھ کر کہا۔

حضرت تشریف لائیے، ہمارے غریب خانہ میں کچھ قیام کیجئے۔ آپ علیہ السلام کے سر مبارک میں گرد وغبار ہے مجھے اجازت دیں کہ میں دھو دوں۔

حضرت (ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا:

مجھے اترنے کا حکم نہیں۔

وہ بی بی ایک بڑا اور اونچا پتھر اٹھا کر لائیں (یہ وہی مقام ابراہیم تھا)

اور ان کی رکاب کے پاس رکھ کر عرض کیا کہ

اس پتھر پر قدم پاک رکھ کر اپنا سر مبارک کچھ جھکا دیجئے جس سے کہ آپ علیہ السلام اپنے معاہدہ پر بھی قائم رہیں اور مجھے خدمت کا موقع بھی مل جائے۔ حضرت (ابراہیم علیہ السلام) اس ذکاوت سے بہت خوش ہوئے اور ایسا ہی کیا۔ اس بی بی نے آپ علیہ السلام کا سر خوب دھو کر کنگھی کر دی اس درمیان میں آپ علیہ السلام نے اپنی بہو سے گھر کے سارے حالات پوچھے۔

اس نیک بی بی نے عرض کیا:

الحمدللہ! ہم بہت آرام سے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ہمیں کسی چیز کا محتاج نہیں کیا۔ ہمارے شوہر جنگل سے شکار لاتے ہیں اور آب زم زم ہمارے پاس ہے۔ اس گوشت اور اس پانی سے ہماری بخوبی گزر ہوتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔

اور ارشاد فرمایا:

حق تعالیٰ تمہارے گوشت اور پانی میں برکت دے۔

اس دعا کا یہ اثر ہے کہ اب بھی وہاں گوشت بکثرت ہے۔

القصہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

اپنے شوہر کو ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ تمہارے دروازے کی چوکھٹ بہت اچھی ہے۔ اسے غنیمت جانو اور بخوبی محفوظ رکھو۔

شام کو جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے پھر وہی تجلیات وانوار دیکھے۔

بیوی سے پوچھا:

کیا آج کوئی بزرگ تشریف لائے تھے۔

اس نے کہا:

ہاں! اور سارا واقعہ بیان کیا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

وہ میرے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے تمہارے متعلق سفارش فرما گئے کہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں اور تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کروں۔

پھر کچھ مدت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

میں دوبارہ فرزند کو دیکھنے گیا مگر نہ دیکھ سکا اب تم اجازت دو کہ میں اسے دیکھوں اور اس کے پاس چند روز رہوں۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بلاشرط بخوشی اجازت دے دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں پہنچے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھا کہ زمزم کے پاس ایک درخت کے نیچے تیروں کو درست کر رہے ہیں۔ باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ فرزند بے اختیار اٹھے پدر نے گلے سے لگالیا، پیشانی پر بوسے دیئے اور اس قدر روئے کہ پرندے ہوا میں رونے لگے اور وہاں کچھ قیام فرمایا۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ

اے اسماعیل (علیہ السلام)! رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرنا چاہتا ہوں کہ کام صرف اپنے

ہاتھ سے کروں اور تم اس میں میری مدد کرو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

بسرو چشم

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی ذی قعدہ کو تعمیر شروع فرمائی اور اسی مہینہ کی پچیسویں تاریخ کو ختم فرما دی۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ کو آپ علیہ السلام کو خواب میں فرزند کے ذبح کا حکم ہوا اور دسویں کو ذبح اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سال یا اس کے بعد۔

روح البیان نے 23ویں سپیارے میں فرمایا کہ

ذبح کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک تیرہ (13) سال تھی۔

مگر تفسیر عزیزی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ

اس وقت عمر کہیں زیادہ تھی کیونکہ ان کی چودہ سال کی عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس کے بعد کچھ فاصلے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تین بار مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ تیسری بار حضرت اسماعیل علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔

نیز یہ مشہور ہے کہ

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ذبح کا واقعہ درپیش آیا۔

اس روایت کی رو سے غلط ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں مکہ شریف تشریف لائے ہی نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ذبح کا واقعہ تعمیر کعبہ کے بعد ہوا کیونکہ پہلی ملاقات میں 25 ذی قعدہ تک تعمیر ہوئی اور دس ذی الحجہ کو واقعہ ذبح ہوا۔

واللہ اعلم بالصواب

(تفسیر نعیمی: پارہ: 1، ص: 725 تا 729: نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت اسماعیل علیہ السلام سب سے پہلے عربی زبان بولنے والے

حضرت اسماعیل علیہ السلام وہ مقدس نبی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان بولی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے جس شخص نے عربی زبان بولی وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(مستدرک: ج: 2، ص: 602، رقم الحدیث: 4029)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سب سے پہلے منطق پر کتاب لکھی

حضرت اسماعیل علیہ السلام وہ مقدس نبی ہیں جنہوں نے عربی زبان سب سے پہلے بولی اور اپنے الفاظ اور منطق پر کتاب کو وضع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
سب سے پہلے جس شخص نے عربی زبان بولی اور اپنے الفاظ اور منطق پر کتاب کو وضع کیا پھر کتاب کو اس طرح ایک کیا کہ وہ آپس میں ملی ہوئی ہو۔
جس طرح کہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
کی کتابت حتیٰ کہ اس کتابت کو جدا جدا کیا۔
وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
(مستدرک: ج:2،ص:602: رقم الحدیث:4029)

وصال حضرت اسماعیل کا تذکرہ

علامہ قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے ان کی ماں ہاجرہ قبطہ تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو شیر خوارگی میں مکہ مکرمہ لے آئے۔ یہ اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام سے چودہ سال بڑے تھے جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ان کی عمر ایک سوسینتیس (137) سال تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کی عمر نواسی (89) سال تھی۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج:2،ص:135 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسحاق علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ہیں۔آپ علیہ السلام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ نہایت متقیہ اور پرہیزگارہ تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی مگر جب آخری عمر میں پہنچیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی۔

اسحاق عبرانی زبان کا نام

اسحاق عبرانی زبان کا نام ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اسحاق عبرانی زبان کا نام ہے جس کے معنیٰ ہیں عربی میں ضحاک یعنی ہنس مکھ،شاداں،خوش وخرم۔

(تفسیر نعیمی:پارہ:7،ص:535 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت اسحاق علیہ السلام کا نسب نامہ

حضرت اسحاق علیہ السلام کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

اسحاق بن ابراہیم بن آذر اور وہ تارخ ہیں' بن ناحور بن شاروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن خنوخ اور وہ ادریس علیہ السلام ہیں بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہم السلام۔

(مختصر تاریخ دمشق،ج:3،ص:344 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ محترمہ پر آزمائش

حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ محترمہ پر سخت آزمائش کے دن آئے تھے اتنا کسی پیغمبر کی زوجہ محترمہ یا کسی پیغمبر کی والدہ محترمہ پر آزمائش کے دن نہیں آئے تھے۔

حدیث مبارکہ کے آخری الفاظ اس طرح ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک دن وہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سفر کر رہے تھے۔ وہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے۔

اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ

یہاں ایک شخص آیا ہے اس کی بیوی تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے۔

اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا:

یہ عورت کون ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

یہ میری بہن (دینی بہن) ہے۔

پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔

اوران سے فرمایا:

اے سارہ (رضی اللہ عنہا)! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق سوال کیا تھا تو میں نے اس کو بتایا تھا کہ تم میری بہن ہو سو تم میرے بیان کی تکذیب نہ کرنا۔

اس بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا۔

جب اس نے بری نیت سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔

اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

تم اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کرو، میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے دوسری بار بری نیت سے ہاتھ بڑھایا تو پھر اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔

اس نے کہا:

تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو میں تم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا، پھر اس نے بعض پہرے داروں کو بلایا۔

اوران سے کہا۔

تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ جنیہ عورت کو لے آئے ہو پھر اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بطور خادمہ دے دی۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں وہ اس وقت کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

انہوں نے اشارہ سے کہا۔

کیا ہوا؟

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ

اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو خود اس پر الٹ دیا اور اس نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بطور خادمہ ہدیہ کر دی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2371، سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3166)

عن عطاء بن ریاح و یوسف بن مالک عن عباس کے سلسلہ سے مروی ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جن کا فدیہ دیا گیا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔

(تفسیر بغوی: ج: 4، ص: 28 مطبوعہ دار الفکر العلمیہ بیروت)

سدی نے کہا:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی تو اسی (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی گئی۔

وہی اللہ تعالیٰ کے اذن سے ذبیح ہیں۔

(تفسیر بغوی: ج: 4، ص: 28 مطبوعہ دار الفکر العلمیہ بیروت)

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت باسعادت

واقدی اور ابن عساکر نے عامر بن سعید عن ابیہ کے طریق سے اس طرح روایت کی ہے کہ

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقد میں تھیں عرصہ طویل گزر گیا مگر بچہ پیدا نہ ہوا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے بے اولاد ہونے کی کیفیت دیکھی تو اپنی لونڈی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(تاریخ ابن العساکر: ج: 69، ص: 187، 188 دار الفکر بیروت)

کان چھیدنے کا رواج کب سے

تاریخ ابن العساکر میں ہے۔

جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اس سے غیرت آگئی اور نفس میں غصہ محسوس کیا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا تعاقب کیا اور قسم اٹھائی کہ میں ان کے تین اعضاء کاٹوں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تم اپنی قسم پورا کرنا چاہتی ہو۔ آگے روایت میں کان چھدوانے کا ذکر ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: 112)

اور ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی جو صالحین میں سے ہیں۔

☆ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی واضح بشارت دی گئی۔

حضرت ابراہیم واسحاق علیہما السلام پر برکتوں کا نزول

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسحاق علیہما السلام پر برکتیں نازل فرمائیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ (الصّٰفّٰت:113)

اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل فرمائیں۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو گائے کا بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا اور ان فرشتوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دل میں ان سے ڈرنے لگے تو فرشتوں نے کہا آپ علیہ السلام مت ڈریئے ہم قوم لوط کی طرف نازل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ تب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں اس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی گئی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (ہود:71)

ابراہیم کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق کی پیدائش کی خوشی سنائی۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کیوں ہنس پڑیں؟

امام رازی نے لکھا ہے کہ

سارہ آزر بن باحوراء کی بیٹی تھیں اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد تھیں یہ پردے کے پیچھے کھڑی ہوئی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

1- جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔

آپ علیہ السلام مت ڈریئے ہمیں قوم لوط کے پاس بھیجا گیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوف زائل ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوش ہونے سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی خوش ہوگئیں اور ایسے موقع پر آدمی ہنس پڑتا ہے۔

2- حضرت سارہ رضی اللہ عنہا قوم لوط کے عمل سے سخت ناراض اور متنفر تھیں اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ فرشتے ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے جارہے ہیں تو وہ ہنس پڑیں۔

3- جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

اس کھانے کی قیمت اس کے اول میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔

اور فرشتوں نے کہا کہ
ایسے شخص کا یہ حق ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا خلیل بنایا جائے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر خوشی سے ہنس پڑیں۔
4-حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کہ
آپ علیہ السلام اپنے بھانجے (حضرت لوط علیہ السلام) کو اپنے پاس بلا لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا کام کرنے والوں کو ضرور عذاب دیتا ہے۔
اور جب فرشتوں نے یہ بتایا کہ
وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں تو انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ان کا مشورہ فرشتوں کی خبر کے موافق تھا۔
اس لئے آپ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔
5-جب فرشتوں نے یہ کہا کہ
وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اس پر دلیل طلب کی۔فرشتوں نے دعا کی اور وہ بھنا ہوا بچھڑا زندہ ہو گیا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا یہ دیکھ کر سارہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔
6-انہیں اس پر تعجب ہوا کہ
ایک قوم کو عذاب آنے والا ہے اور وہ غفلت میں مبتلا ہیں اس لئے ان کو ہنسی آ گئی۔
7-یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتوں نے ان کو پہلے مطلقاً بچے کی بشارت دی ہو اس پر ان کو بطور تعجب کے ہنسی آ گئی۔کیونکہ اس وقت ان کی عمر اسی سال سے اوپر تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی۔
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
ان کو خوشی سے ہنسی آئی ہو اور جب وہ ہنس پڑیں تو اللہ تعالیٰ نے خوش خبری دی کہ وہ بیٹا اسحاق علیہ السلام ہے اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے۔
8-انہیں اس پر تعجب ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قدر رعب اور دبدبہ کے باوجود صرف تین آدمیوں سے کیسے ڈر گئے۔اس لئے ان کو ہنسی آ گئی۔
ان میں سے بعض وجوہ کا ذکر امام ابن جریر طبری نے کیا ہے۔
(جامع البیان: ج:9،ص:95تا96)

حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنانے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت سنائی۔
قرآن مجید میں ہے:
وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ○ (ہود:71)
اور اسحاق کے بعد یعقوب کی (بشارت سنائی)۔

☆ فرمایا کہ اے سارہ رضی اللہ عنہا تم کو یعقوب کی بشارت ہو۔

یعنی اے سارہ رضی اللہ عنہا صرف یہی بشارت نہیں کہ تم اپنے بیٹے کو پاؤ گی بلکہ اپنے بیٹے کی بہاریں بھی دیکھو گی کہ اپنے پوتے یعقوب علیہ السلام کو بھی کھلاؤ گی۔

کیا میں بڑھاپے میں بچہ جنوں گی

جب فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

لَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ (ہود:72)

کہا ارے دیکھو! کیا میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے بے شک یہ عجیب بات ہے۔

لفظ وی کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ نے لکھا ہے۔

وی ایسا کلمہ ہے جس کو حسرت، ندامت اور تعجب کے اظہار کے طور پر بولا جاتا ہے اور ویل برائی کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی حسرت کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے اور جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ویل ہے۔

(المفردات: ج:2، ص:695 مطبوعہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی 175ھ نے لکھا ہے کہ

وی تعجب کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے۔

ویح کسی مصیبت زدہ پر اظہار ترحم کے لئے بولا جاتا ہے اور ویل کسی برائی یا خرابی کے نزول کے لئے بولا جاتا ہے۔

(کتاب العین: ج:3، ص:1990 مطبوعہ ایران)

لفظ ویل کی تحقیق

علامہ جار اللہ محمود بن زمخشری متوفی 583ھ نے لکھا ہے۔

ویل اظہار تعجب کے لئے آتا ہے۔

(الفائق: ج:3، ص:384 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی 606ھ نے لکھا ہے۔

ویل غم مصیبت، ہلاکت، عذاب اور ندامت کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی اظہار تعجب کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

(النہایہ: ج:5، ص:204 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو فرشتہ کا جواب دینا

جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو فرشتوں نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سنائی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

ارے دیکھو! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی اور میرے یہ شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ بے شک یہ عجیب بات ہے۔ تو فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (ہود:73)

فرشتوں نے کہا! کیا تم اللہ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہو۔

☆ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جو تعجب کیا اس پر یہ اعتراض ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تعجب ہے تو کفر ہے اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہل ہے تب بھی کفر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ تعجب عرف اور عادت کی بناء پر ہے انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان تھا لیکن چونکہ یہ ولادت عرف اور عادت کے خلاف تھی اس لیے انہوں نے اس پر اظہار تعجب کیا اور یہ کفر نہیں ہے۔ اور جو صاحب شریعت ہوں تو وہ اس طرح کا کیسے عقیدہ رکھ سکتے ہیں۔

فرشتوں کا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دعائیں دینا

فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو جو دعائیں دیں وہ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ (ہود:73)

اے اہل بیت تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، بے شک اللہ حمد وثناء کا مستحق بہت بزرگ ہے۔

فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت کہا

فرشتوں نے جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دعائیں دیں تو اس طرح کہا۔

اے اہل بیت!

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج بھی اہل بیت سے ہیں۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت میں فرمانے پر مندرجہ ذیل اقوال ہیں۔

شیخ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی المتوفی 460ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت کہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ

کسی شخص کی زوجہ بھی اس کے اہل بیت میں داخل ہے۔

یہ جبائی کا قول ہے۔

اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت سے اس لیے شمار کیا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد تھیں۔

(التبیان: ج:6، ص:34 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں کہ

مجمع میں بیان کیا گیا ہے کہ

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہل بیت سے شمار کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ کسی شخص کی بیویاں اس کے اہل بیت سے ہوئی ہیں کیونکہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد تھیں اسی وجہ سے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہل بیت سے شمار کیا گیا۔

(منہج الصادقین: جز:12، ص:439، مطبوعہ کتاب فروشے علمیہ اسلامیہ ایران)

یہودیوں کا حضرت اسحاق علیہ السلام کے معبود کی عبادت کا کہنا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے دادا حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ○ (البقرۃ:133)

کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی؟ جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی، ایک معبود کی اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام پر دم کرنے والے کلمات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے کلمات تعوذ کے ساتھ دم کرتے۔

اور ارشاد فرماتے:

تمہارے جد امجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) بھی اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کو ان ہی کلمات تعوذ کے ساتھ دم کیا کرتے تھے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ

ترجمہ:- میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے ہر (وسوسہ انداز کرنے والے) شیطان اور بلا سے اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔

(صحیح البخاری: کتاب الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا: ج:3، ص:233، رقم الحدیث:3191)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی دوبار خوشخبری دینا

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت بیان کرتے ہیں کہ
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ
"وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ"
کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ
اس خوشخبری سے مراد نبوت کی خوش خبری ہے جو انہیں دو بار دی گئی۔
1-جب آپ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
2-اور جب آپ علیہ السلام کو منصب نبوت عطا ہوا۔
(مستدرک: ج:2، ص:607، رقم الحدیث:4044)

حضرت اسحاق علیہ السلام حسن و جمال والے

حضرت اسحاق علیہ السلام بہت زیادہ حسن و جمال والے تھے۔
حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے نور، روشنی اور اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا پس آپ علیہ السلام تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت چہرے والے تھے اور بہت زیادہ جمال والے اور خوبصورت گفتگو والے تھے۔آپ علیہ السلام سفید رنگت والے، سر اور داڑھی کے گھنگھریالے بالوں والے تھے۔
(مستدرک: ج:2، ص:607، رقم الحدیث:4043)

حضرت اسحاق، حضرت ابراہیم علیہما السلام کے مشابہ

حضرت اسحاق علیہ السلام ظاہری نین و نقش اور حسن خلق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ تھے۔
امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں جس کے درمیان کے الفاظ اس طرح ہیں۔
حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ
حضرت اسحاق علیہ السلام ظاہری نقوش میں اور حسن خلق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ تھے۔
(مستدرک: ج:2، ص:607، رقم الحدیث:4043)

حضرت اسحاق علیہ السلام کا چہرہ ہشاش بشاش رہتا تھا

بعض انبیاء کرام علیہم السلام خوف الٰہی کی وجہ سے آنکھیں نم رکھتے تھے مگر حضرت اسحاق علیہ السلام کا چہرہ ہشاش بشاش رہتا تھا۔
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
بعض انبیاء کرام علیہم السلام پر خوف الٰہی عزوجل کا قبضہ تھا ان کی آنکھیں نم رہتی تھیں جیسے حضرت یحیٰی علیہ السلام اور بعض پر

امید کا غلبہ تھا (مگر) ان (یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام) کا چہرہ ہشاش بشاش رہتا تھا۔

(تفسیر نعیمی، پارہ:7،ص:535 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد

حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یعقوب اور حضرت عیص علیہما السلام پیدا ہوئے۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کے آخری الفاظ میں ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت عیص علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پس ان دونوں میں سے حضرت یعقوب علیہ السلام زیادہ حسین، زیادہ فصیح وبلیغ اور زیادہ حسن وجمال اور دانائی والے تھے۔

(مستدرک:ج:2،ص:607،رقم الحدیث:4043)

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وصال کے وقت عمر

حضرت اسحاق علیہ السلام کی وصال کے وقت عمر (181) ایک سو اکیاسی سال تھی اور ایک قول کے مطابق (180) ایک سو اسی سال ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آپ (حضرت اسحاق علیہ السلام) کی عمر ایک سو اسی (180) سال ہوئی۔

(تفسیر نعیمی:پارہ:7،ص:535 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت اسحاق علیہ السلام ارض مقدسہ میں فوت ہوئے

حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر (180) ایک سو اسی سال تھی۔ آپ علیہ السلام ارضِ مقدسہ میں فوت ہوئے۔

علامہ قرطبی 668ھ فرماتے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی (180) سال تھی۔ آپ علیہ السلام ارض مقدسہ میں فوت ہوئے۔

(الجامع الاحکام القرآن:ج:2،ص:136 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

حضرت اسحاق علیہ السلام کا مزار پرانوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ

حضرت اسحاق علیہ السلام کا مزار پرانوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

علامہ قرطبی 668ھ فرماتے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کے پاس دفن کیے گئے۔

(الجامع الاحکام القرآن:ج:2،ص:136 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

حضرت اسحاق علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نبوت جیسا عظیم مرتبہ عطا فرمایا۔ آپ علیہ السلام کے دونوں صاحبزادے نبی تھے ان میں سے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جن کا مقام اللہ تعالیٰ نے خود بلند فرمایا۔

ہو رحمتیں و سلام حضرت اسحاق علیہ السلام پر کہ جن کی رفعت شان خود رب العلیٰ نے کی

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔ آپ علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ آپ علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں بہت روئے۔ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ تقویٰ عطا فرمایا جس کی بدولت کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

لفظ یعقوب کی وجہ تسمیہ

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یعقوب بنا ہے عقب سے بمعنی پیچھے آنے والا یا بہت سی اولاد پیچھے چھوڑنے والا چونکہ آپ علیہ السلام اپنے بھائی عیص علیہ السلام کے ساتھ پیدا ہوئے۔ پہلے عیص علیہ السلام پیچھے آپ علیہ السلام نیز آپ علیہ السلام کی اولاد بے شمار ہوئی۔

(تفسیر نعیمی: پارہ:7،ص:535 نعیمی کتب خانہ لاہور)

یعقوب لقب ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل ہے اور یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یعقوب بنا ہے عقب بمعنی پیچھے آنے والا یا بہت سی اولاد پیچھے چھوڑنے والا چونکہ آپ علیہ السلام اپنے بھائی عیص علیہ السلام کے ساتھ پیدا ہوئے پہلے عیص علیہ السلام پیچھے آپ علیہ السلام، نیز آپ علیہ السلام کی ذریت بے شمار ہوئی لہٰذا آپ علیہ السلام کا لقب یعقوب ہوا۔

(تفسیر نعیمی: پارہ:7،ص:535 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اسرائیل نام ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آپ علیہ السلام کا نام اسرائیل ہے۔

(تفسیر نعیمی: پارہ:7،ص:535 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نسب نامہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے۔

یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن آذر اور وہ تارخ ہیں بن ناحور بن شاروغ بن ارغو بن نالع بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلح بن خنوخ اور وہ ادریس علیہ السلام ہیں بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم (علیہم السلام)

(مختصر تاریخ دمشق: ج:3، ص:344 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوئے

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوئے اور آپ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی نبوت سے سرفراز ہوئے۔

چنانچہ فرمایا گیا:

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور ان ہی کے زمانہ میں نبوت سے سرفراز کیے گئے۔ (المنتظم: ج:1، ص:196)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نکاح مبارک

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نکاح اپنے ماموں کی بیٹی لیا سے ہوا۔

چنانچہ فرمایا گیا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف مائل تھے اور ان ہی کے حق میں دعا کرتے تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

انہوں نے اپنے بیٹے عیص سے کہا۔

تم میرے لیے گوشت لاؤ میں تمہارے لیے دعا کروں گا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات سن لی، وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے گوشت لے کر آئے، حضرت اسحاق علیہ السلام نے ان کو عیص سمجھ کر ان کے حق میں دعا کر دی، عیص کو جب پتا چلا تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دھمکی دی کہ میں تم کو قتل کر دوں گا، حضرت یعقوب علیہ السلام بھاگ کر اپنے ماموں لابان کے پاس چلے گئے ان کے ماموں نے اپنی بیٹی لیا سے ان کا نکاح کر دیا۔ (المنتظم: ج:1، ص:196)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ لیا سے اولاد

حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ لیا سے چھ بیٹے پیدا ہوئے۔

چنانچہ فرمایا گیا۔

لیا کے بطن سے ان کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے۔

1- روبیل

2-شمعون

3-یہودا

4-لاڈی

5-یساخر

6-اورزیالون یازیلون

(المنتظم:ج:1،ص:197)

لیا کی وفات کے بعدان کی بہن راحیل سے نکاح

حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ لیاجب فوت ہوئیں تو آپ علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل سے نکاح کرلیا۔

چنانچہ فرمایا گیا۔

پھرلیافوت ہوگئیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل سے نکاح کرلیا۔

(المنتظم:ج:1،ص:197).

راحیل کے بطن مبارک سے اولاد

حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ راحیل سے دوفرزندار جمند پیدا ہوئے۔

چنانچہ فرمایا گیا۔

راحیل کے بطن مبارک سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے۔

اس لفظ کا معنی ہے۔

درد کا بیٹا۔کیونکہ راحیل نفاس میں فوت ہوگئی تھیں۔

(المنتظم:ج:1،ص:197)

بنیامین کا معنی

بنیامین کا معنی ہے شداد۔

امام طبری نے فرمایا ہے کہ

عربی میں بنیامین کا معنی شداد (بہت سخت) ہے۔(تاریخ طبری:ج:1،ص:231)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی تیسری زوجہ محترمہ سے اولاد

حضرت یعقوب علیہ السلام نے تیسرا نکاح فرمایا اوران سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔

امام طبری نے فرمایا ہے کہ

ان دو بیویوں کے علاوہ حضرت یعقوب کے ہاں ایک اور بیوی سے چار بیٹے مزید پیدا ہوئے اوران کے کل بارہ بیٹے تھے۔

(تاریخ طبری:ج:1،ص:231)

بارہ بیٹے مختلف ماؤں سے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور بارہ ایک ماں سے نہیں تھے بلکہ ان کی مائیں مختلف تھیں۔
تفصیل کچھ یوں ہے۔
لیا کے بطن سے چھ بیٹے ہوئے۔

1-روبیل
2-شمعون
3-یہودا
4-لاوی
5-یساخر
6-اور زیالون یا زیلون

لیا کے فوت ہونے کے بعد ان کی بہن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔
تفصیل یوں ہے۔

1-حضرت یوسف علیہ السلام
2-بنیامین

یوں حضرت یعقوب علیہ السلام کے (8) آٹھ بیٹے ہوئے۔
پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تیسری زوجہ محترمہ سے نکاح کیا تو ان سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ اس طرح آٹھ اور چار (12) بارہ بیٹے ہوئے۔ اور بارہ مختلف ماؤں سے ہوئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو سب سے زیادہ حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی

حضرت یعقوب علیہ السلام کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبت حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی۔
امام طبری فرماتے ہیں۔
حضرت یعقوب علیہ السلام کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبت حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی۔
(تاریخ طبری: ج:1 ص:231)

اہل کتاب کا کہنا کہ یہ سب نبی تھے

اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ
یہ سب نبی تھے۔
امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ

یہ سب نبی تھے ان کے ناموں میں اختلاف ہے۔

ان کے سب سے بڑے بیٹے کا نام روبیل ہے۔

پھر شمعون ہیں ان کو سمعان بھی کہتے ہیں۔

ان کے بعد یہودا ہیں ان کا ریاست میں سب سے بڑا مرتبہ تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام یہودا کی اولاد سے ہیں۔ اس کے بعد لاؤی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کی اولاد سے ہیں۔

پھر یساخر ہیں۔

اس کے بعد زیلون یا زیالون ہیں۔

پھر جادر ہیں۔

پھر اشیر ہیں۔

پھر ودان ہیں۔

پھر نفتالی یا نفثال ہیں۔

پھر بنیامین ہیں۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

روبیل، شمعون، یہودا، یساخر اور زیلون کی ماں کا نام لیا بنت لابان ہے ان کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام دنیا تھا وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی بنی۔

(تاریخ طبری: ج:1، ص:231)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے لاڈلے بیٹے پر پہلی آزمائش

تاریخ طبری میں ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام راحیل سے پیدا ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو اپنی بہن کی گود میں دے دیا۔ ان ہی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پرورش کی، سب سے پہلی مصیبت جو حضرت یوسف علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ یہ تھی کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پہلی بیٹی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بڑی بہن اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی کے پاس حضرت اسحاق علیہ السلام کا منطقہ (کمر پر باندھنے کا پٹکا یا پٹی) تھا جو وراثت سے ان کے پاس آیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گود میں لیا تو وہ ان سے بہت زیادہ محبت کرنے لگیں حتیٰ کہ انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مانگا۔

اور کہا: میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ علیہ السلام کی بہن نے کہا:
اس کو چند دن میرے پاس رہنے دو۔
جب حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے پاس سے چلے گئے تو آپ علیہ السلام کی بہن نے وہ منطقہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے ان کی کمر سے باندھ دیا۔
پھر انہوں نے کہا:
حضرت اسحاق علیہ السلام کا منطقہ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کرو وہ کہاں ہے، پھر وہ منطقہ حضرت یوسف علیہ السلام سے برآمد ہوا۔
ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ
جس کے پاس سے چوری کی چیز برآمد ہو اس کو مالک کی تحویل میں دے دیا جاتا تھا لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام ان کی تحویل میں دے دیئے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن کے پاس ہی رہے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئیں۔
اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا کہ
اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ (یوسف:77)
اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے۔
(تاریخ طبری: ج:1 ص:232)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرنے کی وجہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو باقی بیٹوں پر صرف محبت میں ترجیح دی تھی اور محبت غیر اختیاری چیز ہے لہٰذا اس معاملہ میں وہ معذور تھے اور وہ ملامت کے مستحق نہیں ہیں علاوہ ازیں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ ان کے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں اسی وجہ سے وہ زیادہ شفقت اور عنایت کے مستحق تھے اور بڑی بات تو یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان میں رشد و ہدایت اور سعادت اور شرافت کے وہ آثار نظر آتے تھے جو باقی اولاد میں نہیں تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام ہر چند کہ کمسن تھے اس کے باوجود وہ اپنے والد محترم کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو اس چیز کا علم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی ہیں ان وجوہات کی بنا پر بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کا علم

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ مجھے گیارہ ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔
قرآن مجید میں ہے:

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ (یوسف:5)

اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ بیان کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔

☆ اس آیت کریمہ میں یہ دلیل ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم تھا کیونکہ ان کو اس علم کے ذریعہ یہ معلوم تھا کہ عنقریب حضرت یوسف علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوں گے اور اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی حضرت یوسف علیہ السلام بھی ان سے تفوق حاصل کریں گے کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے بہتر منصب پر فائز ہو البتہ کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اس کا بھائی اس سے مرتبہ اور منصب میں بڑھ جائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چھٹے نبی

حضرت یعقوب علیہ السلام چھٹے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا۔

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے جس نبی کو مبعوث کیا گیا وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام

پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام

پھر حضرت اسحاق علیہ السلام

پھر حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام

پھر حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام

پھر حضرت لوط علیہ السلام

پھر حضرت ہود علیہ السلام

پھر حضرت صالح علیہ السلام

پھر حضرت شعیب علیہ السلام

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:25، ص:300 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا تعبیر خواب کرنا

• علامہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی المتوفی 375ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے گیارہ ستاروں کی یہ تعبیر کی کہ ان سے ایسے اصحاب فضیلت لوگ مراد ہیں جن سے روشنی حاصل ہوگی کیونکہ ستارے سے زیادہ روشن اور کوئی چیز نہیں ہے اور سورج اور چاند سے ان کے ماں باپ کو مراد لیا پس سورج سے

مراد ماں ہے اور چاند سے مراد باپ ہے اور تاروں سے مراد ان کے بھائی ہیں۔

اور اس کی یہ تعبیر کی کہ

حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی ہوں گے اور ان کے بھائی بھی نبی ہوں گے کیونکہ ان کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ان کے بھائیوں پر اپنی نعمت اس طرح پوری کرے گا جس طرح ان کے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت پوری کی تھی۔

(تفسیر سمرقندی: ج:2، ص:150 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام میں نبوت کا ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام میں اور آپ علیہ السلام کی اولاد میں نبوت کو قائم رکھا گیا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ وہ نعمت تامہ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام تمام انسانوں سے ممتاز ہوئے وہ نعمت صرف نبوت ہے۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

وہ نعمت اللہ تعالیٰ آل یعقوب کو عطا فرمائے گا اور یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے تمام بیٹے انبیاء ہوں۔

نیز حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

میں نے خواب میں گیارہ ستارے دیکھے ہیں اور ان گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں اور ان بھائیوں کا ستارہ ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ ان کو فضیلت اور کمال حاصل ہوا اور ان کے علم اور دین سے زمین والوں کو روشنی اور ہدایت حاصل ہو کیونکہ سورج اور چاند کے بعد ستاروں سے زیادہ کوئی چیز قدرتی طور پر روشن نہیں ہے اور ان سے روشنی اور ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اس سے یہ لازم آیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد انبیاء اور رسل علیہم السلام ہو لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام بھائی انبیاء قرار پائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا انبیاء ہونا کس طرح جائز ہوگا جبکہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بہت ظالمانہ سلوک کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان کے یہ گناہ نبوت سے پہلے صادر ہوئے اور ہمارے نزدیک عصمت کا اعتبار نبوت کے وقت ہوتا ہے نبوت سے پہلے نہیں ہوتا۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:421 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نعمت فرمانا کا معنیٰ

قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی 686ھ لکھتے ہیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمت پوری کرے گا یعنی تم کو نبوت سے سرفراز فرمائے گا یا تم کو دنیا کی نعمت کے ساتھ آخرت کی نعمت بھی عطا فرمائے گا اور آل یعقوب پر بھی نعمت پوری فرمائے گا اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی مراد ان کے سارے بیٹے تھے۔

اور شاید کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے تمام بیٹوں کی نبوت پر اس سے استدلال کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو گیارہ ستارے دیکھے تھے اس سے مراد گیارہ بھائی تھے اور ستاروں کی ضیاء سے مراد ان کی ہدایت کی روشنی تھی۔

(انوار التنزیل مع حاشیۃ الشہاب: ج:5، ص:268 دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی 754ھ نے لکھا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو کہا کہ

وہ تم پر اپنی نعمت کو مکمل کرے گا۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ انہیں دنیا میں اپنی نعمت پہنچائے گا بایں طور کہ ان کو دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام اور بادشاہ بنائے گا اور ان کو آخرت کی نعمت پہنچائے گا بایں طور پر ان کو جنت کے بلند درجات تک پہنچائے گا۔

ظاہر یہ ہے کہ

آل یعقوب سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور ان کی نسل ہے یعنی ہم ان کو نبی بنائیں گے۔

(البحر المحیط: ج:6، ص:240 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے انبیاء ہونے پر اقوال

امام ابو جعفر محمد جریر طبری متوفی 310ھ فرماتے ہیں۔

عبد الرحمٰن بن زید بن اسلام نے احد عشر کوکبا کی تفسیر میں کہا ہے کہ

گیارہ ستارے اور سورج اور چاند، حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں باپ اور ان کے بھائی ہیں اور ان کے بھائی انبیاء تھے۔

اور انہوں نے کہا کہ

وہ اس وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنے پر راضی نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ان کے ماں باپ ان کو سجدہ کر لیں۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14447)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق نے کہا:

حضرت یوسف علیہ السلام کا فعل متعدد جرائم پر مشتمل ہے۔ انہوں نے قطع رحم کیا، ماں باپ کی نافرمانی کی، بے قصور چھوٹے بھائی پر رحم نہیں کیا، امانت میں خیانت کی اور اپنے باپ سے جھوٹ بولا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا تا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ

انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا عزم کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو بچالیا اور اگر وہ یہ قتل

کر دیتے تو وہ سب ہلاک ہو جاتے اور یہ تمام گناہ ان کو نبی بنانے سے پہلے ہوئے تھے۔

ابو عمر العلاء سے سوال کیا گیا۔

انہوں نے یہ کیسے کہا۔

اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ (یوسف:12)

''کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ وہ پھل کھائے اور کھیلے۔''

حالانکہ وہ انبیاء تھے اور کھیلنا انبیاء کی شان کے منافی ہے۔

اور انہوں نے اس کے جواب میں کہا۔

یہ واقعہ ان کو نبی بنانے سے پہلے کا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:347 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا تمام بیٹوں کا انبیاء نہ ہونے پر اقوال

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ نے لکھا ہے کہ

کتاب الطبری میں یہ لکھا ہوا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء تھے اور ان کو نبی ماننا اس بات کو رد کرتا ہے کہ نبی حسد کرنے، ماں باپ کی نافرمانی کرنے، جھوٹ بولنے، مومن کو ہلاک کرنے کے درپے ہوئے، اس کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اور آزاد انسان کو فروخت کرنے ایسے کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے ان لوگوں کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے۔

جنہوں نے یہ کہا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے۔ ہر چند کہ نبی کی لغزش عقلاً محال نہیں ہے مگر یہ ایسی لغزش ہے جو متعدد کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہے۔

اہلسنت کا اس میں اختلاف ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام سے صغائر کا صدور ہوتا ہے یا نہیں لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے کبائر کا صدور نہیں ہوتا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:113 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف جو سازش کی تھی وہ اس دعویٰ کے خلاف ہے۔

بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ

ان کے ان گناہوں کے بعد ان کو نبوت دی گئی اور یہ دعویٰ دلیل کا محتاج ہے اور اس آیت کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

(آل عمران:84)

کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور اس چیز پر جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کی گئی ہے۔

اسباط کے لفظ میں کئی احتمال ہیں۔

کیونکہ بنی اسرائیل کے گروہوں کو اسباط کہا جاتا ہے جیسا کہ عرب کے گروہوں کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کے گروہوں کو شعوب کہا جاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

اس نے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل فرمائی جو بنو اسرائیل کے اسباط سے ہیں اور ان کا اجمالاً ذکر فرمایا کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن ہر سبط (گروہ) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نسل سے تھا اور اس پر دلیل قائم نہیں ہو سکی کہ بعینہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرف وحی کی گئی تھی۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص: 521 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

(یوسف:5)

(باپ نے) کہا اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

اس آیت کریمہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء نہیں تھے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی ہرگز نہیں تھے۔ متقدمین میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور ان میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور نہ ہی تابعین میں سے کسی سے منقول ہے کہ وہ نبی تھے۔ اور اتباع تابعین میں سے صرف ابن زید سے منقول ہے کہ وہ نبی تھے اور بہت کم لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے اور متاخرین مفسرین میں سے بعض نے ابن زید کے قول کی پیروی کی ہے جیسے امام بغوی اور بعض نے اس قول کے رد میں بہت شدت کی ہے جیسے علامہ قرطبی اور ابن کثیر اور بعض مفسرین نے ان دونوں قولوں کو بلا ترجیح نقل کر دیا ہے جیسے ابن الجوزی، اور بعض مفسرین نے اس مسئلہ کو بالکل نہیں چھیڑا البتہ انہوں نے ایسی تفسیر کی ہے جس سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ نبی نہیں تھے۔

کیونکہ انہوں نے اسباط کی تفسیر یہ کی ہے کہ

وہ لوگ جو بنو اسرائیل میں سے نبی بنائے گئے اور ان پر احکام شرعیہ نازل کئے گئے مثلاً ابو اللیث السمرقندی اور واحدی

(ابو اللیث سمر قندی کا حوالہ درست نہیں ہے کیونکہ انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور اس پر دلائل قائم کیے ہیں البتہ واحدی کا حوالہ درست ہے) اور بعض مفسرین نے کچھ ذکر نہیں کیا لیکن اسباط کی تفسیر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے ساتھ کی ہے جس سے لوگوں نے یہ گمان کیا کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد کے نبی ہونے کے قائل ہیں حالانکہ یہ اس کی تصریح نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اولاد سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کی ذریت ہو نہ کہ ان کے صلبی بیٹے۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

قرآن مجید، لغت اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیاء نہیں تھے۔ یہ چیز قرآن مجید میں مذکور ہے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے کسی کا قول ہے۔ جن لوگوں نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے انبیاء ہونے کا قول کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ

البقرہ آیت 140، النساء آیت 163 میں اسباط کا لفظ ہے اور انہوں نے اس کی تفسیر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے کی۔

اور صحیح یہ ہے کہ

الاسباط سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی صلبی اولاد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذریت ہے جیسا کہ انہیں بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور جیسا کہ تمام انسانوں کو بنو آدم کہا جاتا ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ٥ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ

(الاعراف: 159، 160)

اور موسیٰ کی امت سے ایک گروہ ہے وہ لوگ حق کے ساتھ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور ہم نے بنو اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ کر کے تقسیم کر دیا۔

یہ آیت اس معنی میں صریح ہے کہ اسباط بنی اسرائیل کے متعدد گروہ ہیں اور ہر سبط ایک گروہ ہے اور انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے قبائل ہیں اور سبط لغت میں ایسے درخت کو کہتے ہیں جس کے بہت گھنے پتے ہوں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کو ان کی اولاد پھیلنے سے پہلے اسباط کہنے کی کوئی مناسبت نہیں اس لیے البقرہ آیت 140 اور النساء آیت 163 میں اسباط کے لفظ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کے ساتھ مخصوص کرنا غلط ہے۔ اس پر لفظ دلالت کرتا ہے نہ اس کا معنیٰ ثابت ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے اسباط کا نام رکھا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ

جن میں نبوت معروف تھی ان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی نہیں تھا اور اس کی تائید اس سے ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا تو صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور ان کے اسباط کا ذکر نہیں کیا۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی نبی بنائے گئے ہوتے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بنایا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر بھی فرماتا۔

وہ آیت یہ ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

(الانعام:84 تا86)

''اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ہم نے سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس یہ سب صالحین میں سے ہیں اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط اور ہم نے سب کو سارے جہان والوں پر فضیلت دی۔''

اور نیز اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی وہ تعریف وتوصیف فرمائی جو نبوت کے مناسب ہے اگر چہ وہ اس آیت سے پہلے ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے:

لوگوں میں سب سے کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں جو نبی ہیں اور نبی کے بیٹے ہیں۔

پس اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی بھی انبیاء ہوتے تو وہ بھی کرم کی صفت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے شریک ہوتے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قصہ ذکر فرمایا اور اس سلوک کا ذکر کیا جو انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا تھا اور ان کے خطاء کے اعتراف کا ذکر کیا تو اس مقام پر ان کی کسی ایسی فضیلت کا ذکر نہیں کیا جو مقام نبوت کے مناسب ہوتی بلکہ ان کی توبہ کا ذکر بھی نہیں کیا جیسا کہ ان سے کم گناہ کرنے والوں کی توبہ کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے ایسے کاموں کا ذکر نہیں کیا، نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد کہ انہوں نے باپ کی نافرمانی کی ہو، قطع رحم کیا ہو، مسلمان کو غلام بنا کر کافروں کے شہر میں بیچا ہو اور صاف جھوٹ بولا ہو بلکہ اگر ان کے نبی نہ ہونے پر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو ان کے نبی نہ ہونے کے لئے یہ جرائم ہی کافی تھے کیونکہ جمہور کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد اس قسم کے جرائم سے معصوم ہوتے ہیں۔

نیز مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے تمام بھائی مصر میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی مصر میں وفات پا گئے تھے۔ لیکن انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ

ان کے جسم کو شام منتقل کر دیا جائے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جسم کو شام میں منتقل کر دیا اور قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نبی آیا ہو۔

اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

یہ دعویٰ کرنا غلط ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور یہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اسباط سمجھ لیا گیا حالانکہ اس طرح نہیں ہے۔ اسباط کے معنیٰ بہت بڑا گروہ ہے اور اگر اسباط سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ یوں فرمایا، یعقوب اور ان کے بیٹے اور یہ بہت واضح اور مختصر ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسباط کے لفظ سے تعبیر فرما کر یہ اشارہ کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذریت میں نبوت اس وقت آئی جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں گروہ در گروہ ہو کر منقسم ہو چکے تھے۔

(روح المعانی: جز:2،ص:275 تا 277 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام صاحب بصیرت

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی باتوں کو سمجھتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا اس کو لے جانا مجھے ضرور غمگین کرے گا اور تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو کھا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ○ (یوسف:13)

(یعقوب نے) کہا تمہارے اس کو لے جانے سے میں ضرور غمگین ہوں گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو کھا جائے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ کیوں؟

اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ اس لیے تھا کہ انہوں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ بھیڑیئے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر حملہ کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ وہ پہاڑ کی بلندی پر ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام وادی کے نیچے ہیں اچانک دس بھیڑیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھیر لیا وہ ان کو پھاڑ کھانا چاہتے تھے پھر ایک نے ان کو ہٹایا پھر زمین پھٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس میں تین دن تک چھپے رہے۔ ان دس بھیڑیوں سے مراد ان کے دس بھائی تھے جب وہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اور جس نے ان کو ہٹایا وہ ان کا بڑا بھائی یہودا تھا اور زمین میں چھپنے سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کا تین دن کنویں میں قیام کرنا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا تھا کہ

ان کو ان بھائیوں سے خطرہ تھا اور آپ علیہ السلام کی بھیڑیئے سے مراد یہی لوگ تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان لوگوں سے یہ خطرہ تھا کہ

وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیں گے اور آپ علیہ السلام نے کنایۃً ان ہی کو بھیڑیا فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو بھیڑیا فرمایا تھا۔

ایک اور قول یہ ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان بھائیوں سے خطرہ نہیں تھا اگر آپ علیہ السلام کو ان سے خطرہ ہوتا تو آپ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ نہ بھیجتے۔ آپ علیہ السلام کو دراصل بھیڑیے ہی کا خطرہ تھا کیونکہ اس علاقہ کے صحاریٰ میں بھیڑیے بہت زیادہ تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 9، ص: 124 بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیٹوں کی التجاء

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بادشاہ بنے تو اس وقت قحط سالی اور آپ علیہ السلام کے بھائی مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس غلہ لینے آئے اور غلہ دے کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم آئندہ اپنے بھائی بنیامین کو لے کر آنا ورنہ تمہیں غلہ ہرگز نہیں دوں گا اور جو بھائیوں نے رقم کی تھیلی دی تھی وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے دوبارہ غلہ کی بوریوں میں رکھوادی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے جب غلہ لے کر آپ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے کہا آپ علیہ السلام آئندہ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو بھی بھیجنا تا کہ ہم غلہ لاسکیں۔ اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○

(یوسف: 63)

پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا! اے ہمارے باپ! ہمیں (آئندہ) غلہ دینے سے منع کر دیا گیا ہے آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام سے بنیامین بلوانے کا مقصد

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو کیوں بلوایا اس کے چند مقاصد ہیں۔

1- ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہو کہ وہ بنیامین کو بلوائیں اور انہوں نے اتباع وحی میں یہ اقدام کیا ہوتا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مزید رنج و غم میں مبتلا ہوں اور اس طرح ان کا ثواب اور زیادہ ہو۔

2- ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارادہ ہو کہ اس کاروائی سے حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے پر متنبہ ہو جائیں کیونکہ خصوصیت سے بنیامین کو بلوانے والے حضرت یوسف علیہ السلام ہی ہو سکتے تھے وہ دونوں بھائی سگے تھے۔

3- حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارادہ ہو کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اچانک دونوں بیٹے ملیں گے تو ان کو بہت زیادہ خوشی ہوگی۔

4- حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو صرف ملاقات کے لئے بلایا تھا۔

اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس کو مستقل اپنے ساتھ رکھ لیں گے اور جانے نہیں دیں گے لیکن جب بنیامین کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دونوں نے اپنا اپنا حال سنایا تو بنیامین نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہنے پر اصرار کیا۔

تب حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

تم کو روکنے کی یہی صورت ہے کہ تم پر چوری کا الزام لگوا دیا جائے۔

بنیامین نے کہا:

مجھے منظور ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9 ص:192 تا 194)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا کامل یقین

جب بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے لے لیا اور بیٹوں نے آ کر کہا کہ اس نے چوری کی ہے اور بادشاہ نے اس کو اس چوری کے بدلے رکھ لیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کامل یقین رکھتے ہوئے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ (یوسف:83)

عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا ستر درجہ زیادہ غم

لوگوں کی بہ نسبت حضرت یعقوب علیہ السلام کا ستر درجہ زیادہ غم تھا جب سے حضرت یوسف علیہ السلام جدا ہوئے تھے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

لیث بن ابی سلیم روایت کرتے ہیں کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا تو ان سے کہا۔

اے مکرم فرشتے! کیا آپ علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم ہے؟

کہا!

ہاں۔

پوچھا:

کیا حال ہے؟

کہا۔

آپ علیہ السلام کے غم میں ان کی بینائی جاتی رہی۔

پھر پوچھا:

انہیں کتنا غم ہے۔

کہا۔

ستر درجہ زیادہ غم ہے۔

پوچھا:

ان کو اجر بھی ملے گا۔

کہا!

ہاں! ان کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، رقم الحدیث: 11884 مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت یعقوب علیہ السلام مسلسل اسی سال تک روتے رہے

حضرت یعقوب علیہ السلام (80) اسی سال تک روتے رہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت یعقوب علیہ السلام مسلسل (80) اسی سال تک روتے رہے اور ان کی آنکھیں خشک نہیں ہوئیں اور جب ان سے کی بصارت گئی تھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں تھا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص: 271)

پانچ اشخاص بہت روئے

دنیا میں جن اشخاص کو غم پہنچا اور اس غم میں وہ بہت زیادہ روئے وہ پانچ اشخاص ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پانچ آدمی بہت روئے ہیں۔

1-حضرت آدم علیہ السلام اپنی خطا پر

2-حضرت یعقوب علیہ السلام فراق فرزند میں

3-حضرت یحیٰ علیہ السلام خوف الٰہی عزوجل سے

4-حضرت فاطمۃ زہراء رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

5-امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد

(تفسیر نعیمی: پارہ:1، ص:312 نعیمی کتب خانہ لاہور)

1- طفل یک روزہ ہمیں داند طریق — کہ بگریم تارسد دایہ شفیق

2- تو نمی دانی کہ دایہ دایگاں — کم دھد بے گریہ شیرا و رایگاں

3- چوں خدا خواہد کہ مایاری کند — میل مارا جانب زاری کند

4- باش چوں دولاب نالاں چشم تر — تا زصحن جانت بر روید خضر

5- از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست — مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

(ترجمہ) 1-ایک دن کا بچہ بھی یہ طریقہ جانتا ہے یہ میں روؤں تا کہ پہنچے شفیق دایہ۔

2-تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ بے گریہ وزاری کم ہی دودھ دیتی ہے۔

3-جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے تو ہمیں انکساری وزاری کی طرف مائل کر دیتا ہے۔

4-رہٹ کی طرح چشم تر اور رونے والا بن تا کہ تیری روح کے صحن میں سبزہ اگے۔

5-ہر رونے کے بعد آخری خوشی ہے انجام پر نظر رکھنے والا شخص مبارک ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا رقعہ لکھنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیٹوں نے بنیامین کی چوری کا بتایا تو آپ علیہ السلام نے انہیں بھیج کر رقعہ لکھا جو کہ یہ ہے۔

امام رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ کی جانب سے عزیز مصر کے نام!

حمد الٰہی کے بعد ہم وہ لوگ ہیں جو نسل در نسل مصائب میں مبتلا ہیں میرے دادا کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تھا تا کہ وہ جل جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دے دی اور آگ کو ان پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنایا اور میرے باپ کے گلے پر چھری رکھی گئی تا کہ اس کو ذبح کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا فدیہ دے دیا اور رہا میں تو میرا جو سب سے محبوب تھا اسے اس کے بھائی جنگل میں لے گئے پھر میرے پاس خون آلود قمیص لائے۔

اور کہا:

اس کو بھیڑیے نے کھالیا۔ میں جب سے اس کے فراق میں رو رہا ہوں اس کا ایک بھائی تھا جس سے مجھے تسلی رہتی تھی اس کے یہ بھائی اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

اور مجھے آ کر یہ بتایا کہ

اس نے آپ کے ہاں چوری کی ہے اور آپ نے اس کی سزا میں اس کو رکھ لیا ہے۔ ہم لوگ نہ خود چور ہیں اور نہ ہماری اولاد چور ہے۔ اگر آپ نے میرے اس بیٹے کو واپس کر دیا تو میں آپ کو دعا دوں گا اور اگر آپ نے اس کو واپس نہیں کیا تو میں آپ کے خلاف دعا کروں گا جس کا اثر ساتویں پشت تک آپ کی اولاد کو پہنچے گا۔

والسلام

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ مکتوب پڑھا تو بے اختیار آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بھائیوں نے پہچان لیا کہ یہ بادشاہ ہی دراصل یوسف ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص:504)

یہ مکتوب جعلی اور وضعی ہے اور اسرائیلی روایات میں سے ہے کیونکہ اس میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ بتایا گیا ہے حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں۔

قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے اپنے باپ کا حال پوچھا بھائیوں نے بتایا کہ ان کی بینائی جاتی رہی ہے۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنی قمیص دی اور کہا یہ قمیص میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی المعروف با بن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

مطلب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کی قمیصوں میں سے ایک قمیص پہنائی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ قمیص حضرت اسحاق علیہ السلام کو پہنائی اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنائی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنائی۔ پھر انہوں نے اس قمیص کو لپیٹ کر ایک چاندی کی نلکی میں رکھا اور اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا اور جب ان کو قید میں رکھا گیا اور جس وقت ان کے پاس ان کے بھائی آئے۔ ان تمام اوقات میں وہ نلکی ان کے گلے میں تھی اور اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نلکی سے یہ قمیص نکال کر بھائیوں کے حوالے کی۔

اور کہا:

میری اس قمیص کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو۔ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ ابھی وہ قمیص فلسطین کے علاقہ میں تھی کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے یہودا کی خوشبو آ رہی ہے۔

یہودا نے کہا:
پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس میں خون آلودہ قمیص لے کر گیا تھا۔
اور میں نے کہا تھا کہ
یوسف (علیہ السلام) کو بھیڑیئے نے کھالیا۔اب اس قمیص کو بھی میں لے کر آؤں گا۔
اور یہ بتاؤں گا کہ
حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں، جس طرح میں نے ان کو رنجیدہ کیا تھا اسی طرح میں اب جا کر ان کو خوشخبری دوں گا۔
(تفسیر امام ابی حاتم: ج:7،ص:2196 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم غیب

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دور سے خوشبو محسوس کر لی جو اس بات پر دلالت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم غیب تھا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيحَ يُوْسُفَ لَوْ لَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ○ (یوسف:94)
اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا ہے تو مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے آٹھ راتوں کی مسافت سے خوشبو محسوس کی

جب قافلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے آٹھ راتوں کی مسافت کے فاصلہ پر تھا۔تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کر لی۔
ابن ابی الہذیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
ابھی حضرت یوسف علیہ السلام کا قافلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے آٹھ راتوں کی مسافت پر تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آگئی۔
ابن ابی الہذیل نے دل میں کہا۔
یہ اتنا فاصلہ ہے جتنا بصرہ سے کوفہ تک کا فاصلہ ہے۔
(جامع البیان، رقم الحدیث:15110 بیروت)

اعتراض

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے قریب کنویں میں تھے تو آپ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو نہیں آئی تو پھر اتنے فاصلے سے آپ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو کیسے آگئی؟

اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے مخفی رکھا تھا تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام مکمل مصیبت میں گرفتار ہوں اور اس پر صبر کرنے سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس مصیبت کا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی جدائی کا پورا پورا اجر ملے اور جب مصیبت اور جدائی کے ایام ختم ہو گئے اور فرحت کا دور آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے فاصلہ کے زیادہ ہونے کے باوجود ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دی۔

2- جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا تھا وہ قمیص ایک چاندی کی نلکی میں تھی اور وہ نلکی حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں تھی جب اس قمیص کو اس نلکی سے نکالا تو جنت کی خوشبوئیں فضا میں پھیل گئیں اور جب وہ مانوس خوشبوئیں ہواؤں کے دوش پر سوار ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچیں تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو ہے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں تھے تو وہ قمیص نلکی میں بند تھی اور اس کی ہوائیں حضرت یعقوب علیہ السلام تک نہیں پہنچی تھیں۔

3- صبا نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تھی کہ

خوش خبری دینے والے سے پہلے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دے تو اللہ عزوجل نے اس کو اجازت دے دی۔

یہی وجہ ہے کہ

ہر غم زدہ تک جب باد صبا کے جھونکے پہنچتے ہیں تو اس کی روح کو تازگی محسوس ہوتی ہے۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:284)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہونا

جب قمیص لائی گئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مقدسہ پر ڈالی گئی جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ (یوسف:96)

جب جب خوش خبری سنانے والا آیا اور اس نے وہ قمیص اس کے چہرے پر ڈال دی تو وہ فوراً بینا ہو گئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم

حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر جب قمیص ڈالی گئی اور آپ علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان چیزوں کا علم جو تمہیں نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف:96)

یعقوب نے کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک مجھ کو اللہ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا تم کو

علم نہیں ہے۔

☆ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حاصل تھا۔

بیٹوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام سے مغفرت طلب کرنے کا کہنا

جب بیٹوں کو احساس ہوا کہ ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت ظلم کیے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی بخشش طلب فرمائیں کیونکہ ہم گناہ گار ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ٥ (یوسف:97)

بیٹوں نے کہا! اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم گناہ گار ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بخشش طلب کرنے کا وعدہ

جب بیٹوں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ آپ ہمارے گناہوں کی بخشش طلب فرمائیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں عنقریب اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ٥ (یوسف:98)

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری بخشش طلب کروں گا بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا کو مؤخر کیوں کیا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا!

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری بخشش طلب کروں گا۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت اپنے بیٹوں کے لئے دعا کیوں نہیں کی اور اس کو مؤخر کس وجہ سے کیا۔

اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- امام جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ

عطا اور عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بھائی یعقوب نے کہا تھا کہ میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔

ان کا مطلب یہ تھا کہ

حتیٰ کہ جمعہ کی رات آجائے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 15149 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

2- شعبی نے کہا:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے دعا کو اس لیے مؤخر کر دیا تھا تا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھ لیں۔ اگر انہوں نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تو وہ ان کے لئے استغفار کریں گے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

اے ہمارے باپ! اگر اللہ نے ہمیں معاف کر دیا تو فبہا ورنہ اس دنیا میں ہمارے لیے کوئی خوشی نہیں ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا کی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے آمین کہی۔ پھر بیس سال تک ان کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔

اور کہا:

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اولاد کے متعلق آپ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی ہے اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے اور اس کے بعد ان سے نبوت کا عہد لیا گیا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:278 مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی مصر روانگی

جب آپ علیہ السلام کے چہرہ مقدسہ پر قمیص کو ڈالا گیا تو آپ علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کو بلایا ہے تو آپ علیہ السلام تمام کو لے کر مصر روانہ ہوئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ

فرقد السنجی بیان کرتے ہیں کہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مقدسہ پر قمیص ڈالی گئی تو ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور آپ علیہ السلام کو بتایا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب کو بلایا ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

(الجامع الاحکام القرآن، رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا استقبال کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچ گئے ہیں تو آپ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے اور استقبال کیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

فرقد السنجی بیان کرتے ہیں کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مصر کے قریب پہنچ گئے ہیں تو وہ ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے اور ان کے ساتھ سردار اور معزز لوگ تھے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام ایک دوسرے کے قریب پہنچے۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یہودا کے سہارے چل رہے تھے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گھوڑوں پر سوار سرداروں اور معززین کو دیکھا تو یہودا سے پوچھا:

کیا یہ مصر کا بادشاہ ہے۔

اس نے کہا:

نہیں! یہ آپ علیہ السلام کا بیٹا ہے۔

جب دونوں ملنے کے قریب ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام میں پہل کرنا چاہی تو ان کو منع کیا گیا۔

اور ان سے کہا گیا کہ

یعقوب (علیہ السلام) سلام کی ابتداء کرنے کے مستحق ہیں۔

تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

تم پر سلام ہو! اے مجھ سے رنج وغم کو دور کرنے والے۔

(الجامع الاحکام القرآن، رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی مصر میں اولاد کی تعداد

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر گئے تھے تو آپ علیہ السلام کے بیٹوں، پوتوں اور پرپوتوں کی تعداد (72) بہتر تھی پھر جب آپ علیہ السلام کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلی تو اس وقت ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

ربیع بن انس نے کہا:

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر گئے تھے تو ان کے بیٹوں، پوتوں اور پرپوتوں کی تعداد بہتر (72) تھی پھر جب ان کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلی تو اس وقت ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج: 7، رقم الحدیث: 11988)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے پاس رکھنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو اپنے پاس رکھا اور مسند پر بٹھایا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ○ (یوسف: 99)

پھر جب وہ (سب) یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا ان شاء اللہ آپ سب امن کے ساتھ مصر میں رہیں گے۔

اعتراض

اس جگہ پہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ تو فوت ہو گئی تھیں تو ماں باپ کہنا کس طرح صحیح ہو گا۔
اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں۔
1-امام ابن جریر نے کہا:
اس سے مراد ان کے والد اور ان کی خالہ ہیں۔
(جامع البیان، رقم الحدیث: 15154)
2-امام ابن ابی حاتم نے بھی لکھا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ بنیامین کی ولادت کے وقت فوت ہو گئی تھیں اس لیے اس آیت میں ماں باپ سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور ان کی خالہ ہیں۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ سے نکاح کر چکے تھے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج: 7، ص: 2201)
3-علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی 668ھ نے لکھا ہے کہ
ایک قول یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کو زندہ کر دیا تھا تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر تحقیقی طور پر واقع ہو۔
قرآن مجید کی ظاہر آیت کے زیادہ موافق یہ ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کی ماں اور ان کے باپ دونوں نے سجدہ کیا۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج: 9، ص: 230 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کیا تھا۔
قرآن مجید میں ہے:
كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰةُ ط
(آل عمران: 93)
ہر قسم کا طعام تورات کے نزول سے پہلے بنو اسرائیل کے لئے حلال تھا ماسوا اس کے جس کو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کیوں کیا

حضرت یعقوب علیہ السلام سخت بیمار ہو گئے تھے جس کی وجہ سے یہ نذر مانی کہ اگر میں ٹھیک ہو گیا تو محبوب مشروب اور

محبوب طعام کو اپنے اوپر حرام کروں گا۔ جب آپ علیہ السلام ٹھیک ہو گئے تو اونٹ اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔
امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں کہ
شہر بن حویشب نے کہا کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔
اور انہوں نے کہا:
اے ابوالقاسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چند ایسی باتیں بتایئے جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ انہوں نے چند سوالات کیے۔
ان میں سے ایک یہ تھا کہ
تورات کے نازل ہونے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کون سے طعام کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا ہے کیا تم کو علم ہے حضرت یعقوب علیہ السلام بہت سخت بیمار ہو گئے اور ان کی بیماری بہت طول پکڑ گئی۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بیماری سے شفا دے دی تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے محبوب مشروب اور محبوب طعام کو اپنے اوپر حرام کر دیں گے اور ان کے نزدیک محبوب طعام اونٹ کا گوشت تھا اور محبوب مشروب اونٹنیوں کا دودھ تھا۔
تو یہودیوں نے کہا:
ہاں۔
(مسند احمد: ج:1، ص:273 مطبوعہ بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کے گوشت کو حرام کرنے کے معنیٰ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کر لیا تھا حالانکہ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے بندوں کے اختیار میں نہیں ہے۔
امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی نے اس کے حسب ذیل جواب دیئے ہیں۔
1- یہ ہو سکتا ہے کہ
انسان کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ بھی اس کو حرام کر دے مثلاً انسان اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے کر اپنے اوپر حرام کر لے پھر اللہ تعالیٰ بھی اس عورت کو اس پر حرام کر دے۔
2- انبیاء کرام علیہم السلام بھی اجتہاد کے ذریعہ کسی چیز کا حلال یا حرام ہونا معلوم کرتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے یہ معلوم کیا تھا کہ

اونٹ کا گوشت حرام ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نبیذ کو حرام قرار دیتے ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کو حلال قرار دیتے ہیں یا جو مچھلی دریا میں مر کر سطح آب پر آجائے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کو حرام کہتے ہیں اور امام شافعی اس کو حلال کہتے ہیں اور یہ حلت اور حرمت اجتہادی ہے۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کے گوشت کو اپنے اجتہاد سے حرام قرار دیا تھا۔

3- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دینا ایسا ہو جیسے ہماری شریعت میں نذر ماننا اور جس طرح ہماری شریعت میں نذر کو پورا کرنا واجب ہے اسی طرح ان کی شریعت میں کسی چیز کی تحریم کو پورا کرنا واجب ہو۔

(تفسیر کبیر: ج:3، ص:4 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو سینتالیس سال ہوئی

حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو سینتالیس سال ہوئی۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر شریف ایک سو سینتالیس سال ہوئی۔

(تفسیر نعیمی: پارہ: 7، ص: 535 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھائی عیص کا ایک دن فوت ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بھائی عیص ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے اور جس دن پیدا ہوئے اسی دن دونوں فوت ہوئے۔

سید نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں۔

خیال رہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بھائی کا نام عیص تھا یہ دونوں بھائی ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے اور اسی دن ان کی بھی وفات ہوئی دونوں بھائیوں کی عمریں ایک سو سینتالیس سال تھیں دونوں ہی اپنے باپ اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں ایک ساتھ دفن کیے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا تابوت خاص قسم کی لکڑی کا بنوایا گیا تھا جس میں مصر سے شام آپ علیہ السلام کو لے کر گئے تھے۔

(تفسیر خزائن العرفان)

ہو رحمتوں کا نزول سیدنا یعقوب علیہ السلام پر
کہ جن کی اولاد میں سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔آپ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔آپ علیہ السلام بہت ہی حسین وجمیل تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا سلسلہ نسب

حضرت یوسف علیہ السلام کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔

یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن آذر اور وہ تارخ ہیں بن ناحور بن شاروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن اوفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن خنوخ اور وہ ادریس علیہ السلام ہیں بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم (علیہم السلام)

(مختصر تاریخ دمشق: ج:3،ص:344 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش

حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ کچھ اس طرح ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور ان ہی کے زمانہ میں نبوت سے سرفراز کیے گئے، حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف مائل تھے اور ان ہی کے حق میں دعا کرتے تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

انہوں نے اپنے بیٹے عیص سے کہا۔

تم میرے لیے شکار کا گوشت لاؤ میں تمہارے لیے دعا کروں گا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات سن لی۔ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے گوشت لے کر آئے۔حضرت اسحاق علیہ السلام نے ان کو عیص سمجھ کر ان کے حق میں دعا کر دی۔عیص کو جب پتہ چلا تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دھمکی دی کہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔حضرت یعقوب علیہ السلام بھاگ کر اپنے ماموں لابان کے پاس چلے گئے۔ان کے ماموں نے اپنی بیٹی لیا سے نکاح کر دیا۔اس کے بطن سے ان کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے۔

1-روبیل

2-شمعون

3-یہودا

4-لاؤی

5-یساخر

6-اورزیالون یازیلون

پھرلیا فوت ہوگئیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل سے نکاح کرلیا ان کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے۔

(المنتظم:ج:1،ص:197)

حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنی پھوپھی کی گود میں پرورش

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام راحیل سے پیدا ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو اپنی بہن کی گود میں دے دیا۔ان ہی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پرورش کی سب سے پہلی مصیبت جو حضرت یوسف علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

وہ یہ تھی کہ

حضرت اسحاق علیہ السلام کی پہلی بیٹی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بڑی بہن اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی کے پاس حضرت اسحاق علیہ السلام کا منطقہ (کمر پر باندھنے کا پٹکا یا پٹی) تھا جو وراثت سے ان کے پاس آیا تھا جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گود میں لیا تو وہ ان سے بہت زیادہ محبت کرنے لگیں حتیٰ کہ انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مانگا۔

اور کہا: میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ان کی بہن نے کہا:

اس کو چند دن میرے پاس رہنے دو۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے پاس سے چلے گئے تو ان کی بہن نے وہ منطقہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے ان کی کمر سے باندھ دیا۔

پھر انہوں نے کہا:

حضرت اسحاق علیہ السلام کا منطقہ گم ہوگیا ہے اس کو تلاش کرو وہ کہاں ہے۔ پھر وہ منطقہ حضرت یوسف علیہ السلام سے برآمد ہوا۔ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ جس کے پاس سے چوری کی چیز برآمد ہو اس کو مالک کی تحویل میں دے دیا جاتا تھا لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام ان کی تحویل میں دے دیئے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن کے پاس رہے حتیٰ کہ وہ فوت ہوگئیں۔

(تاریخ الطبری:ج:1،ص:332)

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم کا نام

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا نام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہے۔

کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف (علیہم السلام)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔
(صحیح بخاری: تفسیر سورہ یوسف: ج:6، ص:95)

سب سے کریم حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سب سے زیادہ کریم کون ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو ان میں سب سے زیادہ متقی ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
ہم اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھ رہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تو پھر سب سے کریم اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے خلیل کے پوتے ہیں۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
ہم اس کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھ رہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پھر تم قبائل کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں افضل تھے وہ لوگ اسلام میں بھی افضل ہیں جبکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرلیں۔
(صحیح البخاری: کتاب الانبیاء: باب قول اللہ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا: ج:3، ص:1224، رقم الحدیث:3175)

حضرت یوسف علیہ السلام کو کل حسن کا آدھا حصہ عطا ہوا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام کو کل حسن کو آدھا حصہ عطا ہوا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

انہیں اور ان کی والدہ محترمہ کو کل حسن کا آدھا حصہ عطا ہوا۔

(مسند احمد: ج:3،ص:286،رقم الحدیث14082)

تہائی حسن کی روایت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو کل مخلوق کا ایک تہائی حسن نصیب ہوا۔

اور ایک روایت میں ہے۔

کل حسن کا ایک تہائی حصہ نصیب ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:4،ص:42،رقم الحدیث31920)

چہرہ مقدسہ چودھویں چاند کی طرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یوسف علیہ السلام کا وصف بیان فرما رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (معراج کی رات) تیسرے آسمان پر دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے ایسا شخص دیکھا جس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح تھی۔

پس میں نے پوچھا:

اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہے۔

انہوں نے عرض کیا:

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وہ حسن وہیبت عطا کر رکھی تھی جو عالمین میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو عطا کی۔

حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں یہ جانتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پورے حسن کا آدھا حصہ اور دوسرا حصہ لوگوں کو عطا ہوا۔

(مستدرک: ج:2،ص:623،رقم الحدیث:4087)

دو تہائی حسن چہرہ اور سفیدی

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو لوگوں کے حسن میں سے دو تہائی حسن چہرہ اور سفیدی اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں عطا ہوا اور جب کوئی عورت آپ علیہ السلام کے پاس آتی تو آپ علیہ السلام اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتے مبادا وہ عورت کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(معجم الکبیر: ج:9،ص:106، رقم الحدیث:8557)

اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ

لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال نہیں کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں۔

انہوں نے کہا:

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق بھی سوال نہیں کر رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر تم معادن عرب کے متعلق مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ لوگ معادن ہیں جو زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر تھا وہ زمانہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہے بشرطیکہ وہ فقیہ ہو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 3383)

جن انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا ان انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت یوسف علیہ السلام مبعوث ہونے میں ساتویں ہیں۔

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے جس نبی کو مبعوث کیا گیا وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔

پھر حضرت نوح علیہ السلام
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام
پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام
پھر حضرت اسحاق علیہ السلام
پھر یعقوب بن اسحاق علیہما السلام
پھر یوسف بن یعقوب علیہما السلام
پھر حضرت لوط علیہ السلام
پھر حضرت ہود علیہ السلام
پھر حضرت صالح علیہ السلام
پھر حضرت شعیب علیہ السلام
پھر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:25،ص:300 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا گیارہ ستاروں، چاند اور سورج کو سجدہ کرتے دیکھنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے گیارہ ستارے اور چاند و سورج کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ۝

(یوسف:4)

جب یوسف نے اپنے والد سے کہا! اے میرے ابا جان! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے ان کو سجدہ کیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے۔ اس لیے گیارہ ستاروں کی گیارہ بھائیوں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سورج اور چاند کی باپ اور ماں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے تواضع سے جھکیں گے اور ان کے احکام کی پیروی کریں گے۔

گیارہ ستاروں، چاند اور سورج سے مراد

گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اور چاند اور سورج سے مراد ماں باپ ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مفسرین نے اس خواب کی تعبیر کے متعلق کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ

گیارہ ستاروں سے مراد آپ علیہ السلام کے بھائی ہیں جن کی تعداد گیارہ تھی، سورج اور چاند سے مراد آپ علیہ السلام کے والدین ہیں۔

یہ حضرات ابن عباس، ضحاک، قتادہ، سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:808 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

خواب کی تعبیر کے ظہور کا عرصہ

خواب کی تعبیر کا ظہور چالیس سال بعد ہوا اور بعض کے نزدیک اسی (80) سال کے بعد ظہور ہوا۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس خواب کی تعبیر چالیس سال بعد اور بقول بعض اسی (80) سال بعد ظہور پذیر ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے تخت پر بٹھایا اور آپ علیہ السلام کے بھائی آپ علیہ السلام کے سامنے تھے وہ سجدہ ریز ہو گئے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۬ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ (یوسف:100)

اور وہ سب یوسف کے لئے سجدہ میں گر گئے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ! یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:808 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ایک اور قول یہ ہے کہ

وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو سترہ سال کی عمر میں کنویں میں ڈالا گیا تھا اور وہ اپنے باپ سے (80) اسی سال غائب رہے اور اپنے باپ سے ملاقات کے بعد (23) تیئس سال مزید زندہ رہے اور عزیز مصر کی بیوی کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

افرائیم

اور منشا

اور رحمت نام کی ایک بیٹی تھی۔ جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی بنی اور حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو سال کی مدت تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے درمیان تینتیس (33) سال جدائی رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملا دیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا:

اٹھارہ سال جدائی رہی ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:231 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابن جوزی نے خواب کی تعبیر پوری ہونے کی مدت میں سات اقوال نقل فرمائے ہیں۔

40 سال

29 سال

80 سال

36 سال

35 سال

70 سال

18 سال

(زادالمسیر: ج:4،ص:291 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

خواب کی تعریف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک خواب کی صحیح تعریف یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ سوئے ہوئے شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے۔

جیسا کہ بیدار شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے۔

خواب کی نظیر یہ ہے کہ

جس طرح اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کی علامت بنادیا ہے لیکن کبھی گھر کر آتے ہیں اور بارش نہیں ہوتی۔ خواب میں جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں کبھی ان میں فرشتے کا دخل ہوتا ہے اور کبھی شیطان کا۔ فرشتے کے دخل سے جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان خوش ہوتا ہے اور شیطان کے دخل کے بعد جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان غمگین ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی نے بعض اہل علم سے یہ نقل کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اشیاء کو سونے والے کے محل ادراک پر پیش کرتا ہے اور ان اشیاء کو مختلف صورتوں پر متشکل کرتا ہے بعض اوقات وہ صورتیں بعد میں واقع ہونے والی تعبیر کے موافق ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہ صورتیں معانی معقولہ کی مثالیں ہوتی ہیں اور ہر دو صورتیں خوشخبری دینے والی بھی ہوتی ہیں اور ڈرانے والی بھی ہوتی ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

خواب، خیال میں چند منضبط مثالوں کا ادراک ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں پیش آنے والے امور کے لئے علامت بنادیا ہے۔

(فتح الباری: ج:12،ص:353 مطبوعہ لاہور)

خواب کی اقسام

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

خواب کی دو قسمیں ہیں۔

1 - پہلی قسم رؤیا صادقہ

یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کے خواب ہیں جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کے موافق بیداری میں واقع ہو جاتا ہے۔

2 - دوسری قسم! اضغاث

اس کی تین قسمیں ہیں۔

1 - خواب میں دیکھنے والے کے ساتھ شیطان مذاق کرتا ہے تا کہ خواب دیکھنے والا خوفزدہ اور غمگین ہو۔

مثال کے طور پر

وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔

2 - وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ

فرشتے اس کے کسی حرام کام کو کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔

3 - انسان دن میں جو باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں جو تمنائیں واقع ہوتی ہیں وہ انہی چیزوں کو خواب میں دیکھتا ہے یا جن چیزوں کو وہ بیداری میں زیادہ دیکھتا ہے انہی کو خواب میں دیکھتا ہے یا جو چیزیں اس کے مزاج پر غالب ہوتی ہیں وہی اس کو خواب میں نظر آتی ہیں۔

(فتح الباری: ج:12 ص:354 مطبوعہ لاہور)

علماء اسلام نے خواب کی درج ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

1 - بعض اوقات انسان کو نیند میں ایسی بے ربط اور خلاف واقع چیزیں نظر آتی ہیں جو لائق توجہ نہیں ہوتیں۔

مثال کے طور پر

انسان خواب میں یہ دیکھے کہ آسمان میں ایک درخت اگا ہوا ہے۔

یا دیکھے کہ

زمین میں ستارے طلوع ہو رہے ہیں۔

یا دیکھے کہ

ہاتھی چیونٹی پر سوار ہو رہا ہے۔ ایسے خوابوں کو عربی میں اضغاث احلام کہتے ہیں اردو میں ان کو خواب پریشان کہتے ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ

اس قسم کے خواب شیطانی عمل کی وجہ سے نظر آتے ہیں۔

اور اطباء کہتے ہیں کہ

ہاضمے کی خرابی یا بلڈ پریشر ہائی ہونے کی وجہ سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں۔

2۔انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے وہ اس کو خواب میں نظر آتا ہے بعض اوقات وہ اپنی ناتمام خواہشوں کو خواب میں پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیتا ہے مثلاً بھوکا شخص خواب میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو کھاتے ہوئے دیکھتا ہے اور پیاسا شخص لذیذ اور خوش ذائقہ مشروبات پیتے ہوئے خود کو دیکھتا ہے اور محبوب کے فراق میں غم زدہ عاشق خود کو محبوب کے قرب میں دیکھتا ہے۔اس قسم کے خواب نفس کے وسوسے اور نفس کے خیالات کہلاتے ہیں۔

3۔کبھی سونے والے شخص کے منہ پر لحاف کا دباؤ ہوتا ہے جس سے اس کا سانس گھٹ رہا ہوتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے کبھی بارش کے چھینٹے کھڑکی کے شیشے سے ٹکراتے ہیں یا ہوا کے زور سے کوئی چیز کھڑکھڑاتی ہے۔

اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ

وہ میدان کارزار میں ہے اور گولیاں چل رہی ہیں اور کبھی سونے والے کے چہرے پر دھوپ پڑنے سے اس کا چہرہ تمتمانے لگتا ہے۔

اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ

وہ آگ میں جل رہا ہے۔اس قسم کے خواب دیکھ کر بعض اوقات وہ ڈر جاتا ہے اس قسم کے خوابوں کو محسوسات کا اثر کہا جاتا ہے۔

4۔بعض اوقات انسان کے ذہن میں غیر شعوری خواہشیں ہوتی ہیں جن کو وہ کسی کے احترام یا کسی اور مانع کی وجہ سے پورا کرنا نہیں چاہتا پھر اس کو خواب میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں جن کی تعبیر بعینہ واقع نہیں ہو سکتی لیکن ان مثالوں میں کسی اور چیز کی طرف رمز اور اشارہ ہوتا ہے مثلاً باپ اپنے جوان بیٹے کو مارے تو غیر شعوری طور پر اس کے دل میں باپ سے انتقام لینے کا خیال آتا ہے لیکن باپ کا احترام اس خواہش کو پورا کرنے سے مانع ہوتا ہے۔

پھر بیٹا خواب میں دیکھتا ہے کہ

اس نے کسی شیر کو مار دیا ہے یا کسی اژدھے کو مار دیا یا کسی ظالم بادشاہ یا اژدھا غیر شعوری طور پر اس کے باپ سے کنایہ ہوتا ہے۔

خواب میں صرف اشارے اور رمز کی مثال سورہ یوسف کی یہ آیت کریمہ ہے۔

ترجمہ:۔جب یوسف نے اپنے والد سے کہا! اے میرے ابا جان! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور چاند و سورج کو دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔(یوسف:4)

سورج اور چاند سے ان کے باپ اور ماں کی طرف اشارہ ہے اور گیارہ ستاروں سے ان کے گیارہ بھائیوں کی طرف اشارہ ہے ایسے خواب کو رمزی خواب کہتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6983)
ان خوابوں میں مشکل حقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔
مثال کے طور پر
مشہور صوفی شاعر حضرت شرف الدین بوصیری کو فالج ہو گیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ کہنا شروع کیا۔ اثناء قصیدہ میں انہوں نے ایک مصرہ کہا۔

و مبلغ العلم فیه انه بشر

اوران میں اس کے دوسرے مصرع کو مکمل کرنے کی طاقت نہ رہی انہوں نے بہت کوشش کی لیکن دوسرا مصرع ان کی زبان پر نہیں آیا وہ بستر پر سو گئے۔
انہوں نے خواب میں دیکھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زیارت سے مشرف فرمایا۔
ان کا حال پوچھا:
حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے شکایت کی کہ
وہ دوسرا مصرع نہیں بنا سکے۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دوسرا مصرع اس طرح بنا دو۔

و انه خیر خلق الله کلهم

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چادر پہنائی اور جس جگہ ان کے جسم پر فالج تھا اس جگہ پر اپنا شفا آفریں دست مبارک پھیرا۔
حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ خوشی سے مدہوشی کی حالت میں نیند سے بیدار ہوئے اور وہ اپنے مرض سے مکمل شفایاب ہو چکے تھے اور انہوں نے اس قصیدہ کا نام البردۃ رکھا۔ اس قسم کے خوابوں کا ابن سینا، ابن رشد اور ابن خلدون نے بھی اعتراف کیا ہے۔
اور یہ بھی کہا ہے کہ
بہت سے ایسے خواب ہوتے ہیں جن میں لاینحل مسائل حل ہو جاتے ہیں۔
شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کا ایک ایسا ہی خواب ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شفاء عطا فرمائی اور اپنے تین موہائے مبارک عطا فرمائے تھے۔ یہ وہ خواب ہیں جن کو حدیث مبارکہ میں رویا المومن فرمایا ہے۔

جیسا کہ بخاری میں ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6987)

6-چھٹی قسم ہے الرؤیا الصادقہ۔ قرآن مجید میں چھ سچے خوابوں کا ذکر ہے چار خوابوں کا ذکر سورہ یوسف میں ہے۔ ایک خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا جس میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ دو خواب قید خانہ میں دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سنائے تھے۔

ایک نے کہا تھا کہ

میں خواب میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔

اور دوسرے نے کہا تھا کہ

میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن کو پرندے کھا رہے ہیں۔

اور ایک خواب مصر کے بادشاہ نے دیکھا تھا کہ

سات فربہ گائیں سات لاغر گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات ہرے بھرے خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے خوشے ہیں۔ مؤخر الذکر تینوں خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان فرمائی۔ اور ایک خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب کا ذکر ہے کہ مسلمان امن کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ (الفتح: 27)

7-بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارے ہوتے ہیں۔ سورہ یوسف میں جو چار خواب ذکر کیے گئے ہیں ان چاروں میں اس کی مثالیں ہیں اور حدیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کی گئی تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے اس کی تعبیر سپیدہ سحر کی طرح آجاتی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3)

اچھے اور برے خوابوں کا حکم

اچھے اور برے خوابوں کا حکم حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور وہ اس خواب کو بیان کرے اور جب وہ کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور وہ خواب کسی کے سامنے نہ بیان کرے پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6984)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نیک خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہیں پس جب کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے پناہ طلب کرے تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6995)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت عظمیٰ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس شخص نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا، شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6993)
حافظ ابو العباس احمد بن عمر المالکی القرطبی المتوفی 656ھ لکھتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث مبارکہ سے مقصود یہ ہے کہ
انسان خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی حال میں بھی دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا برحق ہے وہ کوئی پریشان خواب نہیں ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔
جس نے مجھے دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا ہے۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے۔ جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔
اس کے بارے میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:
یہ نعمت مجھے کئی مرتبہ مل چکی ہے۔ ایک مرتبہ جب میں حج کے ارادہ سے تونس پہنچا تو میں نے وہاں سنا کہ دشمن مصر پر حملہ کر رہا ہے حتیٰ کہ دمیاط پر قابض ہو گیا ہے تو میں نے ارادہ کیا جب تک امن نہیں ہو جاتا تو میں تونس میں رہوں گا۔ وہاں مجھے خواب دکھایا گیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہوں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے قریب بیٹھا ہوا ہوں اور لوگ آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر رہے ہیں پس جو لوگ سلام عرض کر رہے تھے ان میں سے کسی نے مجھے ڈانٹا۔
اور کہا کہ
کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرو، میں نے کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا۔ ابھی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے حج کے ارادہ کو پھر تازہ کر دیا اور حج کی روانگی کے جو اسباب میرے لیے مشکل تھے وہ آسان کر دیئے اور میرے دل میں دشمن کے حملہ کا جو خوف تھا وہ زائل کر

دیا۔ میں نے سفر شروع کیا اور تقریباً ایک ماہ کے بعد اسکندریہ پہنچ گیا۔

میں نے دیکھا کہ

مصر کے لوگ بہت خوفزدہ تھے اور دشمن کا بہت غلبہ تھا۔ ابھی مجھے اسکندریہ میں پہنچے ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کی شوکت توڑ دی اور محض ارم الراحمین اور اکرام الاکرمین کے رحم اور کرم سے وہاں امن اور سلامتی ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان اور انعام مکمل کیا اور بیت اللہ کے حج کے بعد مجھے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور مسجد شریف میں پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعینہ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے بیداری میں اسی حال میں دیکھا جس طرح میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تونس میں خواب میں دیکھا تھا۔ اگر کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر بیداری میں آپ کی زیارت نہیں ہوئی تو جاننا چاہئے کہ اس صورت میں اس کا معنیٰ مقصود ہے بعینہ صورت مقصود نہیں ہے۔ اسی طرح خواب میں اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صورت میں دیکھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل صورت کے مطابق نہیں تھی اس میں کوئی زیادتی تھی یا کوئی کمی تھی یا رنگ متغیر تھا یا اس میں کوئی عیب تھا یا کوئی عضو زیادہ تھا یا کوئی اور تغیر تھا۔

تو اس صورت سے اس کا معنیٰ مراد ہے اور ہو سکتا ہے اس صورت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہو اور دیکھنے والے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جو زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی دیکھی ہے اس کو اس کے دین سے تعبیر کیا جائے گا یعنی اس کے دین میں زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف صورت کے علاوہ کسی اور شکل میں دیکھا تو وہ صورت بھی اس کے دین اور شریعت سے عبارت ہوگی۔

(المفہم، ج:6، ص:26 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے مجھے دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔

اس کے درج ذیل محامل ہیں۔

1- اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہیں۔

اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا اور اس نے ہجرت نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کو ہجرت کی توفیق دے گا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

2- جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کی تصدیق اور [illegible]ت کو دیکھ لے گا۔

3- جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت میں خصوصیت کے ساتھ دیکھے گا اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا۔

4- ابن ابی جمرہ اور ایک جماعت نے اس حدیث مبارکہ کو اس پر محمول کیا ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا وہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقتاً دیکھ لے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرے گا اور اس کو اولیاء اللہ کی کرامات سے ایک کرامت شمار کیا گیا ہے۔

صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا پھر اس کے بعد انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا پھر جن چیزوں میں وہ خوف زدہ تھے ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خوف دور کرنے کی طرف رہنمائی کی۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

پھر لازم آئے گا کہ بعد کے یہ اولیاء اللہ صحابہ ہو جائیں اور صحابی ہونے کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ

میں کہتا ہوں کہ صحابی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم دنیا میں وفات سے پہلے دیکھے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں دیکھا اس دیکھنے سے اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

علامہ ابن حجر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ

کئی لوگوں نے نیند میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر بیداری میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور اگر اس حدیث کا یہ معنیٰ ہو تو ہر خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے کو بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونی چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

خواص کو تو زندگی میں کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے اور عوام کو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی جب ان کی روح ان کے جسم سے نکل رہی ہوگی۔ بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے امکان اور اس کے وقوع کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے۔ ان میں سے حجۃ الاسلام امام غزالی ہیں اور قاضی ابوبکر ابن العربی ہیں اور شیخ عز الدین بن عبد السلام ہیں اور ابن ابی جمرہ ہیں اور ابن الحاج ہیں اور الیافعی ہیں اور میں نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔

(الدیباج: ج:2، ص:873 تا 874 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی حنفی المصری الشعرانی المتوفی 973ھ لکھتے ہیں:

آئمہ اور مجتہدین بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے ہیں اور کتاب وسنت سے انہوں نے جو کچھ

سمجھا ہوتا ہے اس کو لکھنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے فلاں حدیث کا یہ معنی سمجھا ہے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی ہیں اور بہت سے اولیاء جو مجتہدین سے کم درجہ کے ہیں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات کا شرف حاصل ہے جیسے شیخ عبدالرحیم القناوی اور شیخ ابو مدین المغربی، شیخ ابوالحسن الشاذلی، شیخ ابوالعباس المرسی اور بہت ہیں اور میں نے شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط پڑھا ہے۔ انہوں نے اس شخص کو جواب لکھا جو سلطان کے پاس ان سے سفارش کرانا چاہتا تھا۔

انہوں نے لکھا۔

اے میرے بھائی! میں اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں پچھتر (75) بار بالمشافہ ملاقات کر چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ حکام کے پاس جانے سے میں اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا تو میں سلطان سے تمہاری شفاعت کر دیتا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا خادم ہوں اور جن احادیث مبارکہ کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے ان کی صحت معلوم کرنے کے لئے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے بھائی کہ یہ نفع تمہارے نفع پر مقدم ہے اور علامہ سیوطی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سیدی محمد بن زین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنا گو تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں بالمشافہ زیارت کرتے تھے اور جب وہ حج کے لئے جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر سے ان سے ہم کلام ہوتے۔ ایک مرتبہ کسی شیخ کے کہنے سے انہوں نے حاکم شہر سے ان کی سفارش کی تو پھر وہ اس نعمت سے محروم ہو گئے اور ہم کو شیخ ابوالحسن شاذلی اور شیخ ابوالعباس المرسی اور دوسرے اولیاء اللہ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ بزرگ یہ کہتے تھے کہ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہو تو ہم اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتے۔

(المیزان الکبری: ج:1، ص:54 تا 55 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شیخ محمد انور کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں:

علامہ شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ

انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحیح بخاری پڑھی ہے ان میں سے ایک حنفی تھا جب صحیح البخاری ختم ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی لہٰذا بیداری میں زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری: ج:1، ص:204 مطبوعہ حجازی القاہرہ)

خوابوں کی تعبیر پر احادیث مبارکہ

خوابوں کی تعبیر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی فرامین ہیں۔

کچھ عرض کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب میں سویا ہوا تھا تو مجھے (خواب میں) دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے اس سے دودھ پی لی حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے سیرابی نکل رہی ہے اور میں نے بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (دودھ) سے کیا تعبیر لی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علم۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7007)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے خواب دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے میرے سامنے پیش ہو رہے ہیں۔ بعض کی قمیص پستانوں تک تھی اور بعض کی قمیص اس سے بھی کم تھی۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ان کی قمیص پیروں کے نیچے گھسٹ رہی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تعبیر لی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دین۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7008)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے خواب دیکھا کہ

میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور ستون کے اوپر ایک دستہ ہے۔

مجھ سے کہا گیا۔

اس درخت پر چڑھو۔

میں نے کہا:

میں اس کی طاقت نہیں رکھتا پھر ایک لڑکا آیا۔ اس نے میرے کپڑے اوپر اٹھائے۔ اس درخت پر چڑھا اور میں نے اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ باغ اسلام کا باغ ہے اور دستہ سے مراد مضبوط دستہ ہے۔تم تادم مرگ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہو گے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7014)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو زیادہ تر مسلمان کا خواب جھوٹ نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔
محمد بن سیرین نے کہا:
میں بھی یہی کہتا ہوں۔
انہوں نے کہا:
اور کہا جاتا تھا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں۔انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے اور شیطان ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں بشارتیں ملتی ہیں سو جو شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور وہ خواب میں (گلے میں) طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے اور خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے۔
اور یہ کہا جاتا تھا کہ
بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7017)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔جب مہاجرین کی رہائش کے لئے انصار نے قرعہ اندازی کی تو رہائش کے لئے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آگئے وہ بیمار پڑ گئے۔ہم نے ان کی تیمارداری کی وہ فوت ہو گئے ہم نے کفن میں لپیٹ دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔
تو میں نے کہا:
اے ابو السائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تکریم فرمائے گا۔
آپ نے پوچھا:
تم کو یہ کیسے پتا چلا۔

میں نے کہا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی۔
آپ نے فرمایا:
رہے عثمان بن مظعون تو ان پر موت آچکی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے خیر کی توقع کرتا ہوں۔
اور اللہ تعالیٰ کی قسم!
میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔
حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا:
پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی۔
انہوں نے کہا:
میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب کا ذکر کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس سے مراد اس کا جاری رہنے والا عمل ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7018)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت ہیں مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھی اور میں نے اس میں گائے کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم خیر کو دیکھا۔
گائے سے مراد وہ ہے کہ
جنگ احد میں جب مسلمانوں نے کفار کی یورش سے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا۔
اور خیر وہ ہے۔
جو اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں خیر لایا تھا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7035)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ مدینہ منورہ سے باہر نکلی اور جحفہ میں

جا کر ٹھہر گئی، میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل ہو جائے گی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7038)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار کو لہرایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر وہ تھی جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی پھر میں نے دوبارہ تلوار کو لہرایا وہ پہلے سے اچھی حالت میں ہوگئی اور اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تھی اور مسلمان مجتمع ہو گئے تھے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7041)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے ایک خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ان میں ہرگز گرہ نہیں لگا سکے گا اور جس شخص نے کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سننے کی کوشش کی جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جس شخص نے تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7042)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک سائبان سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔
میں نے خواب دیکھا کہ
لوگ اس کو ہتھیلیوں میں جمع کر رہے ہیں۔ بعض لوگ زیادہ جمع کر رہے ہیں اور بعض کم۔
اور میں نے دیکھا کہ
آسمان سے زمین تک ایک رسی پہنچ رہی ہے۔
میں نے دیکھا کہ
آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے۔ پھر ایک شخص نے اس رسی کو پکڑا اور اس کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا پھر دوسرا شخص اس کو پکڑ کر اوپر چڑھا۔ پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی پھر رسی جڑ گئی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا باپ فدا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب کی تعبیر بتانے میں مجھے اجازت عطا فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم تعبیر بیان کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اس سائبان سے مراد اسلام ہے اور جو شہد اور گھی سائبان سے ٹپک رہا تھا وہ قرآن مجید اور اس کی حلاوت ہے۔ پس بعض لوگ زیادہ قرآن مجید حاصل کرتے ہیں اور بعض کم اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک پہنچ رہی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قائم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حق سے عمل کرتے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلالے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور شخص اس پر عمل کرے گا پھر وہ حق منقطع ہو جائے گا پھر اس شخص کے لئے جوڑ دیا جائے گا اور وہ اس پر عمل کرے گا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا باپ فدا ہو۔ مجھے یہ بتائیے کہ میں نے صحیح تعبیر کی ہے یا غلط۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری بعض تعبیر صحیح ہے اور بعض غلط۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ضرور بتائیے کہ میں نے غلطی کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قسم مت کھاؤ۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7046)

مومن کا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ

حضرت ابوزرین عقیلی بیان فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کا خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور جب تک اس خواب کو بیان نہ کیا جائے یہ پرندے کی ٹانگ پر معلق ہوتا ہے اور جب اس کو بیان کر دیا جائے تو پھر یہ ساقط ہو جاتا ہے اور خواب صرف عقل مند شخص اور دوست کو بیان کیا جائے۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث 2279)

عمداً خواب کی تعبیر غلط بیان کرنا منع

عمداً خواب کی تعبیر غلط بیان کرنا منع ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔

کیا ہر شخص خواب کی تعبیر بیان کر سکتا ہے۔

انہوں نے بیان فرمایا:

کیا نبوت کو کھیل بنایا جائے گا۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہی شخص خواب کی تعبیر بیان کرے جس کو خواب کی تعبیر بیان کرنے کا علم ہو اگر اس کے نزدیک خواب کی تعبیر اچھی ہو تو اس کو بیان کر دے اور اگر اس کے نزدیک خواب کی تعبیر بیان کرنے کا علم ہو۔ اگر اس کے نزدیک خواب کی تعبیر اچھی ہو تو اس کو بیان کر دے اور اگر اس کے نزدیک خواب کی تعبیر بری ہو تو اس کو اچھی نصیحت کرے (مثلاً اس سے کہے کہ دعا کرو اے اللہ عزوجل میرے خواب کی بری تعبیر کو اچھی تعبیر سے بدل دے) اور یا خاموش رہے۔

امام مالک سے پوچھا گیا کہ

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ

خواب کی جو تعبیر بیان کی جائے خواب اسی تعبیر پر واقع ہوتا ہے تو کیا تعبیر بتانے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ اس کے نزدیک خواب کی تعبیر بری ہو لیکن وہ خواب کی اچھی تعبیر بتا دے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نہیں! خواب نبوت کا ایک جزء ہے پس نبوت کو کھیل نہ بنایا جائے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:112 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے کن ستاروں کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا

حضرت یوسف علیہ السلام نے تیرہ ستاروں کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کی تفصیل حدیث مبارکہ میں مذکور ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بستانہ نام کا ایک یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

اور کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت حضرت

جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ستاروں کے نام بتائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلوایا۔

اور ارشاد فرمایا:

اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتادوں تو تم مان لو گے۔

اس نے کہا:

ہاں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بتائے۔

1-جریان

2-الطارق

3-الذیال

4-ذوالکتفین

5-قابس

6-وثاب

7-عمودان

8-الفلیق

9-المصبح

10-الفروح

11-وودالفرغ

12-الضاء

13-اورالنور

اس یہودی نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! ان ستاروں کے نام یہی ہیں۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14441)

خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر

خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر 12 سال تھی۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں یہ خواب دیکھا تھا لیکن وہ کون سا معین زمانہ تھا۔ اس کا علم سوائے خبر کے نہیں ہو سکتا۔

وہب بن منبہ نے کہا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے سات سال کی عمر میں خواب دیکھا کہ گیارہ لاٹھیاں ایک دائرہ کی شکل میں زمین میں مرکوز ہیں اور ایک چھوٹی لاٹھی نے ان گیارہ بڑی لاٹھیوں کو نگل لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے اس خواب کو بیان کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

خبردار یہ خواب اپنے بھائیوں سے ہرگز نہ بیان کرنا۔ پھر بارہ سال کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کررہے ہیں۔

انہوں نے پھر حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ خواب بیان کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر مکمل ہونے میں چالیس سال کا عرصہ لگا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

اس میں اسی سال کا عرصہ لگا۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:419 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

بھائیوں کے سامنے خواب بیان نہ کرنے کا حکم

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝

(یوسف:5)

(یعقوب نے) کہا اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

بھائیوں کا حسد کرنا

حضرت یعقوب علیہ السلام جب شام تشریف لائے تو حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت کرنے لگ گئے جب بھائیوں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ حسد کرنے لگ گئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری سدی سے بیان کرتے ہیں کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام جب شام آئے تو ان کی زیادہ توجہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کی طرف تھی اور جب ان کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف زیادہ محبت دیکھی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرنے لگے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب بیان کیا کہ انہوں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو انہیں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب بیان نہ کریں مبادہ وہ ان کے خلاف کوئی سازش کریں۔

(جامع البیان: رقم الحدیث 14448)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے کیوں منع کیا؟

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے تو بھائی اس محبت کو دیکھ کر حسد کرتے تھے اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان کر دیتے تو وہ اور زیادہ حسد کرنے لگ جاتے اور آپ علیہ السلام کے خلاف کوئی سازش کرتے اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے منع فرمایا۔

خواب صرف دوست اور خیر خواہ کو بیان کیا جائے

خواب صرف ہمدرد، خیر خواہ اور دوست کو بیان کیا جائے جو کہ حسد بھی نہ کرتا تھا اور اگر حسد کرنے والے کے سامنے بیان کر دیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو اذیت پہنچا دے۔

حضرت ابو زرین عقیلی بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کا خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور جب تک اس کو بیان نہ کیا جائے یہ پرندے کی ٹانگ پر معلق ہوتا ہے اور جب اس کو بیان کر دیا جائے تو پھر یہ ساقط ہو جاتا ہے اور خواب صرف عقل مند شخص اور دوست کو بیان کیا جائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1088)

حسد کے خوف سے نعمت کا چھپانا

اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب کسی انسان کو نعمت حاصل ہو تو اس کو بیان کیا جائے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (الضحیٰ:11)

اور اپنے رب کی نعمت کو خوب بیان کریں۔

تو جب حضرت یوسف علیہ السلام کو نعمت حاصل ہوئی تو اسے بیان کرنا چاہئے تھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان کرنے سے کیوں منع فرمایا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جب حسد کا خوف ہو تو اس نعمت کو چھپایا جائے کیونکہ اس کے خلاف سازشیں بھی ہو سکتی ہیں اور اسے اذیت بھی دی جا سکتی ہے اس لیے حسد کے خوف سے نعمت کو چھپانا جائز ہے۔

حسد بری بلا

حسد ایک بری بلا ہے جس میں پیدا ہو جاتی ہے تو اسے تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں اور گھاس کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ج:2،ص:316 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

حسد کی مذمت کے متعلق احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کسی بندے کے دل میں احسان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔

(سنن نسائی: ج:2،ص:44 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین چیزیں میری امت کو لازم ہیں۔
1-بدفالی
2-حسد
3-اور بدگمانی
ایک شخص نے پوچھا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور جب بدگمانی کرو تو اس پر جمع نہ رہو اور جب تم کسی کام کی بدفالی نکالو تو وہ کام کر گزرو۔

(معجم کبیر: ج:3،ص:228 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
بشر بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رشتہ داروں میں عداوت ہوتی ہے پڑوسیوں میں حسد ہوتا ہے اور بھائیوں میں منفعت ہوتی ہے۔
(شعب الایمان: ج:5، ص:273 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تک لوگ حسد نہیں کریں گے وہ خیریت سے رہیں گے۔
(معجم کبیر: ج:8، ص:309 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ منذری بیان کرتے ہیں کہ
حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔
حسد کرنے والا
چغلی کرنے والا
کہانت کرنے والا (خبریں سن کر اور اس میں اپنی طرف سے کچھ ملا کر لوگوں کو غیب کی خبریں دینا) میرے طریقہ پر نہیں ہے اور نہ میں ان کے طریقہ پر ہوں۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:543 مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پہلی امتوں کی بعض بیماریاں تم میں سرایت کر گئی ہیں، حسد اور بغض، بغض مونڈنے والا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے لیکن وہ دین کو مونڈتا ہے۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:548 مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک دن، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابھی تمہارے پاس اہل جنت سے ایک شخص آئے گا۔ پھر ایک شخص آیا جس کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا اور اس کے بائیں ہاتھ میں اس کی جوتیاں تھیں۔ دوسرے دن پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا اور پھر وہی شخص آیا

تیسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی ارشاد فرمایا اور پھر وہی شخص آیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تین دن اس شخص کے ساتھ رہے تاکہ اس کا وہ عمل معلوم کریں جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تین بار جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا وہ شخص رات کے قیام کے لئے نہیں اٹھتا تھا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوتا اور صبح اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اٹھتا تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے اس کی زبان سے خیر کے سوا کسی کا ذکر نہیں سنا۔ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اس سے پوچھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار تمہارے بارے جنت کی بشارت سنی ہے اور میں نے تم کو کوئی غیر معمولی نیکی کرتے ہوئے نہیں دیکھا آخر وہ کیا عمل ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے۔

اس نے کہا:

بس وہی عمل ہے جو آپ نے دیکھا۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جانے لگے تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔

اور کہا:

وہ عمل میرے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کینہ نہیں ہے اور جس کسی مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت دی ہو میں اس پر حسد نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس نیکی کی وجہ سے تم اس مرتبہ کو پہنچے ہو۔

(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:549 مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل شخص کون ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مخموم القلب اور راست گو ہو۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

راست گو کو تو ہم جانتے ہیں مخموم القلب کا کیا معنیٰ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص متقی ہو، صاف دل ہو۔ اس نے کوئی گناہ اور سرکشی نہ کی ہو، وہ کسی سے کینہ نہ رکھتا ہو نہ حسد رکھتا ہو۔

(الترغیب والترہیب: ج:3، ص:550 مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے دشمنی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6065)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی مومن کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار اور جہنم کی حرارت جمع نہیں ہوں گی اور نہ کسی بندہ کے دل میں ایمان اور حسد جمع ہوگا۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث 3106)

حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت پر منتخب فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت پر منتخب فرمانے کے لئے واضح طور پر قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (یوسف:6)

اور اسی طرح تمہارا رب تمہیں منتخب فرمائے گا اور تمہیں خوابوں کی تعبیروں کا علم عطا فرمائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت کو مکمل فرمائے گا جس طرح اس سے پہلے اس نے اس نعمت کو تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر مکمل فرمایا تھا۔ بے شک تمہارا رب خوب جاننے والا نہایت حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم چالیس سال بعد دیا گیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم چالیس سال کے بعد عطا فرمایا گیا تھا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم چالیس سال بعد عطا فرمایا گیا تھا اور ان کی تعبیر میں کبھی خطا واقع نہیں ہوئی اور یہ ان کا معجزہ تھا۔ ان کو خواب کی تعبیر کا علم سب سے زیادہ تھا۔ اسی طرح ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سب سے زیادہ خواب کی تعبیر کا علم تھا اور امت میں یہ علم سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تھا اور امام ابن سیرین کو بھی اس کا علم بہت زیادہ تھا اور اس کے قریب سعید بن مسیب کو اس کا علم تھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:115 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں نشانیاں

حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے کے لئے بہت زیادہ نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ (یوسف:7)

بے شک یوسف اوران کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں۔

کون سی نشانیاں؟

علامہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں کہ

یہود نے مدینہ منورہ میں سے کچھ لوگوں کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کریں کہ شام میں ایک نبی تھے ان کا بیٹا مصر چلا گیا وہ اس کے فراق میں روتے رہے حتیٰ کہ نابینا ہو گئے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں اہل کتاب میں سے کوئی شخص نہیں تھا اور نہ کوئی ایسا شخص تھا جو انبیاء کرام علیہم السلام کی خبریں جانتا تھا۔ جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے پوری سورۂ یوسف نازل فرما دی اس میں تورات میں مذکور واقعات کا بھی ذکر ہے اور اس سے زیادہ خبریں بھی ہیں اور سورۂ یوسف کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ تھا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:115 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھائیوں کا آپس میں مشورہ

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور ان کو اس سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔ اسی لیے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (یوسف:8)

جب یوسف کے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم پوری جماعت ہیں بے شک ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے۔

کیا بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو خطا کار کہا؟

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو خطا کار کہا یا ضلال مبین کہا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

ان کی یہ مراد ہی نہ تھی کہ ان کا باپ گمراہ یا خطاء پر ہے کیونکہ اگر وہ یہ ارادہ کرتے تو وہ کافر ہو جاتے بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ دو کو دس پر ترجیح دینے میں اور چھوٹوں کو بڑوں پر ترجیح دینے میں اور غیر مفید کو مفید پر ترجیح دینے میں ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے۔

بھائیوں کا قتل کے متعلق منصوبہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد انتہا کو پہنچ گیا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف (علیہ السلام) کو اس کے باپ سے الگ کرنا ضروری ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کو قتل کر دیا جائے یا اس کو دور دراز کسی ملک

میں چھوڑ دیا جائے تا کہ اس کا باپ اس سے ملاقات سے مایوس ہو جائے۔ اور پھر وہ ہماری طرف توجہ، التفات اور محبت کرنے لگے۔

قرآن مجید میں ہے:

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ○

(یوسف:9)

یوسف کو قتل کر دو یا کسی ملک میں چھوڑ آؤ پھر تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہاری طرف رہے گی۔ اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے۔

قتل مومن پر وعیدیں

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن مقتول قاتل کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر بولے گا درآنحالیکہ اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

وہ کہے گا کہ

اے میرے رب عزوجل! اس نے مجھے قتل کیا تھا حتیٰ کہ اس کو عرش کے قریب کھڑا کرے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لوگوں نے توبہ کا ذکر کیا تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی۔

اور ارشاد فرمایا:

یہ آیت منسوخ ہوئی ہے نہ تبدیل ہوئی ہے اس کی توبہ کہاں سے ہوگی۔

امام احمد، امام نسائی اور امام ابن المنذر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریب ہے کہ ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا سوا اس شخص کے جو کفر پر مرے اور سوا اس شخص کے جو کسی مومن کو عمداً قتل کرے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جو شخص کسی ایک بات سے بھی مومن کے قتل میں تعاون کرے گا قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔

امام سعید بن منصور، امام ابن جریر، امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

ابو مجلز نے کہا:

اس آیت (جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور

اس پر لعنت فرمائے گا اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ النساء: 93) کا معنی یہ ہے کہ وہ جہنم کی سزا کا مستحق ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی سزا سے درگزر فرمائے گا۔

(درمنثور: ج:2، ص:228 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قتل کرنے کا حکم کس نے دیا؟

حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم کس نے دیا اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ حکم کسی اجنبی نے دیا تھا وہ ان کے بھائیوں میں سے نہیں تھا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ حکم ان کے بھائیوں میں سے ہی کسی نے دیا تھا۔

وہب بن منبہ نے کہا:

یہ حکم دینے والا شمعون تھا۔

مقاتل نے کہا:

یہ حکم دینے والا روبیل تھا۔

حضرت کعب فرماتے ہیں۔

یہ حکم دینے والا دان تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:260 دار الفکر بیروت)

اندھے کنویں میں ڈالنے کا منصوبہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے بارے میں مشورہ ہوا تو ایک بھائی نے یہ کہا کہ اس کو قتل نہ کرو بلکہ اندھے کنویں میں ڈال دو تا کہ اسے قافلہ والے لے جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ (یوسف:10)

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اور اس کو کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں ڈال دو اس کو کوئی قافلہ والا اٹھا لے گا اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو (اسی طرح کرو)

بیت المقدس کا کنواں تھا

جس کنویں میں پھینکنے کا مشورہ دیا گیا تھا وہ بیت المقدس کا کنواں تھا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یہ بیت المقدس کا کنواں تھا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:811 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

قتل نہ کرنے کا مشورہ دینے والا کون؟

جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا اس کے نام کے بارے میں دو اقوال ہیں۔

معالم التنزیل میں ہے۔

یہ کہنے والا یہودا تھا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

روبیل تھا۔

امام بغوی نے فرمایا:

پہلا قول اصح ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:260 دار الفکر بیروت)

کنویں کے متعلق اقوال

امام بغوی فرماتے ہیں کہ

جب اس کنویں کو کہتے ہیں جو لپٹا ہوا نہ ہو کیونکہ جب کا معنی ہے قطع یعنی کٹا ہوا جو لپٹا ہوا نہ ہو۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:260 دار الفکر بیروت)

قاموس میں ہے۔

الجب ایسا کنواں جو انتہائی گہرا اور زیادہ پانی والا ہو یا ایسی جگہ پر ہو جو گھاس وغیرہ کے اعتبار سے عمدہ ہوا نہ ہو اور خود بخود بن گیا ہو لوگوں نے اسے نہ کھودا ہو۔

(القاموس المحیط: ج:1،ص:137 التراث العربی)

کنویں میں ڈالنے کا فعل کئی جرائم پر مشتمل

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے پر کئی جرائم پائے جاتے ہیں۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں۔

ان بھائیوں کا یہ فعل کئی جرائم پر مشتمل تھا۔

مثال کے طور پر

قطعیہ الرحم

والد کی نافرمانی

ایسے چھوٹے معصوم بچے پر شفقت کی کمی جس کا کوئی گناہ نہیں ہے

امانت میں خیانت

ترک عہد

اور اپنے باپ کے ساتھ جھوٹ۔

لیکن ان تمام جرائم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا تا کہ کوئی مجرم میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:260، دار الفکر)

بھائیوں کی والد محترم کو یوسف علیہ السلام کو ساتھ بھیجنے کی عرض

جب بھائیوں نے مشورہ کر لیا تو اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور عرض کی آپ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم پر بھروسہ کیوں نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کی خیر خواہی کرنے والے ہیں لہٰذا اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ○ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَ یَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ (یوسف:11 تا 12)

انہوں نے (یعقوب سے) کہا اے ہمارے ابا جان! کیا بات ہے آپ یوسف کے معاملے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ وہ پھل کھائے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیئے کے کھانے کا فرمانا

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب بیٹوں نے کہا اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اس سے غافل ہو گے اور اس کو بھیڑیا کھا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ○ (یوسف:13)

(یعقوب نے) کہا تمہارے اس کو لے جانے سے میں ضرور غمگین ہوں گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو کھا جائے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کے کھانے کا خطرہ کیوں؟

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ فرمائش کی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو عذر پیش کیے۔

ایک یہ کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی ان کو غمگین کرے گی کیونکہ وہ ایک پل بھی ان کے بغیر نہیں گزار سکتے۔

دوسرا یہ کہ

وہ اپنی بکریوں کو چرانے میں مصروف ہوں گے یا اپنے کھیل کود میں مشغول ہوں گے اور بھیڑیا ان کو کھا جائے گا۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ اس لیے تھا کہ انہوں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ بھیڑیئے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر حملہ کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ وہ پہاڑ کی بلندی پر ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام وادی کے نیچے ہیں۔ اچانک دس بھیڑیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھیر لیا وہ ان کو پھاڑ کھانا چاہتے تھے۔ پھر ایک نے ان کو ہٹایا پھر زمین پھٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس میں تین دن تک چھپے رہے۔ ان دس بھیڑیوں سے مراد ان کے دس بھائی تھے جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اور جس نے ان کو ہٹایا وہ ان کا بڑا بھائی یہودا تھا اور زمین میں چھپنے سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کا تین دن کنویں میں قیام کرنا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا تھا کہ ان کو ان بھائیوں سے خطرہ تھا اور آپ علیہ السلام کی بھیڑیئے سے مراد یہی لوگ تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان لوگوں سے یہ خطرہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیں گے اور آپ علیہ السلام نے کنایۃً ان ہی کو بھیڑیا فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو بھیڑیا فرمایا تھا۔

ایک اور قول یہ ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان بھائیوں سے خطرہ نہیں تھا اگر آپ علیہ السلام کو ان سے خطرہ ہوتا تو آپ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ نہ بھیجتے۔ آپ علیہ السلام کو دراصل بھیڑیئے کا خطرہ تھا کیونکہ اس علاقے کے صحارئی میں بھیڑیئے بہت زیادہ تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9،ص:124 بیروت)

بیٹوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو جواب دینا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو کھا جائے گا تو بیٹوں نے کہا کہ ہماری پوری جماعت کے ہوتے ہوئے اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ (یوسف:14)

انہوں نے کہا ہماری پوری جماعت کے ہوتے ہوئے اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم ضرور نقصان والے ہوں گے۔

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو لے جانا

حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دے کر تمام بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو لے گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ (یوسف:15)

الغرض جب وہ اس کو لے گئے۔

بھائیوں کا راستے میں حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کرنا

امام بغوی فرماتے ہیں کہ

وہب وغیرہ نے لکھا ہے کہ

پہلے تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو انتہائی عزت واکرام سے لے گئے اور کندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو پھینک دیا اور مارنا شروع کر دیا جب ایک مارتا تو آپ علیہ السلام دوسرے سے مدد طلب کرتے پھر دوسرا مارنا شروع کر دیتا۔ آپ علیہ السلام نے کسی سے رحم کا جذبہ نہ پایا وہ مارتے رہے۔ قریب تھا کہ وہ آپ کو قتل کر دیتے۔ آپ علیہ السلام چیختے چلاتے تھے۔

اور کہتے تھے کہ

اے ابا جان! کاش آپ علیہ السلام دیکھتے کہ لونڈیوں کے بیٹوں نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ جب وہ قتل کرنے لگے۔

تو یہودا نے کہا:

تم نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم اسے قتل نہیں کرو گے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:263 دار الفکر)

ظلم کی مذمت

ظلم ایک برا فعل ہے اور اس پر کئی احادیث مبارکہ ہیں۔

چند رضا الٰہی کی خاطر عرض کرتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ظلم قیامت کے اندھیرے ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2447)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 4686)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت پر یا اس کی کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو وہ اس دن کے آنے سے پہلے اس کو حلال کرا لے جس دن نہ کوئی دینار ہوگا نہ کوئی درہم ہوگا اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کو اس کے ظلم کے برابر وصول کر لیا جائے گا اور اگر اس ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کو اس پر ڈال دیا جائے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2449)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم لوگوں کی مثل عمل نہ کرو کہ تم کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے لیکن تم اپنے آپ کو اس کا عادی بناؤ کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں تو تم بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اگر وہ تم پر ظلم کریں تو تم ان پر ظلم نہ کرو۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث 2007)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مظلوم کی دعا سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق دار کو اس کے حق سے منع نہیں کرتا۔

حضرت اویس بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کو علم ہو کہ فلاں شخص ظالم ہے اور وہ اس کی معاونت کے لئے اس کے ساتھ گیا وہ اسلام سے نکل گیا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث 7464)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 10)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مسلمانوں نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا صاحب اسلام سب سے افضل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 11)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ظالم صرف اپنے نفس کو ضرر پہنچاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم حتیٰ کہ سرخاب پرندہ جو اپنے گھونسلے میں بھوک اور کمزوری سے مرجاتا ہے وہ بھی ظالم کے ظلم سے ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث 7675)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی آپس میں ظلم کو حرام کردیا سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2577)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم کرنے سے قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے اور بخل کرنے سے بچو بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا کیونکہ بخل نے انہیں خون ریزی کرنے پر اور حرام کاموں کو حلال کرنے پر ابھارا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2578)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ کوئی درہم ہو نہ کوئی سامان ہو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس نے اس شخص کو گالی دی ہو اور اس شخص پر تہمت لگائی ہو اور اس شخص کا مال کھایا ہو اور اس شخص کا خون بہایا ہو اور اس شخص کو مارا ہو پھر وہ اس کو اپنی نیکیاں دے پھر جو اس پر حقوق ہیں ان کے ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث:2581)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت اوس بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص ظالم کی مدد کرنے کے لئے اس کے ساتھ گیا جبکہ اس کو علم تھا کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔
(المعجم الکبیر: ج:1، ص:619)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی ظالم کے ساتھ گیا اس نے ظلم کیا۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ (السجدہ:22)
بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔
(جمع الجوامع، رقم الحدیث:23171)

حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کی انتہاء

حضرت یوسف علیہ السلام کو مار مار کر بھائیوں نے ظلم کی انتہاء کر دی تھی۔
چنانچہ زاد المسیر میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اصرار پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں حضرت یوسف علیہ السلام

ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے راستہ میں ان کے ساتھ شدید عداوت کا اظہار کیا۔ ایک بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو مارتا تو وہ دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تو وہ بھی ان کو مارتا پیٹتا اور انہوں نے ان میں سے کسی کو رحم دل نہ پایا۔ قریب تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیتے۔

اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کہہ رہے تھے۔

اے یعقوب (علیہ السلام)! کاش آپ جانتے کہ آپ کے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

تب یہودا نے کہا:

کیا تم لوگوں نے مجھ سے یہ پکا عہد نہیں کیا تھا کہ تم لوگ اس کو قتل نہیں کرو گے۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:190)

بھیجنے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سینے سے لگانا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بیٹوں کے ساتھ بھیجنے سے پہلے بوسے لیے اور سینے سے لگایا اور بہت ساری دعائیں دیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے لگے تو آپ علیہ السلام نے انہیں سینے سے لگایا، بوسہ لیا اور ڈھیروں دعائیں دیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:812)

بھائیوں کا اندھے کنویں میں ڈالنے پر اتفاق

جب ہر بھائی باری باری ظلم کی انتہاء کرتا گیا تو وہ اندھے کنویں پر پہنچ گئے اور سب نے اندھے کنویں میں ڈالنے پر اتفاق کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ (یوسف:15)

اور انہوں نے اس کو اندھے کنویں کی گہرائی میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا۔

اندھے کنویں پر لاکر قمیص اتارنا

تمام بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر کنویں پر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اتار دی۔

جامع البیان میں ہے۔

وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں پر لے گئے اور ان کو کنویں کی منڈیر پر کھڑا کر کے ان کی قمیص اتار دی جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس قمیص پر خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا۔

میری قمیص کو واپس کر دو تا کہ میں اس سے اپنے بدن کو چھپاؤں۔

بھائیوں نے کہا:

اب تم سورج اور چاند اور گیارہ ستاروں کو بلاؤ تا کہ وہ اس کنویں میں تمہاری غم گساری کریں۔

(جامع البیان: جز:12، ص:209 بیروت)

بھائیوں نے قمیص کیوں اتاری

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اس لیے اتاری کہ اس کو خون سے رنگ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے جائیں اور اپنے جھوٹے قول کو صادق قرار دے سکیں۔

جامع البیان میں ہے۔

وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں پر لے گئے اور ان کو کنویں کی منڈیر پر کھڑا کر کے ان کی قمیص اتار دی جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس قمیص پر خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیں گے۔

(جامع البیان: جز:12، ص:209 بیروت)

کنویں میں پھینکتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکتے وقت جو عمر مبارک ذکر کی گئی اس میں دو اقوال ہیں۔ ایک قول بارہ سال کا ہے اور دوسرا قول اٹھارہ سال کا ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پھر وہ آپ علیہ السلام کو کنویں پر لے گئے تا کہ اس میں پھینک دیں۔ آپ علیہ السلام کی عمر اس وقت بارہ سال تھی۔

اور بعض نے فرمایا۔

اٹھارہ سال تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:263 دار الفکر بیروت)

کنویں میں پھینکنا

جب بھائیوں نے قمیص اتار دی تو آپ علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا تا کہ آپ علیہ السلام وہاں مر جائیں۔

جامع البیان میں ہے۔

پھر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا تا کہ وہ پانی میں ڈوب کر مر جائیں۔

(جامع البیان: جز:12، ص:209)

کنویں میں پتھر کی پناہ لینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ علیہ السلام نے کنویں میں ایک پتھر کی پناہ لی اور اس پتھر پر کھڑے ہو گئے۔

جامع البیان میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام پانی میں گر گئے پھر انہوں نے کنویں کے ایک پتھر کی پناہ لی اور اس پتھر پر کھڑے ہو گئے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:209)

حضرت یوسف علیہ السلام کا کنویں کے کنارے چمٹنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ علیہ السلام کنویں کے کنارے سے چمٹ گئے۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
انہوں (بھائیوں) نے کنویں میں لٹکانا چاہا تو آپ علیہ السلام کناروں سے چمٹ گئے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:263 دار الفکر بیروت)

بھائیوں نے ہاتھ باندھ دیئے

بھائیوں نے جب آپ علیہ السلام کو کنویں میں لٹکانا چاہا تو آپ علیہ السلام کنویں کے کناروں سے چمٹ گئے پھر بھائیوں نے آپ علیہ السلام کے ہاتھ باندھ دیئے اور آپ علیہ السلام کی قمیص بھی اتار لی۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
پھر انہوں نے آپ علیہ السلام کے ہاتھ باندھ دیئے اور آپ علیہ السلام کی قمیص بھی اتار لی۔
آپ علیہ السلام نے کہا:
اے میرے بھائیو! مجھے میری قمیص تو واپس کر دو تا کہ میں کنویں میں اس کے ساتھ جسم کو ڈھانپ لوں۔
انہوں نے کہا:
اب سورج، چاند اور ستاروں کو بلاؤ جو تجھے انس دیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میں نے کچھ نہیں دیکھا پس آخر کار آپ علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:263 دار الفکر بیروت)

ڈول میں بٹھا کر لٹکانے کا قول

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ انہوں نے ڈول میں بٹھا کر لٹکایا تھا۔
چنانچہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ
انہوں نے آپ کو ایک ڈول میں بٹھا کر لٹکایا تھا جب آپ علیہ السلام کنویں کے درمیان میں پہنچے تو انہوں نے رسی کو چھوڑ دیا تا کہ آپ علیہ السلام فوت ہو جائیں۔ کنویں میں پانی تھا۔ آپ علیہ السلام اس میں گر گئے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:263 دار الفکر بیروت)

چٹان کا سہارا لینا

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو آپ علیہ السلام نے چٹان کا سہارا لیا اور اس پر ٹھہر گئے۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
پھر آپ علیہ السلام نے کنویں کے اندر چٹان کا سہارا لیا اور اس پر ٹھہر گئے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:263 دار الفکر بیروت)

کنویں میں رونا اور بھائیوں کا پتھر مارنا

جب آپ علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو آپ علیہ السلام وہاں رونے لگ گئے بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو پکارا تو آپ علیہ السلام نے سمجھا کہ انہیں اب رحم آ گیا ہے۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
بعض نے لکھا ہے کہ
انہوں نے جب آپ علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا تو آپ علیہ السلام رونے لگے۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کو ندا دی تو آپ علیہ السلام نے سمجھا اب انہیں رحم آ گیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اندر سے جواب دیا پھر انہوں نے پتھر مارے اور قتل کرنے کا ارادہ کیا تو یہودا نے انہیں منع کیا۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:263 دار الفکر بیروت)

لٹکاتے وقت رسی کا کاٹنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں کی نصف مسافت تک پہنچے تو انہوں نے رسی کاٹ دی جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام پانی کی تہہ میں جا گرے اور ایک پتھر کا سہارا لیا۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔
سدی وغیرہ کا کہنا ہے کہ بس باپ کی آنکھوں سے اوجھل ہونے کی دیر تھی کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے احترام و اکرام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایذا دہی شروع کر دی۔ آپ علیہ السلام کو برا بھلا کہنے لگے اور زدوکوب کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ پھر آپ علیہ السلام کو لے کر اس گہرے کنویں کی طرف بڑھے جس میں آپ علیہ السلام کو پھینکنے کا انہوں نے پروگرام بنایا تھا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے آپ علیہ السلام کو رسی کے ساتھ جکڑ دیا اور ڈول میں ڈال کر نیچے گرانا چاہا۔ آپ علیہ السلام ہر ایک سے رحم کی اپیل کرتے لیکن وہ چپت رسید کر کے اور برا بھلا کہہ کر آپ علیہ السلام کو پیچھے دھکیل دیتے۔ جب آپ علیہ السلام کنویں کے کناروں کے ساتھ چمٹتے تو وہ آپ علیہ السلام کے ہاتھوں پر ضربیں لگاتے۔ آخر کار انہوں نے آپ علیہ السلام کو کنویں میں لٹکا دیا۔ جب آپ علیہ السلام کنویں کی نصف مسافت پر پہنچے تو انہوں نے رسی کاٹ دی آپ علیہ السلام پانی کی تہہ میں جا گرے درمیان میں ایک پتھر تھا جسے راغوفہ کہا جاتا ہے اس کے اوپر آپ علیہ السلام کھڑے ہو گئے۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:812)

یہودا کا کنویں پر کھانا پہنچاتے رہنا

جب بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تو آپ علیہ السلام نے ایک چٹان کا سہارا لیا اور اس پر کھڑے ہو گئے پھر یہودا آپ علیہ السلام کو کھانا پہنچاتا رہا۔

جامع البیان میں ہے۔

اور یہودا ہی ان کو کنویں میں کھانا پہنچاتا رہا تھا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:209)

اللہ تعالیٰ کو پکارنا

روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا۔

تفسیر امام ابن ابی حاتم میں ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا!! اے وہ حاضر ہے جو غائب نہیں۔

اے وہ قریب ہے جو بعید نہیں۔

اے وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔

میری اس مشکل کو آسان کر دے اور مجھے اس کنویں سے نجات عطا فرما۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث 11376)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کو قمیص پہنانا

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص اتار لیا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو جبرائیل علیہ السلام قمیص لے کر تشریف لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا۔ قمیص کون سی تھی اور کیسے کیسے حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچی تھی اس کی تفصیل یوں ہے۔

زاد المسیر میں ہے کہ

یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور ان کے کپڑے اتار لئے گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو جنت کی ایک ریشمی قمیص پہنائی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت اسحاق علیہ السلام کو دی اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کو دی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو ایک غلاف میں ڈال کر وہ غلاف حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کنویں میں آئے اور غلاف سے وہ قمیص نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دی۔ (زاد المسیر: ج:4، ص:190)

گہرا و تنگ منہ والا کنواں

تمام بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو ایسے کنویں پر لے آئے جو تنگ منہ والا اور گہرا تھا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
وہ آپ علیہ السلام کو ایسے کنویں پر لے آئے جو گہرا تنگ منہ والا تھا۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:263 دارالفکر بیروت)

کنواں حضرت یعقوب علیہ السلام کی منزل سے تین فرسخ دور

جس کنویں پر حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائی لے آئے تھے وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی منزل سے تین فرسخ دور تھا۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
مقاتل نے فرمایا:
وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی منزل سے تین فرسخ پر لے گئے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:263 دارالفکر)

کس مقام پر لے گئے تھے

تمام بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو کس مقام پر لے گئے تھے اس میں چند اقوال ہیں۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
کعب نے فرمایا:
مدین اور مصر کے درمیان لے گئے تھے۔
وہب نے فرمایا:
اردن کی زمین میں لے گئے تھے۔
قتادہ نے فرمایا:
وہ بیت المقدس کا کنواں تھا۔ (معالم التنزیل: ج:3، ص:263 دارالفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی فرمانا

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ انہیں ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (یوسف:15)
اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ (گھبراؤ نہیں) عنقریب تم ان کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

وحی کا لغوی معنیٰ

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی کا معنیٰ ہے۔
اشارہ، کتابت، مکتوب، رسالۃ، الہام، کلام خفی۔
ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف القاء کرو۔
وحی میں اصل یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے آہستہ کلام کریں۔
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ (الانعام:112)

(شیاطین الانس والجن) ایک دوسرے کو خفیہ طریقے سے ملمع کی ہوئی جھوٹی بات فریب دینے کے لئے پہنچاتے ہیں۔
یہ اس لفظ کا اصل معنیٰ ہے پھر یہ الہام کے معنیٰ میں مقتصر ہو گیا۔
ابو اسحاق نے کہا:
وحی کا لغت میں اصل معنیٰ ہے خفیہ طریقہ سے خبر دینا۔ اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں۔ اسی طرح اشارہ اور کتابت کو بھی وحی کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ (الشوریٰ:51)

اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ وحی کرے جو کچھ اللہ چاہے۔
اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ بشر کو الہام یا خواب کی صورت میں خفیہ طریقہ سے خبر دیتا ہے یا بشر پر کتاب نازل کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی یا قرآن نازل فرماتا ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ ان میں سے ہر صورت اعلام کی ہے اگرچہ ان کے اسباب اور کلام کی نوعیت مختلف ہے۔
(تاج العروس: ج:10، ص:385، مطبعۃ الخیریہ مصر)

وحی کا شرعی معنیٰ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
شریعت کی خبر دینا وحی ہے اور کبھی وحی سے اس کلام کو مراد لیا جاتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔
(فتح الباری: ج:1، ص:9، مطبوعہ لاہور)

نزول وحی کی صورتیں و اقسام

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں۔

1-حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام قدیم سننا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

2-فرشتہ کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔

3-دل میں کسی معنیٰ کا القاء کیا جانا۔

4-گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

5-حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں جیسے ایک اعرابی کی شکل میں تشریف لائے۔

۶-حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام چھ سو پروں کے ساتھ آئے جن سے دت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

7-حضرت جبرائیل علیہ السلام کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں جیسے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئے۔

8-اللہ تعالیٰ براہ راست بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہو جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔

9-اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند میں ہم کلام ہو۔

جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ملا اعلیٰ! کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

10-نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔

11-وحی اسرافیل جیسا کہ مسند احمد میں ہے تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مؤکل رہے۔

(عمدۃ القاری: ج:1،ص:40 مطبوعہ مصر)

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کون سی وحی تھی؟

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی نبوت کی گئی یا اس وحی سے مراد الہام ہے۔

محققین کی ایک بڑی جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ

یہ وحی نبوت تھی۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بچے تھے یا بالغ تھے۔
بعض نے کہا:
حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت بالغ تھے اور اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر سترہ سال تھی۔
اور بعض نے کہا:
اس وقت آپ علیہ السلام بچے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی عقل کو کامل کر دیا اور آپ علیہ السلام میں وحی اور نبوت کی اس طرح صلاحیت رکھ دی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں صلاحیت رکھی تھی۔
وحی کے متعلق دوسرا نظریہ یہ ہے کہ
اس سے مراد الہام ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (القصص:7)
اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔
اور ارشاد فرمایا:
وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (النحل:68)
اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔
اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ
اس وحی سے مراد وحی نبوت ہے۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا حالانکہ اس وقت وہاں ایسے لوگ نہیں تھے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس وقت ان پر وحی نازل کرنے سے مقصود یہ تھا کہ ان کو حامل وحی الٰہی ہونے کے مرتبہ پر فائز کیا جائے اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں اور وحی کو وقت سے پہلے اس لیے نازل کیا تھا کہ ان کے دل سے گھبراہٹ پریشانی اور رنج و غم کو دور کیا جائے اور ان کو مطمئن اور پرسکون کیا جائے۔

بھائیوں کے سلوک پر آگاہ کرنے سے مراد

حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ وحی کی گئی کہ جب تم اپنے بھائیوں کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے تو اس وقت ان کو احساس نہیں ہوگا کہ تم یوسف ہو اور یہ وحی اللہ تعالیٰ کے حکم کو متضمن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت تک اپنے احوال سے والد کو بھی مطلع نہ کریں اور یہی وجہ ہے کہ اتنی مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حالات سے اپنے والد کو مطلع

نہیں کیا حالانکہ ان کو علم تھا کہ ان کے والد ان کے فراق میں سخت رنج اور غم میں مبتلا ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے اور وہ ان سختیوں پر صبر کریں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ اس شدید رنج وغم کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہیں گے اور اس سے دعا کرتے رہیں گے اور دنیا سے ان کی فکر منقطع رہے گی اور وہ عبادت کے درجہ عالیہ پر فائز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے عظیم قرب کے حصول کی خاطر مصائب اور شدائد کی گھاٹی سے گزرنا پڑتا ہے۔

بھائیوں کو خبر نہ ہو گی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

ا ...ن کو اس کی خبر بھی نہ ہو گی۔

اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

1-اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تم آج کے بعد کسی دن اپنے بھائیوں کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس وقت یہ پتا بھی نہیں چلے گا کہ تم یوسف ہو اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان کو یہ اطمینان دلایا جائے کہ ان کو عنقریب اس مصیبت سے نجات مل جائے گی اور وہ اپنے بھائیوں پر غالب ہوں گے اور وہ ان کے سامنے مغلوب ہوں گے اور سرنگوں اور ان کی قدرت اور اختیار میں ہوں گے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

جس وقت وہ گندم طلب کرنے کے لئے ان کے شہر میں داخل ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے، حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ہاتھ پر صاع رکھ دیا۔

اور فرمایا:

مجھے اس نے خبر دی ہے کہ تمہارے باپ کی طرف سے تمہارا ایک بھائی تھا تم نے اس کو کنویں میں ڈال دیا تھا اور تم اپنے باپ سے کہا تھا کہ اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا۔

2-ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کنویں میں یہ وحی کی کہ عنقریب تم اپنے بھائیوں کو ان اعمال کی خبر دو گے اور ان کے بھائیوں کو یہ خبر نہیں تھی کہ ان پر وحی نازل ہو رہی ہے اور اس وحی کو ان سے مخفی رکھنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر ان کو پتا چل جاتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی ہے تو ان کا حسد اور زیادہ ہو جاتا اور وہ پھر ان کو قتل کر دیتے۔

کنویں میں وحی کس لیے کی گئی

کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام پر وحی نبی کے لئے کی گئی تھی۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے مجاہد سے وَاَوْحَیْنَآ الیہ کے ارشاد کے متعلق روایت کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی بنانے کے لئے کنویں میں وحی کی گئی تھی۔

(الدر المنثور: ج:4 ص:14 العلمیہ بیروت)

کنواں شداد بن عاد کا تیار کردہ

جس کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا وہ شداد بن عاد کا تیار کردہ تھا۔
احسن القصص میں ہے۔
وہ کنواں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا شداد بن عاد کا تیار کردہ تھا۔
(احسن القصص، ص:38)

حضرت یوسف علیہ السلام کا ہنسنا

احسن القصص میں ہے۔
شمعون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے چھری نکال لی۔ حضرت یوسف علیہ السلام روبیل کے دامن سے لپٹ گئے لیکن اس نے بھی دور پھینک دیا مارنے لگا اور ہر بھائی نے ایسا ہی سلوک کیا اور ظلم وستم کی انتہاء کر دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت ہنس پڑے۔
یہودا نے کہا:
اے یوسف یہ مقام ہنسنے کا نہیں تو کیوں ہنسا ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
یہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے۔
جواب دیا کہ
ایک دن میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ جس کے ایسے قوی طاقتور اور بہادر بھائی ہوں اسے ہرگز کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا اور اس پر کوئی قابو بھی نہیں پا سکتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ کہا تو یہودا کے دل میں رحم پیدا ہو گیا۔
اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ
میرے دامن میں چھپ جاؤ۔ میں تیرا محافظ ونگہبان ہوں۔
اور پھر بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔
اگر تم یوسف (علیہ السلام) کو قتل کرنا چاہتے ہو تو پہلے مجھے قتل کرو۔
(احسن القصص، ص:36)

بیٹوں کا رات کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس روتے ہوئے آنا

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال لیا تو اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس رات کو روتے ہوئے آئے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ○ (یوسف:16)

اور وہ رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔

رات کے وقت کیوں آئے

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس روتے ہوئے آئے، رات کے وقت کا انتخاب انہوں نے اس لیے کیا تھا کہ یہ وقت ان کے عذر پیش کرنے کے لئے زیادہ مناسب تھا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:211)

بھیڑیئے کے کھانے کی خبر دینا

جب وہ رات کے وقت آئے تو بہت روتے ہوئے حاضر ہوئے اور کہا ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے تھے اور (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو اپنے سامان کے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور بھیڑیا آیا اور اسے کھا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ o (یوسف:17)

انہوں نے کہا اے ابا! ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا پس اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا اور آپ ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں۔

بیٹوں کے رونے کی حضرت یعقوب علیہ السلام کا وجہ پوچھنا

جب تمام بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس روتے ہوئے پہنچے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا تمہیں کیا ہوا اور کیوں رو رہے ہو۔

جامع البیان میں ہے۔

روایت ہے کہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے رونے کی آواز سنی۔

تو پوچھا:

کیا ہوا؟ کیا تمہاری بکریوں کو کوئی حادثہ پیش آ گیا؟

انہوں نے کہا:

نہیں۔

پوچھا:

یوسف (علیہ السلام) کہاں ہے؟

انہوں نے کہا:

ہم آپس میں دوڑنے کا مقابلہ کر رہے تھے تو اسی اثناء میں اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک چیخ ماری اور رونے لگے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:211)

بھیڑیئے کے کھانے کی خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کا بے ہوش ہونا

ایک روایت میں ہے کہ

جب انہوں نے کہا:

اس کو بھیڑیا کھا گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔ انہوں نے ان کو ہوش میں لانے کے لئے پانی کے چھینٹے مارے لیکن انہوں نے حرکت نہ کی پھر انہوں نے ان کو پکارا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر یہودا نے ان کے سانس نکلنے کے مواضع پر ہاتھ رکھا تو اس کو ان کے سانس لینے کا پتا نہیں چلا۔

تب یہودا نے کہا:

قیامت کے دن ہمیں سخت عذاب ہوگا۔ ہم نے اپنے بھائی کو ضائع کر دیا اور اپنے باپ کو قتل کر دیا پھر سحری کے وقت سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہوش نہیں آیا اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا سر روبیل کی گود میں تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے کہا:

کیا میں نے اپنے بیٹے کو تمہارے پاس امانت نہیں رکھا تھا؟ اور کیا میں نے تم سے پختہ عہد نہیں لیا تھا؟

اس نے کہا:

اے ابا جان! اپنا رونا بند کریں تو میں آپ علیہ السلام کو اس کا سبب بتاؤں۔

پھر کہا۔

ہم آپس میں دوڑنے کا مقابلہ کر رہے تھے اور یوسف (علیہ السلام) کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ اس اثناء میں اس کو بھیڑیا کھا گیا۔

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا:

اس کی قمیص کہاں ہے؟

تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر وہ قمیص پھینک دی حتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر بھی قمیص کا رنگ لگ گیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:128)

بیٹوں کا جھوٹ بولنا

بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے جھوٹ بولا کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کر رہے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا پس اس کو بھیڑیے نے کھالیا۔ ان کا یہ قول جھوٹا تھا۔

جھوٹ بولنے کی مذمت

جھوٹ بولنا ایک قبیح فعل ہے جو کہ بندے کو ہلاک کر دیتا ہے۔ حقیقت میں وہ خود کو پہلے تو بچا لیتا ہے مگر اس کا انجام بہت برا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ جھوٹ فجور (گناہ) تک پہنچاتا ہے اور فجور دوزخ تک پہنچاتا ہے۔ ایک شخص جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ج:2، ص:325 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس وقت تک بندہ کا ایمان مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ جھوٹ کو ترک نہ کر دے حتیٰ کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اور ریا کو ترک کر دے خواہ وہ اس میں صادق ہو۔

(مسند احمد: ج:2، ص:364 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارض مقدسہ میں لے گئے۔ میں نے دیکھا وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اس کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا اس نے وہ آنکڑا اس کی باچھ میں داخل کیا اور آنکڑے سے اس کی باچھ کو کھینچ کر گدی تک پہنچا دیا پھر وہ آنکڑا دوسری باچھ میں داخل کیا اور اس باچھ کو گدی تک پہنچا دیا اتنے میں پہلی باچھ مل گئی اور اس نے پھر اس میں آنکڑا ڈال دیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

جس شخص کی باچھ پھاڑ کر گدی تک پہنچائی جا رہی تھی یہ وہ شخص ہے جو جھوٹ بولتا تھا پھر اس سے وہ جھوٹ نقل ہو کے ساری دنیا میں پھیل جاتا تھا اس کو قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔

(صحیح البخاری: ج:1، ص:185 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آنا

جب وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ (یوسف:18)

اور وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگالائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کا قول رد فرمانا

جب بیٹوں نے جھوٹ بولا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور ساتھ قمیص پر جھوٹا خون بھی لگالائے تو تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اس کو بھیڑیئے نے تو نہیں کھایا بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑلی ہے پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ (یوسف:18)

(یعقوب نے) کہا (بھیڑیئے نے تو خیر نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دل نے ایک بات گھڑلی ہے پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قمیص کو سونگھنا اور چومنا

جب بیٹے قمیص کو جھوٹا خون لگا کر لے آئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے قمیص دکھاؤ تو انہوں نے وہ قمیص دکھائی تو آپ علیہ السلام نے اس کو سونگھا اور چوما پھر اس قمیص کو کہیں سے پھٹا ہوا نہ پا کر ارشاد فرمایا میں نے اتنا عقلمند بھیڑیا کبھی نہیں دیکھا جس نے میرے بیٹے کو کھالیا ہو اور قمیص صحیح وسالم بچ گئی ہو۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا!

مجھے اس کی قمیص دکھاؤ۔ انہوں نے اس قمیص کو سونگھا اور چوما پھر وہ اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے تو وہ ان کو کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہیں دکھائی دی۔

انہوں نے کہا:

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ میں نے آج سے پہلے اتنا عقل مند بھیڑیا کوئی نہیں دیکھا اس نے میرے بیٹے کو کھالیا اور اس کو قمیص کے اندر سے نکال لیا اور قمیص بالکل نہیں پھٹی۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:133 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بیٹوں کا بیان کو بدلنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص کو صحیح سلامت پایا اور فرمایا اتنا عقل مند بھیڑیا کبھی نہیں دیکھا جس نے میرے بیٹے کو کھالیا ہو اور قمیص بالکل نہ پھٹی ہو۔ تب بیٹوں نے اپنے بیان کو بدلا کہ اب تو ہم پھنس گئے ہیں لہٰذا انہوں نے کہا اس کو ڈاکوؤں نے قتل کیا ہے اس کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو معلوم تھا کہ واقعہ اس طرح نہیں ہوا جس طرح انہوں نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے پھر اپنا بیان بدلا۔

اور کہا:

اس کو بھیڑیے نے نہیں کھایا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:133 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا غصہ سے منہ موڑ لینا

جب بیٹوں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے نہیں کھایا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے غصہ ہو کر اپنا منہ موڑ لیا اور غم زدہ ہو کر رونے لگ گئے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے غصہ میں ان سے منہ موڑ لیا اور وہ غم زدہ ہو کر رو رہے تھے۔

انہوں نے کہا:

اے میرے بیٹو! بتاؤ میرا بیٹا کہاں ہے اگر وہ زندہ ہے تو وہ مجھے لا کر دو اور اگر وہ مر چکا ہے تو اس کو کفن پہناؤں اور دفن کروں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:133 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا غصہ دیکھ کر بیٹوں کا دوبارہ قتل کرنے کا منصوبہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے غصہ ہو کر منہ موڑ لیا تو بیٹوں نے کہا تم نہیں دیکھ رہے کہ وہ ہمیں کس طرح جھٹلا رہے ہیں آؤ ہم اس کو دوبارہ کنویں سے نکال کر اس کے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر کٹے ہوئے اعضاء لا کر دے دیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہوں نے آپس میں کہا۔

کیا تم ہمارے باپ کا حال نہیں دیکھ رہے وہ کس طرح ہمیں جھٹلا رہے ہیں آؤ ہم اس کو کنویں سے نکال کر اس کے اعضاء کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر اپنے باپ کے پاس اس کے کٹے ہوئے اعضاء لے کر آئیں تب وہ ہماری بات کی تصدیق کریں گے اور ان کی امید منقطع ہو جائے گی۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:133 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہودا کا بھائیوں کو ڈانٹنا

جب بھائیوں نے کہا آؤ دوبارہ چل کر اس کو کنویں سے نکالتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے باپ کے پاس لے آ

ہیں تب یہودا نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تم نے اس طرح کیا تو میں ساری عمر تمہارا دشمن رہوں گا اور تمہارے سارے کرتوت اپنے باپ کو بتا دوں گا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہودا نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو میں ساری عمر تمہارا دشمن رہوں گا اور میں تمہارے باپ کو تمہارے سارے کرتوت بتا دوں گا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:133 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھیڑیئے کو پکڑ کر لانا

جب یہودا نے کہا اگر تم حضرت یوسف علیہ السلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لائے تو میں اپنے باپ کو تمہارے سارے کرتوت بتا دوں گا تو بھائیوں نے کہا اگر تم روک رہے ہو تو ہمارے ساتھ چلو تا کہ ہم بھیڑیئے کو پکڑ کر لائیں تو وہ جنگل میں گئے اور بھیڑیئے کو پکڑا اور اس کو خون آلود کر دیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پکڑ کر لے آئے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہوں نے کہا:

اب جب کہ تم ہم کو اس تجویز پر عمل کرنے سے روک رہے ہو تو آؤ چلو ایک بھیڑیئے کا شکار کرتے ہیں پھر انہوں نے ایک بھیڑیئے کا شکار کیا اور اس کو خون آلود کر دیا اور اس کو رسیوں سے باندھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے کر آئے۔

اور کہا:

اے ابا جان! یہ ہے وہ بھیڑیا جو ہماری بکریوں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا تھا اور ہمیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے بھائی کو بھی اسی نے پھاڑ کھایا ہے اور یہ دیکھیں اس کے اوپر خون بھی لگا ہوا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھیڑیئے کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو سچ بتانا

جب بیٹے بھیڑیئے کو رسیوں سے باندھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوچھنے پر بھیڑیئے نے سچ سچ بتا دیا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(جب بھیڑیا لے آئے تو) حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اس کو کھول دو۔ انہوں نے اس کو کھول دیا۔ بھیڑیئے نے ایک جھرجھری لی اور حضرت یعقو علیہ السلام کے قریب آنے

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا۔

قریب آ، قریب آحتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنا رخسار اس کے چہرے پر رکھ لیا۔

اور کہا: اے بھیڑیئے! تو نے میرے بیٹے کو کیوں کھایا اور کیوں مجھے اتنا غم میں مبتلا کیا۔

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! اس کو گویائی عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے اس بھیڑیئے کو گویائی عطا فرمادی۔

تو اس نے کہا:

اس ذات کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو منتخب کر کے نبی بنایا ہے میں نے آپ علیہ السلام کے بیٹے کا گوشت نہیں دکھایا نہ اس کی کھال کو پھاڑا ہے نہ اس کے بالوں کو نوچا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم!

میں نے آپ علیہ السلام کے بیٹے کو نہیں دیکھا میں تو ایک مسافر بھیڑیا ہوں۔ میں مصر کے مضافات سے آرہا ہوں۔ میرا بھائی گم ہو گیا تھا میں اس کی تلاش میں نکلا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے اسی اثناء میں آپ علیہ السلام کے بیٹوں نے مجھے شکار کر لیا اور مجھے باندھ کر یہاں لے آئے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھیڑیئے کا انبیاء کرام علیہم السلام کا گوشت نہ کھانے پر قسم کھانا

بھیڑیئے نے جب ہر بات سچ بتادی تو ساتھ یہ بھی کہا کہ بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کا گوشت ہم پر اور تمام وحشی جانوروں پر حرام کر دیا گیا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

(پیچھے قسم کا پورا جملہ کہہ کر کہا) بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کا گوشت ہم پر اور تمام وحشی جانوروں پر حرام کر دیا گیا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھیڑیئے کا شہر چھوڑ جانے کی قسم کھانا

بھیڑیئے نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو جھوٹ بولنے پر قسم کھائی کہ میں ایسے شہر میں نہیں ٹھہروں گا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد وحشی جانوروں پر جھوٹ باندھتی ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(بھیڑیئے نے کہا) اور اللہ تعالیٰ کی قسم!

اب میں ایسے شہر میں نہیں ٹھہروں گا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد وحشی جانوروں پر جھوٹ باندھتی ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھیڑیا کو چھوڑ دینا

جب بھیڑیئے نے سب کچھ سچ بتادیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھیڑیئے کو چھوڑ دیا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(جب بھیڑیئے نے سچ بتادیا تو) حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کو چھوڑ دیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 9،ص: 134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سچ ہمیشہ نجات دلاتا ہے

یہ کہاوت سچ ہے کہ سچ ہمیشہ نجات دلاتا ہے جب بھیڑیئے نے سب کچھ سچ بتادیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بھیڑیئے کو چھوڑ دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولنے پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سچ کو لازم رکھو کیونکہ سچ نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے۔ایک انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے بچو اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں۔ایک بندہ ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6094)

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور عرض کیا۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا چاہتا ہوں مگر میں شراب نوشی، زنا کرنے، چوری کرنے اور جھوٹ بولنے سے محبت رکھتا ہوں۔

اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو حرام کہتے ہیں اور مجھ میں ان چیزوں کے ترک کرنے کی طاقت نہیں ہے۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قناعت کرلیں کہ میں ان میں سے کسی ایک چیز کو ترک کردوں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔

اس نے قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا۔جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گیا تو اس کو شراب پیش کی گئی۔

اس نے سوچا کہ

اگر میں نے شراب پی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شراب پینے کے متعلق سوال کیا اور میں نے جھوٹ بولا تو عہد شکنی ہوگی اور اگر میں نے سچ بولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد قائم کردیں گے۔ پھر اس نے شراب کو ترک کردیا۔ پھر اس کو زنا کی پیشکش ہوئی۔ اس کے دل میں پھر یہی خیال آیا۔ اس نے پھر اس کو بھی ترک کردیا۔ اسی طرح چوری کا معاملہ ہوا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور اس نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے جھوٹ بولنے سے روک دیا اور اس نے مجھ پر تمام گناہوں کے دروازے بند کردیئے اور پھر وہ تمام گناہوں سے تائب ہوگیا۔

(تفسیر کبیر: ج:6،ص:168)

وحشی جانور بھائی کی تلاش میں اور تم نے بھائی کو ضائع کردیا

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب بھیڑیئے نے سچ سچ بتادیا تو آپ علیہ السلام نے بھیڑیئے کو چھوڑ دیا اور اپنے بیٹوں سے فرمایا یہ وحشی جانور اپنے بھائی کی تلاش میں نکلا ہے اور تم نے انسان ہوکر اپنے بھائی کو ضائع کردیا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کو (بھیڑیئے) چھوڑ دیا۔

اور کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم اپنے خلاف حجت پکڑ کر لائے ہو یہ وحشی جانور اپنے بھائی کو تلاش کرنے کی مہم پر نکلا ہے اور تم نے انسان ہوکر اپنے بھائی کو ضائع کردیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:9،ص:134 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تو نے میرے دل کے پھل کو کھایا ہے

جب بیٹے بھیڑیئے کو پکڑ کر لائے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے بھیڑیئے تو نے میرے بیٹے اور میرے دل کے پھل کو کھایا ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ ایک بھیڑیا پکڑ کر لائے۔

اور کہا:

یہ وہ بھیڑیا ہے جس نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو کھایا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھیڑیئے کو مخاطب ہوکر فرمایا:

اے بھیڑیئے! تو نے میرے بیٹے اور میرے دل کے پھل کو کھایا ہے اللہ تعالیٰ نے بھیڑیئے کو قوت گویائی عطا فرمائی۔

تو اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے تو آپ علیہ السلام کے بیٹے کو دیکھا ہی نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا:
تو کنعان کی زمین کیسے آیا؟
اس نے کہا:
میں تو رشتہ داری کے صلہ رحم کے لئے آیا تھا کہ انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:264 دار الفکر بیروت)

بکری کا بچہ ذبح کر کے قمیص کو رنگا

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص خون سے رنگی۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔
کہتے ہیں کہ
انہوں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کے خون میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو لت پت کیا یہ وہم دلانے کے لئے کہ حملہ آور ہوتے وقت (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے یہ قمیص پہن رکھی تھی لیکن اس قمیص کو پھاڑنا بھول گئے اس لیے یہ کھیل کامیاب نہ ہوسکا۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:814)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
اگر درندے نے آپ علیہ السلام کو کھایا ہوتا تو آپ علیہ السلام کی قمیص ضرور پھٹ جاتی۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:814)
امام بغوی فرماتے ہیں کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
بھائیوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کا خون حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر لگا دیا تھا۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:263 دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں تین راتیں رہے

حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں تین راتیں رہے۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
یہودا آپ علیہ السلام کے پاس کھانا لاتا تھا اور آپ علیہ السلام کنویں میں تین راتیں رہے تھے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:263 دار الفکر بیروت)

اعتراض

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا! اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے۔

امام رازی نے اس مقام پر اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا اور تقدیر پر صبر کرنا واجب ہے لیکن ظالموں کے ظلم اور سازش کرنے والوں کی سازش پر صبر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کے ظلم اور سازش کا ازالہ کرنا واجب ہے۔ خاص طور پر اس وقت جبکہ کوئی دوسرا ان کے ظلم کا شکار ہو رہا ہو اور یہاں پر جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا جھوٹا کھل گیا اور ان کی خیانت ظاہر ہوگئی تو اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیوں صبر کیا اور انہوں نے اس معاملہ کا کھوج لگانے اور اس کی تفتیش کرنے کی پوری کوشش کیوں نہیں کی تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کی طرف سے نازل کردہ مصیبت سے نجات دلائی جاتی اور ان کے بھائیوں سے ان کے ظلم کا بدلہ لیا جاتا۔ یہ اعتراض اس وجہ سے اور قوی ہو جاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کے علم کی وجہ سے یقین تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کو وحی کے ذریعہ بھی یہ معلوم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ وسلامت ہیں۔ نیز حضرت یعقوب علیہ السلام اس علاقہ میں ایک معزز اور شریف انسان کی حیثیت سے مشہور تھے اگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا سراغ لگانے کی کوشش کرتے تو لوگ بھی آپ علیہ السلام کی مدد کرتے اس سے معلوم ہوا کہ ان حالات میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں صبر کرنا عقلاً اور شرعاً درست نہ تھا۔

جواب

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ان کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ نیز ان کو قرائن سے معلوم تھا کہ ان کے بیٹے بہت قوی اور زورآور اور خودسر ہیں۔ ان کو یہ خدشہ تھا اگر انہوں نے ان کے خلاف تفتیش کرنی شروع کی تو اپنے دفاع میں ان کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں گے۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی اور سلامتی کی خاطر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان بیٹوں کے خلاف کاروائی نہیں کی اور بڑی مصیبت کے مقابلہ میں چھوٹی مصیبت کو برداشت کرلیا اور ان کے فراق کو ان کی موت پر ترجیح دی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ

اگر حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے خلاف تفتیش اور کاروائی کرتے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اغوا کی واردات کی ہے اور اس میں بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کی سبکی اور بدنامی تھی۔ نیز جب باپ کو یہ معلوم ہوا کہ اس کے ایک بیٹے نے دوسرے بیٹے پر ظلم کیا ہے تو یہ باپ کے لئے سخت عذاب اور تکلیف کا باعث ہے۔ اگر وہ ظالم بیٹے کو یونہی چھوڑ دے اور اس کو کوئی سزا نہ دے تو مظلوم بیٹے کے لئے اس کا دل جلتا رہے گا اور اگر وہ اس کو قرار واقعی سزا دے تو اس سے بھی اس کو تکلیف ہوگی کیونکہ وہ بھی بہرحال اس کا بیٹا ہے اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام اس آزمائش میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے اس معاملہ میں صبر اور سکوت کرنا اور اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا ہی بہتر جانا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر جمیل

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا جھوٹ ثابت ہو گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اب تو صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

انہوں نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور اس کے خون میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لت پت کی یہ وہم دلانے کے لئے کہ بھیڑیا کے حملہ آور ہوتے وقت یوسف (علیہ السلام) نے یہ قمیص پہن رکھی تھی لیکن اس قمیص کو پھاڑنا بھول گئے۔ اس لیے یہ کھیل کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صراحتاً تو نہیں البتہ اشارۃً ان کے جھوٹ کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ

یعنی جس طرح تم کہہ رہے ہو معاملہ اس طرح نہیں بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لیے اس جرم کو آراستہ کر دیا اب میں تمہاری گھناؤنی سازش پر صبر جمیل کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے میری چارہ سازی فرمائے اور اس دکھ کو ٹال دے اور جس جھوٹ اور محال چیز کا تم دعویٰ کر رہے ہو اس پر میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کروں گا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:814)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا صبر جمیل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کی جس میں آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔

اس میں آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میری اور تمہاری مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہا تھا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۔

(صحیح البخاری، تفسیر سورہ یوسف: ج:6، ص:96)

صبر جمیل کی تعریف

مجاہد نے کہا:

صبر جمیل وہ ہے جس میں گھبراہٹ، بے قراری اور بے چینی نہ ہو۔

حبان بن جبلہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبر جمیل کے متعلق سوال کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ وہ صبر ہے جس میں کسی سے شکایت نہ کی جائے۔

ثوری کے بعض اصحاب نے کہا:

صبر میں تین چیزیں ہیں!

1-اپنادرد کسی سے نہ کہو۔

2-اور نہ اپنی مصیبت کسی سے بیان کرو۔

3-اور نہ اپنی تعریف کرو۔

(جامع البیان: جز:12، ص:216 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا صبر جمیل پر قول

صبر جمیل پر امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت کرنا حرام ہے اور جب آدمی اپنے مرض یا مصیبت کا کسی کے سامنے اظہار کرتا ہے اور وہ اس مرض اور مصیبت کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے فعل کی شکایت ہے اس لیے یہ حرام ہے۔ ہاں اگر اس پر قرائن ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فعل کو ناپسند نہیں کر رہا اور نہ اس پر ناراض ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت نہیں کر رہا بلکہ اپنے درد اور مصیبت کا اظہار کر رہا ہے تو پھر اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کرنا حرام نہیں ہے لیکن پھر بھی خلاف اولیٰ ہے۔

اور اولیٰ یہ ہے کہ

وہ مصیبت کا اظہار بالکل نہ کرے کیونکہ اس سے شکایت کا وہم ہوتا ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا:

جس نے اپنی مصیبت کا اظہار کیا اس نے صبر نہیں کیا۔

اور صبر جمیل کا معنی یہ ہے کہ

اس میں بالکل شکایت نہ ہو۔

(احیاء علوم الدین: ج:4، ص:255 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا۔

مومن کے تقویٰ پر تین چیزوں سے استدلال کیا جاتا ہے اس کو جو نعمت نہیں ملی اس کے حصول کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور جو نعمت مل گئی ہو اس پر راضی رہے اور جو نعمت اس سے جاتی رہی ہو اس پر اچھی طرح صبر کرے۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی معرفت کی نشانی یہ ہے کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت نہ کرو اور اپنی مصیبت کا ذکر نہ کرو۔

(احیاء علوم الدین: ج:4، ص:62 مطبوعہ بیروت)

صبر جمیل کے حصول کے اسباب

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صبر کی دو اقسام ہیں۔
کبھی صبر جمیل ہوتا ہے اور کبھی غیر جمیل ہوتا ہے۔
صبر جمیل وہ ہے جس میں بندہ کو یہ علم ہو کہ اس مصیبت کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے پھر اس کا یہ ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے اس پر کسی کا اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اور جب اس کے دل میں یہ یقین جاگزین رہے گا پھر وہ اپنی مصیبت کی کسی سے شکایت کرنے سے باز رہے گا۔
شکایت نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ
اس کو یہ علم ہوگا کہ اس مصیبت کو نازل کرنے والا حکیم ہے اور عالم ہے اور رحیم ہے اور جب وہ ان صفات سے موصوف ہے تو اس سے جو فعل بھی صادر ہوگا وہ حکمت کے مطابق اور درست ہوگا پس اس وقت وہ مصیبت پر صبر و سکون سے رہے گا اور اس مصیبت پر اعتراض نہیں کرے گا۔
اور تیسری وجہ یہ ہے کہ
جب اس پر یہ منکشف ہوگا کہ اس مصیبت کا نازل کرنے والا حق تعالیٰ ہے تو وہ اس کے نور کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جائے گا اور اس مشاہدہ میں اشتغال اس کو اس مصیبت کی شکایت کرنے سے باز رکھے گا اور ایسا صبر ہی صبر جمیل ہے۔ اور جب مصیبت پر صبر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی قضا پر راضی رہنے کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور غرض کی وجہ سے ہو تو پھر یہ صبر جمیل نہیں ہوگا۔

اور اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ
انسان کے تمام افعال، اقوال اور اعتقادات اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب کے لئے ہوں تو وہ اچھے اور نیک ہیں ورنہ نہیں۔

اسی وجہ سے حدیث مبارکہ میں ہے:
حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک کام کے متعلق فتویٰ دیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں اور کسی سے سوال نہیں کروں گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم اپنے دل سے فتویٰ لو خواہ تمہیں مفتی فتویٰ دیتے رہیں۔
(کنز العمال: رقم الحدیث 29339)
اور حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے وابصہ! تم نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے کے لئے آئے ہو۔

میں نے کہا:

جی ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں جمع کر کے ان کو اپنے سینہ پر مارا۔

اور تین بار ارشاد فرمایا:

اپنے نفس سے فتویٰ لو۔

اپنے دل سے فتویٰ لو۔

نیکی وہ ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ کام ہے جو تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور تمہارے سینہ میں تردد ہو خواہ تمہیں لوگ فتویٰ دیتے رہیں۔

(مسند احمد: ج:4، ص:228) (مشکوٰۃ: رقم الحدیث 2774)

پس اگر کسی کام کو کرنے کے بعد تمہارا دل یہ گواہی دے کہ یہ کام تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہے تو وہ نیکی ہے ورنہ نہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ اس انسان کو احکام شرعیہ اور حلال و حرام کاموں کا علم ہو اور ایسا نہ ہو کہ وہ کسی غیر شرعی کام کو اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھ کر کرتا رہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں جاہل لوگوں کا حال ہے۔

صبر جمیل پر اجر عظیم کی خوشخبریاں

صبر جمیل پر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے جب بندے کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی دنیا و آخرت کامیاب ہو جاتی ہے۔ چند احادیث مبارکہ صبر جمیل پر اجر عظیم ہونے کی دال ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

جب میں اپنے مومن بندہ کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اپنے عیادت کرنے والوں سے میری شکایت نہ کرے میں اس کو قید سے آزاد کر دیتا ہوں اور اس کا گوشت پہلے گوشت سے بہتر بنا دیتا ہوں اور اس کا خون پہلے خون سے بہتر بنا دیتا ہوں اور از سر نو اس کے عمل شروع کر دیتا ہوں۔

(سنن کبریٰ للبیہقی: ج:3، ص:375)

ایک اور روایت میں ہے۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کو دو قطرے زیادہ محبوب ہیں۔

1- ایک وہ قطرہ جو اس کے راستے میں گرا ہو۔

2-ایک وہ آنسو کا قطرہ جو اس شخص کی آنکھ سے گرا ہو جو آدھی رات کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے کھڑا عبادت کر رہا ہو۔
اور اللہ تعالیٰ کو دو گھونٹ زیادہ محبوب ہیں۔
1-ایک صبر کا وہ گھونٹ جب کوئی شخص سخت درد کو برداشت کر کے صبر کا گھونٹ بھر لے۔
2-دوسرا وہ گھونٹ جب کوئی شخص غصہ کو برداشت کر کے صبر کا گھونٹ پی لے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:7، رقم الحدیث 34398 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ اجر والا وہ گھونٹ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے غصہ کو ضبط کر کے صبر کا گھونٹ بھر لے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4189)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
صدقہ کو مخفی رکھنا اور مصائب اور بیماریوں کو چھپانا نیکی کے خزانوں میں سے ہے اور جس نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا اس نے صبر نہیں کیا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث 10050)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر جمیل پر بھنوؤں کا جھک جانا

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر جمیل کا یہ عالم تھا کہ بھنویں بھی جھک گئیں۔
حبیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھنویں جھک گئی تھیں وہ ان کو کپڑے کی ایک دھجی سے اوپر کر رہے تھے۔
ان سے پوچھا گیا۔
یہ کیا ہے؟
انہوں نے کہا:
میرے غم کو بہت لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔
تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ
اے یعقوب (علیہ السلام)! کیا تم مجھ سے شکایت کر رہے ہو؟
انہوں نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! مجھ سے قصور ہو گیا تو اس کو معاف فرمادے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:217 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

صبر جمیل میں شکوہ اور جزع خزع نہیں ہوتا

صبر جمیل میں شکوہ اور جزع خزع نہیں ہوتا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صبر جمیل وہ ہوتا ہے جس میں مخلوق کی طرف شکوہ اور جزع خزع نہیں ہوتا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:264 دارالفکر بیروت)

کنویں پر بھائیوں کا تماشہ دیکھنا

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال لیا تو تمام دن کنویں پر اس کے اردگرد تماشا دیکھنے کے لئے بیٹھے رہے کہ اس پر کیا گزرتی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ

کنویں میں ڈالنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تمام دن کنویں کے اردگرد بیٹھے تماشا دیکھتے رہے کہ یوسف (علیہ السلام) پر کیا گزرتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:814)

تین دن کنویں میں قیام

حضرت یوسف علیہ السلام تین دن کنویں میں قیام پذیر رہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

آپ علیہ السلام بقول ابوبکر بن عیاش تین دن تک کنویں میں رہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:814)

قافلے والے کا کنویں پر آنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام تین دن کنویں میں قیام پذیر رہے تو تین دن کے بعد ایک قافلہ کنویں کے گرد ٹھہرا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ (یوسف:19)

اور ایک قافلہ آیا۔

قافلہ کیسے آیا

قافلہ راستہ بھول گیا تھا اس راستہ کے بھولنے کی غرض سے انہوں نے کنویں کے گرد پڑاؤ کیا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
ایک قافلہ آیا جو مدین سے سفر کر کے مصر کی طرف جا رہا تھا وہ راستہ بھول گئے اور اس کنویں کے قریب پڑاؤ کیا یہ کنواں آبادی سے دور چرواہوں اور مسافروں کے لئے تھا اس کا پانی نمکین تھا لیکن جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا تو وہ پانی میٹھا ہو گیا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:265 دارالفکر بیروت)

عرضِ مصنف

میں کہتا ہوں قافلہ راستہ بھولا نہیں تھا بلکہ قدرت کی طرف سے انہیں بھلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کو زندہ رکھنا تھا اور اس سے بہت بڑے کام لینے تھے اور سب سے بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ کنویں والے نے خواب میں آپ علیہ السلام کے اٹھانے کا خواب دیکھا تھا۔

امام غزالی اس خواب دیکھنے والے کی تفصیل یوں بتاتے ہیں۔
مالک بن زعر خزاعی نے جب خواب دیکھا تھا تو تعبیر بتانے والے نے مالک کو یہ خوش خبری بھی سنائی تھی کہ وہ غلام جو تیرے ہاتھ آئے گا وہ صرف غلام ہی نہیں ہوگا بلکہ تو اس کے سبب تونگر ہو جائے گا اور پھر تونگری وفراخی قیامت تک تجھ میں اور تیری اولاد میں رہے گی اور اس کی برکت سے تو جہنم کی آگ سے نجات پا جائے گا اور اس کی دعا سے تو جنت میں داخل ہو جائے گا اور تیری اولاد بھی بہت ہوگی اور تیرا نام اور ذکر رہتی دنیا تک قائم اور روشن اور باقی رہے گا۔ اسی سورج کو پانے اور اسی ماہ جبین حاصل کرنے کے لئے وہ کئی دفعہ کنعان آیا لیکن اس کی خواب کی تعبیر پوری نہ ہوئی۔ آخر ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تیری اور اس سراپا حسن کی ملاقات میں ابھی پچاس سال باقی ہیں اور جب مالک ابن زعر تلاش کرتا ہوا تیسری بار کنعان کی سرزمین میں آیا اس نے دیکھا رای طیورتطیر حول الجب پرندے اس کنویں کا طواف کر رہے ہیں اور کنویں کے اردگرد اڑتے رہتے ہیں اور پرندے اس کنویں کے اردگرد اس طرح سے اڑ رہے ہیں جیسے حاجی لوگ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اصل میں فرشتے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کے لئے بھیجا تھا۔

(احسن القصص، ص:60)

کنویں پر پانی لینے کے لئے آنا

جب کنویں کے اردگرد قافلہ نے پڑاؤ کیا تو پانی لانے کی غرض سے قافلے والوں نے ایک شخص کو بھیجا۔ جب اس نے کنویں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول کی رسی کے ساتھ لٹک گئے اور جب ڈول ڈالنے والے نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے حسن و جمال کو دیکھا تو وہ خوشی سے چلایا اور کہا مبارک ہو یہ ایک حسین وجمیل لڑکا ہے ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے انتہائی حسین لڑکا دیکھا تو انہوں نے کہا ہم اس کو بڑی بھاری قیمت لے کر فروخت کر دیں گے اور اس سے ہم کو بہت نفع ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ (یوسف:19)

اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے ایک پانی لانے والے کو بھیجا پس اس نے اپنا ڈول ڈالا اس نے کہا مبارک ہو یہ ایک لڑکا ہے۔

کنویں سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکلنا

جب ڈول ڈالنے والے نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس سے لپٹ گئے اور جب اس نے ڈول کو باہر نکالا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو نہایت حسین وجمیل صورت میں دیکھ کر کہا یہ تو ایک بچہ ہے۔

تفسیر طبری میں ہے۔

محمد بن اسحاق نے کہا:

کنویں میں ڈالنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تمام دن کنویں کے اردگرد بیٹھے تماشا دیکھتے رہے کہ یوسف (علیہ السلام) پر کیا گزرتی ہے۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ ایک قافلہ اس کنویں کے نزدیک فروکش ہوا۔ انہوں نے پانی لانے کے لئے اپنا آبکش بھیجا جب وہ اس کنویں پر آیا اور اپنا ڈول اس میں ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پانی کے بجائے ایسا من موہنا بچہ دیکھ کر وہ آبکش خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ پکار اٹھا اے خوشخبری یہ (چاند سا) بچہ ہے۔

(تفسیر طبری: ج:12، ص:166)

مالک بن زعر کنویں پر آیا

جو شخص پانی لانے کے لئے آیا اس کا نام مالک بن زعر تھا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب قافلہ والے وہاں اترے تو انہوں نے ایک شخص کو پانی لانے کے لئے بھیجا جو مدین کا باشندہ تھا اور اس کا نام مالک بن زعر تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:265 دارالفکر بیروت)

بشریٰ ساتھی کا نام

جو شخص پانی نکالنے آیا تھا اور ڈول سے حضرت یوسف علیہ السلام کو نکالا اور کہا بشریٰ یہ تو ایک بچہ ہے۔ بشریٰ اس کے ایک ساتھی کا نام تھا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

سدی کا خیال ہے کہ

بشریٰ اس آبکش کے ساتھی کا نام ہے جسے اس نے پکار کر آگاہ کیا تھا کہ اسے ایک بچہ ملا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:815)

حضرت یوسف علیہ السلام کو مال تجارت کی غرض سے چھپانا

جب آبکش نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نکال لیا تو مال تجارت کی غرض سے چھپالیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً (یوسف:19)

اورانہوں نے یوسف کو مال تجارت بنا کر چھپالیا۔

گراہوا بچہ لقیط ہے

جس بچے کو اس کے گھر والے فقر و فاقہ کے خوف سے یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لئے گھر سے باہر راستہ میں ڈال دیں اس کو لقیط کہتے ہیں۔

اس کے بارے میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

جو چیز زمین سے اٹھائی جائے اس کو لقیط کہتے ہیں اور اس کا غالب استعمال اس بچہ کے لئے ہوتا ہے جس کو پھینک دیا جائے۔

(الصحاح: ج:2،ص:571)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جس زندہ بچے کو اس کے گھر والے فقر و فاقہ کے خوف یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لئے گھر سے باہر راستہ میں ڈال دیں اس کو لقیط کہتے ہیں۔ اس بچہ کو ضائع کرنے والا گناہ گار ہوگا۔ اگر کسی شخص کو یہ ظن غالب ہو کہ اگر اس بچہ کو نہ اٹھایا گیا تو یہ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کا اٹھانا فرض کفایہ ہے اگر اس کے علاوہ کسی اور کو اس بچہ کا علم نہ ہو تو پھر اس کا اٹھانا فرض عین ہے اسی طرح اگر وہ دیکھے کہ کوئی نابینا کنویں میں گرنے والا ہے تو اس کا بچانا فرض عین ہے۔

(درمختار مع ردالمختار: ج:6،ص:326 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک لقیط کی یہ تعریف یہ ہے کہ

جو بچہ عام راستہ پر پڑا ہوا ہو اور اس کا کوئی دعویدار نہ ہو عام طور پر یہ بچہ ہوتا ہے لیکن کبھی سمجھدار لڑکا بھی ہوتا ہے۔

(مغنی المحتاج: ج:2،ص:418)

اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک لقیط کی یہ تعریف ہے کہ

جس بچے کا نسب معلوم نہ ہو نہ اس کا غلام ہونا معلوم ہو یا وہ اپنی پیدائش سے لے کر سن شعور کے زمانہ تک اپنے گھر کا راستہ گم کر چکا ہو۔

(کشاف القناع: ج:4،ص:226)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک لقیط وہ چھوٹا بچہ ہے جو نابالغ ہو خواہ سمجھدار ہو اور کافر، کافر کو اٹھائے مسلمان کو نہ اٹھائے کیونکہ کافر مسلمان پر ولایت نہیں ہے اور مسلمان کافر اور مسلمان دونوں کو اٹھا سکتا ہے۔

(بدایۃ المجتہد: ج:2،ص:232)

لقیط کے شرعی احکام

علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی 587ھ لکھتے ہیں:
غلام اور آزاد ہونے کے اعتبار سے لقیط کا یہ حکم ہے کہ وہ آزاد ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے لقیط کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ آزاد ہے اور اس لیے بھی کہ اولاد آدم میں اصل یہ ہے کہ وہ آزاد ہیں کیونکہ غلامی تو ان کافروں کی حمایت میں لڑنے اور پھر جنگی قیدی ہونے کی وجہ سے عارضی ہوتی ہے اس لیے اصل پر عمل کرنا واجب ہے اور اس پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو آزاد انسانوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ اور اسلام اور کفر کے اعتبار سے لقیط کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کے شہروں یا ان کے مضافات میں ملا ہے تو وہ مسلمان قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر وہ مرگیا تو اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور اگر اس کو ذمی نے، یہودیوں یا عیسائیوں کی کسی عبادت میں پڑا ہوا پایا یا وہ ذمیوں کی کسی بستی میں ملا جس میں کوئی مسلمان نہیں تھا تو اس کو ظاہر حال کے اعتبار سے ذمی قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کو مسلمان نے کسی یہودیوں یا عیسائیوں کے معبد میں پایا یا اہل ذمہ کی بستی میں پایا تو اس کو ذمی قرار دیا جائے گا اور اس کے نسب کے اعتبار سے حکم یہ ہے کہ وہ مجہول النسب ہے حتیٰ کہ اگر کسی انسان نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کے نسب سے ہے تو اس کا دعویٰ صحیح قرار دیا جائے گا اور اس کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

اس کو زمین سے اٹھانے کا حکم یہ ہے کہ
اس کا اٹھانا مستحب ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لقیط کے اٹھانے کو نیک کام قرار دیا بلکہ اس کو بہت افضل نیکی قرار دیا کیونکہ لقیط ایک نفس انسان ہے اور اس کا کوئی محافظ نہیں بلکہ وہ ضائع ہونے کے خطرہ میں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے ایک انسان کی زندگی بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی بچائی۔

(المائدہ:32)

لقیط کو رکھنے کے اعتبار سے حکم یہ ہے کہ
جس شخص نے اس کو اٹھایا ہے وہ اس کو رکھنے کا زیادہ حق دار ہے اور کسی دوسرے کے لئے لقیط کو اس سے لینا جائز نہیں ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
جس شخص نے کسی مردہ زمین کو آباد کیا وہ اس کی ہے۔

اور اس کے خرچ کے اعتبار سے حکم یہ ہے کہ
اس کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہے اور اگر لقیط کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ملے تو وہ لقیط کا ہے جیسے اس کے جسم کے کپڑے اس کی ملکیت ہیں اور اگر وہ کسی سواری پر بندھا ہوا ملے تو سواری بھی اس کی ملکیت ہے اور پھر سواری کو بیچ کر اس کا خرچ پورا کیا جائے گا کیونکہ بیت المال سے ضرورت کی بناء پر خرچ لیا جاتا ہے اور اب ضرورت نہیں ہے اور اس کی جان اور اس کے مال کا ولی سلطان ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔

(بدائع الصنائع: ج:8، ص:318 تا 323 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو نکالتے وقت کنویں کا رونا

جب کنویں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو نکالا گیا تو کنواں رونے لگ گیا تھا۔

مجاہد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

کنواں رونے لگا تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اس سے نکالا گیا تھا۔

(تفسیر مظہری: ج:5، ص:187 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

خریدنے کا جھوٹا دعویٰ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالنے والے نے نکال لیا تو آپ علیہ السلام کو اس خوف سے چھپا لیا کہ اس میں شریک ہونے کا دعویٰ کریں گے حالانکہ نکالا تو میں نے ہے اس لیے اس نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خریدا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

قافلہ کے پانی لانے والے لوگوں نے آپ علیہ السلام کو متاع گراں بہا سمجھتے ہوئے چھپا لیا چونکہ ابھی خدشہ تھا کہ اگر قافلہ کے باقی لوگوں کو اس کی خبر بھنک پڑ گئی تو وہ بھی اس میں شریک ہونے کا دعویٰ کریں گے اس لیے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے کنویں کے پاس کے لوگوں سے یہ بچہ خریدا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:815)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ معاملہ کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا تھا کہ یہ کیوں کر رہے ہیں اور کس لیے کر رہے ہیں۔

یہودا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہ پا کر بھائیوں کو بلانا

یہودا تین دن تک حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں کھانا پہنچاتا رہا ایک دن وہ آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہ پایا اور پھر واپس دوڑا اور اپنے بھائیوں کو بلا کر لے آیا تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش کی جائے۔

تفسیر مظہری میں ہے۔

یہودا ہر روز آپ علیہ السلام کے پاس کھانا لاتا تھا اس دن وہ پہنچا تو یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہ پایا واپس جا کر اپنے بھائیوں کو خبر دی تو وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے۔

(تفسیر مظہری: ج:5، ص:187 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو تلاش کرنا اور دھمکی دینا

جس دن یہودا کھانا دینے آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پایا واپس جا کر اپنے بھائیوں کو بلا لایا اور بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش میں نکلے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تلاش کر لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو حقیقت حال بیان نہ کرنے کے لئے دھمکی بھی دی۔

تفسیر مظہری میں ہے۔

یہودا ہر روز آپ علیہ السلام کے پاس کھانا لاتا تھا اس دن وہ پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہ پایا۔ واپس جا کر اپنے بھائیوں کو خبر دی تو وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے تو انہوں نے مالک بن زعر اور اس کے ساتھیوں کا پڑاؤ دیکھا وہ ان کے پاس آئے حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پاس تھے۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ کی حقیقت کو چھپایا۔

اور کہا:

یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ

جب وہ یہ جھوٹ بول رہے تھے تو ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی دھمکی دی کہ حقیقت بیان نہ کرنا۔

(تفسیر مظہری: ج:5، ص:187 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

بھائیوں کی دھمکی پر حضرت یوسف علیہ السلام کا خاموش ہونا

جب بھائیوں نے دھمکی دی تو حضرت یوسف علیہ السلام قتل کے خوف سے خاموش رہے۔

تفسیر مظہری میں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ

جب وہ یہ جھوٹ بول رہے تھے تو ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی دھمکی دی کہ حقیقت بیان نہ کرنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام قتل کے خوف سے خاموش رہے۔

(تفسیر مظہری: ج:5، ص:187 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ علیہ السلام کے معاملہ کو پوشیدہ رکھا اور یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان کا بھائی ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اس راز سے پردہ نہ اٹھایا کہ کہیں بھائی انہیں قتل نہ کر دیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:815)

حضرت یوسف علیہ السلام کو چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچنا

تمام بھائیوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ میں پا لیا تو دعویٰ کیا کہ یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے اور ہم اس

تلاش کر رہے ہیں اگر تم اس کو خریدنا چاہتے ہو تو ہم اس کو بیچتے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (یوسف:20)
اور بھائیوں نے یوسف کو (قافلہ سے لے کر) چند کھوٹے درہموں کے بدلے میں بیچ دیا۔

چالیس یا بیس یا بائیس دراہم کے عوض بیچنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو (20) بیس دراہم یا 40 چالیس دراہم کے بدلے میں بیچا تھا۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے آپ علیہ السلام کو بیس دراہم کے عوض بیچ ڈالا اور یہ دراہم آپس میں بانٹ لئے۔
مجاہد نے کہا:
بائیس دراہم میں سودا کیا۔
محمد بن اسحاق اور عکرمہ نے کہا:
چالیس دراہم میں بیچا تھا۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:816)

تمام بھائیوں نے آپس میں دو دو درہم تقسیم کیے

جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ لیا تو حاصل ہونے والی رقم آپس میں بانٹ لی اور آپس میں دو دو درہم تقسیم کیے۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ بیچ فرماتے ہیں۔
تمام بھائیوں نے دو دو درہم تقسیم کر لیے تھے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:267 دار الفکر بیروت)

بھائیوں کا قافلے والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے باندھنے کا حکم

جب قافلے والے حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی قافلے کے پیچھے بھاگے اور ان کو جا کر کہا کہ ان کو باندھ لو یہ نہ ہو کہ یہ فرار ہو جائے۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔
مجاہد کہتے ہیں کہ
وہ آپ علیہ السلام کو بیچ دینے کے بعد قافلے کے پیچھے چل دیے۔

اور ان سے کہنے لگے کہ
اسے اچھی طرح باندھ لینا کہیں فرار نہ ہو جائے۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:816)

معالم التنزیل میں ہے۔
پھر مالک زعر اور اس کے ساتھی حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے تو بھائیوں نے ان کا پیچھا کیا۔
اور کہا کہ
اس سے عہد لو کہ یہ نہیں بھاگے گا۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:267 دار الفکر بیروت)

بیچتے وقت دستاویز لکھنا

حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچتے وقت انہوں نے یہ دستاویز لکھیں کہ مالک بن زعر نے یعقوب کے فلاں فلاں بیٹوں سے یہ غلام بیس درہم کے عوض خرید لیا ہے۔
سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
وہب بن منبہ اور دیگر نے کہا:
جب مالک بن زعر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے خریدا تو انہوں نے ایک دوسرے کو یہ دستاویز لکھ کر دی۔
مالک بن زعر نے یعقوب کے فلاں فلاں بیٹوں سے یہ غلام بیس درہم کے عوض خرید لیا ہے۔
(روح المعانی: ج:2،ص:310)

بھائیوں کی طرف سے زنجیروں اور بیڑیوں سے باندھنے کی شرط

جب بھائیوں نے دستاویز لکھ دیں تو ساتھ یہ بھی شرط عائد کر دی کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہے اس کو زنجیروں اور بیڑیوں میں باندھ کر رکھا جائے۔ اور انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنایا تھا۔
سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
ان کے بھائیوں نے یہ شرط عائد کی تھی کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہے اور اس کو زنجیروں اور بیڑیوں میں باندھ کر رکھا جائے اور انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا تھا۔
(روح المعانی: ج:2،ص:310)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قافلے کی رخصتی کے وقت بھائیوں کو دعا دینا

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر انتہا درجے کے ظلم کیے مگر حضرت یوسف علیہ السلام ایسے صابر نبی تھے کہ بیچ دینے کے باوجود اور بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑ دینے کی شرط عائد کرنے پر بھائیوں کو دعاؤں سے نواز رہے ہیں۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
رخصتی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا۔
اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے، ہر چند کہ تم نے مجھے ضائع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے، ہر چند کہ تم نے مجھے رسوا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اگر چہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا۔
(روح المعانی: ج:2،ص:310)

حضرت یوسف علیہ السلام کو زنجیروں اور بیڑیوں سے باندھ کر ننگے پالان پر بٹھانا

حضرت یوسف علیہ السلام کو زنجیروں اور بیڑیوں سے باندھ کر ننگے پالان پر بٹھایا گیا تھا۔
سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زنجیروں اور بیڑیوں سے باندھ کر ننگے پالان پر بٹھایا یعنی پالان پر کوئی فرش یا بچھونا نہیں تھا۔
(تفسیر روح المعانی: ج:2،ص:310)

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی والدہ کی قبر پر رونا

جب قافلے والے حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر روانہ ہوئے تو راستے میں اپنی والدہ محترمہ کی قبر آئی۔ آپ علیہ السلام اپنی والدہ کی قبر پر زار و قطار روئے اور استغاثہ اس طرح پیش کیا۔
سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
جب وہ قافلہ آل کنعان کی قبروں سے گزرا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی والدہ کی قبر کو دیکھا اور ایک سیاہ فام حبشی ان کے پہرے پر مامور تھا اس لمحہ میں وہ غافل ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اپنی والدہ کی قبر پر گرا دیا اور ان کی قبر پر لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ اور ان کی قبر سے گلے لگ گئے۔
اور اضطراب سے کہنے لگے!
اے میری ماں! سر اٹھا کر اپنے بیٹے کو دیکھئے وہ کس طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ گلے میں غلامی کا طوق پڑا ہوا ہے۔
اس کو اس کے بھائیوں نے اس کے والد سے جدا کر دیا۔
آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ
وہ ہم کو اپنی رحمت کے مستقر میں جمع کر دے۔ بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔
(روح المعانی: ج:2،ص:311)

حبشی کا حضرت یوسف علیہ السلام کو مارنا

جب حبشی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پالان پر نہیں دیکھا تو وہ پیچھے دوڑا اس نے دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس ہیں اس نے اپنے پیر سے خاک پر ٹھوکر ماری اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خاک میں رنگ دیا اور آپ علیہ السلام کو دردناک مار لگائی۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ادھر جب اس حبشی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پالان پر نہیں دیکھا تو وہ پیچھے دوڑا۔

اس نے دیکھا کہ

وہ ایک قبر کے پاس ہیں۔ اس نے اپنے پیر سے خاک پر ٹھوکر ماری اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خاک پر لوٹ پوٹ کر دیا اور آپ علیہ السلام کو دردناک مار لگائی۔

(روح المعانی: جز: 2، ص: 311)

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے مت مارو

جب حبشی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دردناک مار لگائی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے مت مارو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو بھاگا نہیں بلکہ اپنی والدہ کو الوداع کرنے لگ گیا تھا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا!

مجھے مت مارو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں بھاگا نہیں تھا۔ میں جب اپنی ماں کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے چاہا کہ میں اپنی ماں کو الوداع کہوں اور میں دوبارہ ایسا کام نہیں کروں گا جو تم کو ناپسند ہو۔

(روح المعانی: جز: 2، ص: 311)

حبشی کا بہت برا غلام کہنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں تو بھاگا نہیں تھا بلکہ اپنی والدہ محترمہ کو الوداع کہہ رہا تھا تو حبشی نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم تو بہت برا غلام ہے تو کبھی اپنے باپ کو پکارتا ہے اور کبھی اپنی ماں کو پکارتا ہے تو نے اپنے مالکوں کے سامنے اس طرح کیوں نہیں کیا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس حبشی نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم تو بہت برا غلام ہے۔ تو کبھی اپنے باپ کو پکارتا ہے اور کبھی اپنی ماں کو پکارتا ہے تو نے اپنے مالکوں کے سامنے ایسا کیوں نہیں کیا۔

(روح المعانی: جز: 2، ص: 312)

حضرت یوسف علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا

جب حبشی نے آپ علیہ السلام کو بہت برا غلام کہا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے اللہ عزوجل اگر تیرے نزدیک میرے یہ کام خطا ہیں تو میں اپنے دادا حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق علیہما السلام اور اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
(پچھلا قول ذکر کرنے کے بعد لکھا)
تب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی۔
اے اللہ عزوجل!
اگر تیرے نزدیک میرے یہ کام خطا ہیں تو میں اپنے دادا حضرت ابراہیم و حضرت اسحاق علیہما السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرمادے اور مجھ پر رحم فرما۔
(روح المعانی: ج:2،ص:312)

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کا رونا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو آسمان کے فرشتوں میں چیخ و پکار شروع ہوگئی اور وہ رونے لگے۔
سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
(جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی) تب آسمان کے فرشتوں نے چیخ و پکار کی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔
اور کہا: اے یوسف (علیہ السلام) اپنی آواز کو پست رکھیں۔ آپ علیہ السلام نے تو آسمان کے فرشتوں کو رلا دیا ہے۔
(روح المعانی: ج:2،ص:313)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا زمین پر اپنا پر مارنا اور گرد و غبار چھا جانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو فرشتے رونے لگ گئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین پر نازل ہوئے اور فرمایا کیا تم یہی چاہتے ہو کہ میں زمین کا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر کے زمین کو الٹ پلٹ کر دوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جبرائیل علیہ السلام ٹھہرو! بے شک اللہ تعالیٰ حلیم ہے جلدی نہیں کرتا تب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو زمین پر اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا۔
سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
(حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا) کیا آپ علیہ السلام یہ چاہتے ہیں کہ میں زمین کا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر کے اس زمین کو الٹ پلٹ کر دوں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:
اے جبرائیل علیہ السلام! ٹھہرو! بے شک اللہ تعالیٰ حلیم ہے جلدی نہیں کرتا تو جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا۔
(روح المعانی: ج:2،ص:313)

سورج گہن لگنا

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا زمین پر اپنا پر مارنے کے بعد زمین پر اندھیرا چھا گیا اور سورج کو گہن لگ گیا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو زمین میں اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا اور سورج کو گہن لگ گیا۔

(روح المعانی: جز:2، ص:313)

قافلے والوں کی اضطرابی

جب زمین پر اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا اور سورج کو گہن لگ گیا تو قافلے والوں کو سخت اضطرابی ہوئی۔ وہ ایک دوسرے کو پہچان نہیں پاتے تھے۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو زمین پر اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا اور سورج کو گہن لگ گیا اور قافلہ اس حال میں تھا کہ کوئی شخص دوسرے کو نہیں پہچان رہا تھا۔

(روح المعانی: جز:2، ص:313)

قافلے کے سردار کا پوچھنا

جب قافلے کے سردار نے گرد و غبار دیکھا اور سورج کو گہن لگا ہوا دیکھا تو کہا تم نے ایسا کوئی کام ضرور کیا ہے جس کی وجہ سے یہ حال ہو رہا ہے۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قافلہ کے سردار نے کہا:

تم میں سے کسی نے ضرور کوئی ایسا کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا گیا تھا۔ میں اتنے طویل عرصہ سے اس علاقہ میں سفر کرتا ہوں اور میرے ساتھ کبھی اس قسم کا معاملہ پیش نہیں آیا۔

(روح المعانی: جز:2، ص:313)

حبشی کا حضرت یوسف علیہ السلام کو تھپڑ مارنے کا بتانا

جب قافلے کے سردار نے اس تمام صورت حال کی وجہ پوچھی تو حبشی غلام نے کہا میں نے اس کو تھپڑ مارا تھا اور انہوں نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی تھی۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(قافلے کے سردار کے پوچھنے پر) تب حبشی غلام نے کہا:

میں نے اس عبرانی غلام کو ایک تھپڑ مارا تھا۔ تب اس نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کچھ دعا کی۔

اس نے کیا دعا کی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ہمارے خلاف دعا کی تھی۔

(روح المعانی: ج:2،ص:314)

قافلے کے سردار کا حضرت یوسف علیہ السلام سے معافی مانگنا

جب غلام نے سارا واقعہ سنا دیا تو قافلے کے سردار نے حضرت یوسف علیہ السلام سے معافی مانگی۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سردار نے کہا:

تو نے ہمیں ہلاک کرنے کا سامان کر دیا۔ اس غلام کو ہمارے پاس لے کر آؤ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر آیا۔

سردار نے آپ علیہ السلام سے کہا۔

اے لڑکے! اس نے تم کو تھپڑ مارا جس کے نتیجے میں ہم پر وہ عذاب آیا جس کو تم دیکھ رہے ہو۔ اگر تم بدلا لینا چاہتے ہو تو تم جس سے چاہو بدلہ لے لو اور اگر تم معاف کر دو تو تم سے یہی توقع ہے۔

(روح المعانی: ج:2،ص:314)

حضرت یوسف علیہ السلام کے معاف کرنے پر گرد و غبار چھٹ جانا اور سورج ظاہر ہونا

جب قافلے کے سردار نے حضرت یوسف علیہ السلام سے معافی مانگی تو آپ علیہ السلام نے انہیں معاف کر دیا اور آپ علیہ السلام کے معاف کرنے پر گرد و غبار چھٹ گیا اور سورج ظاہر ہو گیا اور مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اسی امید پر اس کو معاف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے تو اسی وقت وہ گرد و غبار چھٹ گیا اور سورج ظاہر ہو گیا اور مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی۔

(روح المعانی: ج:2،ص:314)

قافلے کے سردار کا حضرت یوسف علیہ السلام کی صبح و شام زیارت کرنا

قافلے کا سردار سمجھ گیا تھا کہ یہ کوئی عام ہستی نہیں بلکہ ارفع و اعلیٰ ہستی ہے اسی لیے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صبح و شام زیارت کرتا تھا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور وہ سردار صبح و شام حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کرتا تھا اور آپ علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

(روح المعانی: ج:2،ص:314)

حضرت یوسف علیہ السلام کا غسل کرنا اور حسن و جمال کا دوبالا ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر پہنچے تو دریائے نیل میں غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی تمام سفر کی تھکاوٹ

دور کردی اور آپ علیہ السلام کا حسن و جمال لوٹا دیا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے اور آپ علیہ السلام نے دریائے نیل میں غسل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے سفر کی تھکاوٹ دور کردی اور ان کا حسن و جمال لوٹا دیا۔

(روح المعانی: جز:2،ص:314)

حضرت یوسف علیہ السلام کا نور شہر کی دیواروں پر پڑتا تھا

قافلے کا سردار آپ علیہ السلام کو لے کر مصر کے شہر میں دن کے وقت داخل ہوا حضرت یوسف علیہ السلام جس راستے سے گزرتے تو آپ علیہ السلام کے چہرہ اقدس کا نور شہر کی دیواروں پر پڑتا تھا۔

سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وہ سردار حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر دن میں شہر میں داخل ہوا اور آپ علیہ السلام کے چہرے کا نور شہر کی دیواروں پر پڑ رہا تھا۔

(روح المعانی: جز:2،ص:314)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی جلوے

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مقدس ہر چیز سے پہلے پیدا کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام میں ودیعت کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے چمکتی تھی، اسی طرح نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں ہوا پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ محترمہ کے شکم اطہر میں تھے تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشبو کے حلے نکلتے تھے اور جب دنیا میں تشریف لائے تو زمانہ روشن ہو گیا اور جب دنیا میں اپنے مقدس لمحات گزارے تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرشمے ہی کرشمے نکلتے تھے۔ الغرض نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر اب تک بلکہ قیامت کیا جنت میں بھی میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے جلوے ہی جلوے ہوں گے۔

احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

سیرت حلبیہ میں ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھا۔

(سیرت حلبیہ: باب نسبہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم: ج:1،ص:47 دارالکتب العلمیہ بیروت)

پھر حضرت آدم علیہ السلام میں نور مقدس تشریف لایا۔
امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں۔
مروی ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو الہام فرمایا کہ وہ یہ عرض کریں۔
اے میرے رب عزوجل! تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے؟
تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اے آدم علیہ السلام! اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ علیہ السلام نے سر اٹھایا تو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے پردوں میں دیکھا۔
عرض کیا۔
اے میرے رب عزوجل! یہ نور کیسا ہے؟
تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
یہ نور تیری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے۔ اس کا نام آسمانوں میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور زمین میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ اور نہ ہی آسمان وزمین کو پیدا کرتا۔
(مواہب اللدنیہ: باب تشریف اللہ تعالیٰ لہ صلی اللہ علیہ وسلم: ج:1، ص:47 مکتبہ توفیقیہ قاہرہ مصر)
علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا تو وہ ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔
(تفسیر روح البیان: سورہ توبہ: تحت آیہ:128، ج:3، ص:543 بیروت)
علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا تو وہ نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ پھر یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا جو کہ ان کے وصی تھے اور ان کی اولاد میں سے تیسرے تھے۔ حضرت حواء رضی اللہ عنہا ایک بچہ اور ایک بچی اکٹھے پیدا کرتی تھیں۔ صرف حضرت شیث علیہ السلام کو اکیلے پیدا کیا۔ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی وجہ سے۔ پھر نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے ان کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا پھر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لایا۔
(تفسیر روح البیان: سورہ توبہ: تحت آیہ:128، ج:3، ص:543 بیروت)
محدث وفقیہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
حاصل کلام یہ ہے کہ
نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء کرام سے منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت اطہر میں خوب

ظاہر ہوا۔

(شرح شفاء: فصل اول: فیما جاء من ذالک مجئ المدح: ج:1، ص:50 بیروت)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب قریش قحط میں مبتلا ہوتے تو وہ حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر کی طرف لے جاتے اور ان کے ذریعہ تقرب خداوندی عزوجل تلاش کرتے اور بارش کے لئے دعائیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کثرت سے بارش عطا فرماتا۔

(مواہب اللدنیہ: باب طہارۃ نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم: ج:1، ص:63 مکتبہ توفیقیہ قاہرہ)

امام قسلطانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یمن کا بادشاہ ابرہہ جب (نعوذ باللہ) بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے آیا۔ حضرت عبدالمطلب تک یہ بات پہنچی۔

تو انہوں نے قریش کو کہا۔

اے گروہ قریش! وہ بیت اللہ کو نہیں گرا سکے گا کیونکہ یہ رب عزوجل کا گھر ہے وہ ہی اس کی حفاظت فرمائے گا۔ پھر جب ابرہہ آیا تو وہ قریش کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گیا حضرت عبدالمطلب کوہ ثبیر پر چڑھے تو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال (چاند) کی شکل میں ان کی پیشانی میں اس قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں چراغ کی طرح خانہ کعبہ پر پڑیں۔ جب حضرت عبدالمطلب نے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھا۔

تو ارشاد فرمایا:

اے گروہ قریش! واپس چلو تمہیں یہ امر کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب بھی یہ نور مجھ میں اس طرح چمکتا ہے تو فتح ہماری ہوتی ہے۔ تمام لوگ متفرق ہو کر واپس آگئے۔

(مواہب اللدنیہ: باب طہارۃ نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم: ج:1، ص:63 مکتبہ توفیقیہ قاہرہ)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں۔

جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے کر گئے تو ابرہہ نے سائیس کو حکم دیا کہ بڑے سفید ہاتھی کو لائے۔ یہ سفید ہاتھی تھا کہ (سدھانے کے باوجود) جس نے کبھی ابرہہ کو سجدہ نہیں کیا تھا حالانکہ باقی سارے ہاتھی اسے سجدہ کرتے تھے۔ جب ہاتھی کی نظر حضرت عبدالمطلب کے چہرے پر پڑی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا جیسے اونٹ بیٹھتا ہے۔ پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی عطا فرمائی۔

تو ہاتھی نے کہا:

سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے اے عبدالمطلب۔

(مواہب اللدنیہ: باب طہارۃ نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم: ج:1، ص:64 مکتبہ توفیقیہ قاہرہ مصر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

فرماتے ہیں۔

جب عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنے لخت جگر کی شادی کے لئے نکلے تو اہل تبالہ کی ایک یہودی کاہنہ پر گزر ہوا اس نے کتب بھی پڑھ رکھی تھیں اس کو فاطمہ بنت مر خثعمیہ کہا جاتا تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے رخ زیبا میں ایک نور دیکھا۔

تو اس نے کہا:

اے نوجوان! کیا تو ابھی میرے ساتھ جماع کی رغبت رکھتا ہے اور میں تجھے ایک سو اونٹ دوں گی۔

تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بہر حال حرام تو اس کے ارتکاب سے موت اچھی اور حلال ابھی ہے نہیں تو میں اس کے بارے میں ابھی غور کروں گا پس میرے لیے وہ امر کیسے ممکن ہے جس کی تو دعوت دیتی ہے۔ پھر والد گرامی کے ساتھ آگے تشریف لے گئے اور حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ رضی اللہ عنہم سے عقد فرمایا اور تین شبانہ روز آپ رضی اللہ عنہا کے پاس گزارے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک میں اس کا خیال تشریف لایا جس کی خثعمیہ عورت نے دعوت دی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے۔

تو اس نے کہا کہ

اے نوجوان تو نے میرے بعد کیا کیا؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی اور اس کے پاس تین دن ٹھہرا رہا۔

تو اس عورت نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں مشکوک عورت نہیں لیکن میں نے تیرے چہرے میں نور دیکھا تو میری خواہش ہوئی کہ وہ نور مجھ میں تشریف لائے لیکن اللہ تعالیٰ کو جہاں وہ نور رکھنا محبوب ہو وہیں اس نے رکھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم: فصل الثامن فی تزویج امہ آمنۃ بنت وہب: ج:1، ص:131 دار النفائس بیروت)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت کعب الاحبار کی روایت میں ہے۔

(جس رات نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے رحم مبارک میں تشریف لایا) اس رات آسمانوں اور زمین میں ندا کی گئی کہ نور مکنون رات کو اپنی والدہ کے بطن میں مستقر ہو جائے گا۔

(مواہب اللدنیہ: باب طہارۃ نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم: ج:1، ص:72 مکتبہ توفیقیہ قاہرہ مصر)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر میں موجود تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت قریب ہوئی تو ستارے اتنے قریب ہو گئے کہ میں نے کہا کہ ستارے مجھ پر گر جائیں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ایسا نور نکلا جس نے کمرے اور گھر کو بھر دیا۔ نور کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔

(معجم الکبیر: ج:1، ص:147 مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ)

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔
(مسند احمد: ج:5، ص:262، رقم الحدیث 22315)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:
جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا مغرب سب آفاق روشن ہو گئے۔
(طبقات ابن سعد: ج:1، ص:102 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج:1، ص:215 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہند ابن ابی ہالہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عظمت والے وجاہت والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا جیسے چودھویں شب کا پورا چاند۔
(شمائل محمدیہ وخصائل مصطفویہ: ص:34، رقم الحدیث:696 مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم موصل)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مقدس کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لئے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔
(خصائص الکبریٰ: باب الایۃ فی وجہہ الشریف: ج:1، ص:107 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔
اللہ تعالیٰ کی قسم!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔
(سنن دارمی: باب فی حسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ج:1، ص:44، رقم الحدیث:57 مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

مواہب اللدنیہ میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

(مواہب اللدنیہ: ج:1، ص:251)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی سورج کے سامنے جلوہ افروز نہ ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کے نور پر غالب آ گیا اور نہ ہی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آ گئی۔

ابن سبع نے کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نمودار نہ ہوتا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(شرح الزرقانی مواہب اللدنیہ: مقصد الثالث: فصل اول: ج:4، ص:220 دار المعرفۃ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کے لئے ہاتف غیبی سے آواز

جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے شہر کے دروازے پر پہنچے تو غیب سے منادی کرنے والے نے ندا دی جسے شہر کے ہر آدمی نے سنا کہ اے مصر میں رہنے والے لوگو تمہارے پاس ایک نوجوان آیا ہے کہ جو بھی دیکھے گا نیک بخت ہو جائے گا اور جو بھی اس سے ملاقات کرے گا وہ ہر مقصد میں کامیاب و کامران ہوگا۔ اٹھو اور اس کی زیارت سے فیض یاب ہو کر نہ صرف دنیا میں سکون و راحت حاصل کر لو بلکہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے بھی نجات پا جاؤ۔ پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام شہر میں داخل ہوئے تو پرندے خوشی میں چہچہانے لگے، سوکھے ہوئے درخت ہرے ہو گئے، بے پھل درختوں کو پھل لگ گیا، خزاں بہار میں بدل گئی، گلشن مہک اٹھے، لوگوں کے دلوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ اٹھی، غمگین و اداس دلوں کو سکون قلب حاصل ہو گیا۔ عوام الفت و محبت کے نشہ میں سرشار ہو گئے اور ہر ایک کو حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھنے کی تمنا پیدا ہو گئی۔ چنانچہ مصر کے سارے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کی خواہش لے کر مالک بن زعر کے کیمپ میں پہنچ گئے۔

مالک نے ان سے پوچھا کہ

تم لوگ اکٹھے کیوں ہوئے ہو۔

لوگوں نے بے قراری کے عالم میں جواب دیا۔

ہم اس غلام کو دیکھنا چاہتے ہیں جسے تو خرید کر لایا ہے۔

فرشتہ نے مالک کے کان میں کہا کہ

تو ان لوگوں سے کہہ دے جو شخص اس غلام کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ایک دینار اپنے ساتھ لائے۔

مطلب یہ کہ میں کسی کو اس حسین و جمیل غلام کو مفت میں نہیں دکھاؤں گا مصر کے تمام لوگ راضی ہو گئے اور بڑی بے تابی سے حسن یوسف علیہ السلام کا نظارہ کرنے لگے۔ اسی طرح مالک بن زعر کو چھ لاکھ دینار موصول ہوئے اور دوسرے دن دو دو دینار

کے عوض مالک کو دس لاکھ دینار حاصل ہوئے۔

(ماہ کنعان: ص 146 تا 147)

حضرت یوسف علیہ السلام کو سنوار کر بازار میں لانا

دوسرے جمعۃ المبارک کو مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اور بھی زینت بخشی، چمک دار دیبا کا لباس پہنایا، گیسوؤں میں موتی اور یاقوت پروئے، شاہانہ تاج پہنایا اور مشک وکافور سے ان کے بدن مبارک کو معطر کیا اور پاؤں میں سونے کی جوتیاں پہنائیں جن پر زمرد وعقیق کے ٹکڑے جڑے ہوئے تھے۔ ایک گھوڑا تیار کیا جس کی رکابیں سونے کی تھیں۔ مالک نے گھوڑے پر سوار کرا کے خود رکاب پکڑی اور ایک سنہری تخت پر بٹھایا اور پھر مالک نے منادی کرادی کہ

آج دیدار بناں مل مل دا کر لو رج نظارے پھر مڑ ڈھل ملے یا ناہیں دلبر دے دربارے

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اس قدر بنانے سنوارنے، سجانے اور زیب وزینت بخشنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ انہیں محض غلام ہی نہ سمجھ لیں بلکہ یہ جان جائیں کہ یہ بہت سی کرامات وکمالات کا مالک اور بڑی ہی شان وعظمت کا وارث اور بلند مقام رکھنے والا ایک خوبصورت شہزادہ بھی ہے اور پھر مالک نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خود ان الفاظ میں تعارف کرایا کہ

اس سے پہلے بھی شام کے سفر میں مجھے بہت سی مصیبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور مجھے مال میں کافی نقصان اٹھانا پڑتا تھا مگر جب سے میں نے یہ غلام خریدا ہے نہ مجھے سفر میں کوئی مشکل پیش آئی نہ ہی مال میں کوئی نقصان ہوا ہے اور یہ سب کچھ اس غلام یوسف (علیہ السلام) کی برکت سے ہوا۔

اس تعارف سے مالک کا مطلب یہ تھا کہ

لوگوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے پر اکسایا جائے اور عوام میں اشتیاق بڑھے اور مصر کے شہری اس کے حسن وجمال کو دیکھ کر اور عنبریں زلفوں میں گرفتار ہو کر اس کی قیمت بڑھانے میں دریغ نہ کریں۔ بالآخر مالک نے تمام پردے جو لٹکا رکھے تھے ہٹا دیئے جس سے حسن یوسف اپنی پوری رعنائیوں، دلفریبیوں اور خوبیوں کے ساتھ جلوہ ریز ہو گیا۔ جب لوگوں نے جمال یوسفی کا نظارہ کیا تو غشی میں آ گئے اور بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر گئے۔

اور پکار اٹھے۔

اے غلام! ہم نے آج تک تیری مثل کوئی نہیں دیکھا۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارک ایسے چمک رہا تھا جیسے سورج اور چاند روشن ہوتے ہیں۔

(ماہ کنعان: ص 148 تا 149)

بازغہ شہزادی کا خریدنے کے بجائے ایمان لانا

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احسن القصص میں بازغہ شہزادی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وہ اسطالون عمالقہ کی بیٹی تھی اور حسن وجمال میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی اور اپنی قوم پر حکمرانی کرتی تھی۔ جس شداد

باغ ارم بنایا تھا اس کی نسل سے تھی اور مصر کے قریب ہی کسی علاقہ کی شہزادی تھی جس کے حسن و جمال کا تذکرہ اور اس کی ناز بھری اداؤں کا نقشہ مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احسن القصص میں یوں بیان کرتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ مولوی غلام رسول کی احسن القصص امام غزالی کی احسن القصص کا نظم میں لفظی ترجمہ ہے۔

بازغہ نام دسے اک عورت سرور مصرہ نواحی — عادیوں دی سی قوم اوسے دی سرداری تے شاہی
جدوں نقابوں اکھیں کھولے تیر چھٹن وچہ غمزے — بھواں کماناں چشم دوناوک آب نشر وچہ رمزے
مال جمال جوانی خوشیاں پر دل کتے نہ ٹکدا — اس نے سنیا آج وچہ مصرے دلبر شامی وکدا

جناب مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب یوسف زلیخا میں بازغہ شہزادی کا ذکر کیا ہے۔
لکھتے ہیں:

بملک مصر زیبا دختری بود — کہ نسل عادیاں را سروری بود

سونے اور چاندی کے بھرپور خزانے لعل و جواہرات کے ڈھیر اور دیبا و کمخواب کے لباس ایک ہزار خچروں پر بھر کر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے اور خریدنے کا مصمم ارادہ سے مصر کی اس جوالا نگاہ کی طرف روانہ ہوگئی جہاں غلام فروخت ہوا کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے قریب پہنچی اور حسن یوسف علیہ السلام دیکھا۔ بھرپور اور پرکشش جوانی کا نظارہ کیا۔ دل فریب شباب کا مشاہدہ کیا اور قدرت کے اس حسین و جمیل شاہکار کی طرف نگاہ اٹھائی تو آنکھیں چندیا گئیں اور عقل حیران رہ گئی، ہوش و خرد گنوا بیٹھی اور دیوانوں کی طرح لڑکھڑانے لگی۔

مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بازغہ نے کڈھ پردے وچوں جاں دو نین وگائے — اگو وار نگاہ پئی پھر ہتھوں ہوش گوائے
کوئی نقاب نہیں کوئی حجاب نہیں — وہ سامنے ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں
ہوش آیا تو پکار اٹھی — تو کون ہے اور تجھے کس نے پیدا کیا

اور میں تو اتنا مال و متاع، لعل و جواہرات کے خزانے اور ہزاروں دیبا کے لباسوں کے عوض تجھے خریدنے آئی تھی لیکن تیرے حسن و جمال کو دیکھ کر میں سمجھ گئی ہوں کہ دنیا کے سارے قیمتی خزانے بھی تیرے حسن کی ایک چمک کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔

حدیث یوسف و وصفش چو بشنید — بماہ روئے او مہرش چو بشنید
بیا پوکاراں گرد نواحی ہرجا شہر گرائیں — لے اموال وہاجن چلی بازغہ یوسف تائیں

بازغہ شہزادی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا شہرہ سنا اور پتہ چلا کہ مصر کے بچے، جوان، بوڑھے اور عورتیں اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر بے خود و بے ہوش ہو جاتے ہیں تو اس کے دل میں بھی دیکھنے اور خریدنے کا شوق پیدا ہوا۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نصاب قیمتش معلوم خود ساخت — نہ ترتیب نصابش دل پرداخت

کہ بازغہ شہزادی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے مطابق اور ان کی جوانی و خوبصورتی کے پیش نظر خود ہی

ان کی قیمت لگائی کہ اگر مال و دولت کے علاوہ مجھے دل بھی قربان کرنا پڑا تو کردوں گی۔

ہزار اشتر ہمہ پاکیزہ گوہر — پراز دیبا و مشک و گوہر و زر

ہزار اونٹوں پر قیمتی موتی، ریشمی لباس، کستوری ولعل وسونا بھر کر مصر کی جانب روانہ ہوئی۔

مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مال متاع خزانے سارے شتریں کڈھ لدائے — گھت وہیر چلی ول مصرے دل وچہ شوق سوائے

یوسف دے اوخیر مقابل آپے آن کھلوئی — پنچھیاندے پر سڑدے جتھے تے اسنوں کدڈھوئی

مزید فرماتے ہیں۔

سوہنیاں زلفاں کس استاد بنایوں — ناز لٹایا شاہ حسن دیا ایتھے کیوں آ کر آیوں

کس نے ساری صورت تیری سوہنی حد بیانوں — ہیں پیدائش خاک زمینوں یا کاشے آسمان

حضرت یوسف علیہ السلام نے بازغہ شہزادی سے فرمایا کہ

میں بھی رب العالمین کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہوں اور میری صورت بھی اسی نے بنائی ہے۔

بازغہ پکار اٹھی کہ

جس رب العالمین نے تیری صورت بنائی ہے میں اس پر ایمان لے آتی ہوں وہ ایمان لے آئی اور اپنا سارا مال ومتاع جو حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لئے لائی تھی فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا اور خود ایک جھونپڑی میں بیٹھ کر یاد خدا کرنے لگی اور پھر ساری عمر عبادت الٰہی میں گزار دی۔ ایمان لانے کے بعد اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دوبارہ دیکھنے کے بعد جب واپس جانے لگی تو خوشی ومسرت میں جھوم جھوم کر یہ پکار اٹھی۔

توں ملیوں رب میل دتو ای بہت احسان کیتوئی — وچہ گزیاں جاہ میری دے زاد مراد ستیوئی

تیں جیہا میں مرشد ملیا ڈبدیاں تار گیوئی — الیس راہوں جو بھلیا پھردا مفت خوار گیوئی

(ماہ کنعان: ص: 151 تا 154)

زلیخا کا خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنا اور دل کھو بیٹھنا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احسن القصص میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مغرب کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ طیموس نامی گزرا ہے زلیخا اس کی بیٹی تھی اور اس زمانہ میں زلیخا سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں تھا نہ عورت اور نہ ہی مرد اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت پاک خواب میں دیکھی کہ وہ اس پاس کھڑا ہے۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن وجمال دیکھتے ہی عقل جاتی رہی اور بی بی زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام عاشق ہوگئی۔ دن رات ان کی صورت کا تصور کرکے روتی رہتی، ہوش وخرد کھو بیٹھی، رنگ زرد ہوگیا، ہجر وفراق میں آہیں بھرتی

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ

بھلا ایک نو سال کی نوخیز اور پاکدامن لڑکی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر پر فریفتہ و عاشق ہو کر اپنی عمر کے چالیس سال اپنے محبوب کی یاد میں گزارتی ہے اور وصل و وصال کی امید میں ساری ساری رات تارے گن گن کر بسر کرتی ہے اور شب وصال اگر محبت وارفتگی کے عالم میں اپنے محبوب کا دامن پکڑ لیتی ہے تو اس پر فحاشی کا الزام کیوں؟

دامن بھی کسی آوارہ انسان کا غلیظ دامن نہیں بلکہ ایک نبی کا پاک دامن کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام یعنی ایک نبی کی محبت میں سب کچھ بھولی گئی تھی سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی کی بات نہ سنتی نہ کسی کی طرف دیکھتی تھی نہ سوتی تھی۔ اس کے ذکر کے سوا اور کوئی بات نہ کرتی تھی۔ ہر شے کو یوسف کہہ کر پکارتی تھی۔ اور جب فصد کرواتی تو خون کا قطرہ زمین پر گرتا اس میں سے یوسف علیہ السلام کی آواز آتی تھی اور جب رات کو آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتی تو تاروں میں یوسف (علیہ السلام) کا نام لکھا ہوا دیکھتی تھی۔ اس کی محبت کی دیوانی ہو گئی تھی۔ اپنی خوبصورت بیٹی کی یہ حالت دیکھی تو باپ طیموس نے پوچھا: بیٹی تیرا یہ حال کیوں ہوا؟ جواب دیا۔ ابا میں نے خواب میں صورت دیکھی ہے جس کی مثل و مثال زمانہ بھر میں نہیں ہے وہ سوہنی اور دل فریب صورت میرے دل میں سما گئی ہے اور اسی کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہوں۔ دوسری بار پھر خواب میں حسن یوسف علیہ السلام کا مشاہدہ کرتی ہے۔

تو پوچھتی ہے کہ

جس صورت گر نے تجھے یہ صورت عطا کی ہے تجھے اس ذات کی قسم بتا تو کون ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ

میں ایک انسان ہوں اور میں تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے ہے۔

زلیخا پھر عقل و ہوش گنوا بیٹھی اور دیوانوں کی طرح دن رات محبوب کی یاد میں تڑپنے لگی۔ باپ نے بیٹی کو پاگل سمجھ کر قید کر دیا۔ وہ ایک سال تک قید رہی پھر زلیخا نے تیسری بار حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا دامن پکڑ کر پوچھا:

بتائیں تجھے کہاں تلاش کروں۔

جواب دیا کہ

مجھے مصر میں تلاش کرنا کیونکہ میں مصر کا بادشاہ ہوں۔

مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بی بی زلیخا کا ذکر کچھ اس طرح سے کرتے ہیں۔

شاہ طیموس بڑا سدا دے مغرب وچہ دیارے　　مشتری ورے فلک دے خادم اوسدی ٹہل گزارے
اک دختر اس نام زلیخا پر انوار صفائی　　حوراں اسدیاں خدمتگاراں پریاں چیز نہ کائی

آگے مولوی صاحب زلیخا کے حسن و جمال کی تشبیہات و استعارات کے ذریعہ عجیب و غریب تعریف کرتے ہوئے اور اس کے بدن مبارک کے ایک ایک عوض کی رنگینی و خوبصورتی کو اپنے دل کی گہرائیوں اور جگر کے زخموں پر پٹی باندھنے کے لئے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

پئی زلیخا نیندر اندر دل دے پردے کھلے　　جھل دلا کجھ ہوون لگا زخم وجے تن ڈلے
اچن چیت جوان ڈٹھا سو واہ قربان جوانی　　لٹکے زلف زنجیراں والی نور ورھے پیشانی

پھر آگے حسن یوسف علیہ السلام کو لعل و جواہرات سے مزین کرتے اور سچے موتیوں کے جھالر سے زینت بخشتے اور زلیخا کی حالت زار اور محبوب کی جدائی میں دن رات رونے اور عشق سے پیدا ہونے والی بے تابیوں کا ذکر کرتے ہوئے تیسری بار خواب میں دیکھنے کا دل کش منظر یوں پیش کرتے ہیں کہ آخر زلیخا نے اپنے محبوب اور خدا کے نبی محبوب اللہ تعالیٰ کے رسول محبوب اور رب عزوجل کے پیغمبر محبوب کا ٹھکانہ پوچھ ہی لیا۔

پہلے نام ٹھکانہ مینوں اپنا دس شتابی ۔ پڑھ پڑھ نام تیرا دم کرساں دلوں چکی بے تابی
ہیں توں کون کتھے گھر تیرا جگ وچہ کی سداویں ۔ دے جواب سوال میرے دا پھیر متاں چھل جاویں

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔

فرمایا ہے تدھ زلیخا ایہا دل دا بھاناں ۔ میں ہاں آپ عزیز مصر دا میرا مصر ٹکاناں

بس پھر کیا تھا کہ زلیخا کو ہوش آ گیا دکھ مٹ گئے۔ دیوانگی جاتی رہی، رونا ہنسی میں بدل گیا، زنجیریں کٹ گئیں، قید سے رہائی مل گئی، زندگی کی خزاں میں بہار آ گئی۔ اداسی دور ہوگئی اور چہرے پر رونق برسنے لگی۔ باپ طیموس کو اطلاع دی کہ میری مرض دور ہوگئی ہے اور مجھے صحت حاصل ہوگئی ہے۔

باپ نے پوچھا:
یہ اداس اور غم گین دن یہ خوشی و مسرت کی لہریں کیوں اور تیری زندگی کے گلشن میں چلنے والی باد خزاں پر موسم بہار کا تسلط کیسے اور تیری خطرناک بیماری کا علاج کس نے کیا؟

بیٹی زلیخا نے جواب دیا کہ

نیل ندی دے کنڈھے وسدا مصر نصیباں والا ۔ بہشتوں نازل ہوئی جگ وچہ نیل اوجالا

کہ میرے ہر درد والم کا علاج کرنے والا مصر کا والی ہے۔

مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ اس خوش گوار موقعہ کے نشیب و فراز کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں کہ دنیا کے سخنوری کے مطابق یوں کہتے ہیں کہ

در مغرب زمیں شاہی نباموس ۔ ہمیزد کوس شاہی نام طیموس
زلیخا نام زیبا دختری داشت ۔ کہ بار او از ہمہ عالم سری داشت

کہ دیار مغرب میں طیموس نامی ایک شہنشاہ گزرا ہے جس کی ایک لڑکی تھی نام اس کا زلیخا تھا اور باپ کو بہت ہی پیاری تھی آگے جامی رحمۃ اللہ علیہ زلیخا کے حسن و جمال کو اپنی پسندیدہ تشبیہات و اپنے دل فریب استعارات میں اس کی تعریف کرتے ہوئے آگے چل کر کہتے ہیں کہ زلیخا نے حسن یوسف علیہ السلام کا نظارہ خواب میں کیا تو عشق و محبت کی آگ سینہ میں بھڑک اٹھی اور پھر تیسری بار دیکھنے اور پتہ پوچھنے تک اس آگ میں جلتی رہی اور جمال محبوب کے تصور میں دن رات اداس و غمگین رہنے لگی اور جب تیسری بار دیکھا تو پوچھا:

کہ اندوہ مرا تو تاہیم دہ ۔ زنام شہر خویش آگاہ ہیم دہ

کہ مجھے غم واندوہ کے ظلمت کدہ میں لانے والے مجھے اپنے شہر کے نام سے تو آگاہ کر دے تاکہ میں تیرے شہر اور ٹھکانے کو یاد کر کے سارے غم واندوہ بھلا کر خوشی ومسرت کی روشنی پیدا کرسکوں۔

محبوب نے جواب دیا۔

بگفتا گر بدیں کا رت تمام ست عزیز مصر و مصرم مقام ست

کہ اگر تیرا یہی مقصد ہے تو یاد رکھ میں عزیز مصر یعنی مصر کا بادشاہ ہوں اور مصر شہر ہی میرا ٹھکانہ ہے۔

(ماہ کنعان: ص 155 تا 160)

زلیخا مصر کے بازار میں

ایک دن زلیخا کنیزوں کے ہمراہ اپنی مخصوص عماری پر سوار ہو کر مصر کے چمن کی سیر کر کے واپس ہوئی تو شہر کے بازار میں مصریوں کا ہجوم دیکھا۔

تو کنیزوں سے پوچھا:

یہاں کیا ہو رہا ہے اور لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔

حال پچھے اتھے کیا اچنبہ باندیاں راز وسائے یوسف نام بندہ کنعانی وکدا ہے ات جائے

پوچھا:

بکنے والا غلام اتنا ہی حسین ہے کہ مصری لوگ اسے خریدنے کے لئے مال و دولت لے آئے ہیں اور اس کا نظارہ کرنے کی خاطر ایک دوسرے پر گرتے جا رہے ہیں۔ بی بی زلیخا حیران تھی کہ پہلے بھی اس جگہ پر غلام بکتے رہے ہیں لیکن کبھی اتنی خلقت دیکھنے اور خریدنے کے لئے نہ آئی تھی اس غلام میں کون سی خوبیاں ہیں کہ مصر کے لوگوں کو جس نے اپنا دیوانہ بنا دیا ہے اور ہر مصری کے دل میں خریدنے کی تمنا پیدا کر دی ہے اور پھر اپنی پرانی خدمت گزار وفادار دائی سے کہا ذرا عماری کا پردہ تو اٹھا تاکہ میں بھی اس بکنے والے غلام کو دیکھ لوں۔

دائی نے پردہ اٹھایا تو

کرے وچار نظر کر دیکھاں ڈٹھس گھت نظارہ پئی نظر چھٹ گیاں آہیں لیا پچھن پیارا

تو پکار اٹھی!

شہر وکیس میں جنگل ڈھونڈاں سستے مل وکاویں سائی جان جہان نہ قیمت ارزاں اجے دسیاویں

احسن القصص میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس پرکیف نظارے کو یوں بیان کرتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بکنے کا دن آیا تو والی مصر نے زلیخا کو بھی وہاں بھیج دیا کہ غلام کو دیکھ آئے جس کے حسن و جمال کا شہرہ سارے شہر میں پھیل گیا ہے پس پھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حیران رہ گئی اور وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ غلام کون ہے۔ پس پھر حسن یوسف علیہ السلام کا مشاہدہ کیا تو زلیخا بے ہوش ہو گئی اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ ہوش آیا تو دائی نے پوچھا:

مالک زلیخا! تجھے کیا ہو گیا ہے؟

زلیخا نے جواب دیا۔
یہی میرا حقیقی شوہر ہے جن کو میں نے دونوں جہانوں میں سے پسند کیا اور جس کے انتظار میں میں نے چالیس سال بے قراری میں آنسو بہاتے ہوئے گزارے ہیں۔
(ماہ کنعان: ص: 162 تا 164)

شاہ مصر کا زلیخا کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنا

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
پھر پکارنے والے نے پکارا!
اس غلام کو کون خریدے گا۔
زلیخا نے ندا سنی تو عزیز مصر کی طرف پیغام بھیجا کہ جلدی آؤ اور اس غلام کو جتنی قیمت پر ہو خرید لو کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسا خوبصورت غلام کوئی اور خرید لے۔ پس جب سوداگروں کو پتہ چلا کہ دوسرے گاہکوں کی طرح مصر کی زلیخا بھی اس غلام کو خریدنے کی خواہش رکھتی ہے تو وہ قیمت بڑھانے سے رک گئے۔
مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کے بازار میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بکنے کی کیفیت یوں بیان کی ہے۔

چو یوسف شد بخوبی گرم بازار شد ندش مصریاں یکسر خریدار

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنی تمام خوبیوں، رعنائیوں اور دل فریبیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے اور ان کے حسن و جمال کا بازار گرم ہوا تو مصر کے تمام لوگ یکدم ان کے خریدار بن گئے! لیکن جب مالک نے فرشتہ کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت سنائی تو

خریداران دیگر لب بہ بستند پس زا نوی نو میری نشتند

دوسرے تمام خریداروں نے خاموشی اختیار کر لی اور نا امید ہو کر بیٹھ گئے۔
اور اسی طرح مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

جس نوں یار وکیندا ایسے قیمت ہووس پلے اسدے جیہا نہ طالع والا اسدے کرم سولے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
پھر والی مصر نے مالک ابن زغر سے کہا کہ
تو اس غلام کو کتنے میں فروخت کرے گا۔
مالک نے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت سنائی کہ غلام کے ہم وزن برابر تول کر سونا، چاندی، موتی یاقوت، ابریشم، عنبر اور کستوری ہموزن تول کر لوں گا۔
صوفی راقب رحمۃ اللہ علیہ جو پرانے زمان کا نعت خواں شاعر تھا۔
وہ تو کہتا ہے کہ

محبوب کو خریدنے کے لئے یہ سونا و چاندی یہ لعل و جواہرات اور یہ عنبر و کستوری تو کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ

جے سر دتیاں مل جائے راقب او پیارا بڑا ستا سودا خریدار نوں اے

پھر مالک مصر نے ابن زغر سے کہا کہ۔۔

میں اس قیمت پر اس غلام کو خریدنے کے لئے تیار ہوں۔اور پھر ترازو کے ایک پلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بٹھا دیا گیا اور دوسرے پلے میں مصر کا شاہی خزانہ تلنے لگا۔حضرت یوسف علیہ السلام زیرلب مسکرائے اور حیران ہوئے اپنی قیمت دیکھ کر کہاں بیس روپے کھوٹے اور کہاں مصر کا خزانہ۔

جواب دیا۔

وہاں قیمت دینے والے تیرے بھائی تھے اور آج قیمت ڈالنے والا تیرا خدا ہے۔

پھر لوگ حیران رہ گئے یہ دیکھ کر کہ

شاہ مصر دا کل خزانہ تے تل گئی دولت ساری پر نور نبوت والا پلا اجے وی دسدا بھاری

والی مصر نے ابن زغر سے کہا کہ

میں اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔مالک ابن زغر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے حوالے کر دیا۔

(ماہ کنعان:ص:164 تا 166)

حضرت یوسف علیہ السلام کا مالک بن زغر کو خواب یاد دلانا

مالک ابن زغر نے بیچنے سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان زغر اور یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے درمیان سے پردے اٹھا دیئے۔مالک ابن زغر قیمت دیکھ کر اور مال و دولت کے خزانے لے کر تو بہت خوش ہوا لیکن جب اس نے یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا تو چلانے لگا۔وخر مخشیا اور بے ہوش ہو کر گرا کہ لوگوں نے سمجھا کہ مر گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

مالک تجھے کیا ہو گیا۔

جواب دیا کہ

اگر میں نے فروخت کرنے سے پہلے تجھے اصلی صورت میں دیکھ لیا ہوتا تو تجھے کبھی نہ بیچتا۔اے یوسف علیہ السلام تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی وقت بھی تجھے بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔آج اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے مجھے بتادے کہ تو کون ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔

میں وہی ہوں جسے تو نے لڑکپن میں خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان سے سورج اتر کر میری جھولی میں آ گیا ہے اور معبروں نے تجھے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی تھی کہ ایک خوبصورت غلام تیرے ہاتھ آئے گا جس کی معرفت تیری تقدیر بدل جائے گی اور وجوہرات کے خزانے تیرے دامن میں بھر دیئے جائیں گے اور تو بے بہا مال و دولت اور بے شمار متاع و ثروت کا مالک بن

جائے گا اور جہنم کی آگ سے بھی نجات پائے گا میں وہی غلام ہوں۔ میرا نام یوسف (علیہ السلام) ہے اور تو میری قیمت بیس درہم کھوٹے دے کر بہت خوش ہوا تھا اور پھر تو نے مجھے قیدی بنا کے رکھا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں اور پاؤں میں لوہے کی زنجیریں پہنا دیں اور پھر تیرے نوکر نے مجھے طمانچے مارے اور میری ماں کی قبر پر مجھے فاتحہ بھی نہ پڑھنے دی۔

دائم مرحوم کہتے ہیں۔

کول رکھ کے قدر نہ جاتیا اوہن ویچ کے ہگان پچھتان یارا
میرے باپ تھیں وچھدوں مل میرا بن دوں نفرنا لے دربان یارا

مولوی صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔

عہد جوانی گھر وچہ ستے تینوں سفنہ آیا
جھڑ سورج اسمانوں تیری وچہ آستین سمایا
جو تعبیر مصر کولوں پچھن گیوں کنعانے
اوہا عبد ایہی میں یارا سمجھیں نال دھیانے

مالک بن زغر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھا کہ

تجھے میرے پاس بیچنے والے کون تھے؟

جواب دیا۔

میرے بھائی تھے۔

مالک نے پھر سوال کیا۔

انہوں نے تجھے کیوں فروخت کیا۔

ارشاد فرمایا:

یہ تو سوال نہ کر کیونکہ میں اپنے بھائیوں کا بھید ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔

(ماہ کنعان: ص 166 تا 167)

عیب پر پردہ پوشی کرو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار فرامین ہیں جس میں اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے یہاں چند عرض کرتا ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اگر تم لوگوں کے عیوب تلاش کرو گے تو تم ان کو خراب کر دو گے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 4888)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کسی شخص کے گمراہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ لوگوں میں وہ چیزیں دیکھے جو اس کو اپنے اندر نظر نہیں آتیں اور جو کام

خود کرتا ہے ان کاموں پر دوسروں کی مذمت کرے اور لا یعنی باتوں سے اپنے ہم نشین کو ایذاء پہنچائے۔

(الجامع شعب الایمان: رقم الحدیث 6335)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔

(الجامع شعب الایمان: رقم الحدیث 6337)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب تم اپنے ساتھی کے عیوب کا ذکر کرو تو اپنے عیوب کو یاد کرو۔

(الادب المفرد: رقم الحدیث 328)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2442)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے عیبوں پر پردہ رکھا جائے گا اور اگر کسی نے عیبوں کو تلاش کرنا ہی چاہتا ہے تو پہلے اپنے عیبوں پر نظر رکھے تو وہ کبھی بھی دوسروں کے عیب بیان نہیں کرے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا بکتے وقت فرمان

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچا جانے لگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جو مجھے خریدے گا وہ خوش ہو جائے گا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

وہاں جب بازار میں آپ علیہ السلام کو بیچنے لگے۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

جو مجھے خریدے گا وہ خوش ہو جائے گا۔ چنانچہ عزیز مصر نے آپ علیہ السلام کو خرید لیا اور وہ مسلمان تھا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:816)

سونا، چاندی، کستوری کے بدلے بکنا

حضرت یوسف علیہ السلام کو سونے، چاندی و کستوری اور حریر کے بدلے خریدا گیا تھا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں۔

کہ قافلہ والے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازار میں لائے اور بیچنے کے لئے پیش کیا۔ لوگوں نے بولی دینی شروع کی تو آپ علیہ السلام کی ثمن سونا، چاندی، کستوری اور حریر کے چار سو رطل تک پہنچ گئی۔

آپ علیہ السلام کی عمر اس وقت تیرہ سال تھی تو اس قیمت سے قطفیر نے آپ علیہ السلام کو خرید لیا۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:368، دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدار کے متعلق مختلف روایات

حضرت یوسف علیہ السلام کو کس نے خریدا اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔

ملاحظہ ہوں۔

مصر کے جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا وہ مصر کا بادشاہ تھا۔ اس کا لقب عزیز تھا اور اس کا نام قطفیر تھا یہ ہسیلی کا قول ہے۔

اور امام ابن اسحاق نے کہا:

اس کا نام اطفیر بن رویحب تھا۔ اس نے اپنی بیوی کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا جس کا نام راعیل تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس کا نام زلیخا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت ڈال دی تھی تو اس نے اپنی اہلیہ کو یہ وصیت کی کہ اس کو تعظیم و تکریم سے ٹھہراؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا وہ مصر کا بادشاہ کا وزیر قطفیر تھا اور مصر کا بادشاہ الریان بن ولید تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس کا نام الولید بن ریان تھا اور یہی قول راجح ہے وہ عمالقہ کی قوم سے تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے ایک شخص نے فرعون کے دربار میں کہا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ (المومن:34)

''اور اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف دلائل کے ساتھ آچکے ہیں۔''

اور فرعون چار سو سال تک زندہ رہا تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون، حضرت یوسف علیہ السلام کے فرعون کی اولاد میں سے تھا اور یہ عزیز جس حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا بادشاہ کے خزانوں پر مامور تھا۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مالک بن دعر سے

ار میں خریدا تھا اور ایک حلہ اور نعلین زائد دی تھیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ والوں سے خریدا تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

قافلہ والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت بڑھا دی تھی۔ ان کی قیمت میں مشک، عنبر، ریشم، چاندی، سونا، موتی جواہر تھے جن کی مالیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قطفیر نے مالک بن دعر کو یہ قیمت دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو یدا تھا۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پھر مالک زعر اور اس کے ساتھی حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے تو بھائیوں نے ان کا پیچھا کیا۔

اور کہا کہ

اس سے عہد لو کہ یہ نہیں بھاگے گا۔ وہ قافلہ آپ علیہ السلام کو لے کر مصر پہنچا اور مالک نے فروخت کرنے کے لئے منڈی پیش کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

آپ علیہ السلام کو قطفیر نے خریدا تھا۔

بعض فرماتے ہیں کہ

اطفیر نے خریدا جو بادشاہ کا وزیر خزانہ تھا اور اسے العزیز کہا جاتا تھا اور اس وقت اور اس کے اردگرد علاقوں کا بادشاہ عمالقہ ریان بن ثروان تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ

اس بادشاہ کا وصال نہ ہوا تھا حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دین کی ع کرتا تھا۔ پھر اس کا وصال ہوا جبکہ ابھی حضرت یوسف علیہ السلام زندہ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

جب قافلہ مصر میں داخل ہوا تو قطفیر، مالک بن زعر سے ملا اور اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بیس دینار، ایک جوتا و سفید کپڑوں کے بدلہ میں خرید لیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:367 تا 368 دار الفکر بیروت)

میں بکتے وقت تیرہ سال عمر

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں بیچا گیا تو اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک تیرہ سال تھی۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آپ علیہ السلام کی عمر مبارک (بکتے وقت) تیرہ سال تھی۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:368 دار الفکر بیروت)

کنویں سے بکنے تک کے احوال

یہاں سے وہ احوال خلاصہ کے طور پر عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ باندھ کر کنویں میں ڈال دیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر ہاتھ کھولے اور ننگے بدن حضرت یوسف کے گلے سے چاندی کا وہ تعویز کھولا جو والد محترم نے چلتے وقت یا کچھ دن پہلے ہی ڈالا تھا۔ اس میں جنت کی وہ قمیص تھی جو نار نمرود میں جاتے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنائی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت اسحاق علیہ السلام کو عطا فرمائی اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وہ جنتی قمیص اپنے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ باریک جنتی ریشم کی قمیص چاندی کے خول میں لپیٹ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو تعویز بنا کر ڈال دیا۔ آج پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ہی وہ قمیص تعویز سے نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنائی اور ورد و وظیفہ بتا کر چلے گئے۔ اس قمیص کی کرامت تھی کہ سارے کنویں میں روشنی پھیل گئی ادھر دو گھنٹے میں فارغ ہو کر سکم زمینوں پر چلے آئے اور عشاء کے وقت حالانکہ دوپہر تک گھر آ سکتے تھے مگر اس خوف سے کہ کہیں والد صاحب آدمیوں کو لے کر تلاش میں نہ نکل پڑیں اور جاء واردات کو نہ دیکھ لیں یا اس لیے کہ دن میں ہمارا جھوٹا رونا ان پر کھل جائے گا۔ سارا دن ادھر ادھر گھومے پھرے اور مغرب یا عشاء یا آدھی رات کے وقت اپنے والد صاحب کے پاس آئے اور زور زور سے روتے چیختے چلاتے دھاڑیں مارتے ہوئے آئے۔

شرعی اصطلاح میں تو عشاء نماز عشاء سے فجر صادق تک کا وقت ہے مگر لغت میں مغرب سے آدھی رات تک عشاء ہے۔

امام ابو اللیث نے کہا کہ
عصر سے آدھی رات تک کا وقت عشاء کہلاتا ہے۔
جب اس مکر کے رونے کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے سنا تو گھبرا کر باہر نکلے۔
اور فرمایا:
کیا ہوا کیا بکریوں کو کچھ ہو گیا اور نگاہیں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈھونڈنے لگیں۔
نہ پایا تو پوچھا:
حضرت یوسف علیہ السلام کہاں ہیں؟
سب بولے یا سب کا نمائندہ بن کر ایک بولا باقی روتے رہے اور مصنوعی ہچکیاں لیتے رہے۔

اے ہمارے باپ! بے شک ہم جنگل میں گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے یعنی برتنوں اور کمبلوں چادروں کے پاس چھوڑ گئے پس پتہ نہیں کہ کدھر چھپا بیٹھا تھا۔ بھیڑیا جس نے نکل کر اس یوسف علیہ السلام کو کھالیا اور ہمیں پتہ ہے کہ آپ ہماری اس بات پر ایمان نہیں لائیں گے اگر چہ ہم سب حقیقت میں سچ بولنے والے ہی ہوں کیونکہ آپ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے انتہائی محبت ہے اور ہماری باتوں پر آپ کو پہلے بھی اعتماد آتا ہے۔ انسان ظلم اور حسد میں اندھا اور بے عقل ہوتا ہے۔ یہ نہ سوچا کہ جھوٹے ہونے کا تو ہم خود ثبوت مہیا کر رہے ہیں اگر والد صاحب پوچھیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں کدھر ہیں یا جامہ کدھر ہے تو کیا جھوٹے نہ پڑیں گے۔

معانی نے فرمایا:

یہاں کونا صادقین میں یہ تاویل ضروری ہے کہ آپ کے اعتماد میں ہم سچے ہوں یعنی آپ علیہ السلام کا قلب ہم کو سچا ہی سمجھتا ہو تب بھی آپ علیہ السلام کو زبان سے سچا نہ کہیں گے کیونکہ ہمارے پاس اپنی سچائی پر کوئی مضبوط دلیل نہیں۔ ایمان تصدیق ہی کا نام ہے اس لیے مومن کے بعد صادقین کہا۔

اس کنویں کے بارے میں چند روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ

یہ کنواں نمرود کے وزیر شداد بن ماد نے بنوایا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

یہ سام بن نوح نے بنوایا تھا۔ سر راہ تھا بڑا خطرناک تھا اس کا نام جب الحزن یا دوش تھا اردن کے جنگل میں تھا۔ اس کے نشان اب لوگوں میں بہت مشہور ہیں۔

کسی نے کہا:

ایک دفعہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک بھکاری کو بھیک نہ دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام گود میں لئے بیٹھے رہے۔ تب اس نے غمزدہ ہو کر جدائی کی بددعا دی جس کی وجہ سے یہ جدائی پڑی۔

کسی نے کہا کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ایک بکری خریدی اور اس کا بچہ بیچ دیا تا کہ دودھ زیادہ ہو اور حضرت یوسف علیہ السلام ہی پئے تب بکری نے بددعا دی کہ جس طرح تو نے میرے بچے کو مجھ سے جدا کیا خدا عزوجل تمہارے اس بچے کو بھی جدا کرے یہ بددعا قبول ہوئی۔ (روح البیان)

کسی نے کہا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دفعہ اپنی شکل دیکھ کر کہا۔

مجھ سا جہان میں کوئی نہیں۔ اگر میں غلام ہوتا تو بڑی قیمت میں بکتا اس لیے یہ سزا ملی مگر یہ سب باتیں جھوٹی بناوٹی ہیں۔ ان بنانے والوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قدر نہ جانی۔

(بہر حال) حضرت یعقوب علیہ السلام نے (جب) یہ غمناک خبر سنی تو بڑے تحمل سے ٹھنڈی آہ ماری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے ان چیخنے دھاڑنے والے بیٹوں کے چہرے بغور دیکھنے شروع کیے۔ بیٹے سمجھے شاید ہمارے رونے کی بناوٹ میں کچھ خامی ہے جس سے حضرت والد کو کچھ شبہ پڑ گیا ہے تو فوراً حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص جس پر وہیں سے فیصلے اور پروگرام کے مطابق اپنے ہی ریوڑ کی بکری ذبح کر کے اس کا خون لگا لائے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے کر دی۔ وہ خون جھوٹا تھا۔ نسبت میں کہ وہ بکری کا خون تھا مگر انہوں نے ظاہر کیا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خون۔

کذب کا معنیٰ ہے۔

ذی کذب اگر صرف قمیص سامنے کر دی ہو اور اگر انہوں نے اپنے منہ سے کہا بھی کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خون ہے تو کذب بمعنیٰ مکذوب۔

یہ فرمان باری تعالیٰ کا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو دیکھا اور پہچان لیا تو مزید روئے اور باوجود ضبط کثیر کے چیخ کی شکل میں آہیں نکلیں لیکن جب پوری قمیص دیکھی تو ہنسی نکل گئی۔

بیٹوں نے پوچھا:

(اے) ابا جان! اس وقت ہنسنے کی کیا وجہ ہے۔

تو قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ

بات سمجھ آ گئی کہ تمہارے امارہ نفس نے تم کو فریب دیا اور یہ کام تمہارے لئے مزین کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

تسویل باب تفصیل کا مطلب ہے۔ ایک کام کو اس لیے چھپا کر کرنا کہ مرضی کے مطابق پورا ہو اور نتیجہ خواہش نفسانی کے مطابق نکلے۔ لہٰذا طالب اس کو اپنی کوشش سے بڑے مزین طریقے سے ہوشیاری سے چالاکی سے کرتا ہے۔ امراً کہ تم نے یہ کام کیا جو برے اور گھٹیا لوگوں کے کاموں میں سے ایک کام ہے۔ لفظ بل تردید و اعتراض کے لئے ہے کہ تمہارے منہ کی بات تمہارا رونا دھاڑنا سب فریب ہے۔ اصلیت میں تمہارا حسد ظاہر ہو رہا ہے۔ کسی بھیڑیئے نے کچھ نہیں کیا جو کچھ کیا خود تم نے کیا۔ بھلا ایسا بھی کوئی عقل مند بھیڑیا ہے جو بغیر پھاڑے قمیص بدن سے اتارے اور گوشت ہڈی پسلی سب کھا جائے۔

تم لوگوں نے میرے ساتھ جو امر اور معاملہ کرنا تھا وہ کر دیا۔ اب میرے لیے یہی امر ہے کہ صبر جمیل کروں یہ سن کر سب بیٹے شرمندہ ہوئے اور غلطی محسوس کی کہ ہم نے قمیص پھاڑ کیوں نہ لی۔

روایت ہے کہ

تین قمیصوں نے تین لوگوں کو شرمندہ کیا۔

1- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قمیص نے بنی اسرائیل کو

2- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص نے منافقوں کو

3-اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص نے بھائیوں کو

روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام غم سے نڈھال ہو کر بے ہوش ہو گئے۔تب بھائی پریشان ہوئے کہ شاید فوت ہو گئے اور ایک دوسرے کو طعن کرنے لگے کہ تم لوگوں نے بہت برا کیا۔دو قتل کر دیئے۔وہ سب اب سچا رونے لگے اور پچھتائے کچھ دیر بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو افاقہ ہوا تو سب بھائی جنگل میں گئے اور ایک بھیڑیا بوڑھا پکڑ کر لے آئے۔

اور والد کے پاس لا کر کہا۔

اس بھیڑیئے نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھیڑیئے سے پوچھا:

تو نے میرے یوسف (علیہ السلام) کو کھایا ہے۔

بھیڑیئے نے قدرت خدا سے بولا کہ

ہم پر انبیاء کرام علیہم السلام کا گوشت حرام ہے۔کیسے کھا سکتا ہوں۔یہ جھوٹی تہمت میں مجھ کو پکڑ کر لائے۔میں تو خود اپنے بھائی کے غم میں تلاش کرتا ہوا مصر سے یہاں آیا ہوں۔ہاں مجھ کو پتہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کہاں ہیں مگر میں بتاؤں گا نہیں کیونکہ یہ چغل خوری ہے اور پھر میرے دانت نہیں میں بوڑھا ہوں۔میں کس طرح شکار کر کے کھا سکتا ہوں۔میں تو دوسروں کا مارا شکار کھا لیتا ہوں۔حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس پر بہت رحم آیا۔وہ بہت مدت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ہی رہا۔

سات چیزیں جنت میں جائیں گی۔

روایت ہے کہ

سات چیزیں علاوہ جنتیوں کے جنت میں جائیں گی۔

1-حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ بھیڑیا

2-حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی

3-حضرت عزیز علیہ السلام کا گدھا

4-اصحاب کہف کا کتا

5-نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ

6-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دلدل خچر

7-احد پہاڑ

(اس کے بعد) برادران یوسف علیہ السلام ہر دن آئے اور اس کنویں کے آس پاس پھرتے جانور چراتے رہتے۔چوتھے دن انہوں نے دیکھا کہ ایک قافلہ مدین اور شام کی طرف سے آیا جو مصر کو جا رہا تھا۔کنویں کے قریب ٹھہرا قافلے کے سردار مالک دغران مصری تھے۔اس نے پچاس سال پہلے خواب دیکھا تھا کہ کنعان کے جنگل میں ایک سورج زمین سے نکلا اور اس کی

آستین میں گھس گیا۔ اس نے آستین سے نکال کر اپنے سامنے رکھا تو بادل سے اس پر موتی برسے جن کو مالک بن دغران نے چھین لیا۔ صبح عالم نے تعبیر بتادی کہ کنعان سے تیرے ہاتھ کوئی عظیم غلام لگے گا جو تیری قسمت کو پھیر دے گا۔ اس کو خواب تو یاد تھی لیکن آج یہ پتہ نہ تھا کہ یہیں سے غلام ملے گا۔ قافلے والوں نے اپنے خادم کو پانی لینے کے لئے کنویں کی طرف بھیج دیا۔

اس وقت کنویں کی شان یہ تھی کہ

کنویں کے اندر جنت کے غلمان تھے۔ جو تین دن سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تھے۔ ساتھ مل کر ذکر الٰہی کرتے تھے۔ اس ذکر کے طفیل اور لذت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ بھوک لگی نہ پیاس لگی۔ کنویں کے باہر فرشتے تھے جو دیکھنے والوں کو پرندے معلوم ہوتے تھے۔ قافلے کے گدھوں نے اپنا اپنا بوجھ پھینک کر کنویں کی زیارت کے لئے دوڑ لگائی۔ لوگ سمجھے شاید پیاسے ہیں۔ جب خادم نے ڈول نیچے ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام یہ سمجھ کر شاید بھائیوں نے نکالنے کے لئے ڈالا ہے۔ ڈول میں بیٹھ گئے۔ خادم نے بڑی مشقت سے نکالا اور سورج جیسا لڑکا دیکھ کر حیرت وخوشی کے ملے جلے جذبات میں پکار اٹھا بشریٰ! (ارے خوشخبری ہو) یہ غلام ہے بجائے پانی کے۔

بعض نے کہا:

بشریٰ نامی ایک غلام تھا۔ قافلے میں اس سے مالک بن دغران نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ خواب والا غلام مجھ کو مل گیا تو تجھ کو آزاد کردوں گا اور بہت مال دوں گا اور اپنی لڑکی سے شادی بھی تیرے ساتھ کردوں گا۔

سب اہل قافلہ دوڑتے ہوئے گئے۔ جب دور کھڑے ہوئے بھائیوں نے دیکھا کہ کنویں پر جھرمٹ ہے تو سب آگئے۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بولے۔

یہ ہمارا غلام ہے۔

مالک نے کہا:

میرے ہاتھ فروخت کردو۔

بھائیوں نے علیحدہ بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ

اپنی غلامی کا اقرار کرلے ورنہ ہم ان سے لے کر تجھ کو قتل کردیں گے۔

پھر قافلے کے سردار سے مخاطب ہوئے کہ

اس میں تین عیب ہیں۔

1-چور ہے۔

2-جھوٹا اور جھوٹے خواب بیان کرنے والا۔

3-بھگوڑا ہے۔

مالک نے پوچھا:

اے لڑکے! کیا تو واقعی غلام ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے خوف سے کہا کہ
یہ سچے ہیں۔ یہ میرے صاحب ہیں میں غلام ہوں۔
اور مراد اولیاء اللہ کا عبد۔
مالک نے کہا:
ان عیبوں کے ساتھ تم غلام کو کتنے میں بیچو گے۔ اب بھائی حیرت میں پڑ گئے کہ کیا مانگیں۔
خود مالک بولا کہ
میرے پاس صرف یہ بتیس (32) درہم کھوٹی یعنی ملاوٹی چاندی کے ہیں حالانکہ اس کے پاس چار لاکھ دمشقی دینار تھے۔
اس نے جھوٹ بولا تھا۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)
بھائیوں نے سوچا کہ
اگر ہم انکار کرتے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر لے جانا پڑے گا چونکہ مقصد تو یہاں سے دور کرنا ہے سودا کر لیا۔
حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ دیا۔
تفسیر نعیمی میں یہ بھی ہے کہ
قافلے کے سردار مالک نے اور اس کے نوکروں نے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو چھپا لیا تا کہ کوئی اور قافلے کا مسافر حصہ داری کا دعویٰ نہ کرے مگر بھائی دوڑے آئے۔
انہوں نے کہا کہ
ہمارے غلام کو واپس کر دو اور اگر تم خریدنا چاہتے ہو تو خرید لو۔ حضرت یوسف علیہ السلام سب کچھ سن رہے تھے مگر خاموش تین دن کی بھوک پیاس اور کنوئیں کی ٹھنڈک کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔
بھائیوں نے پوچھا:
اے یوسف (علیہ السلام) تم نے کنوئیں میں تین دن کیسے گزارے اور کیسے نجات پائی۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
ایک ایسے کلمے کی وجہ سے جو ایمان کے دل میں اگا ہے اور ہمیشہ تر و تازہ ہے۔ جس نے اپنوں کو رلایا ہے جس نے زندہ کیا ہے اور ہلاک بھی جس نے لوگوں کو جمع بھی کیا ہے اور متفرق بھی۔ جس نے آزادی بھی دی ہے اور قید بھی۔ بے چینی بھی ہے اور انسیت بھی، تندرست بھی کیا ہے، بیمار بھی، جس نے اسرار کو چھپایا بھی ہے اور ظاہر بھی۔
وہ ایسا کلمہ ہے کہ جس نے اس کو سنا وہ اس کا عاشق ہو گیا اور جسے عشق ہوا اس نے مخالفت نہ کی۔ بھائیوں نے التجاء کی کہ وہ ہمیں بھی بتا دے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
وہ کلمہ ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله

یہ کلمہ بزبان عبرانی توریت میں لکھا ہوا ہے۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

خریدار خریدنے کے لئے تیار ہوا اور بھائیوں نے گھٹیا قیمت میں اس یوسف (علیہ السلام) کو بیچ دیا۔ یا چند گنے ہوئے درہموں سے جو چالیس سے کم تھے کیونکہ چالیس درہم اس زمانے میں تولے جاتے تھے اس سے کم گنے جاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے معدود یعنی گنے ہوئے فرمایا۔

بعض نے کہا:

بیس تھے۔

بعض نے کہا:

چودہ۔

بعض نے کہا:

دس تھے۔

بعض نے کہا:

سات تھے۔

موتی کی قیمت جوہری جانتا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت زلیخا ہی جانتی ہے۔ دیدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمت صدیق ہی جانتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے تین ذاتوں کو تین سے چھپایا اور تین کو دکھایا۔

1- اپنی ذات کو مخلوق سے چھپایا محمد رسول اللہ کو دکھایا۔ پس نبی پاک کے خدا عزوجل کو کسی نے نہ پہچانا اسی لیے حبیب خدا (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ہوئے۔

2- حقیقت محمدیہ کو تمام امت سے چھپایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دکھایا تو آپ ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا آپ ہی یار غار ہوئے۔

3- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوائے یوشع بن نون علیہ السلام کے کسی نے نہ دیکھا۔

4- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سوائے شمعون بن فارسیہ کے کسی نے نہیں پہچانا اور وہی ان کے سچے ساتھی بنے۔ یہ ظاہری تھا جو لوگوں نے دیکھا کہ اس کو کوئی خطرہ نہیں۔ رب عزوجل کی امانت تو جمال باطنی ہے جس کو چھپایا جاتا ہے۔

5- حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں سے چھپایا اور زلیخا کو دکھایا تو وہ ہی قرب جمال ہوئی۔ بجز والد محترم اور زلیخا کسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا۔ اگر پہچان لیتے تو نہ بیچنے نہ خریدنے والے کی ہمت خرید پڑتی۔ یہ بیچا اس وہ بھائی اس یوسف علیہ السلام کے بارے میں بے رغبت تھے۔ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام سے کوئی محبت نہ تھی کھونے

برابر بھی نہیں۔ خریدار نے غلام لے کر درہم دے کر کہا ایک پرچے پر خرید و فروخت کی دستاویز لکھ دو تا کہ نہ تم بعد میں کچھ دعویٰ کر سکو نہ یہ غلام ہم پر جرم لگا سکے نہ بھاگ سکے۔

بھائیوں نے دستاویز لکھ کر کہا کہ

اس بھگوڑے غلام کی احتیاط کرنا، کہیں بھاگ نہ جائے۔ یہ کہہ کر بھائی واپس ہو گئے تب حضرت یوسف علیہ السلام غم سے نڈھال ہو کر روئے۔ قافلے والوں کو تعجب ہوا کہ بھگوڑا غلام آقا کی جدائی سے رویا نہیں کرتا یہ کیونکر روتا ہے۔

مالک نے پکارا۔

اے غلام!

ارشاد فرمایا:

لبیک

بولا۔

میرے قریب آ۔

قریب گئے تو اس نے بھائیوں کے کہنے کے مطابق بہت پرانی صف کا کرتہ پہنا دیا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ ہاتھ پیچھے باندھ دیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو دور جگہ سب بھائی کھڑے تھے۔

آپ علیہ السلام نے مالک سے کہا کہ

اگر اجازت دیں تو اپنے صاحبوں سے آخری ملاقات کر لوں۔ مالک نے اجازت دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام قریب گئے تو بھائی صف باندھ کر کھڑے ہو گئے کہ دیکھیں یوسف (علیہ السلام) کیا کہتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھ کر سب رونے لگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اے بھائیو! خدا عزوجل تم پر رحم کرے اگر چہ تم نے مجھ پر رحم نہ کیا۔ خدا عزوجل تم کو عزت دے اگر چہ تم نے مجھ کو ذلیل کیا اور اس مصیبت میں پہنچایا۔ خداوند کریم تمہاری مدد کرے اگر چہ تم نے میری مدد نہ کی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے اگر چہ تم نے مجھ کو بیچ دیا۔

بھائیوں نے روتے ہوئے کہا کہ

اے یوسف (علیہ السلام) ہم شرمندہ ہیں۔ اگر ہم کو باپ سے کی ہوئی بات کا خوف نہ ہوتا یا ہم نے دستاویز لکھ کر دی نہ ہوتی تو ضرور تجھ کو چھڑا کر باعزت باپ کے پاس لے جاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ابھی کھڑے رو ہی رہے تھے کہ مالک کا نوکر آیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اٹھا کر لے گیا کیونکہ تیز نہ چل سکتے تھے بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ عصر کے وقت قافلہ چل پڑا۔

مالک بن دعر نے

بعض نے کہا:

دعردال نے اپنے غلام ملیح حبشی کے سپرد کر دیا۔

ملیح نے کہا:

اے آقا کیا وہی غلام ہے جس کا تم نے خواب دیکھا تھا۔

مالک نے کہا:

یہ وہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس کی کوئی شان ظاہر نہیں۔

معبر نے تو بہت شان بیان کی تھی۔ قافلہ رات بھر چلتا رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہاتھ باندھ کر ایک اونٹ پر بٹھایا ہوا تھا۔ راستے میں جب والدہ کی قبر آئی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی نگاہ پڑی چاندنی رات تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کو گرا دیا۔

اور والدہ محترمہ کی قبر سے لپٹ کر عرض کیا کہ

یا امی بھائیوں نے مجھے والد سے جدا کر دیا مجھے گرمی میں گھسیٹا۔ مجھے طمانچے مارے اور میرے قتل کا ارادہ کیا میرا کرتہ اتار کر رسی سے باندھ دیا اور بیابان کنویں میں ڈالا۔ میرے پیٹ کو پاؤں سے روندا، مجھے ٹھنڈے پانی سے پیاسا رکھا۔ مجھے بھوکا رکھا۔ میرے نازک ہاتھوں کو مروڑا۔ اے میری پیاری ماں اگر تم میری حالت کو دیکھتیں تو تڑپ کر مجھے چھڑا لیتیں اے امی اٹھو دیکھو میں کس حال میں پڑا ہوں مجھے میرے بھائیوں نے غلام بنا کر بیچ دیا۔ مجھے ان کے کپڑے پہنائے۔ مجھے بیڑیوں میں باندھا، میری نازک اور کمزور کلائیوں کو مضبوط رسیوں سے باندھا۔ میں ابھی تک بھوکا ہوں، پیاسا ہوں۔ کسی نے ابھی تک مجھ کو کھانا نہیں کھلایا۔

اے میری امی اٹھو میرے ہاتھ کھول دو، مجھے درد ہو رہا ہے۔ یہ دردناک فریاد سن کر قبر کانپی اور قبر سے آواز آئی۔

یا قرة عینائی یا ولداہ و الثمرة فوادہ اصبر و اصبروك علی اللہ ۔

ترجمہ:- اے آنکھوں کی ٹھنڈک، اے بچے، اے دل کے ٹکڑے صبر کر اور تیرا صبر اللہ پر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر سجدۂ شکر بجا لائے۔ جب فارغ ہوئے تو قافلے کی طرف چل پڑے جو کچھ دور جا کر ٹھہر گیا تھا۔

ملیح نے آواز دی۔

عبرانی غلام بھاگ گیا۔

قافلہ رک گیا اور ملیح تلاش میں دوڑ پڑا۔ کچھ دور اپنی طرف یوسف علیہ السلام کو آتے دیکھا تو پکڑ لیا اور طمانچے مارنے لگا اور گرا کر پاؤں پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔

اور کہنے لگا کہ

تیرے مالکوں نے سچ کہا تھا کہ تو چور اور بھگوڑا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ
مجھے مت مارو میں بھاگا نہیں میں تو قافلے کی طرف ہی جا رہا تھا جیسا کہ تو نے مجھے دیکھا۔ میں غلام ہوں۔ راستہ میں میری والدہ کی قبر تھی۔ میں بے اختیار ہو گیا خود کو قبر پر گرایا۔ اور فریادیں کرتا رہا۔ اسی گفتگو میں قافلہ آ گیا۔ حبشی غلام ابھی تک ظلم کر رہا تھا اپنے آقا مالک بن ذعر کو خوش کرنے کے لئے مگر حضرت یوسف علیہ السلام بھوکے پیاسے صبر کی تصویر بنے خاموش رہے۔ دوبارہ اونٹ پر بٹھایا۔ قافلہ روانہ ہوا۔ اچانک ایک بادل سیاہ آیا۔ اس سے موٹے موٹے اولے پڑنے شروع ہوئے۔ قافلے میں بھگدڑ پڑ گئی سب پریشان ہوئے انسان اور جانور زخمی ہونے لگے۔
تب سردار مالک نے منادی کی کہ
اے لوگو! اگر کسی نے کوئی گناہ کیا ہے تو ہلاکت سے پہلے توبہ کرے ورنہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔
ملیح نے کہا:
گناہ مجھ سے ہوا ہے کہ میں نے عبرانی غلام کو مارا اور زمین پر گھسیٹا ہے جب کہ اس نے کہا بھی تھا کہ میں مظلوم ہوں۔
مالک دوڑتا ہوا حاضر بارگاہ ہوا اور عرض کیا۔
ملیح غلام کی خطا معاف کر دے اور دعا کر کہ یہ عذاب اللہ دور کر دے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی فوراً اولے بند ہو گئے۔ صبح کا وقت تھا۔ بادل ختم ہوا آفتاب نکل آیا۔ اب مالک کو پتہ لگا کہ غالباً یہ وہی غلام ہے جس کی میں نے خواب دیکھی تھی۔ فوراً حضرت یوسف علیہ السلام کی بیڑیاں کھولیں ہاتھ سے رسی کھولی اون کا کرتہ اتار کر عمدہ لباس پہنایا اور قافلہ روانہ ہوا حتیٰ کہ شہر بیسان میں آیا۔ یہ شہر دومتی سے بیس (20) میل دور مصر کی شاہراہ پر ہے۔ اس کو بیت ایل بھی کہتے ہیں۔ آج حسن یوسفی علیہ السلام مثل چڑھتے سورج کے ہے۔ یہاں کے لوگوں نے جب قافلے کے اگلے اونٹ پر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو حسن یوسفی سے حیران رہ گئے۔ یہ مصوروں اور بت تراشوں کا شہر تھا۔ بہت سوں نے آپ علیہ السلام کے فوٹو اور بت بنائے اور پوجنے لگے۔
تاریخ میں ہے کہ
ہزار سال تک حضرت یوسف علیہ السلام کے بت کی پوجا ہوئی۔
تین دن قافلہ کا یہاں قیام رہا یہیں آپ علیہ السلام نے پہلا کھانا کھایا پس یہاں سے روانگی ہوئی تو دوسرے شہر تابلستان آئے جس کو آج کل بیر شبع کہتے ہیں۔ یہ پندرہ میل دور تھا۔ بیسان سے یہاں کے سب لوگ بت پرست تھے۔ مگر شکل یوسفی کو دیکھ کر حیران ہوئے۔
اور پوچھا:
اے انسان تجھ کو کس نے پیدا کیا ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اللہ وحدہ لاشریک نے۔

سب بولے۔
جس نے تجھ کو پیدا کیا ہم اس پر ایمان لائے۔ اس گاؤں کے چار ہزار (4000) لوگوں نے اسلام قبول کیا اور بت توڑ دیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو تعلیم عبادت فرمائی۔ ہزار سال تک یہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی امت بن کر عبادت خدا عزوجل میں مشغول رہے۔ شان قدرت تو دیکھو کہ شکل یوسفی ایک مگر دیکھنے والی نگاہیں مختلف۔
کوئی دیکھ کر کافر ہوا کوئی دیکھ کر مومن صحابی۔
اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ
نگاہیں بیس (20) قسم کی ہیں۔

1- نگاہ محبت
2- نگاہ عشق
3- نگاہ عبرت
4- نگاہ شہوت
5- نگاہ الفت
6- نگاہ شفقت
7- نگاہ غضب
8- نگاہ قہر
9- نگاہ ظلم
10- نگاہ مظلومیت
11- نگاہ فکر
12- نگاہ مکر
13- نگاہ ایمانی
14- نگاہ طغیانی
15- نگاہ عقل
16- نگاہ قلبی
17- نگاہ جنون
18- نگاہ بد
19- نگاہ ظاہری
20- نگاہ باطنی

بسیان والوں نے نگاہ طغیانی سے دیکھا کافر ہوئے۔

تابلستان والوں نے نگاہ ایمان سے دیکھا مومن ہو گئے۔

بھائیوں نے نگاہ غضب سے دیکھا۔

خریداروں نے نگاہ عقل سے دیکھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے نگاہ شفقت سے دیکھا۔

زلیخا نے پہلے نگاہ باطنی سے دیکھا پھر مختلف وقتوں میں مختلف نگاہوں سے دیکھا۔

زنان مصر نے نگاہ عبرت سے دیکھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام ایک ہیں دیکھنے والی نگاہیں مختلف ہیں۔

یہاں بھی یہ قافلہ تین دن ٹھہرا یہاں سے شہر قدس کو چلا یہ شہر (18) اٹھارہ میل دور ہے۔ تابلستان سے اس کا نام جشن بھی ہے یہاں سے مصر کا پہلا شہر ہیل بلس پچاس میل ہے۔

تفسیر بجستانی میں لکھا ہے کہ

شہر کے بادشاہ کو خواب دکھایا گیا کہ تیرے شہر میں خلق میں بہتر ایک شخص آرہا ہے تو اس کا استقبال کر۔ امیر نے بیدار ہو کر عزت اور استقبال کا انتظام کیا۔ جب قافلہ آیا تو امیر شہر نے کچھ لوگوں کے ساتھ استقبال کیا اور دعوت کی۔ اس عزت افزائی سے مالک بن زعر حیران ہوا کہ میں کئی دفعہ اس شہر میں آیا ہوں مگر اتنی عزت کبھی نہ ہوئی۔ ہو نہ ہو یہ عزت اس عبرانی غلام کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ادھر امیر شہر شکل پاک دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ بہترین ہستی یہی ہے مگر ظاہر کرنے کی اجازت نہیں۔

ایک قول ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلا کھانا نو دن کے بعد یہیں کھایا۔ بادشاہ نے سب کو مختلف کھانا کھلایا مگر آپ علیہ السلام کو دودھ، چاول کھلایا۔ بحکم ربی تھا کیونکہ یہ آپ علیہ السلام کا زمانہ چلہ تھا اور چلہ میں صوفیاء یہی کھانا کھاتے ہیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی غار حراء میں آٹھ یا نو دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

امیر نے علیحدگی میں حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھا؟

تم کون ہو۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں وہ ہوں جس کا تجھے استقبال اور دعوت کا حکم ہوا ہے۔

وہ حیران ہوا کہ تم کو میرے خواب کا کس نے بتایا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میرے رب عزوجل نے جس نے تجھے میری خبر دی۔

اس نے عرض کیا کہ

مجھے کچھ نصیحت اور حکم فرمائیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تو بھی مسلمان ہو جا اور سارے شہر کے بت خانے توڑ دے۔ وہ مسلمان ہوا اور صحابی حضرت یوسف علیہ السلام ہوا سب بت خانے تڑوا دیئے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام امیر کے گھر میں داخل ہوئے تو امیر کے خصوصی بت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اور گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر مالک بن زعر اور قافلے والوں کی عقل میں کچھ نہ آیا کیونکہ رب عزوجل نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ یہاں بھی تین دن قیام ہوا۔ یہاں سے قافلہ روانہ ہو کر شہر عسقلان میں پہنچا۔ وہاں کے بادشاہ کو کس طرح اطلاع پہنچی کہ ایک بہت خوبصورت غلام مصر میں بکنے کے لئے جا رہا ہے۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ میں جبراً قافلے والوں سے اس کو چھین لوں گا۔ اسی ارادے سے ایک ہزار (1000) سپاہی لے کر شہر کے دروازے [illegible] یا مگر سپاہیوں کو صرف یہ بتلایا کہ شہر کا دورہ کرنا ہے جب وہ دروازے پر آیا تو حسن یوسفی کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا۔ لشکریوں کو اس کی فکر لگ گئی اور قافلہ شہر میں داخل ہو گیا تین دن ٹھہرا اور مصر کو چلا گیا۔ یہ بادشاہ نگاہ یوسف کی لذت سے تین دن بے ہوش رہا۔ قافلہ یہاں سے شہر عریش پہنچا وہاں دو دن ٹھہرا پھر دریائے نیل کے کنارے وہاں مالک بن زعر نے جن غلاموں کو فروخت کرنا تھا ان کو غسل کرایا۔ کپڑے پہنائے۔ سب سے آخر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بہترین لباس پہنایا سر پر موتیوں کا تاج رکھا۔ آج حسن یوسفی کی آب و تاب ایسی تھی کہ مالک بن زعر کو بھی دیکھنے کی تاب نہیں۔ مغلوب ہو کر قدموں میں جھکا جاتا ہے حتیٰ کہ بازار مصر میں دوسری صبح کے وقت تک عجیب آب و تاب سے حسن جہاں تاب جلوہ افروز ہوا۔ مصر میں پہلے ہی شہرت ہو چکی تھی کہ عظیم غلام بکنے کے لئے آیا۔ مالک بن زعر مسرور تھا کہ آج اس کے نام کے ڈنکے مصر کے گلی کوچوں میں بج رہے ہیں بیچنے والا وہ ہو جس نے پچاس سال اس غلام کا انتظار کیا ہو بکنے والا شہنشاہ حسن ہو تو خریدار کیسا ہو گا۔ کس میں ہمت ہے جو قیمت لگائے۔ سودا حضرت یوسف علیہ السلام کا ہونا ہے۔ قسمت مالک کی کھلی ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی آمد مصر میں ہوئی تو پرندے چہچہانے لگے۔ لوگوں کو قدرتی اتنی خوشی ہوئی کہ اس رات خوشی میں کسی نے نہ کھایا نہ پیا۔ صبح کے وقت سب لوگ مالک کے دروازے پر آ گئے۔ لاکھوں آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر اپنے گھر کی چھت پر چڑھا اور بولا کہ

اے لوگو! تم کیا چاہتے ہو۔

سب نے کہا کہ

جو تو غلام لایا ہے وہ ہم کو دکھا دے۔ صرف ایک نظر دیکھنا چاہتے ہیں۔

مالک نے جواباً کہا کہ

اس میں کیا خوبی ہے جس کی وجہ سے تم اتنا مشتاق ہوئے وہ تو بالکل تم جیسا بشر ہے کیونکہ مالک کافر تھا۔ ابھی تک اس پر کفر کے پردے تھے۔ اس لیے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر ہی کہتا رہا کیونکہ کفار کی یہ شروع سے عادت ہے نبی کو اپنے جیسا ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن نگاہوں والے جان جاتے ہیں کہ نبی بے مثل ہوتا ہے۔ مالک کو حضرت یوسف علیہ السلام کی ثناء خوانی پسند نہ آئی۔ اس کو کسی نے مشورہ دیا کہ غلام کے دیدار کو روکنے کے لئے اور جھمگٹے کو بھگانے کے لئے غلام کو دیکھنے کی ایک دینار فی آدمی مقرر کر دے پھر کوئی بھی مطالبہ دیدار نہ کرے گا۔ مالک نے اس ارادے سے اعلان کر دیا کہ فی کس

دینار کی دوسو درہم قیمت تھی جبکہ اس نے بیس کھوٹے درہم میں حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ چھ لاکھ دینار کا ڈھیر دروازے پر لگ گیا۔ اے اللہ عزوجل تیری شان کے قربان کہاں وہ دھکے اور کہاں یہ کہ صرف دیدار کی تمنا میں چھ لاکھ چوکھٹ پر ڈھیر ہیں۔ مالک کے خادموں نے وہ دینار بٹورے دروازہ کھولا۔ لوگوں کے سامنے چہرہ پاک ہے اور وارفتہ ہیں لذت دیدار میں عشاق بے ہوش ہو رہے ہیں تن بدن کا ہوش نہیں۔ مالک کے حکم سے خدام نے لوگوں کو باہر نکالا مگر اس حال میں کہ زائرین کو نہ گھر کا ہوش نہ در کا نہ قرب کا نہ دور کا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب مخلوق کو دیکھنے کا یہ حال ہے تو خالق کو دیکھنے کا کیا حال ہوگا۔ مالک کو دیدار کرانے کا مزہ آ گیا۔ یہ لوگ تین دن لذت دیدار یوسفی میں مست رہے۔ مالک نے دوسرے دن اعلان کیا کہ جو لوگ عبرانی غلام کا دیدار کرنا چاہتے ہیں وہ فی شخص دو دینار لائے۔ باقی ماندہ لوگ دوڑے آئے دو دو دینار دیئے دس ہزار دینار پھر جمع ہو گئے۔ تیسرے دن بازار میں مالک نے تخت بچھایا۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج پہنا کر بٹھا دیا اور اعلان کیا کہ کون خریدار ہے جو خریدنا چاہتا ہے وہ خرید لے پہلے وقت میں ایک لاکھ آدمی آئے۔ جنہوں نے اپنا سارا مال غلام کی قیمت میں دیا۔ مگر شام تک غلام نہ بک سکا۔ شام کو گھر واپس آیا۔ دوسرے دن مالک مصر کے بڑے بڑے تاجر آئے اور مالک کے گھر میں دیکھا کہ مالک تاج پہنے بیٹھا ہے۔

لوگوں نے مالک کو کہا کہ

تو خوش ہے آج تیرے دروازے پر عظیم لوگ جمع ہیں جو تیرے غلام کے دیدار کی بھیک تجھ سے طلب کر رہے ہیں۔

مالک حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا:

اے غلام تیرا نام کیا ہے۔ مجھ کو شرم آتی ہے تجھ جیسے شہنشاہ حسن و جمال کو غلام کہوں۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا اسم مبارک بتایا۔

آج مالک کو پتہ چلا کہ

یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہے جس کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے بیچ دیا۔

مالک نے دست بوسی کی اور عرض کیا کہ

میرے لیے دعا کرو کہ میں صاحب اولاد ہو جاؤں میں بے اولاد ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تو اللہ وحدہ لاشریک کو مان لے ایمان لے آ تو تیرے لڑکا پیدا ہوگا۔ مالک ایمان لے آیا اس کا وہ ملیح اسود غلام ہاتھوں کی بیماری میں مر چکا تھا کیونکہ ان ہی ہاتھوں سے حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کیا تھا۔ وہ کفر میں ہی تھا۔

مالک نے بصد ادب عرض کیا کہ

دور دور کے لوگ تیرے مشتاق ہیں اگر حکم ہو تو دیدار کے لئے حاضر ہوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

جو تیری مرضی۔

کثیر لوگوں نے اس دن بھی دیدار کیا اس ہجوم میں عزیز مصر کے کارندے اور درباری تھے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والے تین طرح کے لوگ تھے۔
ایک گروہ کی حالت تھی جیسے مست وار۔
ایک گروہ حیرت زدہ لوگوں کی طرح تھا۔
ایک گروہ مجنونوں کی طرح تھا۔
لوگوں کا عجب حال تھا کہ دیدار کرنے کے لئے دوڑے چلے آتے مگر واپس جانے کی ہمت نہ پاتے۔ یہ دور والوں کا حال تھا مگر قر ب والے بے بصر تھے۔ نہ مالک بن ذعر عارف حال وحقیقت تھا نہ اس کے گھر والے کیونکہ قرب چار قسم کا تھا۔
. -قرب جسمانی
2-قرب عقوبت
3-قرب رحمت
4-قرب الٰہی عزوجل یا قرب حق۔
مصر میں ایک عورت بازعہ نامی بنت معالقہ بن عاد بن سود بن زیاد بن عاد بن شداد نمرود کا وزیر جس نے جنت ارم بنائی تھی بہت امیر عورت تھی۔ اس نے خریداری کا ارادہ کیا اپنی تمام دولت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے آئی۔ جب ایک نظر حضرت یوسف علیہ السلام پر پڑی تو عقل ششدر رہوئی۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔
اور بولی۔
کیا تو غلام ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
ہاں غلام ہوں۔ مراد اولیاء اللہ کا عبد ہوں۔
عبد تین طرح ہوتے ہیں۔
1-عبد کرامۃ جیسے فرشتے
2-عبد محبت جیسے انبیاء کرام (علیہم السلام)
3-عبد خدمت جیسے دنیا نوکر چاکر یا خدام دین
جیسے علماء، اولیاء۔
عورت بازعہ نے عرض کیا کہ
تیرا خالق کوان ہے؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میرا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

اس (بازعہ) نے عرض کیا کہ

میں تیرے خالق پر ایمان لاتی ہوں۔ یہ کہا اور اپنی ساری دولت فقراء میں تقسیم کر دی۔ یہ کہتے ہوئے کہ ساری دنیا بھی اس غلام کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اور چھوٹی جھونپڑی میں تاحیات یادالٰہی عزوجل میں مشغول رہی۔

ان ہی ایام میں عزیز قطفوز نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس غلام کو خرید لوں جس کی شہرت سارے ملک میں پڑی ہے جا تو جا کر دیکھ لے۔ زلیخا نے روکھا جواب دیا کہ میں اپنے عزیز کے کسی کو پسند نہیں کرتی۔ میرا وہی خواب میں دیکھا ہوا عزیز مصر تھا جس کے عشق میں اور انتظار میں ساری عمر گزارنے کا ارادہ کیا تھا قطفور سمجھا شاید میرا ذکر ہے خوش ہوا اور دوسرے دن کا اعلان سنا ہوا تھا کہ جمعہ کے دن غلام کی نیلامی ہوگی جو بڑھ کر قیمت لگائے گا وہی خریدے گا۔ عزیز مصر بھی خود خریداروں کی صف میں شامل ہوا۔ سب نے بڑھ بڑھ کر بولی دی لیکن جب عزیز مصر نے بولی دی تو سب خاموش ہو گئے۔

عزیز مصر نے کہا کہ

غلام کے وزن کا سونا اس کے وزن کی چاندی، ہیرے، یاقوت، ریشم، عنبر، کافور تول کر قیمت ہے۔ مالک نے منظور کیا اور سودا ہو گیا لیکن جب عزیز مصر نے جلوۂ یوسفی دیکھا تو سارا ہی خزانہ دے دیا اور کچھ باقی نہ چھوڑا تو لنے تلانے کی نوبت ہی نہ آئی۔ ابھی تک مالک بن ذعر کے لئے حسن یوسفی پردے میں تھا۔ جب خزانے کو دیکھا تو بہت خوش ہوا کہ بہت اچھے داموں بکا ہے لیکن جب آخری ملاقات کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا تو غش کھا کر گر پڑا۔ جب افاقہ ہوا۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

اے مالک تجھ کو کیا ہوا مگر اب وہ مالک مالک نہیں پردہ اٹھ چکا تھا روتا ہے اور کف افسوس ملتا ہے کہ میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیوں گنوایا۔ کیوں بیچا جس مال کو میں نے کثیر سمجھا وہ تو قلیل تھا کثیر تو حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ انسان اندھا ہے جو دنیا کو عظیم اور آخرت کو قلیل سمجھتا ہے جن کی آنکھیں روشن ہیں ان سے پوچھ کہ قلیل کون ہے اور کثیر کون۔

مالک نے عرض کیا کہ

اے یوسف علیہ السلام مجھے بتاؤ کہ تو اصل میں کون ہے۔ مجھ سے راز کا پردہ اٹھا دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اگر تو کسی سے نہ کہے تو میں بتاؤں۔ مالک نے سچا وعدہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

وہ دس آدمی جو کنعان کے جنگل میں مجھ کو بیچنے والے تھے وہ میرے بھائی تھے۔ میرے والد محترم یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

یہ سنا تو مالک زار زار رویا اور خطاؤں کی معافی مانگی پھر تجارت وغیرہ چھوڑ کر یادالٰہی عزوجل میں مشغول ہو گیا۔ اس کے بیٹا ہوا اور ساری دولت اس کی والدہ کے سپرد کر کے راہی ملک عدم ہوا۔ عزیز مصر نے اپنے خزانے خالی کر دیئے مگر رب

عزوجل کی امانت کائنات کے خزانوں سے دامن بھرلیا۔ اہل مصر قیمت عزیز پر رشک کررہے ہیں۔ (حوالہ آخر میں لکھا ہے)

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا سے چوبیس لڑکے ہونا

جب گھر لے کر آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ

مالک نے عرض کیا کہ

اے یوسف علیہ السلام میری لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں۔ دعا فرما کہ رب عزوجل مجھے لڑکا دے۔ آپ علیہ السلام نے دعا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو چوبیس لڑکے عطا فرمائے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

1-فاید
2-نوید
3-نادی
4-حمیر
5-دلائل
6-ذکوان
7-رایص
8-زہیر
9-سالیس
10-ضمیر
11-طویم
12-طفیل
13-عمیل
14-کنا
15-نادیل
16-حوشل
17-ہزیل
18-یمس
19-بیان
20-عنبر
21-کسنار
22-سفان

23-غانم

24-خارن

مالک نے عرض کیا کہ

تم کو تمہارے بھائیوں نے کیوں بیچا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

وہ میرے بھائی ہیں یہ بھید ظاہر نہیں کروں گا۔

کریمی کی شان کہ خون کے پیاسوں پر اتنا رحم۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:408 تا 429 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ خرید نے پر دس ہزار تاجروں کے پتے پھٹنا

جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا تو دس ہزار تاجروں کے نہ خریدنے کے غم میں پتے پھٹ گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بادشاہ کے سارے خزانے کا منتظم اس کا نام قطفیر تھا نامرد تھا جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بالکل خرید لیا تو دس ہزار تاجروں کے پتے پھٹ گئے۔اس غم میں کہ ہم کیوں نہ خرید سکے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:425 نعیمی کتب خانہ لاہور)

دس ہزار تاجروں کا نہ خریدنے کے غم میں مرنا

حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ خریدنے کے غم میں دس ہزار تاجر فوت ہوئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

دس ہزار تاجروں کے پتے پھٹ گئے اس غم میں کہ ہم کیوں نہ خرید سکے اور دس ہزار مر گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:425 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ خریدنے میں چالیس ہزار کا بیمار ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ خریدنے میں چالیس ہزار اشخاص بیمار ہو گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اور چالیس ہزار بیمار ہو گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:425 نعیمی کتب خانہ لاہور)

خریدنے والے کا نام

حضرت یوسف علیہ السلام کو جس شخص نے خریدا اس بارے میں اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ

آپ علیہ السلام کے خریدنے والے کا نام مالک بن ذعر بن یوبب بن عسیفا بن مریان بن ابراہیم ہے۔

(الموتلف والمختلف للدارقطنی:ج:1،ص:241)

حضرت یوسف علیہ السلام کا تین دن بکنا

حضرت یوسف علیہ السلام تین دن بکتے رہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی نیلامی تین دن ہوتی رہی۔

بدھ

جمعرات

جمعۃ المبارک

(تفسیر نعیمی:ج:12،ص:425 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ایک بڑھیا عورت کا خریدنے آنا

حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لئے ایک بڑھیا آئی جس کا واقعہ نہایت عجیب ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

روح البیان نے فرمایا کہ

ایک بڑھیا نے سنا کہ عبرانی غلام کی قیمت یہ پڑی ہے کہ ساری دولت دو اور غلام کو خرید لو۔ وہ سمجھی کہ شاید جتنی جس کی دولت ہو اتنے میں ہی خریدے۔

یہ بھی سنا کہ

آج تین دن ہوئے غلام بک نہ سکا۔ اس نے اپنی دولت پر غور کیا تو اس کا سارا سرمایہ بیس (20) سیر کتی ہوئی روئی تھی۔ اس نے عشق یوسفی میں وہ سب اٹھائی اور مالک کے سامنے ڈھیر کردی کہ یہ لے لو اور حضرت یوسف علیہ السلام مجھ کو دے دو۔ یہ میری ساری پونجی ہے۔ کچھ دیر بعد عزیز مصر نے خرید لیا۔

(تفسیر نعیمی:ج:12،ص:426 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے عزیز مصر کے خزانوں میں دگنا اضافہ

عزیز مصر نے اپنا سارا خزانہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے کے لئے لٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے خزانوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت سے دگنا اضافہ فرما دیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

قطفیر کو زلیخا سے محبت تھی اسی کی خاطر دل جوئی کے لئے یہ غلام خریدا اور سارا خزانہ لٹایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے وزن کے برابر سب خزانے تولے گئے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کا وزن 40 رطل یعنی پانچ من تھا۔ اس طرح تقریباً پچاس من

خزانہ قیمت میں دیا گیا۔

درباریوں نے کہا:

اپنے ایک غلام کے لئے سارا خزانہ ختم کر دیا۔ اب ملک کیسے چلے گا تب عزیز مصر کو فکر لاحق ہوئی اور سب خزانچیوں کو بلایا کہ دیکھو کچھ خزانہ ہے یا سارے خالی ہو گئے۔ خزانچی اپنے اپنے خزانے میں گئے تو دیکھا کہ سونے، چاندی، زمرد، یاقوت، ریشم، مشک، عنبر، کافور، حریر کے خزانے پہلے سے زیادہ بھرے ہیں۔ سب خوشی خوشی دوڑے دوڑے آئے اور خوش خبری دی۔ عزیز مصر حیران رہ گیا۔ سمجھا شاید مالک سے جبرانہ چھین لیا ہو۔ مالک کے پاس گیا تو دیکھا کہ سب خزانے دیئے ہوئے موجود ہیں۔ خود جان کر اپنے خزانوں کو دیکھا تو دگنے تگنے بھرے ہوئے تھے اور خزانچیوں کی خبر درست تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:426 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کا حضرت یوسف علیہ السلام سے خزانے بھرے ہونے کا پوچھنا

جب عزیز مصر نے دیکھا کہ خزانے تو پہلے سے بھی زیادہ دوگنا ہو گئے ہیں تو وہ حیران ہو گیا اور درباری کے مشورے سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس کی وجہ پوچھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

سب حیران تھے کسی کی سمجھ میں یہ راز نہ آتا تھا۔ انہوں نے اس سے پہلے یہ معجزہ کب دیکھا تھا۔

ایک درباری نے کہا کہ

آپ غلام ہی سے پوچھیں وہی اس راز سے پردہ اٹھا سکتا تھا۔

عزیز مصر نے کہا:

وہ کیونکر اس راز کو جانے گا۔

درباری نے کہا:

میں نے اس کے ساتھ پرندوں کو باتیں کرتے دیکھا ہے وہ کوئی عام انسان نہیں ضرور وہ بے مثل کائنات ہے۔

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا۔

اور پوچھا کہ

اے یوسف (علیہ السلام)! ہم نے سارے خزانے تیری قیمت میں خالی کر دیئے تھے مگر وہ پھر دگنے بھرے ہوئے ہیں۔

یہ کیا راز ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ

میرے اللہ عزوجل نے تیرے خزانے بھر دیئے۔

اس نے پوچھا:

اللہ عزوجل کون ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:
جس نے مجھ کو تجھ کو اور ساری کائنات کو پیدا کیا۔
پوچھا:
اس نے یہ کرم کیوں کیا؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
یہ کرم تجھ پر نہیں بلکہ مجھ پر ہے اس لیے تو میری وجہ سے لشکریوں، درباریوں اور بادشاہ کے سامنے مطعون ومعتوب نہ ہو۔ تیرا مجھ پر احسان نہ رہے۔ میری شان تیری نظروں میں بلند ہو جائے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:427 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کا بیوی کو تعظیم وتکریم سے ٹھہرانے کا حکم دینا

مصر کے جس شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو تعظیم وتکریم سے ٹھہراؤ شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ (سورہ یوسف:21)
اور مصر کے جس شخص نے یوسف کو (قافلہ سے) خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا اس کو تعظیم وتکریم سے ٹھہراؤ شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔
☆ عزیز مصر نے اپنی زوجہ سے کہا یوسف علیہ السلام کو تعظیم وتکریم سے ٹھہراؤ یعنی ان کی رہائش کا عمدہ انتظام کرو۔ ان کو اچھے کھانے کھلاؤ اور خوبصورت کپڑے پہناؤ۔

عزیز مصر نے زلیخا کو تعظیم وتکریم کا کیوں حکم دیا

عزیز مصر نے زلیخا کو چند وجوہات کی بناء پر تعظیم وتکریم کرنے کا حکم دیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
(جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برکات کا عزیز مصر کو سنایا تو) عزیز مصر خوش ہوا اور گھر آیا۔
اور کہا:
اکرمی مثواہ۔ اے بیوی اس غلام کے لئے خوبصورت کمرہ ہر طرح سے آراستہ پیراستہ تیار کر جہاں یہ خوش وخرم رہا کرے۔
یہ حکم اس لیے دیا کہ
عزیز مصر نے فراست سے جان لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے زلیخا کی محبت ہوگئی کیونکہ جب زلیخا کی پہلی نظر حضرت یوسف علیہ السلام پر پڑی اور دونوں کی نگاہیں ملیں تو زلیخا عجیب دیوانوں کی طرح اس کو دیکھتی ہی رہی مگر حضرت یوسف

علیہ السلام کی نگاہیں پھر نہ اٹھیں نیچی ہی رہیں۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت و شرافت معلوم ہو گئی تھی۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

عزیز مصر نے آج رات خریدنے سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ اے عزیز غلام کو خرید اور زلیخا کے سپرد کر دے دونوں میں جدائی نہ ڈالنا۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ ۔ عنقریب یہ بچہ ہم کو نفع دے گا۔

یا اس طرح کہ

حکومت میں میرا ہاتھ بٹائے گا۔ مفید مشورے دے گا کیونکہ سارے ملک میں اس جیسا ذی عزت ہونہار کوئی نہ دیکھا یا اس طرح کہ ہم اس کو بیچیں گے تو بہت نفع آئے گا۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

اے تجھ کو اس سے محبت بھی ہے۔ تجھ کو جدائی گوارہ بھی نہیں ہم اس کو متبنّی بیٹا بنالیں گے۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

زلیخا نے بھی کہا تھا کہ اے عزیز تو نے سارا خزانہ خرچ کر دیا۔

تب عزیز نے جواباً کہا۔

اکرمی۔ تو خزانے کی فکر مت کر اس غلام کا خیال رکھ جس کے پاس یہ ہو اس کو خزانوں کی پرواہ نہیں ہوتی۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

اے زلیخا اس کو پہچان اور اپنے سے اچھا مکان دے۔ زلیخا نے جانا کہ سب سے اچھا مکان تو دل ہے پس دل میں جگہ دی۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

یہ میرا ہے اس کا اکرام کر کیونکہ میں کریم ہوں اور اس کو بھی میں نے کریم پایا۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

عزیز مصر نے جان لیا تھا کہ جس سے پرندے باتیں کریں وہ ضرور خدا عزوجل کا پیارا ہے اگر اس کی عزت کریں گے تو اس کا خدا عزوجل ہماری عزت فرمائے گا۔

یا اس لیے حکم دیا کہ

عزیز مصر نے جان لیا تھا کہ یہ ہمارا قائم مقام ہوگا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:727 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا کا حسن

زلیخا مصر اور اس کے مضافات میں بہت زیادہ حسین وجمیل تھیں جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا مردوں میں حسن کا کوئی ثانی نہیں تھا اسی طرح زلیخا کی طرح کوئی عورت حسن میں ثانی نہیں تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

یہ عورت (یعنی زلیخا) سارے ملک مصر اور مضافات مصر میں سب سے زیادہ حسین تھی جس طرح کہ مردوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا کوئی ثانی نہیں تھا اسی طرح عورتوں میں اس کے برابر خوبصورت کوئی عورت نہ تھی مگر حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے بھی ایک لاکھ گنا زیادہ حسین تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:426 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا نے عزیز مصر سے نکاح کیوں کیا؟

زلیخا نے خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کی اور آپ علیہ السلام نے زلیخا کو عزیز مصر ہونے کا پتہ بتایا۔ جب زلیخا کے لئے نکاح کے پیغامات آئے تو سب کے پیغام رد کر دیئے مگر جب عزیز مصر کا نکاح کے لئے پیغام آیا تو فوراً ہی نکاح کے پیغام کو قبول کر لیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا شاہ طیموس جو سارے مغرب میں یعنی تہائی دنیا کا بادشاہ تھا اس کی اکلوتی بیٹی تھی۔ خواب میں دیدار یوسف علیہ السلام سے مشرف ہو چکی تھی اور آپ علیہ السلام نے اپنا پتہ بتایا تھا کہ میں عزیز مصر ہوں اور میں تیرے لیے ہوں اور تو میرے لیے ہے۔ زلیخا کئی سال پہلے ہی اپنے اس خواب والے عزیز مصر پر عاشق ہو چکی تھیں۔ انیس بادشاہوں اور خوبصورت شہزادوں کے پیغام نکاح آئے مگر زلیخا نکاح پر راضی نہ ہوئی۔ جب عزیز مصر کا پیغام آیا تو فوراً راضی ہو گئی اور قطفیر سے اس کی شادی ہو گئی۔ جب پہلی بار منہ دکھلائی ہوئی تو زلیخا سخت غمزدہ ہوئی اور خودکشی کرنے کا ارادہ کیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:426 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا نے خودکشی کا ارادہ کیوں کیا؟

زلیخا نے خودکشی کرنے کا ارادہ اس لیے کیا کہ جس عزیز مصر یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا تو آپ علیہ السلام تھے ہی نہیں بلکہ وہ تو عزیز مصر کوئی اور تھا جو کہ مصر کا بادشاہ تھا اسی لیے خودکشی کا ارادہ کیا۔

لونڈی کا زلیخا کو صبر کی تلقین کرنا

جب زلیخا خودکشی کرنے لگیں تو لونڈی نے صبر کی تلقین کی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ عزیز مصر نامرد ہے تمہیں تمہارا عزیز مصر مل جائے گا لہٰذا صبر ہی کرو۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

لونڈیوں میں ایک لونڈی نے کہا:

تو صبر کر تیری خواب پوری ہوگی۔
اور بتایا کہ
عزیز مصر نامرد ہے تو فکر مند نہ ہو۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:426 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا کنواری ہی رہیں

زلیخا کا جب عزیز مصر سے نکاح ہوا تو وہ قربت نہ کر سکا کیونکہ وہ نامرد تھا اسی لیے آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے کنواری ہی رہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
عزیز مصر کسی رات بھی زلیخا کے قریب نہ آسکا اور زلیخا کنواری ہی رہی گویا کہ رب تعالیٰ نے زلیخا کو قطفیر کے پاس امانت رکھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:426 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مقدس عورتوں کے پہلے شوہر نامرد رہے

چار مقدس عورتوں کے پہلے شوہر نامرد ہی رہے۔
اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا
حضرت بلقیس رضی اللہ عنہا
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا
پہلے شوہر کے پاس کنواری رہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
عزیز مصر کسی رات بھی زلیخا کے قریب نہ آسکا اور زلیخا کنواری ہی رہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے زلیخا کو قطفیر کے پاس امانت رکھا جیسا کہ بلقیس شاخر کے پاس مستعار تھیں حقیقت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے امانت تھی اور جیسے حضرت (آسیہ رضی اللہ عنہا) فرعون کے پاس مستعار تھیں کنواری تھیں حقیقت میں خدمت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے وقف تھیں جیسے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین (رضی اللہ عنہا) اپنے پہلے خاوند عمر بن گندی کے لئے مستعار تھیں حقیقت میں امانت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) تھیں اسی طرح زلیخا امانت حضرت یوسف علیہ السلام تھیں۔
شاخر (حضرت) بلقیس (رضی اللہ عنہا) کے لئے
فرعون (حضرت) آسیہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے
اور قطفیر زلیخا کے لئے

نامرد تھے۔ مگر قطفیر کو (حضرت) زلیخا رضی اللہ عنہا سے محبت تھی اسی کی خاطر دل جوئی کے لئے یہ غلام خریدا اور سارا خزانہ لٹایا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12 ص:426 نعیمی کتب خانہ لاہور)

تین اشخاص صاحب فراست

تین اشخاص صاحب فراست تھے اور فوراً ہی اپنے آنے والے معاملات کو مقدس چہرے کی بدولت سمجھ گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لوگوں میں سب سے اچھی فراست کا ظہور تین آدمیوں سے ہوا۔

1- ایک عزیز مصر تھا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے سے سعادت کے آثار بھانپ کر کہا شاید یہ ہم کو فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں گے۔

2- دوسری حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھی جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام میں شرافت کے آثار دیکھ کر اپنے والد محترم سے کہا۔

يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ○ (القصص:26)

"اے ابا جان! آپ انہیں اجرت پر رکھ لیں۔ بے شک جن کو آپ اجرت پر رکھیں ان میں بہترین شخص وہ ہے جو طاقت ور اور ایمان دار ہو"

3- اور تیسرے شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں حکمرانی اور جہاں بانی کی استعداد اور صلاحیت دیکھ کر ان کو اپنے بعد اپنا خلیفہ نامزد کیا۔

(جامع البیان: جز:12 ص:230 بیروت)

عزیز مصر کا ایمان لانا

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کی تو اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کو ایمان جیسی عظیم دولت عطا فرمائی اور مومن صحابی بن گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت کی اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں عزیز کو ایمان دیا اور چوتھے دن خفیہ طریقے سے مومن صحابی بنا جس طرح کہ فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب کر کے ایمان پایا اور یہ سے بڑا انعام ہے جو ہم نے عزیز مصر کو دیا کہ دنیا کے خزانے لٹائے اور دنیا بھی واپس پائی خزانہ ایمانی بھی پالیا۔ ہمارا رب عزّ کتنا کریم و عظیم ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12 ص:428 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کا حضرت یوسف علیہ السلام کو بیٹا بنانے کا کہنا

جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ والوں سے خریدا تو گھر آکر اپنی بیوی زلیخا کو کہا کہ اس کو تعظیم

ٹھہراؤ شاید کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں گے۔
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:
اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ (یوسف:21)
☆ اس نے جو کہا تھا کہ ہم اس کو بیٹا بنالیں گے تو اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ وہ اس کو منہ بولا بیٹا بنالیں گے اور پچھلی [اُمتو]ں میں منہ بولے بیٹے بنانے کا عام رواج تھا اور اس طرح اول اسلام میں بھی یہ رواج تھا۔

[اولا]د کے حقوق پر چند دلائل

اولاد چاہے بیٹا ہو یا بیٹی اس کے بارے میں چند حقوق ہیں۔
اور احادیث مبارکہ میں تو کثرت کے ساتھ اولاد کے حقوق پر زور دیا گیا ہے اگرچہ میرا موضوع نہیں مگر حصول رضا الٰہی [عزو]جل کی خاطر عرض کر رہا ہوں جب بیٹا بنانے کا ذکر آ گیا تو سوچا کہ یہ بھی ذکر کروں۔ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ
آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم انہیں بوسہ نہیں دیتے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کروں۔
(صحیح البخاری: ج:4،ص:100، رقم الحدیث 5998)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
فرماتی ہیں کہ
ایک عورت اپنی دو لڑکیاں لے کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں [نے و]ہی دے دی۔ عورت نے کھجور تقسیم کر کے دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہیں کھائی جب وہ چلی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [تشریف] لائے۔ میں نے یہ واقعہ بیان کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس کو خدا عزوجل نے لڑکیاں دی ہوں۔ اگر وہ ان کے ساتھ احسان کرے تو وہ جہنم کی آگ سے اس کے لئے روک ہو [جائیں گ]ی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:147)
ایک اور روایت میں ہے۔
[ام] المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
[فرم]اتی ہیں۔

ایک مسکین عورت دولڑکیوں کو لے کر میرے پاس آئی۔ میں نے اس کو تین کھجوریں دیں۔ ایک ایک لڑکیوں کو دے دی اور ایک منہ تک کھانے کے لئے لے گئی کہ لڑکیوں نے اس سے مانگی۔ اس نے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو دے دی۔ جب یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت واجب کردی اور جہنم سے آزاد کردیا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 148)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کی پرورش میں دولڑکیاں بلوغ تک رہیں۔ وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ملا کر ارشاد فرمایا کہ اس طرح۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 149)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اولاد ذکور کو اس پر ترجیح نہ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 5146)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی شخص اپنی اولاد کو ادب دے وہ اس کے لئے ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث 1958)

ایک اور روایت میں ہے۔

ایوب بن موسیٰ عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

باپ کا اولاد کو کوئی عطیہ ادب حسن سے بہتر نہیں۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث 1959)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
والدہ کا اپنی اولاد کو اس سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں کہ اسے اچھے آداب سکھائے۔
(المستدرک: رقم الحدیث 7753)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3671)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
باپ کے ذمے بھی اولاد کے حقوق ہیں جس طرح اولاد کے ذمہ باپ کے حقوق ہیں۔
(کنز العمال: رقم الحدیث 45336)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اپنی اولاد کو برابر دو۔ اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا۔
(المعجم الکبیر: رقم الحدیث 11997)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عطیہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو جس طرح تم خود یہ چاہتے ہو کہ وہ سب تمہارے ساتھ احسان و مہربانی میں عدل
کریں۔
(کنز العمال: رقم الحدیث 45339)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں۔

(کنز العمال: رقم الحدیث 45342)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اولاد کے چند حقوق ہیں۔

اسی طرح اولاد کے ذمے بھی والدین کے حقوق ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام سرزمین مصر میں قیام پذیر

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سرزمین مصر میں بقیہ عمر رکھا اور آپ علیہ السلام نے وہاں حکومت کو سنبھالا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ (یوسف:21)

اور اس طرح ہم نے سرزمین (مصر) میں یوسف کے پاؤں جما دیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو نو طریقے سے قوت عطا ہوئی

حضرت یوسف علیہ السلام کو نو طریقے سے قوت عطا فرمائی گئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو نو طریقے سے قوت ملی۔

1- زلیخا کے گھر میں سب سے شان والی جگہ ملی اور عزت ایسی ملی کہ دونوں خاوند بیوی خدمت گزاری میں لگ گئے۔

2- دوسرے یہ کہ عزیز کا تخت حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا جو مصر کے علاقے میں مصر کی حکومت میں تھا۔ ملک چالیس میل لمبا چالیس میل چوڑا تھا۔

3- تیسرے یہ کہ ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت دی۔

4- چوتھے یہ کہ حکمت دی۔

5- پانچویں یہ کہ لوگوں کے دلوں پر قدرت دی۔

6- چھٹے یہ کہ خزانے اس کو دیے۔

7- ساتویں یہ کہ سب پر غلبہ دیا۔ قحط میں سب اس کے غلام بن گئے۔

8- آٹھویں یہ کہ مصر کے علاوہ سات ملک اس کو اور دیے اور اس کی حکومت مصر سے باہر بھی ہوئی بغیر جنگ بادشاہوں کو اس کا مطیع فرمان کر دیا۔

9- نویں یہ کہ جن لوگوں نے اس کو ذلیل کیا یا کرنے کی کوشش کی وہ اس کے سامنے کمزور اور ذلیل ہوئے اور رہا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:428 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قدم مبارک مصر کی سلطنت میں جما دیئے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ (یوسف:21)

تاکہ ہم ان کو خواب کی تعبیروں کا علم عطا کریں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کے سوا کوئی نہ جان سکتا تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:428 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو نوسو زبانیں سکھائی گئیں

حضرت یوسف علیہ السلام کو نوسو زبانیں زمین کی اور نوسو زبانیں آسمان کی اور نوسو زبانیں ہوائی پرندوں کی، نوسو زبانیں کیڑے مکوڑوں کی سکھائی گئیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین کی نوسو زبانیں، آسمان کی نوسو زبانیں، ہوائی پرندوں کی نوسو زبانیں، کیڑے مکوڑوں کی نوسو زبانیں سکھائیں۔ اور اس طرح کلام کا ظاہر بھی سکھایا اور باطن بھی بتایا۔

کلام کی چار قسمیں ہیں۔

1- ظاہر

2- باطن

3- عبارت

4- اشارت

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:428 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے

اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام پر غالب ہے۔ انسان کیا سوچتا ہے مگر ہوتا وہی ہے جو رب تعالیٰ چاہتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کیا سوچا اور کیا کچھ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام تدابیر کو ختم کر دیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہر کام پر غالب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف:21)

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

☆ اس آیت کریمہ کے چند محمل ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کرنے پر غالب ہے کیونکہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کو کر گزرتا ہے آسمان اور زمین میں کوئی اس کی قضاء کو ٹال نہیں سکتا اور نہ اس کے حکم کو روک سکتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے امور اور ان کے معاملات پر غالب ہے۔ ان کے امور اور ان کے معاملات کا انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں ان کی اپنی سعی اور کوشش کا دخل نہیں ہے۔ ان کے بھائیوں نے ان کو ہر قسم کی برائی اور ضرر پہنچانے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی پہنچانے کا ارادہ فرمایا پس جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی تدبیر کے مطابق تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ تمام امور اور معاملات اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہیں اور جو شخص " ، دنیا کے احوال اور عجائب میں غور کرے گا اس کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے اور اللہ تعا ں کی قضاء غالب ہے۔

3- اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز غالب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر غالب ہے وہ جس کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے متعلق فرماتا ہے، ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

اکثر لوگ اس کے غیب پر مطلع نہیں ہیں بلکہ کوئی شخص بھی از خود غیب کو نہیں جانتا سوا ان کے جن کو وہ خود کسی غیب پر مطلع فرما دے۔

4- حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کے سامنے اس خواب کو بیان کریں پھر اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کی تقدیر غالب آ گئی حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب بیان کر دیا۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی حتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل ان سے بیزار ہو گیا۔

بھائیوں کا یہ ارادہ تھا کہ

وہ حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کرنے کے بعد توبہ کر کے نیک اور صالح بن جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی وہ اپنے گناہوں کو بھول گئے اور ان پر ڈٹے رہے حتیٰ کہ تقریباً ستر سال کے بعد انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور اپنے والد سے کہا۔

انا کنا خاطئین

بے شک ہم خطا کرنے والے تھے۔

اور انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ

جب وہ اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے جائیں گے اور ان کو خون آلود قمیص دکھائیں گے تو وہ اپنے باپ کو دھوکہ دے

میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی قضاء غالب آگئی اوران کے باپ نے ان کی باتوں سے دھوکہ نہیں کھایا۔

اورانہوں نے کہا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ

بلکہ تم نے اپنے دل سے بات گھڑ لی ہے۔

اورانہوں نے یہ تدبیر کی تھی کہ

ان کے باپ کے دل سے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت زائل ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا امر غالب آ گیا اوران کے باپ کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت اور الفت اور زیادہ ہوگئی اور عزیز مصر کی اہلیہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ عزیز مصر سے شکایت کرنے میں پہل کرے گی تو اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف بدگمان کر دے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آگئی اور عزیز مصر نے اپنی اہلیہ کو قصوروار قرار دے دیا۔

اور کہا:

استغفرلی لذنبك انك كنت من الخاطئين

اپنے گناہوں سے توبہ کرو بے شک تم خطا کاروں میں سے ہو۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے چھٹکارا پانے کی تدبیر کی اور جس شخص نے قید سے رہا ہو کر بادشاہ کو شراب پلائی تھی۔

اس سے کہا:

بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا لیکن اللہ تعالیٰ کا امر غالب آ گیا اور وہ شراب پلانے والا بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھول گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام مزید کئی سال تک قید خانہ میں رہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا امر ہی غالب ہے۔

عزیز مصر کی حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدتے وقت عمر

جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا تو اس وقت عزیز مصر کی عمر ساٹھ (60) سال تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک بارہ (12) سال تھی اور زلیخا کی عمر اس وقت غالباً تیس (30) سال تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اس خریداری اور زلیخا کے گھر میں آنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک بارہ (12) سال تھی۔

عزیز مصر کی ساٹھ (60) سال

زلیخا کی غالباً (30) تیس سال عمر تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:428، نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو پختہ عمر میں فیصلہ کی قوت اور علم عطا فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام جب پختگی عمر میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو فیصلہ کی قوت اور علم عطا فرمایا۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (یوسف:22)

اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچے تو ہم نے ان کو فیصلہ کی قوت اور علم عطا کیا اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔

پختگی عمر میں اقوال

انسان پختگی عمر کو کب پہنچتا ہے اس میں متعدد اقوال ہیں۔

مجاہد نے کہا:

پختگی عمر سے مراد ہے۔

تینتیس (33) سال کی عمر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تیس (30) اور کچھ سال

ضحاک نے کہا:

بیس (20) سال

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(18) اٹھارہ اور تیس (30) سال کے درمیان۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اشد کا معنیٰ قوت اور شباب کا اپنی انتہاء کو پہنچ جانا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال ہو۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

اس وقت ان کی عمر بیس (20) سال یا تینتیس (33) سال ہو۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث مبارکہ میں اس وقت ان کی عمر کی تعین کی تصریح نہیں ہے اور نہ ہی عمر کی کسی تعین پر اجماع امت ہے۔ اس لیے اس لفظ سے وہی مراد لینا چاہئے جس طرح اللہ عزوجل نے فرمایا ہے یعنی جب وہ اپنی قوت اور شباب کی انتہاء کو پہنچ گئے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:232)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اور جب ہمارا یوسف علیہ السلام اپنی قوت جسمانی یعنی جوانی کو پہنچ گیا۔

جوانی عمر پندرہ (15) سے تیس سال تک ہوتی ہے۔

اور عقل کی پختگی کی عمر تیس (30) سال سے چالیس (40) سال تک ہوتی ہے اور طبیعت اور رعب کی زندگی چالیس

(40) سال سے پچاس (50) سال تک ہوتی ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:428 نعیمی کتب خانہ لاہور)
اور معالم التنزیل میں ہے۔
مجاہد نے فرمایا کہ
تیس سال
اور الکلبی نے فرمایا:
اٹھارہ سے تیس (30) سال کی عمر کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں۔
امام مالک سے اشد کا معنیٰ پوچھا گیا۔
تو آپ نے فرمایا:
الحلم یعنی بلوغت ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:369 دار الفکر بیروت)
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔
وہ عمر جس میں آپ علیہ السلام اپنے جوبن کو پہنچے وہ تینتیس سال تھی۔
یا تیس (30) سے کچھ زائد
یا بیس سال (20)
یا چالیس (40) سال
یا پچیس (25) سال
یا تیس (30) سال
یا اٹھارہ (18) سال تھی
یا اس سے مراد جوان ہونا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:817)

عمر کی سات اقسام

عمر کی سات اقسام ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
عمر کی سات اقسام ہیں۔
1۔ عمر طفلی
از یوم پیدائش گیارہ سال تک

2-عمر امردی
گیارہ سال سے پندرہ سال تک
3-عمر جوانی
پندرہ سال سے تیس سال تک
4-عمر پختگی
تیس سال سے چالیس سال تک
5-عمر قوت
چالیس سال سے پچاس سال تک
6-عمر کہولت
پچاس سال سے پچھتر سال تک
7-عمر ضعیفی
جو شخص پچھتر سال سے (100) سو سال تک یا اس سے اوپر جتنی بھی ہو۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:429 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قوت فیصلہ اور علم عطا فرمانے میں اقوال

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
ہم نے ان کو قوت فیصلہ اور علم عطا فرمایا۔
مجاہد نے کہا:
یعنی نبوت سے پہلے عقل اور علم عطا فرمایا۔
(جامع البیان: جز:12، ص:232 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
امام عبداللہ بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
(قوت فیصلہ) حکم کے بارے چار اقوال ہیں۔
1-مجاہد نے کہا:
(قوت فیصلہ) حکم سے مراد فقہ اور عقل ہے۔
2-ابن السائب نے کہا:
(قوت فیصلہ) حکم سے مراد نبوت ہے۔
3-زجاج نے کہا:
اس سے مراد یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو حکیم بنا دیا گیا۔

اور زجاج نے کہا:

ہر عالم حکیم نہیں ہوتا۔

حکیم وہ عالم ہوتا ہے جو اپنے علم کو استعمال کرے اور اس سے جہل کا استعمال کرنا ممتنع ہو۔

4-ثعلبی نے کہا:

حکم سے مراد ہے صحیح اور درست بات کہنا۔

ارباب لغت نے کہا:

عرب کے نزدیک حکم وہ قول ہے جس میں جہل اور خطاء نہ ہو اور نفس جس چیز کی خواہش کرے اور اس میں ضرر ہو تو وہ اس خواہش کو رد کر دے اور اسی وجہ سے حاکم کو حاکم کہتے ہیں کیونکہ وہ ظلم اور کج روی سے روکتا ہے۔

اور علم کی تفسیر میں دو اقوال ہیں۔

1-فقہ کا علم

2-خواب کی تعبیر کا علم

(زادالمسیر: ج:4،ص:201 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

(قوت فیصلہ) حکم اور علم کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔

1-حکم اور حکمت کا اصل میں معنیٰ ہے نفس کو اس کی خواہش سے روکنا اور جو کام انسان کے لئے نقصان دہ ہو اس سے منع کرنا۔

حکم سے مراد حکمت عملیہ ہے۔

اور علم سے مراد حکمت نظریہ ہے۔

اور حکمت عملیہ کو حکمت علمیہ پر اس لیے مقدم فرمایا ہے کہ

ریاضت کرنے والے پہلے حکمت عملیہ میں مشغول ہوتے ہیں پھر اس سے ترقی کر کے حکمت عملیہ تک پہنچتے ہیں اور مفکرین پہلے حکمت نظریہ کو حاصل کرتے ہیں اس کے بعد حکمت عملیہ کو حاصل کرتے ہیں۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کا طریقہ پہلا تھا کیونکہ انہوں نے مصائب اور مشکلات پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مکاشفات کے دروازے کھول دیئے۔

اور فرمایا:

ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا۔

(حکمت عملیہ سے مراد ہے نفس کو برائیوں سے بچانا اور نیکیوں سے آراستہ کرنا اور حکمت علمیہ سے مراد ہے نفس الامر اور اشیاء کے حقائق کا علم اور ادراک)

2-(قوت فیصلہ) حکم سے مراد ہے نبوت کیونکہ نبی مخلوق پر حاکم ہوتا ہے اور علم سے مراد ہے دین اور شریعت کا علم۔

3-(قوت فیصلہ) حکم سے مراد ہے نفس مطمئنہ کا نفس امارہ پر حاکم ہونا۔
حتیٰ کہ شہوانیہ اور قوت غضبیہ مغلوب اور مقہور ہو جائیں اور عالم قدس سے انوار الٰہیہ کا جوہر نفس پر فیضان ہو۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ہم نے ان کو حکم اور علم عطا فرمایا۔
اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی قوت عملی اور قوت علمی دونوں کامل ہو چکی تھیں۔
(تفسیر کبیر: ج:6،ص:437 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
علامہ قرطبی نے کہا:
اگر ان کو بچپن میں نبوت دی گئی تھی تو اس سے مراد ان کے علم اور فہم میں زیادتی فرمائی۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:142)

حضرت یوسف علیہ السلام نبی کب سے تھے

حضرت یوسف علیہ السلام کے نبی ہونے کے بارے میں مجھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ملی ہے کہ جس میں ہے کہ آپ علیہ السلام کنویں میں آنے کے وقت سے نبی تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں آنے کے وقت سے نبی تھے مگر اب ان کو تبلیغ کی اجازت ملی۔
(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:429 نعیمی کتب خانہ لاہور)

نیکو کاروں کو جزاء عطا فرمانے پر اقوال

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزاء دیتے ہیں۔
اس بارے میں چند اقوال ہیں۔
امام ابن جوزی نے کہا:
نیکو کاروں کے بارے میں تین قول ہیں۔
1-مصائب اور مشکلات پر صبر کرنے والے
2-ہدایت یافتہ لوگ
3-مومنین
امام محمد بن جریر طبری نے کہا:
اگرچہ اس آیت کا ظاہر معنیٰ یہ ہے کہ

ہم ہر محسن کو جزاء دیتے ہیں لیکن اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو مصائب اور مشکلات میں مبتلا کرنے کے بعد ہم نے ان کو زمین میں اقتدار دیا اور علم عطا فرمایا اسی طرح ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاملہ کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے مشرکین سے نجات عطا فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر اقتدار عطاء فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں اضافہ فرمائیں گے۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:201 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

نیکو کاروں سے مراد مومنین ہیں۔

آپ سے اس کا معنیٰ مہتدین یعنی ہدایت یافتہ بھی مروی ہے۔

الضحاک نے کہا کہ

جو مصائب پر صبر کرنے والے تھے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:269 دار الفکر بیروت)

اور تفسیر نعیمی میں ہے۔

اس میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں کہ نیکو کاروں سے کیا مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

مراد نمازی ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

مراد اچھے اخلاق والے ہیں۔

ایک یہ کہ

مراد بے ریا عمل کرنے والے ہیں جو فقط اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جائے کسی کو دکھایا یا بتایا نہ جائے۔

ایک یہ کہ

مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں یعنی ہم انبیاء کرام علیہم السلام کو اسی طرح جزاء لقا عطا فرماتے ہیں۔

یہ بھی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے یہ ہی قول درست ہے کیونکہ کذالک کی تشبہ مشبہ بہ کی برابری چاہتی ہے۔

ایک یہ کہ

مراد نیکو کاروں سے سب عبادات کرنے والے متوکلین علی اللہ ہیں اور جزاء سے مراد وصل الٰہی عزوجل ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:429 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام ایک بار پھر آزمائش میں

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنواں میں ڈالا تو یہ آزمائش جب بھائیوں نے بیچا تو یہ آزمائش اور جب مصر کے بازار میں قافلہ والوں نے بیچا تو یہ آزمائش اور اب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے اپنی طرف راغب کرنے کے لئے بلایا تو

یہ بھی آزمائش تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ط (یوسف:23)

اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا جلدی آؤ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی پارسائی کا انتہائی کمال

اس آیت کریمہ میں وَرَاوَدَتْهُ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ رود سے ماخوذ ہے۔اس کا معنیٰ ہے۔

نرمی اور حیلے سے کسی چیز کو بار بار طلب کرنا۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

عزیز مصر کی بیوی نرمی اور لوچ دار باتوں سے کافی عرصہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس کا معنیٰ یوں بھی تعبیر کیا جاسکتا تھا کہ

: عزیز مصر کی بیوی نے ان کو اپنی طرف راغب کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح تعبیر فرمایا کہ وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا۔

اس میں نکتہ یہ ہے کہ

جو شخص کسی کے گھر میں رہتا ہو اس کے زیر احسان ہو وہ اس کا ماتحت ہوتا ہے اور گھر والے کا اس پر مکمل تسلط اور اقتدار ہوتا ہے سو حضرت یوسف علیہ السلام اس کی مکمل دسترس میں تھے اور ان کے لئے اس کی فرمائش سے انکار کرنا بہت مشکل تھا لیکن آپ علیہ السلام پر خوف خدا عزوجل کا اس قدر غلبہ تھا کہ باوجود اس بات کے کہ وہ عزیز مصر کی بیوی کے زیر احسان تھے اور اس کے زیر اقتدار اور زیر تسلط تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اس کی فرمائش پوری کرنے سے صاف انکار کر دیا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جب اس معنیٰ کو اس طرح تعبیر فرمایا اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے ان کو اپنی طرف راغب کیا تو اس پیرائے میں تعبیر کرنے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال درجے کی پارسائی معلوم ہوئی۔

زلیخا کا سات کمروں کو بند کر کے طرح طرح کے حیلے سے ورغلانا

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں جس عورت کے گھر میں قیام فرما تھے اس کے خاوند نے اس کو یہ تاکید کی تھی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھے حضرت یوسف علیہ السلام بہت حسین و جمیل تھے اور آپ علیہ السلام جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے جب وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کو سات (7) کمروں کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں لے گئی اور ہر کمرہ کا دروازہ بند کر کے تالا لگاتی چلی گئی۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے نفس کی طرف راغب کرنے کے لئے کہنے لگی۔

اے یوسف (علیہ السلام)! تمہارے بال کتنے حسین ہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
سب سے پہلے میرے جسم سے یہ بال الگ ہوں گے۔
اس نے کہا:
تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
سب سے پہلے میرے جسم سے یہ آنکھیں بہہ جائیں گی۔
اس نے کہا:
تمہارا چہرہ کتنا حسین ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اس کو مٹی کھا جائے گی۔
اس نے کہا:
تمہاری صورت کتنی اچھی ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میرے رب عزوجل نے یہ صورت رحم میں بنائی تھی۔
اس نے کہا:
اے یوسف (علیہ السلام)! تمہاری صورت میرے جسم میں حلول کر چکی ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اس میں شیطان تمہاری معاونت کر رہا ہے۔
اس نے کہا:
میں نے تمہارے لیے ریشم کا بستر بچھا دیا ہے۔ اٹھو اور میری خواہش پوری کرو۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
پھر جنت سے میرا حصہ جاتا رہے گا۔
اس نے کہا:
میرے ساتھ چھپ جاؤ۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میرے رب عزوجل سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی۔

وہ اسی طرح آپ علیہ السلام کو مائل کرتی رہی اور آپ علیہ السلام اس سے گریز کرتے رہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث 11475)

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:145)

عزیز مصر کی بیوی کا خوب بن سنور کر ورغلانا

عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی اور آپ علیہ السلام کو ہر طریقے سے ورغلانا چاہتی تھی اور اپنی طرف بلانا چاہتی تھی ایک دن خوب بن سنور کر آپ علیہ السلام کو سات کمروں میں بند کیا اور اپنی طرف بلایا مگر آپ علیہ السلام نے پاس آنے سے انکار فرمادیا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

یہ عورت آپ علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی آپ علیہ السلام کی محبت میں از خود رفتہ ہوگئی۔ ایک دن خوب بن سنور کر اور دروازوں کو اچھی طرح قفل لگا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اشتعال انگیز دعوت دی اور مطلب برآری کے لئے آپ علیہ السلام کو ورغلانا چاہا۔

کہنے لگی کہ

بس آ بھی جاؤ۔

لیکن آپ علیہ السلام نے اس طرف توجہ ہی نہ دی بلکہ باز رہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:817)

عزیز مصر کی بیوی کا نفس امارہ کی خواہش سے بلانا

عزیز مصر کی بیوی یعنی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نفس امارہ کی خواہش سے اپنی جانب بلایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حیات یوسفی کا ایک دور ختم ہوا اور دوسرا دور شروع ہوا جس کی ابتداء اکرمی مثواہ سے ہوئی۔

اس زندگی کی دوسری واردات یہ ہے کہ

اور بہلایا پھسلایا صرف اس عورت زلیخا نے ہی اس یوسف علیہ السلام کو جس کے گھر میں حضرت یوسف علیہ السلام رہتے تھے۔ جب خوب جوان ہوگئے اس وقت یعنی بعمر اٹھارہ یا بیس سال اس یوسف کی ذات یا نفس امارہ کے ذریعے کہ یہ نفس امارہ کی خواہش سے مجھ پر آجائیں یا اپنی ذات میرے حوالے کردیں اور اس یوسف علیہ السلام کے لئے خصوصی بنائے ہوئے مکان کے سات کمروں کے سب دروازے خوب مضبوطی سے بند کردیئے یعنی تالے لگائے اور دور کھڑے یوسف علیہ السلام کو پکارا۔

اور کہا:

آجا یہ سب کچھ حسن زینت، میں اور میرا فیشن تیرے ہی لیے ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہو۔

نفس کی تعریف

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری المتوفی 465ھ لکھتے ہیں:

لغت میں نفس کا معنیٰ کسی شی کا وجود ہے اور عرف میں نفس سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کا معلول ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

نفس سے مراد وہ لطیف چیز ہو جو اس جسم میں موجود ہے اور وہی انسان کے اخلاق مذمومہ کا محل ہے۔

جیسا کہ روح ایک لطیف چیز ہے جو اس جسم میں رکھی گئی ہے اور وہی اخلاق محمودہ کا محل ہے اور ان میں سے بعض، بعض کے تابع ہیں اور ان کا مجموع انسان ہے۔

روح اور نفس کا صورت میں اجسام لطیفہ سے ہونا ایسے ہے جیسے ملائکہ اور شیاطین کا لطیف صورت میں ہونا ہے اور جس طرح آنکھ دیکھنے کا محل ہے اور کان سننے کا محل ہے اور ناک سونگھنے کا محل ہے اور منہ چکھنے کا محل ہے اور جو سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے اور سونگھنے والا ہے اور چکھنے والا ہے اس کا مجموع انسان ہے۔ اسی طرح اوصاف محمودہ کا محل قلب اور روح ہے اور اوصاف مذمومہ کا محل نفس ہے اور نفس بھی اس مجموع کا جز ہے اور قلب بھی اس مجموع کا جز ہے۔

(الرسالۃ القشیریۃ: ص 123 دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

نفس روح ہے اور کسی چیز اور اس کی حقیقت کو بھی نفس کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں۔ ایک نفس عقل ہے جس کے اشیاء میں باہم تمیز ہوتی ہے۔

اور دوسرا نفس روح ہے جس سے جسم کی حیات ہوتی ہے۔

ابن الانباری نے کہا:

بعض اہل لغت نے نفس اور روح کو مساوی قرار دیا ہے۔

اور کہا ہے کہ

یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں ان میں صرف لفظی فرق ہے۔ نفس مؤنث ہے اور روح مذکر ہے۔

اور دوسرے علماء نے کہا:

روح وہ ہے جس سے حیات ہوتی ہے۔

اور نفس وہ ہے جس سے عقل ہوتی ہے۔

پس جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح کو قبض نہیں کرتا اور اس کی روح صرف موت کے وقت قبض کی جاتی ہے۔

اور زجاج نے کہا ہے کہ

ہر انسان کے دو نفس ہوتے ہیں۔

ایک وہ نفس ہے جس سے اشیاء میں باہم تمیز ہوتی ہے اور یہ وہی نفس ہے جو نیند کے وقت انسان سے الگ ہو جاتا ہے اور وہ اس سے کسی چیز کا تعقل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو وفات دے دیتا ہے۔

اور دوسرا نفس حیات ہے اور حیات زائل ہوتی ہے تو یہ نفس بھی زائل ہو جاتا ہے اور سونے والا شخص سانس لیتا رہتا ہے اور سونے والے شخص کی حالت نیند میں نفس کی وفات اور زندہ شخص کے نفس کی وفات میں یہی فرق ہے اور حیات کا نفس یہی روح ہے اور انسان کی حرکت اور اس کی نشو و نما ہے۔

اور حق یہ ہے کہ

نفس اور روح میں فرق ہے۔ اگر ان دونوں کا معنیٰ ایک ہوتا تو ہر ایک کو دوسرے کی جگہ رکھنا جائز ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ

اور فی روحی نہیں فرمایا۔

روح اور نفس میں اعتباری فرق ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اس میں نفس اور روح کو رکھا اس کی روح کے آثار سے اس کی پاکیزگی ہے اور اس کی فہم ہے اور اس کا حلم ہے اور اس کی وفا ہے اور اس کے نفس کے آثار سے اس کی شہوت ہے اور اس کا طیش ہے اور اس کے جاہلانہ افعال ہیں اور اس کا غضب ہے اس لیے بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ نفس روح ہے۔

اور نہ یہ کہا جائے گا کہ

روح نفس ہے۔

(تاج العروس: ج:4، ص:259 تا 260 دار احیاء التراث العربی بیروت)

میں کہتا ہوں کہ

اس آیت کریمہ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا الخ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قبض روح کے لئے نفس کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور احادیث و آثار میں روح اور نفس کو ایک دوسرے کی جگہ

استعمال کیا گیا ہے۔
" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھیں بند کر دیں۔
پھر ارشاد فرمایا:
جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھ اس کو دیکھتی ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث 920)
دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روح کی جگہ نفس کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی نظر اوپر اٹھی ہوئی ہوتی ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
کیوں نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کی نظر اس کے نفس کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:921)
اسی طرح درج ذیل حدیث مبارکہ میں روح کے لئے نفس کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میت کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔جب مرنے والا شخص نیک ہو تو اس سے کہتے ہیں۔
اے پاکیزہ نفس! باہر نکلو جو پاک جسم میں تھی۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4262)
دوسری حدیث میں اس موقع کے لئے نفس کے بجائے روح کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اس سے دو فرشتے ملاقات کرتے ہیں جو اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث 2872)
امام مالک نے دو احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔
ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا:
ہم کو صبح کی نماز کے وقت جگا دینا۔
حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر نیند غالب آ گئی۔ سورج نکلنے کے بعد سب بیدار ہوئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا:
تو انہوں نے عرض کیا:
میرے نفس کو اسی چیز نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:25)
دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:
اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اگر وہ چاہتا تو وہ اس وقت کے سوا ہماری روح کو لوٹا دیتا۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:26)
حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر قرطبی المتوفی 463ھ ان دونوں حدیثوں کے متعلق لکھتے ہیں:
علماء کی ایک جماعت نے ان حدیثوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ روح اور نفس ایک چیز ہے۔ اور انہوں نے الزمر کی آیت 42 سے بھی استدلال کیا ہے۔
حضرت ابن عباس اور ابن سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما نے الزمر: 42 کی تفسیر میں کہا ہے۔
جب مردے مرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب زندہ سوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض فرمالیتا ہے پھر جس کی موت کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا اس کی روح کو روک لیتا ہے اور جس کی موت کا فیصلہ نہیں فرمایا اس کی روح کو ایک وقت معین تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔
یہ تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ
نفس اور روح ایک چیز ہیں کیونکہ اس آیت مبارکہ میں النفس کا لفظ ہے اور انہوں نے اس کا معنیٰ روح کیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مؤطا کی حدیث:26 میں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا۔
اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا تھا میرے نفس کو اس چیز نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول رد نہیں فرمایا۔ پس قرآن و سنت نے ایک چیز کو کبھی نفس سے تعبیر فرمایا ہے اور کبھی اس چیز کو روح سے تعبیر فرمایا ہے۔
(تمہید: ج:2، ص:582 دار الکتب العلمیہ بیروت)

نفس اور روح مغائر

بعض کے نزدیک نفس اور روح مغائر ہیں۔

حافظ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المالکی القرطبی المتوفی 463ھ لکھتے ہیں:

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ

نفس روح کا غیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفس سے خطاب فرمایا ہے۔ اس کو برے کاموں سے منع فرمایا ہے اور نیک کاموں کا حکم دیا ہے اور انہوں نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥ (الفجر:27تا28)

اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (الزمر:56)

(ایسا نہ ہو کہ) کوئی نفس یہ کہے! ہائے افسوس! اس بات پر کہ میں نے اللہ کے حق کو ادا کرنے میں تقصیر کی۔

اور روح کو نہ خطاب کیا گیا ہے اور نہ اس کو قرآن مجید میں کسی چیز سے منع کیا گیا ہے اور نہ کسی کام پر اس کی مذمت کی گئی ہے۔ آدمیوں کا نفس چوپایوں کے نفس کی طرح ہے۔ وہ جنسی عمل کی خواہش کرتا ہے اور برے کام کی تحریک کرتا ہے اور نفس کا مسکن پیٹ ہے مگر انسان کو روح کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے اور اس کا مسکن دماغ ہے۔ اس کی وجہ سے انسان برے کاموں سے حیاء کرتا ہے اور روح اس کو نیک کاموں کی دعوت دیتی ہے اور نیک کاموں کا حکم دیتی ہے۔

عبدالرحمان بن قاسم نے الزمر:42 کی تفسیر میں کہا ہے کہ

نفس یک مجسم چیز ہے اور روح اس پانی کی طرح ہے جو جاری ہو۔ جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح اوپر جا رہی ہے اور نیچے اتر رہی ہے اور نفس ہر وادی میں چر رہا ہوتا ہے اور ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو انسان خواب میں دیکھتا ہے پھر جب اللہ عزوجل اس کو جسم میں لوٹنے کی اجازت دیتا ہے تو وہ جسم میں لوٹ جاتا ہے اور اس کے لوٹنے سے جسم کے تمام اعضاء بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ سننے اور دیکھنے لگتا ہے۔

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ

علماء کے اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اور اللہ ہی کو علم ہے کہ ان میں کیا چیز صحیح ہے اور قوم نے جو کچھ کہا ہے وہ واضح نہیں ہے اور نہ ان دلائل کی صحت یقینی ہے اور نہ کوئی ایسی صحیح حدیث ہے جس سے عذر اٹھ جائیں اور حجت واجب ہو جائے نہ قیاس سے اس کو مستنبط کیا جا سکتا ہے بلکہ عقول اس مسئلہ میں سوچ و بچار کر کے تھک جاتی ہیں اور اس کے علم سے عاجز ہیں۔

(تمہید: ج:2، ص:87تا88 دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن عبدالبر کی تحقیق

حافظ ابن عبدالبر کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ

قرآن مجید اور احادیث کے بعض دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں اور بعض دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اور نفس باہم مغائر ہیں۔

لیکن ان کا مختار یہ ہے کہ

روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں جیسا کہ انہوں نے تمہید میں اس مبحث کے شروع میں لکھا ہے۔ اسی طرح انہوں نے موطا امام مالک کی شرح الاستذکار میں بھی لکھا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تہجد کی نماز کے لئے جگانے گئے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہمارے نفوس تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1147)

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ

میرے نفس کو اس نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 25)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 26)

اور حضرت ابو جحیفہ کی حدیث مبارکہ میں ہے:

بے شک تم مردہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو لوٹا دیا۔

(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 795)

اور قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ (الزمر: 42)

ان سب میں یہ واضح دلیل ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک چیز ہیں۔

اس مسئلے میں سلف صالحین کے اقوال ہم نے تمہید میں ذکر کیے ہیں۔

(الاستذکار: ج: 1، ص: 314 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام رازی کی تحقیق

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

انسان کا نفس ایک جوہر ہے جو منور اور روحانی ہے جس اس کا بدن سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی روشنی تمام بدن میں حاصل ہوتی ہے اور اس روشنی کا نام حیات ہے۔

پس ہم یہ کہتے ہیں کہ

موت کے وقت اس بدن کے ظاہر اور باطن سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور اس انقطاع کا نام موت ہے اور نیند کے وقت اس روشنی کا تعلق صرف ظاہر بدن سے بعض اعتبار سے منقطع ہوتا ہے اور اس کی روشنی بدن کے باطن سے منقطع نہیں ہوتی۔

پس ثابت ہو گیا کہ

موت اور نیند ایک جنس سے ہیں مگر موت میں اس کی روشنی کا انقطاع تام اور کامل ہوتا ہے اور نیند میں اس کا انقطاع ناقص اور بعض وجوہ سے ہوتا ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:9،ص:456 دار احیاء التراث العربی بیروت)

عرض مصنف

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے عمیق مطالعہ سے میں نے یہ سمجھا کہ روح اور نفس متحد بالذات ہیں اور ان میں تغایر اعتباری ہے۔ انسان کے جسم میں ایک قوت مجردہ ہے۔ وہ قوت اس لحاظ سے کہ وہ انسان کے حواس میں موثر ہے یعنی اس کی تاثیر سے انسان دیکھتا ہے، سنتا ہے، سونگھتا ہے، چکھتا ہے اور چھوتا ہے نفس ہے اور اس لحاظ سے کہ اس قوت سے انسان بولتا ہے اور دیگر افعال اختیاریہ کرتا ہے وہ روح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

جس قوت کے لحاظ سے انسان محسوس کرتا ہے اور افعال کرتا ہے وہ قوت روح ہے اور وہ قوت اس لحاظ سے کہ انسان اس قوت سے تعقل اور ادراک کرتا ہے اور کسی بھی کام کرنے کا منصوبہ بناتا ہے تو یہ قوت نفس ہے اور اس کو نفس ناطقہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

پھر اگر نفس برے اور ناجائز کام کا منصوبہ بنائے تو یہ نفس امارہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (یوسف:53)

بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے۔

اور برے کام کرنے کے بعد نفس اس پر ملامت کرے تو وہ نفس لوامہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِo (القیامۃ:2)

اور میں ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔

اور اگر نفس نیک کام کرنے کا حکم دے تو وہ نفس مطمئنہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُo ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةًo (الفجر:27تا28)

اے مطمئن نفس! تو اپنے رب عزوجل کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۔
اور جس قوت کے لحاظ سے انسان محسوس کرتا ہے اور افعال اختیار یہ کرتا ہے وہ روح ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر:29)
پس جب میں آدم کا پتلا پورا بنالوں اور اس میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دوں۔
امام الحسین بن مسعود الفراء بغوی التوفی 516ھ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
یعنی روح پھونکنے کے بعد وہ پتلا زندہ ہو جائے اور روح جسم لطیف ہے جس سے انسان زندہ ہوتا ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:57 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اور درج ذیل حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی حرکات ارادیہ اور اس کے تمام تصرفات کا منشاء روح ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکی جب روح ان کے سر میں پہنچی تو ان کو چھینک آئی۔
حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
یرحمك الله .
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:6165)
(المستدرک: ج:2، ص:261 قدیم)
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:3368)

نفس انسان کی تین اقسام

نفس انسان کی تین قسمیں ہیں۔
1- نفس امارہ
2- نفس لوامہ
3- نفس مطمئنہ

نفس امارہ

نفس امارہ کی تعریف یہ ہے کہ
وہ طبیعت بدنیہ اور اس کے تقاضوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور لذات اور شہوات حسیہ کے حصول کا حکم دیتا ہے اور دل کو
اور خسیس چیزوں کی طرف کھینچتا ہے اور یہ نفس، اخلاق مذمومہ شرور اور خبائث کا معدن اور منبع ہوتا ہے۔

نفس لوامہ

نفس لوامہ وہ ہے کہ
جو دل کے نور سے روشن ہوتا اور جب انسان پر غفلت طاری ہوتی ہے اور وہ اپنی جبلت ظلمانیہ کے تقاضے سے کسی برائی یا گناہ کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس کا وہ نفس اس کو ملامت کرتا ہے اور اس سے متنفر ہوتا ہے۔

نفس مطمئنہ

اور نفس مطمئنہ وہ ہے کہ
جو دل کے نور سے مکمل منور ہوتا ہے اور وہ مذموم صفات سے عاری اور خالی ہوتا ہے اور اوصاف محمودہ سے متصف ہوتا ہے اور اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتا ہے اور انسان کی جبلت ظلمانیہ اسے برائی پر نہیں اکساتی اور نیکی کے خلاف مزاحمت نہیں کرتی۔

اہل صوفیاء کا ان اقسام میں قول

بعض صوفیاء نے یہ کہا ہے کہ
نفس لوامہ ہی نفس مطمئنہ ہے جو نفس امارہ کو ملامت کرتا رہتا ہے۔
اور بعض صوفیاء نے کہا:
نفس لوامہ کا نفس مطمئنہ سے اوپر درجہ ہے کیونکہ نفس مطمئنہ خود کامل ہوتا ہے اور نفس لوامہ ملامت کر کے دوسرے کی تکمیل کرتا ہے۔
(المفردات: ج:2، ص:588)

علامہ میر سید شریف جرجانی کا ان تین تعریفات پر قول

علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:
نفس امارہ وہ روح ہے جو طبیعت بدنی کی طرف مائل ہوتی ہے اور لذتوں اور شہوت حسیہ کا حکم دیتی ہے اور دل کو سفلی جانب کی طرف کھینچتی ہے یہ تمام برائیوں کا ماویٰ اور اخلاق مذمومہ کا منبع ہے۔
نفس لوامہ وہ روح ہے کہ جب اس کی جبلت ظلمانی کی وجہ سے کوئی برا کام صادر ہو جاتا ہے یا غفلت میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اس سے کوئی برائی سرزد ہو جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرتی ہے اور اس برائی سے توبہ کرتی ہے۔
نفس مطمئنہ وہ روح ہے جو عقل کے نور سے پوری طرح منور ہوتی ہے اور مذموم صفات سے مجرد ہوتی ہے اور اخلاق محمودہ سے متصف ہوتی ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی نے مطلقاً نفس کی یہ تعریف کی ہے۔ یہ وہ لطیف جوہر بخاری ہے جو حیات، حس اور حرکت ارادی کی قوت کا حامل ہے اور اس کا نام روح حیوانی ہے یہ وہ جوہر ہے جو بدن کو روشن کرتا ہے اور موت کے وقت بدن کے ظاہر اور باطن سے اس کی روشنی منقطع ہو جاتی ہے اور نیند کے وقت فقط ظاہر بدن سے اس کی روشنی منقطع ہوتی ہے نہ کہ بدن کے باطن سے کیونکہ موت انقطاع کلی ہے اور نیند انقطاع ناقص ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

اللہ تعالیٰ نے جوہر نفس کو بدن کے ساتھ تین طرح متعین کیا ہے۔

1-نفس کی روشنی تمام اجزاء بدن پر ہو خواہ ظاہر ہوں یا باطن اور یہ بیداری ہو۔

2-نفس کی روشنی صرف ظاہر بدن سے منقطع ہو باطن سے منقطع نہ ہو یہ نیند ہے۔

3-نفس کی روشنی بدن کے ظاہر اور باطن دونوں سے منقطع ہو جائے یہ موت ہے۔

(التعریفات: ص:168 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

آیت کریمہ میں نفس امارہ کا ذکر

نفس امارہ کا ذکر اس آیت میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (یوسف:53)

میں اپنے نفس کو برائی سے بری نہیں کرتا بے شک نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے سوا اس کے کہ میرا رب ہی رحم فرمائے۔ بے شک میرا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

آیت کریمہ میں نفس لوامہ کا ذکر

نفس لوامہ کا ذکر اس آیت میں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (القیامۃ:2)

اور میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں جو ملامت کرنے والا ہے۔

آیت کریمہ میں نفس مطمئنہ کا ذکر

نفس مطمئنہ کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ (الفجر:27)

اے نفس مطمئنہ!

مفسرین کے نفس مطمئنہ کے متعلق اقوال

نفس مطمئنہ کے متعلق مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

ایک سوال یہ ہے کہ

قیامت کے دن نفس مطمئنہ کو کون ندا کر کے کہے گا۔

اے نفس مطمئنہ!

مفسرین نے کہا:
یہ نداء اور خطاب فرشتے کریں گے۔
اور اولیاء اللہ سے کہیں گے کہ
اے نفس مطمئنہ!
اور بعض صوفیاء نے کہا:
یہ ندا اور خطاب خود اللہ عزوجل کرے گا کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے یا اللہ یا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے تو قیامت کے دن اس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ نیک بندوں کو پکارے گا اور فرمائے گا۔
اے نفس مطمئنہ!
امام عبدالرحمان بن محمد ابن ابی حاتم رازی متوفی 327ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس نداء اور خطاب کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:
جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔
انہوں نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کتنا خوب صورت خطاب ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عنقریب یہ خطاب تم سے کیا جائے گا (یعنی موت کے وقت)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
رومۃ کے کنویں کو کون خریدے گا کہ ہم اس کا میٹھا پانی پئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خرید لیا۔
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم اس کنویں کو لوگوں کے پینے کے لئے وقف کررہے ہو۔
انہوں نے کہا:
جی ہاں!
تب اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔
يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ○
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا:
اس آیت میں نفس مطمئنہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نفس مراد ہے۔

مجاہد نے کہا:
نفس مطمئنہ وہ نفس مراد ہے جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔
الحسن نے کہا:
جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا نفس اس سے مطمئن ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور اس کو اپنے نیک بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:10 ص:3429 تا 3431 مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)
مجاہد وغیرہ نے کہا:
جس نفس کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور وہ اس کے سامنے عاجز ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
وہ نفس اللہ تعالیٰ کے ثواب پر مطمئن ہو۔
ان سے ایک روایت ہے۔
وہ نفس جو مؤمنہ ہو۔
مجاہد سے دوسری روایت ہے۔
جو نفس اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی قضاء پر راضی ہو اور اس کو یقین ہو کہ جو مصیبت اس سے ٹل چکی ہے وہ اس پر آنہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس پر آ گئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی۔
مقاتل نے کہا:
جو نفس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہو۔
ایک قول ہے۔
جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہو اور قیامت کی اور ثواب کی تصدیق کرتا ہو۔
عبداللہ بن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے۔
اس سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نفس ہے۔
اور صحیح یہ ہے کہ
اس سے مراد ہر مؤمن کا نفس ہے جو مخلص ہو اور اطاعت گزار ہو۔
ابن زید نے کہا:
اس سے مراد وہ نفس ہے جس کو موت کے وقت اور قبر سے اٹھتے وقت اور میدان حشر میں ثواب کی بشارت دی گئی ہو۔
حسن بصری نے کہا:
جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ نفس اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہوتا ہے اور اللہ تعا

ں سے مطمئن ہوتا ہے۔
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:
جب مؤمن فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتوں کو بھیجتا ہے اور ان کے ساتھ جنت کا ایک تحفہ بھیجتا ہے۔
وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ
اے نفس مطمئنہ! اپنے جسم سے اس حال میں باہر نکل کہ تو خود بھی راضی ہو اور تیرا رب عزوجل بھی تجھ سے راضی ہو۔ تو
شی اور خوشبو کی طرف نکل اور اپنے رب عزوجل کی طرف جو تجھ سے راضی ہے ناراض نہیں ہے۔ پھر وہ نفس اس مشک سے
یادہ خوشبو کے ساتھ نکلتا ہے جس کو کسی انسان نے روئے زمین پر سونگھا ہو۔
سعید بن جبیر نے کہا:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف میں فوت ہو گئے پھر ایک ایسا پرندہ آیا جیسا پرندہ اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا تھا وہ ان
کی نعش میں داخل ہو گیا پھر باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا پھر جب ان کو دفن کیا گیا تو کوئی ان کی قبر پر ان آیات کی تلاوت کر رہا تھا۔
يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر: 27 تا 28)
اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کون تلاوت کر رہا تھا۔
ضحاک نے روایت کیا ہے کہ
یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رومہ کے کنویں کو مسلمان کے لئے وقف کیا۔
ایک قول یہ ہے کہ
یہ آیت کریمہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ جب ان کو کفار مکہ نے سولی پر لٹکایا۔ کفار نے ان کا
چہرہ مدینہ منورہ کی طرف کیا تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر لیا۔
سعید بن زائد نے کہا ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی۔
يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (الفجر: 27)
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کتنی اچھی آیت ہے۔
تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عنقریب فرشتہ تمہارے سامنے یہ آیت پڑھے گا۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج: 20، ص: 51 دار الفکر بیروت)

نفس مطمئنہ کا جنت میں داخل ہونا اور رب کی طرف لوٹنا

نفس مطمئنہ کو رب عزوجل کی جانب لوٹنے اور نفس مطمئنہ کو جنت میں داخل ہونے کا بروز قیامت حکم دیا جائے گا۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی 333ھ لکھتے ہیں:
نفس مطمئنہ وہ نفس ہے جو پرسکون ہو اور شک میں نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے وعد، وعید، امر، نہی اور اس کی توحید پر مطمئن ہو۔
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
اس سے دنیا میں یہ کہا جائے گا کہ
جہاں تجھے تیرے رب عزوجل نے حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے وعد اور وعید پر مطمئن ہو کر وہاں لوٹ جا۔ پھر اس نفس سے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے جس انعام کا وعدہ کیا ہے وہ اس کو عطا فرمائے گا تو وہ اس سے راضی ہو جائے گا اور چونکہ اس نے دنیا میں نیکی کے کاموں میں بہت کوشش کی ہوگی اس لیے وہ اپنے رب عزوجل کے نزدیک بھی مرضیہ اور پسندیدہ ہوگا۔
اس سے کہا جائے گا کہ
تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور تو ان میں داخل ہو جا جو جنت کے مستحق ہیں۔
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
نفس مطمئنہ سے آخرت میں یہ کہا جائے گا کہ
اے نفس! تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے وعد اور اس کی وعید پر مطمئن تھا اور تو نے دنیا میں اس کی اطاعت اور عبادت کی اب تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔
ایک قول یہ ہے کہ
اس سے کہا جائے گا!
اے نفس! تو دنیا میں مطمئن تھا اب تو آخرت کی طلب میں جا اور ان چیزوں کی طرف جا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے لئے تیار کر رکھا ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
اس سے کہا جائے گا۔
اے نفس مطمئنہ! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹ جا جب تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو جائے گا اور تو بھی اللہ تعالیٰ کی عطا اور ثواب سے راضی ہو جائے گا۔

(تاویلات اہل السنۃ: ج:5، ص:456 مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ (الفجر:28)
کا معنیٰ ہے۔
تو ثواب سے راضی ہو اور تو نے دنیا میں جو نیک اعمال کیے ہیں ان کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرضیہ اور پسندیدہ ہے۔

اور فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کا معنیٰ ہے۔

تو میرے مقرب بندوں میں شامل ہو جا اور یہ بہت معزز حالت ہے کیونکہ ارواح شریفہ قدسیہ شفاف آئینوں کی طرح ہیں اور جب بعض مقربین کی روحیں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں تو جس طرح شفاف آئینوں میں ایک دوسرے کے عکوس منعکس ہوتے ہیں تو ہر ایک کی سعادت کے آثار سب میں ظاہر ہوں گے اور ان کی روحانیت کے درجات بہت عظیم ہوں گے۔

اور وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کا معنیٰ ہے کہ

نیک روحوں کو روحانی جنت تو موت کے وقت ہی حاصل ہو جاتی ہے اب آخرت میں جسمانی جنت بھی ان کو حاصل ہو جائے گی اور جب کہ جسمانی جنت کی سعادت قیامت کے بعد ہی حاصل ہو گی اس لیے وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کو واؤ کے ساتھ فرمایا ہے فاء کے ساتھ نہیں فرمایا کیونکہ نفس مطمئنہ کو جسمانی جنت موت کے فوراً بعد حاصل نہیں ہو گی اور فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کو فاء کے ساتھ فرمایا ہے کیونکہ نفس مطمئنہ موت کے فوراً بعد دیگر مقربین کی ارواح میں شامل ہو جائے گا۔

(تفسیر کبیر: ج: 11 ص: 162 تا 163 داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ سے مراد یہ ہے کہ

اپنے رب عزوجل کی کرامت کی طرف رجوع کر اور میرے نیک بندوں میں اور دار ثواب میں داخل ہو جا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ

یہ قول موت کے وقت کہا جائے یا محشر میں حساب سے پہلے۔

اور دخول سے مراد جنت میں دخول ہے لیکن دائمی قیام کے لئے نہیں بلکہ جنت کی نعمتوں سے ایک قسم کا تمتع حاصل کرنے کے لئے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ

مؤمنین کی روحیں جنت میں پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی اور بعض آثار میں ہے کہ جب مؤمن مر جاتا ہے تو اس کو نصف جنت عطا کی جاتی ہے یعنی اس جنت کا نصف جس کا اس سے قیامت کے دن دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

امام ابن جریر، امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے ابو صالح سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ

یہ موت کا عنوان ہے اور دنیا سے نکل کر اپنے رب عزوجل کی طرف رجوع کا ذکر ہے اور جب قیامت کا دن ہو گا تو اس سے کہا جائے گا میرے نیک بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ

موت کے بعد اور قیامت سے پہلے نفس مطمئنہ سے یہ کہا جائے گا۔

اور اپنے رب عزوجل کی طرف رجوع کرنے سے مراد یہ ہے کہ

اپنے جسم کی طرف لوٹ جا تا کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دے سکے۔

امام ابن منذر نے اس آیت کی تفسیر میں محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ
جب مؤمن مرجاتا ہے تو اس کو جنت میں اس کا مقام دکھایا جاتا ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
اے نفس مطمئنہ! اپنے اس جسم کی طرف لوٹ جا جس سے تو راضی ہو کر نکلی تھی کیونکہ تو نے میرے پسندیدہ اور مرضیہ ثواب کو دیکھ لیا تھا حتیٰ کہ تجھ سے منکر اور نکیر سوال کریں۔
امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ
نفس مطمئنہ کو موت کے وقت قبر سے نکلنے کے وقت اور میدان محشر میں جنت کی بشارت دی جائے گی۔
اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر کے نفس کے متعلق بتایا تھا۔
وہ کہے گا۔
کاش! میں نے زندگی میں کوئی نیکی آگے کے لئے بھیجی ہوتی۔
سو اس دن اس کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہ دے گا اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح جکڑے گا۔
(الفجر: 24 تا 26)
اور ان آیتوں میں مؤمن کے نفس کے لئے یہ بشارت دی ہے کہ
اس سے کہا جائے گا کہ
اے نفس مطمئنہ! تو اپنے رب عزوجل کی طرف اس حال میں لوٹ جا کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر تو میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (الفجر: 27 تا 30)
صوفیاء نے کہا ہے کہ
اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مومن کے نفس کے تین مراتب ہیں۔
1- مطمئنہ
2- راضیہ
3- اور مرضیہ
امام طبرانی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
آپ نے ایک شخص سے فرمایا:
(یہ دعا کرو کہ) اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے ایسے نفس مطمئنہ کا سوال کرتا ہوں جو تیری ملاقات پر یقین رکھتا ہو تیری قضاء پر راضی ہو اور تیری عطا پر قانع ہو۔
(المعجم الکبیر: رقم الحدیث: 7490)
(روح المعانی: ج: 30، ص: 236 تا 238 دارالفکر بیروت)

نفس لوامہ کی تحقیق

نفس لوامہ کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ۝ (القیامۃ:2)

اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔

ملامت کرنے والے نفس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں۔

1-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قیامت کے دن ہر نفس اپنے آپ کو ملامت کرے گا خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ نیک نفس اپنے آپ کو اس لیے ملامت کرے گا کہ اگر وہ اور زیادہ نیکیاں کر لیتا تو اس کو جنت میں اور زیادہ درجات ملتے اور بد نفس اپنے اوپر اس لیے ملامت کرے گا کہ وہ کیوں نہ گناہوں سے باز آیا اور کیوں نہ نیک کاموں میں مشغول رہا۔

2-نفس لوامہ سے مراد نفوس متقیہ ہیں یعنی متقی لوگ وہ قیامت کے دن نافرمانی کرنے والوں کو ملامت کریں گے کہ تم لوں نے گناہوں کو کیوں ترک نہیں کیا اور تقویٰ اور پرہیز گاری کو کیوں اختیار نہیں کیا۔

3-نفس لوامہ سے مراد نفوس شریفہ ہیں جو اپنے آپ کو ہر وقت ملامت کرتے رہتے ہیں خواہ وہ نیک کاموں میں مصروف ہوں۔

حضرت حسن بصری نے کہا:

تم مؤمن کو دیکھو گے کہ وہ ہر حال میں خود کو ملامت کرتا رہتا ہے اور جاہل برے کاموں میں مشغول ہو پھر بھی اپنے آپ سے راضی رہتا ہے۔

4-نفس لوامہ سے مراد بدفطرت نفوس ہیں جب وہ قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک احوال دیکھیں گے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کریں گے کہ وہ کیوں گناہوں میں مبتلا رہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ (الزمر:56)

ایسا نہ ہو کہ کوئی نفس یہ کہے! ہائے افسوس! میں نے اللہ کے معاملہ میں کوتاہی برتی۔

5-انسان کو افسوس کرنے والا تخلیق کیا گیا ہے۔ انسان پہلے کسی چیز کو طلب کرتا ہے اور جب وہ چیز اسے مل جاتی ہے تو پھر اس پر افسوس کرتا ہے اور اس کو طلب کرنے پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ میں نے اس چیز کو کیوں طلب کیا تھا۔

مثلاً

شوگر کا مریض شوگر فری بسکٹ یا شوگر فری مربہ منگواتا ہے اور جب اس کو کھانے سے اس کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے تو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ میں نے کیوں یہ چیزیں منگوائیں اور چونکہ اس کے ساتھ یہ عمل بار بار ہوتا ہے اس لیے اس کا نفس لوامہ کہلاتا ہے۔

اس کی نظیر قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ○ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ○ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ○ (المعارج:19تا21)

بے شک انسان بہت کم زور دل کا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور جب اس کو کوئی خیر ملتی ہے تو وہ شکر ادا نہیں کرتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

قیامت کے ذکر میں اور نفس لوامہ میں کیا مناسبت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں لفظوں کی قسم میں جمع فرمایا ہے اور دونوں لفظوں کی قسم کھائی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

قیامت کے احوال بہت خوف ناک اور بہت دہشت ناک ہوں گے اور جب قیامت قائم ہوگی تو نفوس لوامہ کے احوال ظاہر ہوں گے۔ بعض نفوس کے نیک اعمال اور ان پر انعامات کا اظہار ہوگا۔ اس وقت وہ تمنا کریں گے۔

کاش!

ہم نے زیادہ نیک عمل کیے ہوتے تو ہم کو زیادہ انعامات ملتے اور بعض نفوس کے برے اعمال اور ان کے نتائج کا اظہار ہو گا۔ اس وقت وہ شرمسار ہوں گے اور اپنے آپ کو ملامت کریں گے کہ کاش! ہم نے یہ برے کام نہ کیے ہوتے۔ سو اس طرح نفس لوامہ کی احوال قیامت کے ساتھ بہت قوی مناسبت ہے۔ قیامت کے عجیب وغریب احوال اور ان کے ساتھ نفس لوامہ کی مناسبت ان آیات میں غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ○ (الذاریات:56)

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

قیامت کے دن جب اکثر انسان اپنے نامہ اعمال کو اور میزان کو دیکھیں گے اور ان کو اپنے نیک اعمال کم دکھائی دیں گے تو وہ اپنے اوپر افسوس اور ملامت کریں گے کہ ہم کو عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا تھا اور ہم نے لہو ولعب اور لایعنی کاموں میں زندگی گزار دی۔

اور قرآن مجید میں ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ○ (الاحزاب:72)

''ہم نے آسمانوں پر اور زمینوں پر اور پہاڑوں پر اپنی امانت (احکام) کو پیش کیا۔ انہوں نے اس امانت میں خیانت کرنے سے انکار کیا اور خیانت کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی۔ بے شک وہ بہت ظالم اور بہت جاہل ہے۔''

قیامت کے دن جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی امانت میں خیانت کرنے کے نتائج اور عواقب کو دیکھے گا تو اس کو اپنی خیانت پر بہت افسوس ہوگا اور وہ اپنے آپ کو بہت ملامت کرے گا۔

نفس امارہ کی تحقیق

نفس امارہ کیا چیز ہے؟

نفس امارہ وہ روح ہے جو طبیعت بدنی کی طرف مائل ہوتی ہے اور لذتوں اور شہوت حسیہ کا حکم دیتی ہے اور دل کو سفلی جانب کی طرف کھینچتی ہے یہ تمام برائیوں کا ملا ی اور اخلاق مذمومہ کا منبع ہے۔

(التعریفات: ص: 168 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور المفردات میں ہے۔

نفس امارہ کی یہ تعریف ہے کہ

وہ طبیعت بدنیہ اور اس کے تقاضوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور لذت اور شہوت حسیہ کے حصول کا حکم دیتا ہے اور دل کو گھٹیا اور خسیس چیزوں کی طرف کھینچتا ہے اور یہ نفس اخلاق مذمومہ، شرور اور خبائث کا معدن اور منبع ہوتا ہے۔

(المفردات: ج: 2، ص: 588)

نفس امارہ وہ ہے جو انسان کو برے کام کرنے کا حکم دیتا ہے یہ فساق فجار کا نفس ہے۔

حکماء کا اس میں اختلاف ہے کہ

نفس امارہ کیا چیز ہے جو برائی کا بہت حکم دیتا ہے۔

محققین نے یہ کہا ہے کہ

نفس انسان ایک چیز ہے اور اس کی صفات بہت ہیں۔ جب یہ اللہ عزوجل کی معرفت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے تو پھر یہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور جب یہ شہوت اور غضب کی طرف مائل ہو تو پھر یہ نفس امارہ ہوتا ہے اور نفس جو برائی کا بہت حکم دیتا ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ

نفس ابتداء سے ہی دنیا کی رنگینیوں اور پرکشش چیزوں سے دل چسپی رکھتا ہے۔ محسوسات کا عالم اس کے مشاہدہ میں ہوتا ہے اور آخرت کا عالم اور آخرت کی پرکشش چیزیں اس کی نظر سے غائب ہوتی ہیں اور بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حسن ظاہر چھوڑ کر حسن غائب کی طرف متوجہ ہوں۔ اس لیے اس ظاہر عالم کی پرکشش چیزیں اس کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور بہت قلیل لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان جسمانی لذات کو چھوڑ کر روحانی لذتوں کی طرف ہوں اس لیے بالعموم انسان کا نفس برائی کا حکم کرتا ہے۔ البتہ وہ نفوس قدسیہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں اس کی صفات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کی فطرت شریعت کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ ان پر یہ حاضر اور ظاہری رنگینیاں اور پرکشش چیزیں اثر انداز نہیں ہوتیں ان پر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے خوف کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں کبھی گناہ کا خطرہ نہیں ہوتا اور انہی کا نفس مطمئن ہوتا ہے۔

نفس امارہ کا انجام

نفس امارہ کا انجام بہت برا ہے کیونکہ یہ برائی کی جانب مائل کرتا ہے اور برائی انسان کی آخرت تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

انسان نفس امارہ کی خواہش پر عمل کرتا رہتا ہے پھر ایک دن ایسا آتا ہے کہ برائی اس کی غذا بن جاتی ہے جب تک وہ برائی کرے اسے سکون نہیں ملتا پھر جب اس کا انجام نکلتا ہے تو انسان پچھتاتا ہے کہ کاش میں نے یہ برا کام نہ کیا ہوتا۔

الغرض! نفس امارہ دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا پاس جانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا

جب زلیخا نے سات کمروں کو بند کر لیا تو دور کھڑے ہو کر اپنے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ وہ تو میری پرورش کرنے والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝ (یوسف:23)

یوسف نے کہا اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

پرورش کرنے سے مراد

جب عزیز مصر کی بیوی یعنی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی تو آپ علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ وہ عزیز مصر میری پرورش کرنے والا ہے۔ اس نے مجھ پر بہت احسان کیے ہیں اور میری تعظیم و تکریم کرنے کا حکم دیا پھر کس قدر احسان ناشناسی، ناشکری اور حیا سوز بات ہوگی کہ میں ایسے بے لوث محسن کی بیوی کے ساتھ بدکاری کروں اور اس کی عزت پر ہاتھ ڈالوں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو میں اپنے رب عزوجل کی نافرمانی کروں اور گناہ کا ارتکاب کروں، میں اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

ان دونوں اقوال میں سے دوسرا قول راجح ہے کیونکہ مخلوق سے حیا کر کے گناہ سے باز رہنے کی بہ نسبت یہ زیادہ ستائش بات ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کے خوف اور اس سے حیا کر کے گناہ سے باز رہے اور پیغمبر کی شان کے لائق دوسری چیز ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کے لئے زلیخا کا سات کمرے بنوانا

حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کے لئے زلیخا نے طرح طرح کے افعال سرانجام دیئے مگر حضرت یوسف علیہ السلام سے اجتناب فرماتے رہے ایک دن آپ علیہ السلام کو اپنی طرف بلایا تو آپ علیہ السلام باغ کی جانب چلے گئے زلیخا نے یہ باغ آپ علیہ السلام کو پسند ہے پھر زلیخا نے یہاں پر خوبصورت محل سات کمروں پر بنوایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دنوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔

پہلے حصے میں نماز پڑھتے رہتے۔

دوسرے حصے میں یاد الٰہی میں روتے اور تفکر کرتے رہتے۔

تیسرے حصے میں تسبیح وتہلیل واوراد ووظائف میں مشغول رہتے۔

رات میں نہ جانے کیا کرتے یہ بھید نبی کا ہے جس کو بجز خدا عزوجل کوئی نہیں جانتا۔ زلیخا نے ایک دفعہ عشق میں وارفتہ ہو کر بلایا تو آپ علیہ السلام اپنے باغ میں بھاگ گئے۔ زلیخا سمجھی شاید آپ علیہ السلام کو یہ باغ یہ مکان بہت پسند ہے اس لیے وہاں کے علاوہ کہیں نہیں جانا چاہتے۔ تب زلیخا نے محض خلوت اور قرب یوسف کے لئے اس سے بھی زیادہ خوبصورت مکان سات کمروں والا بنوایا اور کمرے کے اندر بنایا۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ

آئیں تجھ کو اپنا مکان دکھاؤں یہ سب مکانات عزیز مصر کے بہت بڑے قلعہ نما محل کے اندر ہی بنائے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام مکان کے دیکھنے کی نیت سے چلے گئے اور وہ پیچھے تالے لگاتی رہی۔ جب آخری کمرے کے دروازہ کو تالا لگا دیا اور کمرے میں پرستش کے بتوں پر کپڑے کا پردہ ڈالا دیا پھر دعوت گناہ دی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میرے رب عزوجل کے مجھ پر اتنے کرم ہیں کہ اس نے بیگانوں کو اپنا بنا دیا، عیش وعشرت دیا۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ میں اسی کا حرم اسی کا گناہ کروں۔

یاد رکھو۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ○

بے شک میرا اللہ تعالیٰ ظالموں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

اے زلیخا تو اپنے جھوٹے معبودوں سے غیرت رکھتی (ہے) تو کیا میں اپنے غیب دان ہر جگہ حاضر سچے معبود اللہ تعالیٰ سے غیرت نہ رکھوں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:437 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا کا اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے پر خزانے لٹا کر راضی کرنے کا قول

تفسیر نعیمی میں ہے۔

روایت ہے کہ

زلیخا خود اتنی حسینہ تھی کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو اس طرح بنا ٹھنا دیکھا تو بارگاہ رب کریم عزوجل میں

عرض کیا کہ

(اے) مولیٰ عزوجل! معصوم کے سوائے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی تعریف زلیخا کے سامنے کی تو زلیخا نے کہا:

اگر تیرا معبود تجھ سے ناراض ہو تو میں اپنے سارے خزانے اس کے بندوں پر نثار کر کے اس کو راضی کرلوں گی وہ تجھ سے راضی ہو جائے گا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میرا رب عزوجل! صرف پرہیزگاروں کے ہدیے قبول کرتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:437 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا تین طرح جواب دینا

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو تین طرح سے جواب دیا۔

پہلے ارشاد فرمایا:

معاذ اللہ! میں اس گناہ کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتا ہوں اگر چہ تم نے مجھ پر بہت احسان کیے ہیں اور مجھے بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھا ہے لیکن تم سے کہیں زیادہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسان ہیں اور مجھ پر تمہارے حکم کو ماننے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے کا زیادہ حق ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

وہ میری پرورش کرنے والا ہے۔

مشہور تفسیر کے مطابق اس سے عزیز مصر کو مراد لیا جاتا تو معنیٰ اس طرح ہوگا کہ مخلوق کے حق کی رعایت کرنا بھی واجب ہے اور عزیز مصر نے مجھ پر بہت احسان کیے ہیں۔ اب ان احسانات کا بدلہ میں، میں اس کی عزت کو پامال کروں تو یہ کس قدر بری بات ہوگی۔

پھر ارشاد فرمایا:

بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضرر سے بچائے۔ تم جس گناہ کی دعوت دے رہی ہو اس کی لذت بہت کم ہے اور بہت کم وقت کے لئے ہے اور اس کے نتیجے میں دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب ہے اور جب قلیل لذت کے مقابلہ میں ضرر شدید ہو تو پھر اس کی لذت ترک کرنا واجب ہے اور اگر لذت کو ترک نہ کیا تو آخرت میں فلاح حاصل نہیں ہوگی۔

اس کی دوسری تقریر یہ ہے کہ

ظلم کا معنیٰ ہے کسی چیز کو اس جگہ رکھنا جو اس کا صحیح اور جائز محل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مرد میں شہوت رکھی ہے اس کو خرچ کر

جائز اور صحیح محل اس کی منکوحہ ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی شہوت کو اپنی منکوحہ کے بجائے کسی اور عورت میں خرچ کرے تو یہ ظلم ہے ایسا کرنے والا ظالم ہوگا اور ظالم فلاح نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ سو اس حسن ترتیب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو یہ حکیمانہ اور ناصحانہ جوابات دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی تین تین باتیں ظاہر فرمائیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی تین تین باتیں ظاہر فرمائی ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے زلیخا کی بھی تین باتیں ظاہر کیں۔

1- گناہ کا ارادہ

2- پھسلانا

3- دروازے بند کرنا

اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بھی تین باتیں ذکر کیں۔

1- خدا عزوجل کی پناہ

2- وہ میرا رب عزوجل ہے

3- اس نے مجھ کو اچھا ٹھکانہ دیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:438 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت مبارکہ دکھانا

جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلایا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دکھائی گئی۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
یقیناً حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دکھائی گئی جو کہ آپ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا۔
اور مزید فرمایا:
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
ہم کو ذکر فرمایا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام دکھائے گئے آپ علیہ السلام اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹ رہے ہیں۔

اور فرمارہے ہیں کہ

اے یوسف (علیہ السلام)! احتیاط کرو کیونکہ یہ کام بے وقوف کرتے ہیں آپ کا نام تو انبیاء کرام علیہم السلام میں لکھ دیا گیا ہے۔

(روح المعانی: ج:7، ص:214)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسین جوابات

جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے کے لئے آپ علیہ السلام کے جسم کے اعضاء کو مختلف چیزوں کے ساتھ تشبیہات دیں تو آپ علیہ السلام نے ان کے احسن انداز سے ردوابطال فرمایا۔

معالم التنزیل میں ہے۔

سدی اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ

جب عزیز کی بیوی نے آپ علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی اور آپ علیہ السلام کے محاسن ذاتی کا تذکرہ شروع کیا پھر اپنے نفس کی طرف رغبت دلانے لگی۔

اور کہا:

اے یوسف (علیہ السلام) تیرے کاکل مشک بار کتنے حسین ہیں۔ یہ سب سے پہلے میرے جسم سے بکھریں گے۔

اس نے کہا:

اے یوسف (علیہ السلام)! تیری آنکھیں کتنی دلآویز ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں جو سب سے پہلے میرے چہرے پر بہیں گی۔

پھر کہنے لگی۔

آپ (علیہ السلام) کا چہرہ کتنا حسین وجمیل ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ مٹی کے لئے ہے وہ اسے کھائے گی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ

اس نے آپ علیہ السلام سے کہا۔

یہ ریشمی بستر بچھا ہے اٹھئے اور اپنی حاجت پوری کیجئے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

پھر تو میرا جنت کا حصہ ضائع ہو جائے گا۔

وہ اسی طرح متواتر آپ علیہ السلام کو لالچ دیتی رہی اور لذت کی دعوت دیتی رہی۔

(مگر آپ علیہ السلام ان کی تمام باتوں کو رد فرماتے رہے)

(معالم التنزیل: ج:3، ص:271 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ظالموں سے مراد زنا کار

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (یوسف:23)

بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

اس آیت کریمہ میں ظالم کا لفظ ارشاد فرمایا گیا جس سے مراد زنا کار ہیں۔یعنی جو زنا کرتا ہے وہ ظالم ہے کہ غیر محل میں کام کر رہا ہے۔

معالم التنزیل میں ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ

یہاں ظالموں سے مراد زنا کار ہیں کیونکہ زانی اپنے نفس پر اور مزنیہ کے اہل پر ظلم کرتا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:271 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

زنا کا لغوی معنیٰ

زنا کا لغوی معنیٰ ہے۔

پہاڑ پر چڑھنا، سائے کا سکڑنا، پیشاب کو روک لینا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

لا يصلي احدكم وهو زناء

تم میں سے کوئی شخص پیشاب روکنے کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔

(مسند الربیع بن حبیب: ج:1، ص:60 مکتبۃ الثقافۃ العربیہ بیروت)

اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ وہ پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہے۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:2072)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کھانا آجائے تو نماز (کامل) نہیں ہوتی اور نہ اس وقت جب نمازی پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:560)

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ
زنا کا معنیٰ ہے۔
کسی عورت کے ساتھ بغیر عقد شرعی کے وطی (مباشرت) کرنا۔
(المفردات: ج:1، ص:284)

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:
الزنا۔ اسی اندام نہانی میں وطی (مباشرت جماع) کرنا جو وطی کرنے والے کی ملکیت یا ملکیت کے شبہ سے خالی ہو۔
(دستور العلماء: ج:2، ص:113 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سید مرتضیٰ حسین زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
لغت میں زنا کا معنیٰ کسی چیز پر چڑھنا ہے۔
(تاج العروس: ج:10، ص:165 مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر)

زنا کا شرعی معنیٰ

سید مرتضیٰ حسین زبیدی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
زنا کا شرعی معنیٰ ہے کسی ایسی شہوت انگیز اندام نہانی میں حشفہ (آلہ تناسل کے سر) کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو)
(تاج العروس: ج:10، ص:165 مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر)

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابن قدامۃ لکھتے ہیں:
اہل علم کا اس شخص کے زانی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی عورت کے قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے جو حرام ہو اور وطی کسی شبہ سے نہ ہو اور دبر (سرین) میں وطی کرنا بھی اس کی مثل زنا ہے کیونکہ یہ بھی اس عورت کی فرج (شرمگاہ) میں وطی کرنا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے اور نہ ملکیت کا شبہ ہے لہٰذا یہ قبل (اندام نہانی) میں وطی کی طرح ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ (النساء:15)
تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں۔
اور دبر میں وطی کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے متعلق فرمایا:
اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَۃَ (الاعراف:80)
کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو۔
یعنی مرد مردوں کی دبر میں وطی کرتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ
پہلے قوم لوط کے لوگ عورتوں کی دبر میں وطی کرتے تھے پھر مردوں کی دبر میں وطی کرنے لگے۔
علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:
اگر کوئی شخص مردہ عورت سے وطی کرے تو اس میں دو قول ہیں۔
ایک قول یہ ہے کہ
اس پر حد ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے۔ کیونکہ اس نے آدم زاد کی فرج میں وطی کی ہے پس یہ زندہ عورت سے وطی کے مشابہ ہے نیز اس لیے کہ یہ بہت عظیم گناہ ہے کیونکہ اس میں بے حیائی کے ارتکاب کے علاوہ مردہ کی عزت کو بھی پامال کرنا ہے۔
اور دوسرا قول یہ ہے کہ
اس پر حد نہیں ہے اور یہ حسن کا قول ہے۔
ابوبکر نے کہا:
میرا بھی یہی قول ہے۔ مردہ سے وطی کرنا وطی نہ کرنے کی مثل ہے کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی اور لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے اس سے زجر کو مشروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حد کو زجر کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور نابالغ لڑکی سے زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ
اگر اس سے وطی کرنا ممکن ہو تو اس سے وطی کرنا زنا ہے اور اس سے وطی کرنے پر بالغہ سے وطی کی طرح حد واجب ہوگی۔
علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
اگر کسی شخص نے محرم سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح بالاجماع باطل ہے اور اگر اس سے وطی کر لی تو اکثر اہل علم کے مطابق اس پر حد واجب ہے۔ حسن، جابر بن زید، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد اسحاق، ابو ایوب، ابن ابی خیثمہ کا یہی قول ہے۔
امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ
اس پر حد نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی وطی ہے جس (کے جواز) میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے اس وطی سے حد واجب نہیں ہوگی۔
جیسے کوئی شخص اپنی رضاعی بہن کو خرید کر اس سے وطی کر لے۔
اور شبہ کا بیان یہ ہے کہ
اس نے محرم سے نکاح کر لیا اور نکاح اباحت وطی کا سبب ہے۔ اس شبہ کی وجہ سے اس پر حد لازم نہیں ہوگی لیکن ایسے شخص کو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا کیونکہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ (یعنی اس پر حد جاری نہیں کی)
نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔

(جامع ترمذی: ص: 231 مطبوعہ نور محمد کراچی)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں کہ

امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس پر حد واجب ہے کیونکہ اس نے ایسی عورت کے ساتھ وطی کی ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس میں ملکیت کا کوئی شبہ نہیں ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

اس پر حد نہیں ہے۔

جیسا کہ جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔

حضرت براء کہتے ہیں۔

میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔

میں نے کہا:

کہاں جا رہے ہیں۔

انہوں نے کہا:

ایک شخص نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی گردن مارنے اور اس کا مال ضبط کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

نیز جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امام احمد کا یہ قول راجح ہے کیونکہ یہ حدیث مبارکہ کے مطابق ہے۔

نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ

جو شخص بغیر نکاح کے محرم سے زنا کرے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو نکاح کے بعد وہی کرنے میں اختلاف ہے۔

(المغنی لابن قدامہ: ج: 9، ص: 53 تا 55 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

مرد اپنے حشفہ (سپاری) کو کسی ایسی فرج (اندام نہانی) میں داخل کر دے جو طبعاً مشتہی ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس وطی پر حد واجب ہوتی ہے اگر زانی شادی شدہ ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے۔ اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

شادی شدہ ہونے کی تین شرائط ہیں۔

پہلی شرط

مکلف ہونا۔ اس لیے بچہ اور مجنون پر حد نہیں لگے گی لیکن ان کی زجر و توبیخ کی جائے گی۔

دوسری شرط

حریت۔ پس غلام، مکاتب، ام ولد اور جس کا بعض حصہ غلام ہو شادی شدہ نہیں ہیں۔

تیسری شرط

نکاح صحیح ہونا۔

(روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین: ج:10، ص:86 مکتب اسلامی بیروت)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ابن حاجب مالکی نے زنا کی تعریف یہ کی ہے کہ

کسی ایسے فرد کی فرج میں عمداً وطی کرے جو اس کی ملک میں بالاتفاق نہ ہو۔ فرج کی قید سے وہ وطی خارج ہوگئی جو غیر فرج میں ہو اور آدمی کی قید سے وہ وطی خارج ہوگئی جو جانور کے ساتھ وطی ہو کیونکہ جانور کے ساتھ وطی کرنے میں حد نہیں تعزیر ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:4، ص:445 دار الکتب العلمیہ بیروت)

فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص دار العدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے در آں حالیکہ وہ قبل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو۔

(فتح القدیر: ج:7، ص:33، سکھر)

زنا کی ممانعت و سزائیں

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:32)

اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ بے شک وہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اور کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ زنا بے حیائی اور برا کام ہے اور دنیا و آخرت کی بربادی کا نتیجہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا جہل برقرار رہے گا۔ شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 80)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تاکہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے (یعنی وہ عورت لوگوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے)
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 4173)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

1- بوڑھا زانی
2- جھوٹا بادشاہ
3- اور متکبر فقیر۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 107)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے۔
جن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔
ایک شخص لوگوں کے پاس جا کر سوال کرے۔ اس کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو اور وہ لوگ اس کو رد کر دیں۔ پھر ایک شخص ان کے پیچھے سے جائے اور چپکے سے اس کو دے دے اور اس کے عطیہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ جانتا ہو یا وہ شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے پھر وہ ٹھہر جائیں اور اپنے سر رکھ کر سو جائیں پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے اور میری حمد و ثناء کرے اور میری آیات تلاوت کرے۔
اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے حتیٰ کہ

شخص شہید ہو جائے یا فتح یاب ہو۔
اور جن تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔
1-بوڑھا زانی
2-متکبر فقیر
3-اور مالدار ظالم
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2568)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سورج اور چاند کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔
ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔
پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اللہ اکبر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔
پھر ارشاد فرمایا:
اے امت محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی شخص کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اس پر غیرت نہیں آتی کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔
اے امت محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ضرور کم ہنسو اور تم ضرور زیادہ روؤ۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1044)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اکثر ہی یہ ارشاد فرماتے رہتے تھے کہ
کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے۔ پھر کوئی شخص جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ خواب بیان کرتا۔ ایک دن صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک آج رات (خواب میں) دو فرشتے آئے اور وہ مجھے اٹھا کر لے گئے۔
انہوں نے مجھ سے کہا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلیے۔ میں ان کے ساتھ چلتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ایک تنور کی مانند [illegible] تھے اس کا اوپر والا حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے سے آگ جل رہی تھی جب آگ کے شعلے بھڑکتے تو وہ لوگ اوپر اٹھ جاتے اور جب آگ کم ہوتی تو وہ نیچے گر جاتے۔

فرشتوں نے بتایا۔
وہ زانی مرد اور زانی عورتیں تھیں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7047)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ تعالیٰ اس سے ایمان نکال لیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے قمیص کو اتارتا ہے۔
(المستدرک: ج:1، ص:22)
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5366)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت اس وقت تک اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو اور جب ان کی اولاد زنا کی کثرت سے ہوگی تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔
(مسند احمد: ج:6، ص:333)
(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 7091)
ایک اور روایت میں ہے۔
امام طبرانی نے حضرت شریک ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص زنا کرتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7224)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔
اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔
اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔
اور جس وقت کوئی لٹیرا کسی شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کو نظر میں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5578)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس قوم میں خیانت کا ظہور ہوتا ہے اس قوم کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے اور جس قوم میں زنا بہ کثرت ہوتا ہے ان میں موت کثرت سے ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان سے رزق منقطع ہو جاتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے ان میں خون ریزی زیادہ ہوتی ہے اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے ان پر اللہ تعالیٰ دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

(الموطأ: رقم الحدیث: 1020)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔

اس نے پوچھا:

پھر کون سا ہے؟

ارشاد فرمایا:

تم کھانے کے خوف سے اولاد کو قتل کر دو۔

اس نے پوچھا:

پھر کون سا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہو اور نہ وہ زیادہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہوگا۔''

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6861)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم زنا سے بچتے رہو کیونکہ اس میں چار خصلتیں ہیں۔

1- اس سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔

2- رزق منقطع ہو جاتا ہے۔

3- رحمان ناراض ہوتا ہے۔

4- اور دوزخ میں خلود ہوتا ہے یعنی بہت دیر تک رہنا۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7092)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عرب کی ہلاک ہونے والی عورتو! مجھے سب سے زیادہ تم پر زنا کا اور شہوت خفیہ (ریاکاری) کا خوف ہے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج: 7، ص: 122)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

1- بوڑھا زانی

2- امام کذاب

3- اور متکبر فقیر

(مسند البزار: رقم الحدیث: 1308)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمنوں کی حکومت ہو جائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا کیا جائے گا تو لوگ بہ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل بہ کثرت کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کے اوپر اپنا ہاتھ اٹھائے گا۔ پھر یہ پرواہ نہیں کرے گا کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1752)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کی طرف نہیں دیکھے گا۔
(المعجم الاوسط: رقم الحدیث: 8396)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ معمر زانی اور متکبر فقیر کی طرف نہیں دیکھے گا۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13195)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
متکبر مسکین
بوڑھا زانی
اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3536)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں۔
اور زانیوں کی فروج کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی ایذاء ہوگی۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 1548)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی نداء کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی قبول کی جائے۔
کوئی سائل ہو تو اس کو عطا کیا جائے۔
کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دور کی جائے۔
پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کرلی جائے گی سوا اس عورت کے جو پیسے لے کر زنا کراتی ہے اور سوا اس شخص

کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث 2790)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زانیوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔

(الترغیب والترہیب: ج:3، رقم الحدیث 3524)

ایک اور روایت میں ہے۔

رت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث 5418)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا میرے پاس دو شخص آئے ان دونوں نے مجھے میرے بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا اور مجھے ایک سخت چڑھائی والے پہاڑ پر لے گئے۔

اور مجھ سے کہا۔

اس پر چڑھیے۔

میں نے کہا:

میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

انہوں نے کہا:

ہم آپ کے لئے چڑھنا آسان کر دیں گے۔

پھر میں چڑھا حتیٰ کہ میں اس پہاڑ کے وسط میں پہنچ گیا۔ ناگاہ میں نے بہت زور کی آوازیں سنیں۔

میں نے پوچھا:

یہ کیسی آوازیں ہیں۔

انہوں نے کہا:

یہ دوزخ کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ہیں۔

ہم چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آ رہی تھی

میں نے پوچھا:
یہ کون ہیں؟
انہوں نے کہا:
یہ مقتولین کفار ہیں۔
پھر وہ مجھے آگے لے گئے وہاں ایسے لوگ تھے جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آرہی تھی گویا کہ وہ پاخانے کی بدبو تھی۔
میں نے پوچھا:
یہ کون لوگ ہیں۔
فرمایا:
یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 7448)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہو اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 4690)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہم اکٹھے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو، رشتہ داروں سے میل جول سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی ثواب نہیں ہے اور بغاوت سے (یا زنا سے) بچو کیونکہ اس سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی عذاب نہیں ہے اور تم ماں باپ کی نافرمانی سے بچو کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور ماں باپ کا نافرمان، رشتہ منقطع کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔ کبریائی صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔
(الترغیب والترہیب: ج:3، رقم الحدیث 3019)
ایک اور روایت میں ہے۔

راشد بن سعد المقرائی سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب معراج کرائی گئی تو میرا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن کی کھال آگ کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھی۔
میں نے کہا:
اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں۔
انہوں نے کہا:
یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لئے مزین ہوتے تھے پھر میں ایک کنویں کے پاس سے گزرا جس سے سخت بدبو آرہی تھی۔
میں نے پوچھا:
اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں۔
انہوں نے کہا:
یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرانے کے لئے خود کو مزین کرتی تھیں اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لئے جائز نہ تھے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث 6750)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عادتاً زنا کرنے والا بت پرست کی مثل ہے۔
(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث: 3541)
حافظ منذری نے کہا:
صحیح حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ عادی شرابی بت پرست کی طرح اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ زنا شراب نوشی سے بڑا گناہ ہے۔
(الترغیب والترہیب: ج: 3، ص: 238 بیروت)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس بستی میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5417)
ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔
(مسند ابی یعلیٰ: رقم الحدیث: 4981)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ
تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟
انہوں نے کہا:
یہ حرام ہے اس کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے۔ یہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:
اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے (یعنی اس کی سزا اس سے کم ہے) کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔
(مسند احمد: ج:6، ص:8)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے گا اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو پاک کرے

اور فرمائے گا۔
دوزخ میں دوزخیوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔
(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث 3548)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک اژدھے کو اس کے اوپر قادر کر

(معجم الکبیر: رقم الحدیث 3278)
ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھتا ہے جس کا شوہر غائب ہو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو قیامت کے اژدھوں میں سے کوئی سیاہ اژدھا بھنبھوڑ رہا ہو۔
(الترغیب والترہیب: رقم الحدیث 3550)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجاہدین کی بیویوں کی حرمت، جہاد پر نہ جانے والوں کے لئے ان کی ماؤں کی مثل ہے اور مجاہد جس شخص کے اوپر اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر جائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا لے لے گا۔
ایک روایت میں ہے کہ
کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑ دے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1897)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ پھر بارش ہوئی اور زمین سرسبز ہوگئی راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا کہ میں گرجے سے نکل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں اور زیادہ نیکی کروں۔ وہ گرجے سے اترا اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں بھی تھیں۔ جس وقت وہ باہر کھڑا تھا تو ایک عورت آ کر اس سے ملی وہ دونوں ایک دوسرے سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ اس عابد نے اس سے اپنی خواہش پوری کر لی پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر وہ ایک گرم تالاب میں نہایا۔ اس کے بعد ایک سائل آیا تو اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا تو گناہ کا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر ان دو روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلا سو اس کو بخش دیا گیا۔
اس حدیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا بیان ہے۔
ساٹھ سال کی عبادت ایک زنا کے گناہ سے ضائع کر دی اور دو روٹیوں کو صدقہ کرنے کی نیکی سے اس کے گناہ کو بخش دیا جس گناہ پر چاہے پکڑ لیتا ہے اور جس نیکی کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 379)
ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔
اور اس نے بتایا کہ
وہ زنا کر چکا ہے اور اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے متعلق زنا کرنے کا اقرار کیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم (پتھر مار مار کر ہلاک) کر دیا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6814)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کرنے والیوں کی سزا کی راہ بیان فرما دی۔ اگر کنواری کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو ان کو رجم (سنگسار) کر دو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1690)
ایک اور روایت میں ہے۔
شعبی نے بیان کیا ہے کہ
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم (سنگسار) کیا۔
تو کہا۔
میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر رجم کیا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6812)
ایک اور روایت میں ہے۔
شیبانی نے بیان کیا ہے کہ
میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ
کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم (سنگسار) کیا ہے۔
انہوں نے کہا:
ہاں۔
میں نے پوچھا:
سورۂ نور کے نزول سے پہلے یا اس کے بعد؟
انہوں نے کہا:

مجھے معلوم نہیں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6813)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کی نظر کسی عورت کے حسن کی طرف (بلا قصد) پڑ جائے پھر وہ اپنی نظر پھیر لے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اس کی عبادت میں حلاوت اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 5431)
میں نے زنا کی حرمت پر چالیس احادیث مبارکہ جمع کی ہیں اور چالیس احادیث مبارکہ کی تبلیغ کرنے والے کے لئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری سنائی ہے جو اس حدیث مبارکہ میں ہے:
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے میری امت کو دین کے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث 1726)
(الجامع الصغیر: رقم الحدیث: 8637)
قارئین کرام!
چونکہ زنا کی دعوت کا موضوع چل رہا تھا اسی لیے زنا کی حرمت و ممانعت کو ثابت کرنے کے لئے حصول رضا الٰہی کے لئے احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مجھ بدکار سے کوئی غلطی و کوتاہی ہوگئی ہو تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

عزیز مصر کی بیوی کا قصد گناہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا بچنے کا قصد

قرآن مجید میں ہے:
وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (یوسف:24)
اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کر لیا اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا۔ اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے یہ ہم نے اس لیے کیا کہ ہم ان سے بدکاری اور بے حیائی کو دور رکھیں۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔

ھَمّ کا معنیٰ

اس آیت کریمہ میں ھَمّ کالفظ استعمال ہوا ہے اس کے متعلق علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:
اس فکر کو کہتے ہیں جس سے انسان گھل جاتا ہے۔
کہا جاتا ہے۔
همت الشحم۔
میں نے چربی کو پگھلا دیا ہے۔
اور ھَمّ کا معنیٰ ہے۔
دل میں کسی چیز کا قصد کرنا۔
قرآن مجید میں ہے:
اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ (المائدہ:11)
جب ایک قوم نے یہ قصد کیا کہ وہ (لڑنے کے لئے) تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں۔
(المفردات:ج:2،ص:709،مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

دل میں اچانک کسی چیز کا خیال آجائے تو اس کو ہاجس کہتے ہیں اور اگر بار بار کسی چیز کا خیال آئے تو اس کو خاطر کہتے ہیں اور جب دل اس چیز کے متعلق سوچنا شروع کر دے اور اس کے حصول کا منصوبہ بنانے لگے تو اس کو حدیث نفس کہتے ہیں اور جب اس کام کو کرنے کا راجح اور غالب قصد ہو اور مرجوح اور مغلوب قصد نہ کرنے کا ہو کہ مبادا اس میں کوئی خطرہ ہو اس کو ھَمّ کہتے ہیں اور جب کام نہ کرنے کی مغلوب اور مرجوح جانب بھی ختم ہو جائے اور انسان یہ پکا قصد کر لے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے خواہ فائدہ ہو یا نقصان تو اس کا عزم اور نیت کہتے ہیں اور انسان اسی عزم کا مکلف ہے۔ اگر گناہ کا ھَمّ کیا جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا لیکن اگر گناہ کا عزم اور اس کی نیت کی جائے تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔
(جمل:ج:1،ص:236،مرقات:ج:1،ص:243)

نیکی کے ارادے پر اجر عظیم

نیکی کا ارادہ بھی باعث ثواب ہے اگرچہ نیکی کا عمل نہ کر سکے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔
جب میرا بندہ نیکی کا ھَمّ (قصد) کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو میں اس کی نیکی لکھ دیتا ہوں اور جب وہ اس کی نیکی پر عمل کرے تو میں اس کی دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور اس کی دگنی تک اور اگر میرا بندہ معصیت کا ھَمّ (قصد) کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو میں اس کی وہ معصیت نہیں لکھتا اور اگر وہ اس معصیت پر عمل کرے تو میں اس کی صرف ایک

معصیت لکھتا ہوں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 128)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چھوٹی اور بڑی نیکی مقبول

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چھوٹی اور بڑی نیکی مقبول ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے نیک اعمال کرنے سے خوش ہوتا اور راضی ہوتا ہے اور اپنے بندے کو بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور اللہ عزوجل صرف پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے پھر اس کی پرورش کرتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 1410)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر روز جب سورج طلوع ہوتا ہے تو انسان کے ہر جوڑ کے اوپر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ انسان کسی شخص کو سواری میں سوار ہونے پر مدد کرے یا اس کا سامان سواری پر لا دے تو یہ صدقہ ہے اور نیک بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور راستے سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 2989)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی چیز خرچ کرتا ہے اس کے لئے وہ چیز سات سو گنا لکھی جاتی ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث 1625)

(سنن نسائی: رقم الحدیث 3186)

زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر

ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر دیا جائے گا اور اس کو اس سے بروز حشر بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ بروز حشر ایک ایک نیکی کے لئے انسان پچھتائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (ھود:3)
اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔
امام جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس شخص نے ایک گناہ کیا اس کا ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے اور جس شخص نے ایک نیکی کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔اس نے دنیا میں جو ایک گناہ کیا تھا اگر اس کے گناہ کی دنیا میں سزا دے دی گئی تو اس کے مقابلہ میں اس کی دس نیکیاں باقی رہیں گی اور اگر دنیا میں اس کو اس کے ایک گناہ کی سزا نہیں دی گئی تو اس کی دس نیکیوں میں سے ایک نیکی کم کر دی جائے گی اور اس کی نو نیکیاں پھر بھی باقی رہیں گی۔
پھر فرما رہے تھے۔
اس شخص کی ہلاکت ہو جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں پر غالب آجائیں۔
(جامع البیان: ج:11،ص:235دار الفکر بیروت)

عورت کا گناہ کی دعوت دینے پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اللہ تعالیٰ کے سائے میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس دن کسی کا سایہ نہیں ہوگا اس دن سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے۔
1-امام عادل۔
2-وہ شخص جو اپنے رب عزوجل کی عبادت میں جوان ہوا۔
3-وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے۔
4-وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ملیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں الگ ہوں۔
5-اور وہ آدمی جس کو کسی صاحب منصب اور صاحب جمال عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو۔
اور وہ کہے کہ
میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔
6-اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔
7-اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 660)

حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ صادر نہیں ہوا؟

حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ صادر نہیں ہوا اور انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے منزہ ہوتے ہیں۔

بعض متقدمین مفسرین نے ایسی روایات لکھی ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زنا کا ارتکاب تو نہیں کیا تھا لیکن اس کے تمام مقدمات میں ملوث ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسی روایات اور خرافات سے پناہ مانگتے ہیں جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے اس قسم کی باتوں کو ظاہر کریں۔ انہوں نے دلائل سے اپنے اس مکروہ مؤقف کو ثابت کیا ہے۔ پہلے ان روایات کو رمزاً کنایہ سے درج کریں گے کیونکہ ان کو بعینہ درج کرنے سے ہمارا دل لرزتا ہے اور ہم میں ان کو اسی طرح درج کرنے کی ہمت نہیں ہے پھر ان روایات کے ثبوت میں ان کے دلائل کا ذکر کریں گے اور پھر ان کا رد کریں گے۔

باطل تفسیریں یہ ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے ھَمّ (قصد) کی کیا کیفیت تھی۔

انہوں نے کہا:

وہ عورت چت لیٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام بیٹھ گئے۔

اور یہ سعید بن جبیر، ضحاک، سدی، مجاہد، ابن ابی بزہ، اعمش اور حسن بصری کا قول ہے اور یہی متقدمین کا قول ہے اور متاخرین نے ان قصدوں کا فرق کیا ہے۔

ابوالعباس احمد بن یحییٰ نے کہا:

اس عورت نے گناہ کا قصد کیا اور وہ اپنے قصد پر ڈٹی رہی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی (معاذ اللہ) معصیت کا قصد کر لیا تھا لیکن انہوں نے معصیت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ اس پر اصرار کیا پس دونوں کے ھَمّ (قصد) میں فرق ہے۔

اور ابن الانباری نے اس کی شرح میں کہا۔

اس عورت نے زنا کا عزم کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قلب میں معصیت کا خطرہ ہوا اور حدیث نفس بھی عارض ہوئی لیکن ان کے اس ھَمّ (قصد) پر گناہ لازم نہیں آیا جیسے کسی نیک شخص نے سخت گرمی کے دنوں میں روزہ رکھا ہوا ہو اور اس کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی دکھائی دے اور اس کے دل میں پانی پینے کا خیال آئے اور وہ اس کا منصوبہ بھی بنائے لیکن وہ خوف خدا عزوجل کی وجہ سے پانی نہ پیئے تو اس سے اس بات پر مواخذہ نہیں ہوگا کہ اس کے دل میں پانی پینے کا خیال کیوں آیا تھا۔

زجاج نے کہا:

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کا ھَمّ (قصد) کر لیا تھا اور جس طرح مرد عورت کے ساتھ کام کرنے کے لئے بیٹھتا ہے وہ اس طرح بیٹھ گئے تھے۔

کیوں انہوں نے کہا تھا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (یوسف:53)

اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں کہتا بے شک نفس تو برائی کا بہت حکم دینے والا ہے سوا اس کے جس پر میرا رب عزوجل رحم فرمائے بے شک میرا رب بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

ابن الانباری نے کہا:
اس آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے جو روایات ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کا قصد کر لیا تھا اور وہ اس کو ان کا عیب نہیں شمار کرتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے گناہ کا قصد کرنے کے باوجود اپنے آپ کو نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکا اور ان کا یہ اقدام محض اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے احکام کی تعظیم کی وجہ سے تھا اور جن لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے گناہ کا قصد ثابت کیا ہے وہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور تابعین میں سے وہب بن منبہ اور ابن سیرین وغیرہم ہیں اور یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے بلند درجات کو ان لوگوں کی بہ نسبت بہت زیادہ جاننے والے تھے۔ جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے گناہ کے قصد کی نفی کی ہے۔

حسن بصری نے کہا:
اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے گناہوں کا اس لیے ذکر نہیں فرمایا کہ اس سے ان کا عیب بیان کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کا اس لیے ذکر فرمایا ہے تا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اور ابو عبید نے کہا:
جب اللہ تعالیٰ گناہوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کی توبہ قبول فرمالیتا ہے تو وہ تمہاری توبہ تو بہت جلد قبول فرمالے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ بھی اس کا قصد کر لیتے اگر وہ اپنے رب عزوجل کی دلیل نہ لیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عامۃ المفسرین نے یہ کہا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت کی مثال دکھائی گئی کہ وہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے کھڑے ہیں۔
اور کہہ رہے ہیں۔
کیا تم بدمعاشوں کا سا عمل کر رہے ہو حالانکہ تمہارا نام انبیاء کرام علیہم السلام میں لکھا ہوا ہے پس حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ سن کر حیا آ گئی۔

حسن بصری نے کہا:
حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت میں متمثل ہو کر آ گئے تھے۔
اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
ان کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام مثالی جسم میں آئے اور ان کے سینہ پر ہاتھ مارا تو ان کی انگلیوں کی پوروں سے شہوت نکل گئی۔

سدی نے کہا کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے گھر میں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں۔

اے یوسف (علیہ السلام)! اس سے بدکاری نہ کرو! تم جیسا شخص جب تک بدکاری نہ کرے وہ اس پرندے کی طرح جو فضا میں اڑ رہا ہو اور اس کو کوئی پکڑ نہ سکتا ہو اور جب وہ بدکاری کر لے تو وہ اس پرندہ کی مثل ہو گا جو مرنے کے بعد زمین پر جائے اور اپنے نفس سے کسی چیز کو دور نہ کر سکے۔

اور مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام جب اس عورت کے پاس بیٹھ گئے تو ان کے سامنے ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔

جس پر لکھا ہوا تھا۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۝ (الانفطار:10 تا 12)

"اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہیں معزز لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔"

یہ دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام اٹھ کر بھاگے اور جب ان دونوں کے دلوں میں دہشت دور ہو گئی تو پھر لوٹ آئے وہ لیٹ گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام بیٹھ گئے ان کے سامنے پھر بازو اور بغیر جوڑ کے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس پر لکھا ہوا تھا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا۝ (بنی اسرائیل: 32)

"اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام پھر اٹھ کر بھاگے اور وہ عورت بھی بھاگی اور جب ان کے دلوں سے دہشت دور ہو گئی تو پھر پہلی حالت پر لوٹ گئے تب پھر اسی طرح ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس پر لکھا ہوا تھا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝ (البقرہ:281)

"اور اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

وہ دونوں پھر اٹھ کر بھاگے اور جب ان سے خوف دور ہو گیا تو پھر وہ سابقہ حالت کی طرف لوٹ گئے۔

تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

اس سے پہلے کہ میرا بندہ گناہ میں مبتلا ہو جائے اس کو جا کر سنبھال لو۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی انگلی دانت میں دبائے ہوئے آئے۔

اور کہا:

اے یوسف (علیہ السلام)! تم جاہلوں کا عمل کر رہے ہو حالانکہ تمہارا نام انبیاء کرام علیہم السلام میں لکھا ہوا ہے۔

(الوسیط: ج:2، ص:207 تا 209 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہمارے نزدیک یہ تمام روایات باطل اور مردود ہیں اور وضاعین نے جعلی سند بنا کر ان روایات کو حضرت ابن عباس حضرت علی رضی اللہ عنہم ایسے صحابہ کرام اور اخیار تابعین رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیا ورنہ ان نفوس قدسیہ کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام ایسے عفت مآب اور مقدس نبی کے متعلق ایسی عریاں اور فحش روایات بیان کریں۔ غور کیجئے کہ

قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ
جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوت گناہ دی۔
تو انہوں نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی پناہ! وہ میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔(یوسف:23)
اوران وضاعین نے ایسی ننگی خرافات کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔ ہمارے نزدیک قرآن مجید کی یہ ایک آیت ہی ان روایات کے رد اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور گناہوں سے برأت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ مفسرین چونکہ روایات جمع کرنے کے دلدادہ ہوتے ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اپنی تفسیر میں ان روایات کو درج کر دیا ورنہ ان کے دلوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت ہم سے بہت زیادہ تھی۔
بعض نے اکثر صحیح اور بعض نے غلط محامل بیان کیے ہیں۔
علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی التوفی 456ھ نے لولا ان را برھان ربہ کی تفسیر میں تو یہی وضعی روایات درج کی ہیں لیکن وھم بھا کی تفسیر میں بعض صحیح محامل بیان کیے ہیں۔ اور بعض غلط محامل ہیں۔
انہوں نے لکھا۔
حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق چھ اقوال ہیں۔
1-بعض متاخرین نے کہا ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو مارنے کا قصد کیا۔
2-قطرب نے کہا:
اس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کام کا قصد کیا یہ مکمل کلام ہے اس کے بعد نیا جملہ ہے جس میں جز مقدم ہے اور شرط مؤخر ہے۔
اور معنیٰ اس طرح ہے۔
اگر انہوں نے اپنے رب عزوجل کی برہان نہ دیکھی ہوتی تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔
3-اس عورت نے قضاء شہوت کا قصد کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی عفت پر قائم رہنے کا قصد کیا۔
4-حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اس عورت کا ھَمّ کیا تھا وہ عزم اور ارادہ نہ تھا بلکہ وہ فعل اور ترک کا میلان تھا اور حدیث نفس (دل کے خیالات) میں اس وقت کوئی حرج نہیں ہے جب اس کے ساتھ عزم نہ ہو اور نہ اس کے بعد فعل کا ارتکاب

5-حضرت یوسف علیہ السلام کے ھَمّ سے مراد یہ ہے کہ
مردوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت سے جو طبعی تحریک ہوتی ہے وہ تحریک ہوئی اگر چہ وہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھتے

ہیں۔

6- انہوں نے اس سے بدکاری کا ھَمّ کیا اور اس کا عزم کرلیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

انہوں نے ہم کرلیا

علامہ ماوردی نے وَھَمَّ بِھَا کا یہ چھٹا محمل جو بیان کیا ہے یہ قطعاً باطل اور مردود ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت وضعی اور جعلی ہے۔ ان کا دامن اس جھوٹ اور تہمت سے پاک ہے۔

علامہ ماوردی نے اس قول کو صحیح ثابت کرنے کے لئے حسب ذیل تاویلات کی ہیں۔

کہا گیا ہے کہ

یہ ھَمّ (قصد) تو معصیت ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معاصی کی تین توجیہات ہیں۔

1- ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے کسی گناہ میں مبتلا کیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہے اور جب بھی اس گناہ کو یاد کرے خوب عبادت کرنے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کے عفو اور رحمت کی وسعت پر اعتماد نہ کرے۔

2- اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں میں مبتلا کیا تاکہ جب اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر کرے اور آخرت میں ان کے گناہوں کی سزا نہ دے تو وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پہنچائیں۔

3- اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں میں اس لیے مبتلا کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنے میں اور گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد اس معافی کی توقع اور مایوسی کو ترک کرنے میں گناہ گار لوگ ان کو اپنا مقتدا قرار دیں۔

(النکت العیون: ج:3، ص:24 تا 25 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عرض مصنف

تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔ اعلان نبوت سے قبل اور اعلان نبوت کے بعد ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا صغیرہ نہ کبیرہ، نہ سہواً نہ عمداً، نہ صورتاً نہ حقیقتاً۔ علامہ ماوردی نے انبیاء کرام علیہم السلام کے گناہوں کو ثابت کرنے کی جو توجیہات کی ہیں یہ بھی باطل اور مردود ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر کئی دلائل ہیں۔ سب سے پہلے عصمت کا معنی جان لیں پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کو واضح کرتا ہوں۔

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

(کتاب التعریفات: ص:107 دار الفکر بیروت)

قاضی عبد النبی بن عبد الرسل الاحمد نگری لکھتے ہیں:

عصمت کی تعریف یہ ہے کہ

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کا ملکہ

اور اس کی دوسری تعریف یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ میں ایک ایسی قوت جو بندہ میں گناہوں پر قدرت اور اختیار کے باوجود گناہوں اور مکروہات فعل سے روکتی ہے۔
گناہوں کے اجتناب سے ملکہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ
یہ بندہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی صفت ہے جو اس کو خیر اور نیکی پر ابھارتی ہے اور اس کو شر اور برائی سے روکتی ہے اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے تا کہ اس میں امتحان اور ابتلا کا معنیٰ متحقق ہو۔
اسی وجہ سے شیخ ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمہ نے فرمایا:
عصمت آزمائش اور مکلف ہونے کی صفت کو زائل نہیں کرتی۔
اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ
شیعہ اور معتزلہ کی عصمت کی بیان کردہ تعریف فاسد اور باطل ہے۔
انہوں نے یہ تعریف کی ہے۔
کسی شخص کے نفس ناطقہ میں ایسی خاصیت یا اس کے بدن میں ایسی صفت ہو جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور محال ہو اس کو عصمت کہتے ہیں۔
یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ
اگر بندہ سے گناہوں کا صدور محال ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ اس کو گناہوں کے ترک کرنے پر ثواب عطا کرنا صحیح ہوگا۔ علامہ تفتازانی نے شرح العقائد ص 109 پر اس طرح لکھا ہے کہ اور جنہوں نے عصمت کی تعریف یہ کی ہے کہ
اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کا پیدا نہ کرنا اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ پر قدرت اور اختیار باقی ہو اس تعریف کا مآل بھی وہی ہے کیونکہ عصمت کی حقیقت صرف گناہوں سے بچنے کا ملکہ ہے۔
انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ ہوتے ہیں۔
اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ دونوں میں گناہوں پر قدرت واختیار ہوتا ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام گناہ کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں گناہ پیدا نہیں کرتا اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اگر گناہ کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان میں پیدا کر دیتا لیکن وہ گناہ کا ارادہ کرتے ہی نہیں۔

(دستور العلماء، ج:2، ص:233 تا 234 دار الکتب العلمیہ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ
علامہ عبد النبی نے معصوم اور محفوظ میں جو فرق بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ گناہ کبیرہ کا ارادہ کرنا بھی گناہ ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اس سے بھی معصوم ہیں لہٰذا وہ گناہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے۔

علامہ منظور افریقی لکھتے ہیں:
کلام عرب میں عصمت کا معنیٰ ہے۔
روکنا
محفوظ کرنا
اور جب اللہ تعالیٰ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنیٰ ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔
(لسان العرب: ج:12، ص:403 مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران)
علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:
عصمت کا معنیٰ ہے۔
روک لینا
محفوظ کرنا
عاصم کا معنیٰ ہے۔
محفوظ رکھنے والا
حمایت کرنے والا
اعتصام کا معنیٰ ہے۔
کسی شے کو مضبوطی سے پکڑنا
باز رکھنا
(نہایہ: ج:3، ص:249 مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران)
علامہ زبیدی لکھتے ہیں:
زجاج نے کہا:
عصمت کا معنیٰ ہے۔
رسی
ہر وہ چیز جو کسی چیز کو روک لے وہ اس کے لئے عصمت ہے۔
علامہ مناوی نے کہا:
گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے رکنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔
علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:
عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ پیدا نہ کرے۔
اس کے قریب یہ تعریف ہے۔

عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار رہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔
اس لیے شیخ ابو ماتریدی نے فرمایا:
عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی۔
ان تعریفوں سے ان لوگوں کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ
عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف کرنا صحیح ہوگا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہوگا۔
(شرح عقائد نسفی: ص: 109 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:
گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔
(حاشیۃ الخیالی: ص: 146 مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ)
علامہ عصام الدین نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کرنے سے اختلاف کیا ہے۔
اور یہ توقف ہے۔
لکھتے ہیں:
بلکہ اہل سنت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ کرے۔
علامہ تفتازانی نے شروع المقاصد میں لکھا ہے کہ
جب عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کی جائے گی تو یہ لازم نہیں آئے گا کہ غیر معصوم گناہ گار ہو چہ جائیکہ ظالم ہو۔
اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
علامہ خیالی نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ اسی وجہ سے کی ہو تاکہ یہ جواب دیا جا سکے۔
(حاشیۃ العصام علی شرح العقائد: ص: 328 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)
شیخ ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں:
عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا۔
یہ بات نہیں ہے کہ
عصمت سے کسی کے نفس شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان پر کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور کپکپانے والے کو سکون سے نہیں منع کیا جاتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل

ہے۔

(شرح فقہ اکبر: ص: 147 مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر)

علامہ ابن ابی شریف لکھتے ہیں:

صاحب بدایہ نے یہ کہا ہے کہ

امام ابو منصور ماتریدی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ عصمت عبادت پر مجبور کرتی ہے نہ معصیت سے عاجز کرتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو بندہ کو قدرت اور اختیار کے باوجود نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

مسامرہ: ص: 205 مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان)

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو پیدا نہ کرے۔

(شرح المسائرہ: ص: 290 مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان)

علامہ شرتوتی لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

(کتاب التعریفات: ص: 65 مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر)

اور انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں یہ اقوال ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

عصمت انبیاء کا معنی یہ ہے کہ

انبیا کرام علیہم السلام کی ذرات کی خصوصیات کی حفاظت کرنے پھر ان کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا پھر ان پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کو توفیق دینا۔

(المفردات: ص: 337 مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا۔

اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ

وہ ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم سے حاصل ہوتا ہے یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں وحی الٰہی عزوجل سے یہ علم اور مؤکد ہو جاتا ہے۔

(نسیم الریاض: ج: 4، ص: 36 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام میں گناہ نہ پیدا فرمائے۔
اور حکماء کے نزدیک ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔
(شرح مواقف: ص:698 مطبوعہ مطبع منشی نولکشور)
قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔
اس کے برخلاف حسین نجار نے یہ کہا ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔
(شفاء: ج:2، ص:125 مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)
انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اسی پر ہے۔
یہاں صرف چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔
1- اگر انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کی اتباع حرام ہوگی حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (آل عمران:31)
آپ فرما دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔
2- جس سے گناہ صادر ہوں اس کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا (الحجرات:6)
اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔
اور اس امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔
3- فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ o (البقرہ:124)
اللہ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔
اور کبھی بھی کوئی نبی فاسق نہیں ہوا۔

4-اگر نبی سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا اور اس سے نبی کو ایذا پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ (الاحزاب:57)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

5-انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاذۡکُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ اُولِی الۡاَیۡدِیۡ وَالۡاَبۡصَارِ ○ اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰہُمۡ (ص:45 تا 46)

اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو قوت اور نگاہ بصرت والے ہیں۔ ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلص کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ○ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ○ (ص:82 تا 83)

ابلیس نے کہا! تیری عزت کی قسم: میں ان سب کو گمراہ کردوں گا سوا تیرے مخلص بندوں کے۔

6-گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اِنَّہُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ ○ (ص:47)

اور بے شک وہ ہماری بارگاہ میں ضرور پسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔

7-انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا۔

قرآن مجید میں ہے:

کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ○ (الصف:3)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سے ہمیشہ کے لئے راضی ہے۔

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ (جن:26 تا 27)

''وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے اور اس کے رسول ہیں۔''

اس آیت میں واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے

راضی نہیں ہے۔
8-اگر معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًاo (جن:23)
اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب کے لئے جہنم کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔
اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔
9-انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء کرام علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے۔
فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ
فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَo (آل عمران:33)
بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا:
وما ارسلناك الا رحمة للعلمين
ترجمہ:-اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔
معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔
امام رازی لکھتے ہیں:
ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔
(تفسیر کبیر: ج:1، ص:302 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام اپنے زمانہ میں مطلقاً گناہ کبیرہ سے اور عمداً صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔
(شرح مواقف: ص:689 مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ)

حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت پر دلائل

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے جو روایات مفسرین کرام نے بیان کی ہیں ان میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف صراحتاً زنا کی نسبت نہیں کی ہے لیکن یہ صراحت کی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس حرام کام کے لئے تیار ہو کر بیٹھ گئے

(معاذ اللہ) اور جو چیز حرام ہو اس کا مقدمہ بھی حرام ہوتا ہے اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہوتا ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام گناہ کبائر اور صغائر سے معصوم ہوتے ہیں چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی ہیں اس لیے آپ علیہ السلام بھی تمام گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے منزہ ہیں۔

ان روایات میں جن برے کاموں کی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف نسبت کی گئی ہے ان کے ردو ابطال کے لئے یہ آیت کافی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ○ (یوسف:23)

''اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے انہیں اپنی طرف راغب کیا اور اس نے دروازے بند کر کے کہا جلدی آؤ۔ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ وہ میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے عزت سے جگہ دی ہے بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔''

کس قدر رنج اور افسوس کی بات ہے کہ جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دعوت گناہ دی تو انہوں نے اس کو سختی سے رد کر دیا اور اپنے رب عزوجل کے انعام و اکرام کا ذکر کیا اور اس کام کو ظلم قرار دیا۔ ایسے پاکباز، مقدس اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے نبی کے متعلق ایسی حیا سوز اور بے ہودہ روایات ذکر کی جائیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی گناہوں سے برأت کے متعلق دوسری روایت یہ ہے۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ (یوسف:24)

یہ ہم نے اس لیے کیا تاکہ ہم ان کو بے حیائی اور بدکاری سے دور رکھیں۔

ان روایات میں جو فحش افعال حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیے گئے ہیں کیا وہ بے حیائی اور بدکاری کے کام نہیں ہیں۔

کیا اجنبی اور نامحرم عورت کے سامنے ایک مرد کا برہنہ ہونا فحاشی اور بے حیائی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔

ہم نے یوسف کو بے حیائی اور بدکاری سے دور رکھا۔

اور ان وضاعین نے عین بے حیائی اور بدکاری کو اپنی جعلی روایات میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا اور حیرت ان مفسرین پر ہے جنہوں نے ان روایات کو تقویت پہنچانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے اپنے گناہوں کو مان کر پھر گناہوں کی توجیہات کیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ○ (یوسف:24)

بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں۔
اور جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں ان کے متعلق شیطان نے بھی اعتراف اور اقرار کیا ہے کہ وہ ان کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (ص:82تا83)
شیطان نے کہا! تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کردوں گا ماسوا ان کے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام کے پاک دامن ہونے پر متعدد شہادتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی گواہی سے حضرت یوسف علیہ السلام سے ان گناہوں کی تہمت دور ہوگئی۔ علاوہ ازیں مخلوق نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت پر گواہی دی۔ کیونکہ اس واقعہ میں جو لوگ مبتلا ہیں ان میں خود حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی ہے۔ اس کا خاوند ہے اور عزیز مصر کی بیوی کے خاندان کا گواہ ہے اور سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی اور پارسائی کو بیان کیا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ (یوسف:26)
یہ عورت خود مجھے بہکا رہی تھی۔
اور فرمایا:
رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ (یوسف:33)
"اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت مجھے قید میں رہنا پسند ہے۔"
اور عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے برأت اس طرح بیان کی۔
وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ (یوسف:32)
بے شک میں نے اس کو بہکایا اور اس نے اپنے آپ کو (گناہ سے) بچائے رکھا۔
اور کہا:
قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (یوسف:51)
عزیز مصر کی بیوی نے کہا! اب تو حق بات ظاہر ہوگئی ہے میں نے ہی ان کو بہکایا تھا اور بے شک وہ سچوں میں سے ہیں۔
اور عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت اس طرح بیان کی۔
قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝ (یوسف:28،29)

اس نے کہا: بے شک یہ تم عورتوں کی گہری سازش ہے اور یقیناً تمہاری سازش بہت بڑی ہے۔اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے جرم کی معافی طلب کر۔ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔
اور گواہوں نے اس طرح برأت بیان کی ہے۔

وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (یوسف:27،26)

''اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا اور وہ سچوں میں سے ہیں۔''

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ
اگر یوسف علیہ السلام نے گناہ کا قصد نہیں کیا تھا بلکہ گناہ سے بچنے کا قصد کیا تھا تو پھر اس کے بعد یہ ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے کہ اگر وہ اپنے رب عزوجل کی برہان نہ دیکھتے تو
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس کی جزا محذوف ہے۔
اور وہ یہ ہے کہ
پھر وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتے۔
اور اس کے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ
انہوں نے جو گناہ کا قصد نہیں کیا تھا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان میں عورتوں کی طرف رغبت کرنے کا مادہ نہیں تھا یا وہ عورتوں کے ساتھ فطری فعل پر قادر نہیں تھے۔
بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ
انہیں اپنے رب عزوجل کے دین اور اس کی شریعت کے براہین اور دلائل کا علم تھا۔
اور وہ یہ جانتے تھے کہ
اللہ تعالیٰ نے نامحرم اور اجنبی عورتوں سے خواہش نفسی پوری کرنے کو حرام کر دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور نبی کو مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے پس انہوں نے جو بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے۔
بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ
وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی برہان سے واقف تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اجنبی عورت سے خواہش نفس پوری کرنا حرام ہے۔
امام رازی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد کا دوسرا محمل یہ ہے کہ
عزیز مصر کی بیوی نے آپ علیہ السلام سے حصول لذت کا قصد کیا اور آپ علیہ السلام نے اس کو اس کام سے منع کرنے اور ڈانٹنے کا قصد کیا۔
اگر یہ کہا جائے کہ
اس صورت میں اس قول کا کیا فائدہ ہوگا کہ
اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو
اس کا جواب یہ ہے کہ
اس صورت میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پر مطلع کیا کہ اگر آپ علیہ السلام نے اس عورت کو حصول لذت سے منع کیا اور ڈانٹا تو یہ آپ علیہ السلام کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گی اور آپ علیہ السلام کو قید کرا دے گی سو آپ علیہ السلام کا بدنامی اور قید میں مبتلا ہونا اس فحش کام میں مبتلا ہونے سے بہتر ہے کیونکہ انجام کار آپ علیہ السلام کی برات اور نیک نامی بھی ظاہر ہو جائے گی اور آپ علیہ السلام کو قید سے رہائی بھی مل جائے گی اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس چیز کا علم نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام معصیت میں مبتلا ہو جاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی جو برہان دیکھی تھی اس کے دو محمل تو وہ ہیں جن کا ابھی ذکر کر دیا ہے ان کے علاوہ بھی کئی محمل ہیں۔
رب عزوجل کی برہان سے مراد نبوت ہے جو بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے مانع ہوتی ہے۔
اور اس کی دلیل یہ ہے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ مخلوق کو برے کاموں اور گناہوں سے منع کر دیں۔ اگر وہ لوگوں کو برے کاموں سے منع کریں اور وہ خود سب سے بڑی برائی میں ملوث ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید میں داخل ہو جائیں گے۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○
(الصف:3،2)
"اے ایمان والو! ایسی بات تم کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا موجب ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔"
نیز اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس بات پر مذمت کی ہے کہ وہ جو کچھ کہتے تھے اس کے موافق عمل نہیں کرتے تھے۔
فرمایا:
اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ:44)
کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔
اور جو چیز یہود کے حق میں باعث مذمت ہو وہ اس رسول کی طرف کیسے منسوب ہو سکتی ہے جس کی تائید معجزات سے کی گئی

2- حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بتایا گیا تھا کہ شریعت میں زنا حرام ہے اور ان کو اس کے دلائل پر مطلع کیا گیا تھا اور زانی کے لئے دنیا میں جو سزا مقرر کی گئی ہے اور آخرت میں اس پر جو عذاب دیا گیا حضرت یوسف علیہ السلام کو ان تمام امور پر مطلع کیا گیا تھا۔

3- اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو برے اخلاق سے پاک اور صاف رکھا ہے بلکہ جو نفوس قدسیہ انبیاء کرام علیہم السلام سے متصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی بری عادتوں اور برے کاموں سے محفوظ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ (الاحزاب:33)

اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو! وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرمادے اور وہ تمہیں اچھی طرح پاک اور صاف رکھے۔

لہٰذا اس مفصل بحث سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام گناہ سے معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا چھت کی طرف سر اٹھانا اور آیت کریمہ ملاحظہ فرمانا

کہا گیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب عزیز مصر کی بیوی نے اپنی جانب مائل کیا تو آپ علیہ السلام نے چھت کی جانب سر اقدس اٹھایا اور دیوار پر آیت کریمہ کو لکھا ہوا پایا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے کہ

اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا سر چھت کی طرف اٹھایا تو ایک دیوار پر یہ لکھا ہوا پایا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل:32)

اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔ بے شک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

جس برہان کو آپ علیہ السلام نے دیکھا بقول قرظی وہ کتاب اللہ کی یہ تین آیات تھیں۔

وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ (الانفطار:10)

حالانکہ تم پر نگراں (فرشتے) مقرر ہیں۔

وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ (یونس:61)

اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں۔

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ (الرعد:33)

کیا وہ خدا جو نگہبانی فرمار ہے ہر نفس کی اس کے اعمال کے ساتھ۔

ابو ہلال نے ان تین آیات کے علاوہ ایک چوتھی آیت
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی (بنی اسرائیل:32)
کا اضافہ کیا ہے۔
اورزاعی نے کہا کہ
آپ علیہ السلام نے کتاب اللہ کی کوئی آیت دیوار پر لکھی ہوئی پائی جس میں اقدام سے ممانعت کی گئی تھی۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:819)

عزیز مصر کی بیوی کا بت پر کپڑا اڈالنا

جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلایا تو وہاں ایک بت تھا جس پر اس نے کپڑا اڈال دیا حضرت یوسف علیہ السلام کے پوچھنے پر بتایا کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میرا رب عزوجل اس سے زیادہ حق دار ہے کہ میں اس سے حیا کروں۔
معالم التنزیل میں ہے۔
حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
فرماتے ہیں کہ
کمرے میں ایک بت تھا۔عورت اٹھی اور اس پر کپڑا اڈال دیا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے کہا۔
یہ تو نے کیوں کیا ہے؟
عورت نے کہا:
مجھے شرم آتی ہے کہ مجھے وہ معصیت پر دیکھے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
کیا تو اس سے حیاء کرتی ہے جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ سمجھتا ہے تو پھر میں زیادہ حقدار ہوں کہ میں اپنے رب عزوجل سے حیا کروں۔
یہ فرما کر بھاگے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:273 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے برہان کے پندرہ اقوال

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو برہان دیکھی اس میں پندرہ اقوال ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
برہان دیکھ لی برہان میں پندرہ اقوال ہیں۔

1-ایک پرندہ جس نے کان میں پچھلے واقعات یاد دلائے۔
2-شکل یعقوب علیہ السلام دیکھی۔
3-نور ازلی دیکھا جس سے متوجہ الی اللہ ہو گئے یہی قول قوی تر ہے۔
4-بتوں پر پردہ دیکھ کر غیرت ایمانی کا غصہ آ گیا۔
5-خود اپنے دل سے آواز آئی اے اللہ عزوجل کے نبی یہ امتحان گاہ ہے۔
6-قدرت الٰہی عزوجل سے مکان کی چھت چر گئی اور دونوں کی توجہ بٹ گئی۔
7-زمین کو دیکھا تو ایک کلام صحف ابراہیم لکھا دیکھا جس میں بدی کے انجام کا ذکر تھا۔
8-فرشتہ آیا جس نے توجہ ہٹا دی۔
9-عزیز مصر کی آواز سنائی دی۔
10-زلیخا بہت بدصورت نظر آئی کر یہہ شکل قابل نفرت۔
11-جنت کی حور نظر آئی جو زلیخا سے کہیں زیادہ حسینہ تھی۔
12-غیبی آواز آئی جس سے توجہ ہٹی۔
13-کنعانی دوتن والا کنواں نظر آیا تو خوف سے رونگٹے کھڑے ہو گئے انعامات ربانی یاد آ گئے۔
14-بڑا اژدھا نظر آیا جس نے کہا میں زانیوں کا عذاب ہوں۔
15-الہام ہوا کہ ہم نے تم کو نور نبوت سے نوازا ہے تم نے معاذ اللہ کہہ کر ہماری پناہ لی جو ہم کو یاد کرتا ہے ہم اس کے ہو جاتے ہیں اور اسی طرح اس یوسف (علیہ السلام) کو خطاؤں یا گناہوں یا فریب کے جالوں سے ہم پھیرتے رہیں گے اور فحش بدکاریوں سے۔

(تفسیر نعیمی، ج:12، ص:439 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کا دروازے کی جانب دوڑنا

حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی بیوی سے پیچھا چھڑانے کے لئے دوڑے تو عزیز مصر کی بیوی آپ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے بھاگی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (یوسف:25)

وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور وہ عزیز مصر کی بیوی دوڑے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا ارادہ تھا کہ وہ جلدی سے آگے نکل جائیں تا کہ دروازوں سے باہر جا کر اس عورت کے بچائے ہوئے بدکاری کے جال سے نکل جائیں اور اس عورت کا ارادہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نکلنے نہ دے۔

یوسف علیہ السلام سے تالوں کا کھلنا

حضرت یوسف علیہ السلام جب دوڑے تو آپ علیہ السلام کی مقدس نگاہ سے سارے تالے کھل گئے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
زلیخا نے ساتوں دروازوں کو تالے لگائے ہوئے تھے مگر نگاہ یوسف علیہ السلام کی طاقت سے وہ سارے تالے کھلتے چلے

زلیخا بھی اس کرشمہ قدرت کو دیکھتی جا رہی ہے اور حیران تھی۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:445 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام سے چار معجزات کا ظہور

یہاں تک جو واقعات بیان ہو چکے ہیں اس میں حضرت یوسف علیہ السلام سے چار معجزات کا ظہور ہو چکا ہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
ابھی تک چار معجزے حضرت یوسف علیہ السلام سے ظاہر ہو چکے ہیں۔
1- جس کنویں میں آپ علیہ السلام گرے اور آپ علیہ السلام کا پاؤں پانی سے لگ گیا وہ کنواں کھاری تھا تو قیامت تک کیلئے میٹھا ہو گیا۔
2- پرندوں کا آپ علیہ السلام سے گفتگو کرنا۔
3- عزیز مصر کے خالی خزانے بھرتے چلے جانا۔
4- زلیخا کے لگائے ہوئے تالے کھلتے چلے جانا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:446 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کا پیچھے سے قمیص پھاڑنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام دوڑے تو عزیز مصر کی بیوی بھی پیچھے دوڑی اور آپ علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے کھینچا اور اس کی وجہ سے قمیص پھاڑ ڈالا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ (یوسف:25)
اس عورت نے ان کی قمیص پیچھے سے پھاڑ ڈالی۔

لمبائی میں پھٹنا

حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ لمبائی میں پھٹا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
زلیخا نے پیچھے سے پکڑ لیا مگر کرتہ ہاتھ آیا اس وقت دو زور لگے پیچھے سے کھینچنے کا آگے سے بھاگنے کا اور چھڑانے کا لہٰذا

کرتہ لمبائی میں پھٹ گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:446 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا کی پہنائی ہوئی قمیص پھٹی

زلیخا نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو قمیص پہنائی تھی وہ پھٹی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

یہ وہ قمیص تھی جو زلیخا نے پہنائی تھی۔

(اور اس نے اس کو کھینچ کر پھاڑ دیا)

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:446 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مصر میں آ کر حضرت یوسف علیہ السلام دو قمیصیں پہنتے تھے

مصر میں آ کر حضرت یوسف علیہ السلام دو قمیصیں پہنتے تھے ایک دنیا کی اور ایک جنت کی قمیص پہنتے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں آ کر ہمیشہ دو قمیصیں پہنتے تھے۔

ایک جنت کی

ایک دنیا کی

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:446 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قد میں تیزی تین وجوہ سے

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیچھا نہ چھوڑا جوش محبت کا وسیلہ پکڑ کر بھاگتی رہی یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پالیا تو جو بندہ نبی کا وسیلہ پکڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف بھاگتا ہے وہ بھی یقیناً خدا تعالیٰ کو پائے گا۔ اور پکڑ کر پھاڑ ڈالا یوسف علیہ السلام کی قمیص کو پیچھے سے اس طرح کہ یوسف علیہ السلام نے تیزی دکھائی اور قوت میں بھی زیادہ تھے اور قد میں آپ علیہ السلام کی تیزی تین وجہ سے تھی۔

1-مرد ہونا

مرد ہمیشہ عورت سے خلقتاً قوی ہوتا ہے مگر شاذ و نادر خاص کر نبی کیونکہ نبی میں سو مردوں کی قوت ہوتی ہے اگر چہ اظہار نہ کریں یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اتنی تکلیفیں ماریں برداشت کیں اور اف تک نہ کیا۔

2-قوی و صحت مند ہونا۔

بیمار آدمی تندرست عورت سے کمزور ہو سکتا ہے۔

3-دراز قد ہونا۔

لمبے قد والا آدمی تیز بھاگتا ہے بلکہ اس کا چلنا بھی چھوٹے قد والے کے بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:446 نعیمی کتب خانہ لاہور)

جنت کی قمیص نہ پھٹتی تھی نہ میلی ہوتی تھی

حضرت یوسف علیہ السلام کو جو قمیص پہنائی گئی تھی وہ نہ پھٹتی تھی اور نہ میلی ہوتی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
یہ وہ قمیص تھی جو زلیخا نے پہنائی تھی اس کے نیچے وہ قمیص تھی جو تعویز سے نکال کر کنویں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہنائی تھی یہ جنت کی تھی۔
اس کی خاصیت یہ تھی کہ
نہ پھٹتی تھی نہ میلی ہوتی تھی نہ دھل سکتی تھی نہ جل سکتی تھی نہ اس کی بھینی خوشبو کبھی ختم ہوتی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بجز غسل کبھی نہ اتارا۔ سردیوں میں گرم ہوتی تھی۔ گرمیوں میں ٹھنڈی سب سے نیچے جسم کے ساتھ وہی ہوتی تھی باقی کپڑے کرتے واسکٹ وغیرہ اس کے اوپر یہ جنتی ریشم کی بنی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں چاند کی طرح روشن ہوتی تھی۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:446 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کا دروازے پر دونوں کو پانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پیچھے عزیز مصر کی بیوی بھاگی تو ان دونوں نے عزیز مصر کو دروازے کے قریب پایا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ (یوسف:25)
اور ان دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے قریب پایا۔

عزیز مصر کو دونوں نے کس حال میں پایا

عزیز کو دونوں نے کس حال میں پایا اس بارے میں اقوال ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
اسی کشمکش میں دونوں آخری دروازے سے جو محل کے صحن میں کھلتا تھا باہر نکل آئے۔ اچانک پایا ان دونوں نے اسی عورت کے خاوند کو دروازے کے قریب یا وہ اسی طرف کسی کام سے آرہا تھا یا زلیخا کے چچا زاد بھائی یملیخا کے ساتھ گفتگو کرتا گزر رہا کچھ دور کھڑا تھا اگر بالکل قریب ہوتا تو اس کشتی دھینگا مشتی اور پکڑ دھکڑ چیر پھاڑ کی آواز خود سن لیتا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:446 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کا سزا کی شکایت لگانا

جب عزیز مصر کی بیوی نے دروازے پر اچانک اپنے خاوند کو پایا تو فوراً کہنے لگی کہ اس شخص کی سزا کیا ہونی چاہئے جو آپ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے سوائے اس کے کہ اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (یوسف:25)

اس عورت نے کہا اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہئے جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے سوائے اس کے کہ اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔

☆ جب حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی دونوں دروازے سے باہر نکلے تو دروازے کے قریب اس کا شوہر کھڑا تھا۔ اس عورت نے اپنا جرم چھپانے کے لئے اور حضرت یوسف علیہ السلام پر جھوٹا الزام لگانے کے لئے بولنے میں پہل کی۔

اور کہنے لگی کہ

اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہئے جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے سوائے اس کے کہ اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔

عزیز مصر کی بیوی نے شکایت لگانے میں پہل کیوں کی

عزیز مصر کی بیوی اپنے خاوند کو اچانک دیکھ کر گھبرا گئی اور وہ سمجھی کہ ہوسکتا ہے یوسف علیہ السلام میری شکایت لگادے اس لیے اس نے شکایت لگانے میں پہل کی۔

تفسیر نعیمی میں ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹ کر نکل بھاگنے کی تلخ حسرت کے بعد ایک دم خاوند کو دیکھ کر گھبرا گئی اور سمجھی کہ یوسف علیہ السلام میری شکایت لگادے پہل کرتے ہوئے فوراً بولی۔

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا

اے میرے پیارے خاوند! اس کی کیا سزا ہے جو تیری بیوی اہل خانہ، تیرے گھر کی رونق سے برائی کا ارادہ کرے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:447 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی نے خود کو تین طرح بری کیا

عزیز مصر کی بیوی نے خود کو تین طرح سے بری کیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(سابقہ) اس کلام میں زلیخا نے تین طرح خود کو بری قرار دیا۔

1- مَنْ اَرَادَ۔ یعنی صرف ارادہ کیا ارتکاب نہ ہوا کیونکہ ارتکاب بغیر عورت کی رضا کے نہیں ہوسکتا۔

2- اراد باب افعال بولا جس میں صرف ایک طرف سے ارادے کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ راء د باب مفاعلۃ اس میں دو طرف ارادہ ثابت ہوتا ہے۔

3- باھلك۔ اس لفظ سے خاوند کا غصہ ٹھنڈا کرنا اور اپنی محبت ظاہر کرنا مقصود تھی کہ میں تیری محبت والی بیوی ہوں

ہزاروں حسین دیکھے مگر تجھے خیانت کا داغ مجھ میں نظر نہ آیا تو آج بھی اس نے ہی مجھ کو ورغلانے کی کوشش کی ہے نہ کہ میں نے......

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:447 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کو گھبراہٹ کس چیز کی تھی جس کی وجہ سے اس نے شکایت لگائی

عزیز مصر کی بیوی کو گھبراہٹ خوف کی نہ تھی بلکہ ندامت کی تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا کو یہ گھبراہٹ خوف کی نہ تھی بلکہ ندامت وشرمندگی کی تھی کیونکہ عزیز مصر اپنی بیوی سے عشق کی حد تک محبت کرتا تھا۔

اور دیکھا گیا ہے کہ

جو لوگ نامرد ہوتے ہیں یا ہو جاتے ہیں وہ اپنی بیوی سے زیادہ محبت کرتے ہیں اسی لیے بوڑھے کو اپنی بڑھیا سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:447 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی نے سزا خود کیوں تجویز کی؟

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(سزا کا لفظ بول کر) یہ کہہ کر معاً حضرت یوسف علیہ السلام پر نظر پڑی پھر عشق نے جوش مارا غور کیا کہیں یہ قتل نہ ہو جائے (لہٰذا) سزا خود (ہی) تجویز کر دی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:447 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی نے پہلے قید کرنے کا کیوں کہا؟

عزیز مصر کی بیوی کو حضرت یوسف علیہ السلام سے حد درجے محبت تھی جس کی وجہ سے اس نے قید کرنے کا ذکر کیا مارنے کا نہیں کہا کیونکہ محبت یہ نہیں چاہتا کہ اس کے محبوب کو اذیت دی جائے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

عزیز مصر کی بیوی کو حضرت یوسف علیہ السلام سے جو شدید محبت تھی اس وجہ سے اس نے پہلے ان کو قید میں ڈالنے کا ذکر کیا پھر اس کے بعد ان کو سزا دینے کا ذکر کیا کیونکہ محبت یہ نہیں چاہتا کہ اس کے محبوب کو اذیت پہنچائی جائے۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:310)

عزیز مصر کی بیوی نے صراحتاً زنا کے ارادہ کا لفظ نہیں بولا

جب عزیز مصر کی بیوی نے اپنے خاوند کو شکایت لگائی تو اس نے صراحتاً زنا کا لفظ نہیں بولا بلکہ یوں کہا کہ میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس عورت نے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ
یوسف (علیہ السلام) کا میرے ساتھ زنا کا ارادہ تھا بلکہ یوں کہا کہ اس نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تھا کیونکہ جب اس نے یہ دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی جوانی کی عمر، قوت اور زور کے کمال اور شہوت کی انتہاء کے باوجود آپ کو گناہ میں ملوث ہونے نہیں دیا تو اس کو حیا آئی کہ وہ ان کی طرف صراحتاً زنا کی نسبت کرے اس لیے اس نے کنایۃً تعریض کے ساتھ کہا کہ اس نے میرے ساتھ برائی کا ارادہ کیا۔

(تفسیر کبیر: تحت تفسیر آیۃ: 25)

حضرت یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کی بیوی کا قول جھوٹا قرار دینا

جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں برائی کے ارادہ کا ذکر کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس نے مجھے اپنی طرف راغب کیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هِيَ رَاوَدَتۡنِيۡ عَنۡ نَّفۡسِيۡ (یوسف:26)

یوسف نے کہا اسی نے مجھے اپنی طرف راغب کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت کے لئے عزیز مصر کی بیوی کو غائب کی ضمیر سے خطاب فرمایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت کے لئے عزیز مصر کی بیوی کو غائب کی ضمیر کے ساتھ خطاب فرمایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا تو اس وقت بھی بار بار حضرت یوسف علیہ السلام کو بنظر محبت دیکھ رہی ہے مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے نہایت خودداری اور غیرت کی حالت میں صرف عزیز مصر کو دیکھا زلیخا کی طرف قطعاً نگاہ نہ اٹھائی اور اپنی برأت میں اس کو غائب کی ضمیر سے مراد لیتے ہوئے فرمایا:

وہ جھوٹی ہے بلکہ هِيَ رَاوَدَتۡنِيۡ اس نے مجھ کو ورغلایا بھڑکایا۔

اے عزیز اے میرے مربی تو میرے متعلق غلط رائے قائم نہ کرنا اگر زلیخا کی طرف دیکھا ہوتا تو بجائے هِيَ کے ھ فرماتے یا یہ کہتے کہ تو نے مجھ کو ورغلایا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:447 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کے خاندان سے ایک شخص کا شہادت دینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی نے عزیز مصر کو اپنا اپنا قول سنا دیا تو عزیز مصر کی بیوی کے خاندان سے ایک شخص نے شہادت دی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ قُبُلٍ فَصَدَقَتۡ وَهُوَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۝ وَاِنۡ كَانَ

قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (یوسف:26،27)

اس عورت کے خاندان میں سے ہی ایک شخص نے شہادت دی اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔

[شہا]دت کے معانی

علامہ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:

جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا جس پر کوئی شخص حاضر ہو اس کی خبر دینا لغت میں شہادت ہے۔

(نہایہ: ج:2،ص:514 مطبوعہ ایران)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

بصیرت سے یا آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے جس چیز کا علم حاصل ہو اس کی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔

(المفردات: ص:268 مطبوعہ ایران)

علامہ بویطی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص کسی جگہ حاضر ہو یا اس نے کبھی کسی چیز کو دیکھا ہو اس کی یقینی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔ اور کبھی اس چیز کی خبر کو [شہا]دت کہتے ہیں جس کا اس کو یقین ہو یا وہ چیز مشہور ہو۔

(شرح المہذب: ج:20،ص:225 مطبوعہ بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے، میں گواہی دیتا ہوں کے الفاظ کے ساتھ مجلس قضاء میں سچی خبر دینا شہادت ہے۔

(فتح القدیر: ج:6،ص:446 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام خلیل بن احمد لکھتے ہیں:

شہادت یہ ہے کہ

تم یہ کہو کہ فلاں شخص کو گواہ بنایا گیا سو وہ گواہ ہے۔

(کتاب العین: ج:3،ص:398 مطبوعہ دار الہجرۃ قم ایران)

[شہا]دت کی اقسام

شہادت کی تین اقسام ہیں۔

1- عینی شہادت

2- سمعی شہادت

3- شہادت علی الشہادت

عینی شہادت

یعنی گواہ آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کو بیان کرے یہی شہادت فیصلہ کن ہوتی ہے۔

(ہدایہ اخیرین:ص:159)

سمعی شہادت

یعنی گواہ کسی چیز کو سن کر اس کی شہادت دے جن امور کا تعلق سموعات سے ہو ان میں سمعی شہادت اتنی ہی معتبر ہوتی جتنی عینی شہادت ہے۔

(ہدایہ اخیرین:ص:160)

شہادت علی الشہادت

اصل گواہ کسی شخص کو اپنی شہادت پر شاہد بنائے تب یہ گواہ اصل کی شہادت دے سکتا ہے۔

(ہدایہ اخیرین:ص:158)

شہادت کا حکم

شہادت کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں۔

1-ایک تحمل شہادت

2-دوسرا اداء الشہادت

تحمل شہادت

تحمل شہادت کا مطلب کسی وقوعہ کا معائنہ کر کے اس کو سمجھ کر منضبط کرنا۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ:ج:6:ص:558 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اداء شہادت

اداء الشہادت کا مطلب ہے۔اس شہادت کو قاضی کے سامنے ادا کرنا۔

تحمل شہادت کے متعلق آیات کریمہ

تحمل شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات کریمہ ہیں۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ:282)

اور اپنے مردوں سے دو گواہ بناؤ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ (البقرہ:282)

اور جب تم خرید وفروخت کرو گے تو گواہ بنالو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق:2)

اور اپنوں میں دو عادل (نیک) شخصوں کو گواہ بنالو۔

اداء شہادت کے متعلق آیات کریمہ

اداء شہادت کے متعلق یہ آیات کریمہ ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (الطلاق:2)

اور اللہ تعالیٰ کی خاطر شہادت ادا کرو۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (البقرہ:282)

اور جب گواہوں کو (گواہی کے لئے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرہ:283)

اور گواہی کو نہ چھپاؤ، اور گواہی چھپاتا ہے تو بے شک اس کا دل گناہ گار ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تحمل شہادت اور اداء شہادت دونوں فرض کفایہ ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا

اور جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ

ترجمہ:۔ ''اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گناہ گار ہے۔''

نیز اس لیے کہ

شہادت ایک امانت ہے اور باقی امانتوں کی طرح اس کا ادا ہونا لازم ہے۔

(المغنی: ج:10، ص:354 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

شہادت کا ادا کرنا واجب ہے اور جب مدعی شاہد کو بلائے تو شہادت کو چھپانا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (البقرہ:282)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (البقرہ:283)

اور مدعی کا گواہ کو طلب کرنا اس لیے شرط ہے کہ یہ مدعی کا حق ہے۔ سو باقی حقوق کی طرح یہ بھی طلب پر موقوف ہے اور حدود میں شہادت دینے پر گواہ کو اختیار ہے کہ خواہ ستر کرے خواہ اظہار کرے کیونکہ دونوں چیزوں میں ثواب ہے پردہ پوشی میں بھی اور اقامت حدود میں بھی اور ستر افضل ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کاش تم اپنے کپڑے سے اس کا ستر کر لیتے۔

(سنن ابوداؤد: ج:2، ص:245)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا۔

(بخاری: ج:1، ص:330)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدود ساقط کرنے کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان سے ستر کا افضل ہونا صراحتاً معلوم ہوتا ہے۔

(ہدایہ اخیرین: ص:154 مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

علامہ مرغینانی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ

مطلقاً ستر افضل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہو تو اس کی پردہ پوشی کرنا افضل ہے اور جو شخص علی الاعلان بدکاری کرتا ہو جس سے حدود الٰہیہ کا احترام مجروح ہو تو پھر اس کے خلاف شہادت دینا افضل ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ

• تحمل شہادت میں مسلمان کے حق کا تحفظ ہے اور مسلمان کے حق کا تحفظ کرنا اولیٰ ہے اور تحمل شہادت سے انکار کرنا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے اور قرآن مجید کی جن آیات میں شہداء کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ادا شہادت کرنے والا ہے کیونکہ شہادت تحمل کرنے والے کو شاہد مجازاً کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

جب شاہد کو مدعی بلائے تو شہادت کا ادا کرنا فرض ہے اور تحمل شہادت کرنا مستحب ہے۔

(فتح القدیر: ج:6، ص:446، 447 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

عورتوں کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

عورتوں کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے مندرجہ ذیل نظریات ہیں۔
1-زنا کے اثبات کے لئے چار آزاد مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے اور اس میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔
علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:
امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے۔
(المغنی: ج:10، ص:155 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
2-بقیہ حدود اور قصاص میں کم از کم دو آزاد اور مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے اور عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔
علامہ ابن قدامہ نے تصریح کی ہے کہ
امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا یہی نظریہ ہے۔
(المغنی: ج:10، ص:150 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
3-عطا اور حماد سے منقول ہے کہ
تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی زنا ثابت ہو جائے گا۔
اسی طرح عطا اور حماد کہتے ہیں کہ
ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بقیہ حدود اور قصاص کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ حضرات حدود اور قصاص کو بھی اموال پر قیاس کرتے ہیں۔
(المغنی: ج:10، ص:156 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
4-شیخ ابن حزم نے فقہاء اربعہ کے اجماع کی مخالفت کی ہے۔
وہ کہتے ہیں کہ
حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت مطلقاً مقبول ہے چنانچہ آٹھ عورتوں کی شہادت سے زنا ثابت ہو جائے گا اور بقیہ حدود اور قصاص میں ایک مرد اور دو عورتیں یا چار عورتیں گواہی دیں تو وہ ثابت ہو جائیں گے۔
(المحلی: ج:9، ص:396 مطبوعہ دار الطباعۃ المنیریہ)
5-تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرض اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے۔
علامہ ابن قدامہ نے اس کی تصریح کی ہے۔
(المغنی: ج:10، ص:158 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ
فقہاء احناف کے نزدیک مالی حقوق کے علاوہ میں مثلاً نکاح، طلاق، وصیت، عدت، حوالہ، وقف اور صلح وغیرہ میں بھی ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے یعنی حدود اور قصاص کے سوا تمام معاملات میں مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانا جائز ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ان معاملات میں عورت کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے اور امام احمد کے اس میں دو

قول ہیں۔

(فتح القدیر: ج:6،ص:451 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

6-وہ تمام امور جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے۔ مثلاً حیض، عدت، رضاعت، ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب وغیرہ ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی جائز ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جن چیزوں کو دیکھنے کی مرد استطاعت نہیں رکھتے ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(ہدایہ اخیرین: ص:155 مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

شہادت کے متعلق احادیث مبارکہ

شہادت کے متعلق متعدد احادیث مبارکہ ہیں چند عرض کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کے شہادت دینے کا ذکر کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابن عباس! (رضی اللہ عنہما) صرف اس چیز پر شہادت دو جو تمہارے لیے سورج کی روشنی کی طرح روشن ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سورج کی طرف اشارہ فرمایا۔

(المستدرک: ج:4، ص:99 مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

مدعی پر بینہ (گواہ) لازم ہیں اور مدعی علیہ پر قسم لازم ہے۔

(جامع ترمذی: ص:212 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔

اور کہا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمہیں کیا حدیث بیان کی ہے۔ ہم نے انہیں حدیث بیان کی۔

انہوں نے کہا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچ کہا یہ آیت کریمہ میرے بارے میں نازل ہوئی ہے میرے اور ایک شخص درمیان کسی چیز میں جھگڑا تھا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یا تم دو گواہ لاؤ ورنہ یہ قسم کھائے گا۔
(صحیح البخاری: ج: 1، ص: 367 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دو عورتوں کے پاس اپنے اپنے بیٹے تھے۔ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو کھا گیا۔
ایک عورت نے دوسری سے کہا کہ
تیرے بیٹے کو بھیڑیے نے کھایا ہے۔
دوسری نے کہا:
تیرے بیٹے کو کھایا ہے۔
ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں کر دیا۔ پھر وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور ان کو واقعہ سنایا۔
انہوں نے کہا:
چھری لاؤ! میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دیتا ہوں۔
تو چھوٹی عورت کہنے لگی۔
نہ نہ۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام پر رحم کرے یہ اسی کا بیٹا ہے۔
تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4415)
بڑی عورت نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہہ دیا تھا۔ ٹھیک ہے آپ علیہ السلام اس کے دو ٹکڑے کر دیں۔ لیکن چھوٹی (نے) کہا نہ نہ آپ علیہ السلام اسی کو دے دیں۔ اس واقعاتی شہادت سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ بچہ اسی کا ہے یہ اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوئی اور بڑی کا بچہ نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی تھی۔
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ایک انصاری نے جھگڑا کیا۔ پتھریلی زمین کی نالی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغوں میں آ (تی تھی)۔
انصاری نے کہا:
(ا)س پانی کو میرے لیے چھوڑ دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا پھر وہ دونوں یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (پاس) گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
اے زبیر (رضی اللہ عنہ)! پہلے تم پانی سے اپنے باغ کو سیراب کرو پھر یہ پانی اپنے پڑوس کے لئے چھوڑ دو۔
انصاری اس فیصلہ سے غضب ناک ہوا اور اس نے کہا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد ہے۔
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے زبیر (رضی اللہ عنہ) تم پانی دینے کے بعد پانی روک لو حتیٰ کہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے۔
حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا:
میرا گمان ہے کہ یہ آیت کریمہ اسی موقع پر نازل ہوئی۔
فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:65)
آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں۔
(الترمذی: رقم الحدیث: 3027)
چونکہ اس پتھریلی زمین میں پانی کی نالی سے پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ میں پانی آتا تھا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے اس باغ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پانی دیں گے اور پھر وہ انصاری پانی دے گا اور یہ واقعاتی شہادت کی بناء پر فیصلہ ہے۔
اسی طرح قسامت کا فیصلہ بھی واقعاتی شہادت پر مبنی ہے۔
سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ
زمانہ جاہلیت میں قسامت کا رواج تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رواج کو برقرار رکھا۔ انصار کا ایک شخص یہود کے قلعہ میں مقتول پایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ابتداء کی اور ان پر پچاس قسمیں لازم کیں۔
یہود نے کہا:
ہم ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا۔
کیا تم قسم کھاؤ گے۔ انہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت لازم کی کیونکہ مقتول بہر حال ان کے علاقہ میں پایا گیا تھا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:9 ص:276) (سنن ابوداؤد: ج:9 ص:266)
شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:
جب کوئی شخص کسی محلہ میں مقتول پایا جائے تو اس محلہ والوں پر لازم ہے کہ ان کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں

عز و جل کی قسم نہ ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس قسم کے بعد وہ دیت ادا کر دیں گے۔

(المبسوط: ج:26، ص:106 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

شہادت دینے والا عزیز مصر کی بیوی کا چچازاد تھا

جس شخص نے گواہی دی وہ عزیز مصر کی بیوی کا چچازاد تھا اور اس نے یہ کہا کہ اگر یوسف علیہ السلام کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف علیہ السلام جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف علیہ السلام سچوں میں سے ہیں۔

علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی 597ھ لکھتے ہیں:

وہ شہادت دینے والا اس عورت (یعنی عزیز مصر کی بیوی) کا چچازاد تھا اور وہ بہت دانا شخص تھا۔ اتفاق سے وہ اس وقت عزیز مصر کے ساتھ اس عورت کے پاس جا رہا تھا۔

اس نے کہا:

ہم نے دروازے کے پیچھے کچھ آہٹ اور قمیص پھٹنے کی آواز سنی ہے مگر ہم کو یہ معلوم نہیں کہ کون کس کے آگے تھا۔ اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت تم سچی ہو اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو مرد سچا ہے اور اے عورت تم جھوٹی ہو پھر جب انہوں نے قمیص کو دیکھا تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:311)

شہادت کس نے دی؟

شہادت کس نے دی؟ اس بارے میں اقوال ہیں کہ

بعض علماء نے لکھا ہے کہ

وہ گواہی دینے والا چچا کا بیٹا تھا۔

بعض نے فرمایا:

زلیخا کے خالو کا بیٹا تھا۔

سعید بن جبیر اور الضحاک فرماتے ہیں۔

وہ بچہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پنگھوڑے میں قوت گویائی عطا فرمائی تھی۔

امام بغوی فرماتے ہیں۔

اور یہ عوفی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ

چار شخص بچپن میں بولے تھے۔

1- فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی کا بیٹا

2- حضرت یوسف علیہ السلام کا گواہ

3- جریج کا ساتھی

4- عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

(معالم التنزیل: ج:3،ص:275دارالفکر بیروت)

محمد بن محمد السعاف نے بیضاوی کی تخریج میں یہی حدیث نقل کی ہے۔احمد نے اپنی سند میں ابن حبان نے اپنی صحیح میں۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے۔اور صحیح کہا ہے۔

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

اور لکھا ہے کہ

یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور الطیبی اس پر مطلع نہ ہوئے۔

اور فرمایا:

صحیحین کی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس بات کا رد کرتی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ پنگھوڑے میں صرف تین شخصوں نے بات کی تھی۔

1- عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

2- جریج والا بچہ

3- اور وہ بچہ جس کو اس کی ماں دودھ پلا رہی تھی۔

ایک سوار گزرا جو بہت خوش شکل تھا۔

ماں نے کہا:

اے اللہ عزوجل! میرے بچے کو فلاں کی مثل بنادے۔

بچے نے کہا:

اے اللہ عزوجل! مجھے ایسا نہ بنا۔

پس مذکورہ افراد کی اضافت سے کل پانچ افراد ہو گئے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔

پانچ سے بھی وہ زیادہ تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ

اصحاب الاخدود (کھائی والے) کے قصہ میں بھی بچے نے کلام کی تھی۔

فرماتے ہیں کہ

میں نے پنگھوڑے میں بات کرنے والوں کی تعداد جمع کی ہے وہ گیارہ تک پہنچتی ہے پس میں نے ایک قطعہ لکھا ہے۔

تکلم فی المهد النبی محمد ویحیٰی و عیسیٰ والخلیل و مریم

و مبری جریج ثم شاهد یوسف وطفل لدی الاخدود یرویه مسلم

وطفل علیہ مبریا لامہ التی یقال لھا تزنی ولا تتکلم
ماشطۃ فی عہد فرعون طفلھا وخی زمن الھادی المبارک یختم

(حاشیۃ شہاب برتفسیر بیضاوی: ج:5،ص:292العلمیہ)

اس شاہد (گواہ) کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ چھوٹا بچہ تھا یا بڑا آدمی؟

علماء سلف کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ

وہ (شاہد) باریش بڑا آدمی تھا اور عزیز مصر کا معتمد خاص تھا۔

(تفسیر طبری: ج:12،ص:195)

یہی قول مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی، محمد بن اسحاق وغیرہ کا ہے کہ

وہ شاہد بڑا آدمی تھا۔

زید بن اسلم اور سدی نے کہا ہے کہ

وہ زلیخا کا چچازاد بھائی تھا۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ

زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی۔

عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

وہ شاہد گہوارے میں کھیلتا چھوٹا بچہ تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ہلال بن یساف، حسن، سعید بن جبیر اور ضحاک بن مزاحم سے یہی مروی ہے کہ

وہ معصوم بچہ تھا۔

ابن جریج نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔

(تفسیر طبری: ج:12،ص:194)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

چار چھوٹے بچوں نے گفتگو کی۔

1- بنت فرعون کی مشاطہ کا بیٹا

2- شاہد حضرت یوسف علیہ السلام

3- صاحب جریج

4- اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

(تفسیر طبری: ج:12،ص:193)

اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے۔

اس شاہد کے متعلق دو اقوال ہیں۔

1-ایک نوزائیدہ بچہ جو پالنے میں تھا اس نے یہ گواہی دی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

چار بچوں نے پالنے میں کلام کیا۔

1-حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

2-صاحب جریج

3-شاہد یوسف علیہ السلام

4-اور فرعون کی بیٹی ماشطہ کا بیٹا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 11503)

2-وہ شاہد اس عورت کا عم زاد تھا اور وہ بہت دانا شخص تھا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:311)

اور تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک شاہد نے جو اسی زلیخا کے اہل خاندان اس کے ماموں کا بیٹا تھا دو سال کی عمر کا دودھ پیتا تھا ماں کی گود میں تھا اور ماں قریب کھڑی مقدمہ سن رہی تھی یا وہ خود بول پڑا یا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

بعض نے کہا:

یہ جوان مرد زلیخا کا چچازاد بھائی تھا اور اس نے سوراخ سے آگے دوڑنا اور زلیخا کا یوسف علیہ السلام کو پکڑنا دیکھ لیا تھا۔

بعض نے کہا:

ایک ہرنی آئی اور قدرت الٰہی عزوجل سے بافصاحت صاف صاف قبطی زبان میں بولی۔ مگر یہ سب غلط ہے قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے۔ ہرنی من اھلھا نہیں ہو سکتی اور جوان مرد دیکھنے والا اپنے دیکھنے کا ذکر کرتا نہ کہ اگر مگر۔

حدیث پاک میں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بچوں نے چار لوگوں کے لئے شیر خوارگی میں کلام کیا۔

1-زلیخا کے اہل نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے۔

2-فرعون کی منہ بولی بیٹی کے ایک سالہ بچے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔

3-حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔

4-جریج کے لئے فاحشہ عورت کے حرامی بچے نے۔

ثابت ہوا کہ

شیر خوار بچے نے کہا:

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہو اس کی قمیص اس حالت میں کہ پھاڑی گئی ہو پیچھے سے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔ اس لیے کہ آگے سے پھاڑنا دفاع پر دلالت کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے باراوہ گناہ حملہ کیا اور زلیخا نے اپنا بچاؤ کیا دونوں آمنے سامنے تھے زلیخا نے دھکا دیا جس سے اگلا دامن پھٹ گیا۔ پیچھے سے قمیص پھاڑنا خواہش اور طلب اور پکڑ پر دلالت کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام بھاگے آگے لگ کر آگے والا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ زلیخا پیچھے بھاگی پیچھے بھاگنا پکڑنے کے لئے ہوتا ہے۔ قمیص ہی بتا دے گی کہ کون پیچھے تھا کون آگے کون طالب تھا کون مطلوب کون سچا ہے کون جھوٹا۔

بعض نے کہا کہ

اصل شاہد قمیص تھی مگر مجازاً بچہ۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:448 تا 449 نعیمی کتب خانہ لاہور)

تیرہ اشخاص نے بچپن میں کلام کیا

تیرہ (13) اشخاص نے بچپن میں کلام کیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

1- شاہد حضرت یوسف علیہ السلام نے
2- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
4- حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے
5- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
6- حضرت نوح علیہ السلام نے
7- حضرت یوسف علیہ السلام نے
8- حضرت موسیٰ علیہ السلام
9- حضرت یحییٰ علیہ السلام نے
10- خدود والے مسلمانوں کا وہ بچہ جس کو ظالم بادشاہ نے تندور کی آگ میں پھینک دیا تھا۔
11- ایک کافر کے بچہ مبارک یمامہ شیر خوار بچے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دی۔
12- جریج راہب کے لئے مزینہ کے بچے نے
13- محی الدین عربی علیہ الرحمۃ کی بیٹی نے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:449 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر نو علامات ملیں

عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر نو علامات ملیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا سے پوچھا:

تیرے پاس کوئی گواہ ہے۔

بولی

نہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھا:

تیرے پاس کوئی گواہ ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں۔

عزیز (مصر) نے اندر جا کر موقع کا معائنہ کیا زلیخا نے ساتویں کوٹھڑی میں جا کر بتایا میں سو رہی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے میرے چادر کھینچی اور مجھ کو پھسلایا واپس آ کر عزیز مصر نے غور کیا تو اس کو نو علامتیں ملیں۔

1- ہر دروازے کے پاس تالا ٹوٹا پڑا تھا۔

2- چابیوں کا پوچھا تو زلیخا کی جیب سے چابیاں ملیں۔

3- یہ گھر دس خفیہ طریقے پر زلیخا نے بنوایا تھا اپنی مرضی سے کہ یوسف علیہ السلام کو پہلے کبھی اس طرح کے گھر کی ضرورت نہ پڑی۔

4- پہلے دن سے پتہ لگ گیا تھا کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتی تھی۔

5- زلیخا کا چہرہ زرد تھا اور اس پر گھبراہٹ تھی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مطمئن۔

6- زلیخا دروازے تک کیوں آئی اگر مارتی ہوئی آئی تو اس کا کوئی نشان نہیں تھا مار کھانے والے کی حالت مطمئن ہوتی۔

7- بھرے شاہی گھر میں اجنبی غلام کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔

8- زلیخا نے اپنی برأت میں مجمل اور کئی مطلب والی عبارت بولی کہ کہا۔

من اراد سوءا

اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مفصل عبارت بول کر زلیخا کا صاف صاف گناہ بیان کر دیا۔

9- زلیخا نے زینت کی نہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان نو علامتوں سے زلیخا کا جھوٹا ہونا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا سچا ہونا ثابت تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:448 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شہادت دی

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر شہادت دی۔

ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (یوسف:24)

یہ ہم نے اس لیے کیا کہ ہم ان سے بدکاری اور بے حیائی کو دور رکھیں بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں ہیں۔

شیطان مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا

شیطان اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کو اپنے جال میں پھنسا سکتا ہے۔ شیطان نے خود اعتراف کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (ص:82،83)

شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کر دوں گا ماسوا ان کے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی پاکدامنی خود بیان فرمائی

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی پاکدامنی خود بیان فرمائی۔

ارشاد فرمایا:

هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ (یوسف:26)

یہ عورت خود مجھے بہکا رہی تھی۔

اور ارشاد فرمایا:

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ (یوسف:33)

اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت مجھے قید میں رہنا پسند ہے۔

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی خود بیان کی

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی خود بیان کی۔

کہا!

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ (یوسف:32)

بے شک میں نے اس کو بہکایا اور اس نے اپنے آپ کو (گناہ سے) بچائے رکھا۔

اور کہا:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (یوسف:51)

عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے میں نے ان کو بہکایا تھا اور بے شک وہ سچوں میں سے ہیں۔

گواہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کی

گواہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی یوں بیان کی۔

وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (یوسف:26،27)

اوراس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا اور وہ سچوں میں سے ہیں۔

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی خود بیان کی

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی یوں بیان کی۔

قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ۝ (یوسف:28،29)

اس نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کا گہرا فریب ہے اور یقیناً تمہارا فریب بہت بڑا ہے۔ اے یوسف تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت تو اپنے جرم کی معافی طلب کر۔ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

عزیز مصر کا اپنی بیوی کو فریب والا کہنا

جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا یہ تم عورتوں کا فریب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ (یوسف:28)

پھر جب اس نے یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا یہ تم عورتوں کا فریب ہے۔ بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا (خطرناک) ہوتا ہے۔

☆ جب عزیز مصر نے تحقیق کر لی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت اور بیوی کا جھوٹ ثابت وعیاں ہو گیا تو بیوی سے کہا کہ یہ فریب ہے اور بہتان ہے جس سے تو نے اس نوجوان کی عزت کو داغدار کرنے کی کوشش کی تم عورتوں کے فریب ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (یوسف:26،27)

اس عورت کے خاندان میں سے ہی ایک شخص نے شہادت دی اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔

شہادت کے معانی

علامہ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:

جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا جس پر کوئی شخص حاضر ہو اس کی خبر دینا لغت میں شہادت ہے۔

(نہایہ:ج:2،ص:514 مطبوعہ ایران)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

بصیرت سے یا آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے جس چیز کا علم حاصل ہو اس کی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔

(المفردات،ص:268 مطبوعہ ایران)

علامہ بویطی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص کسی جگہ حاضر ہو یا اس نے کبھی کسی چیز کو دیکھا ہو اس کی یقینی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔ اور کبھی اس چیز کی خبر کو شہادت کہتے ہیں جس کا اس کو یقین ہو یا وہ چیز مشہور ہو۔

(شرح المہذب:ج:20،ص:225 مطبوعہ بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے، میں گواہی دیتا ہوں کے الفاظ کے ساتھ مجلس قضاء میں سچی خبر دینا شہادت ہے۔

(فتح القدیر:ج:6،ص:446 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام خلیل بن احمد لکھتے ہیں:

شہادت یہ ہے کہ

تم یہ کہو کہ فلاں شخص کو گواہ بنایا گیا سو وہ گواہ ہے۔

(کتاب العین:ج:3،ص:398 مطبوعہ دار الہجرۃ قم ایران)

شہادت کی اقسام

شہادت کی تین اقسام ہیں۔

1۔عینی شہادت

2۔سمعی شہادت

3۔شہادت علی الشہادت

عینی شہادت

یعنی گواہ آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کو بیان کرے یہی شہادت فیصلہ کن ہوتی ہے۔

(ہدایہ اخیرین: ص:159)

سمعی شہادت

یعنی گواہ کسی چیز کو سن کر اس کی شہادت دے جن امور کا تعلق سموعات سے ہو ان میں سمعی شہادت اتنی ہی معتبر ہوتی جتنی عینی شہادت ہے۔

(ہدایہ اخیرین: ص:160)

شہادت علی الشہادت

اصل گواہ کسی شخص کو اپنی شہادت پر شاہد بنائے تب یہ گواہ اصل کی شہادت دے سکتا ہے۔

(ہدایہ اخیرین: ص:158)

شہادت کا حکم

شہادت کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں۔

1- ایک تحمل شہادت

2- دوسرا اداء الشہادت

تحمل شہادت

تحمل شہادت کا مطلب کسی وقوعہ کا معائنہ کر کے اس کو سمجھ کر منضبط کرنا۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج:6، ص:558 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اداء شہادت

اداء الشہادت کا مطلب ہے۔ اس شہادت کو قاضی کے سامنے ادا کرنا۔

تحمل شہادت کے متعلق آیات کریمہ

تحمل شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات کریمہ ہیں۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ:282)

اور اپنے مردوں سے دو گواہ بناؤ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَ اَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ (البقرہ:282)

اور جب تم خرید و فروخت کرو گے تو گواہ بنالو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق:2)

اور اپنوں میں دو عادل (نیک) شخصوں کو گواہ بنالو۔

اداء شہادت کے متعلق آیات کریمہ

اداء شہادت کے متعلق یہ آیات کریمہ ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ (الطلاق:2)

اور اللہ تعالیٰ کی خاطر شہادت ادا کرو۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ (البقرہ:282)

اور جب گواہوں کو (گواہی کے لئے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ (البقرہ:283)

اور گواہی کو نہ چھپاؤ، اور گواہی چھپاتا ہے تو بے شک اس کا دل گناہ گار ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تحمل شہادت اور اداء شہادت دونوں فرض کفایہ ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ

اور جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ

ترجمہ:۔"اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گناہ گار ہے۔"

نیز اس لیے کہ

شہادت ایک امانت ہے اور باقی امانتوں کی طرح اس کا ادا ہونا لازم ہے۔

(المغنی: ج:10، ص:354 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

شہادت کا ادا کرنا واجب ہے اور جب مدعی شاہد کو بلائے تو شہادت کو چھپانا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا (البقرہ:282)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (البقرہ:283)

اور مدعی کا گواہ کو طلب کرنا اس لیے شرط ہے کہ یہ مدعی کا حق ہے۔ سو باقی حقوق کی طرح یہ بھی طلب پر موقوف ہے اور حدود میں شہادت دینے پر گواہ کو اختیار ہے کہ خواہ ستر کرے خواہ اظہار کرے کیونکہ دونوں چیزوں میں ثواب ہے پردہ پوشی میں بھی اور اقامت حدود میں بھی اور ستر افضل ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کاش تم اپنے کپڑے سے اس کا ستر کر لیتے۔

(سنن ابوداؤد: ج:2، ص:245)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا۔

(بخاری: ج:1، ص:330)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدود ساقط کرنے کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان سے ستر کا افضل ہونا صراحتاً معلوم ہوتا ہے۔

(ہدایہ اخیرین: ص:154 مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

علامہ مرغینانی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ

مطلقاً ستر افضل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہو تو اس کی پردہ پوشی کرنا افضل ہے اور جو شخص علی الاعلان بدکاری کرتا ہو جس سے حدود الٰہیہ کا احترام مجروح ہو تو پھر اس کے خلاف شہادت دینا افضل ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ

تحمل شہادت میں مسلمان کے حق کا تحفظ ہے اور مسلمان کے حق کا تحفظ کرنا اولیٰ ہے اور تحمل شہادت سے انکار کرنا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے اور قرآن مجید کی جن آیات میں شہداء کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ادا شہادت کرنے والا ہے کیونکہ شہادت کرنے والے کو شاہد مجازاً کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

جب شاہد کو مدعی بلائے تو شہادت کا ادا کرنا فرض ہے اور تحمل شہادت کرنا مستحب ہے۔

(فتح القدیر: ج:6، ص:446، 447 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

عورتوں کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

عورتوں کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے مندرجہ ذیل نظریات ہیں۔

1- زنا کے اثبات کے لئے چار آزاد مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے اور اس میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے۔

(المغنی: ج:10، ص:155 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

2- بقیہ حدود اور قصاص میں کم از کم دو آزاد اور مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے اور عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے تصریح کی ہے کہ

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا یہی نظریہ ہے۔

(المغنی: ج:10، ص:150 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

3- عطا اور حماد سے منقول ہے کہ

تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی زنا ثابت ہو جائے گا۔

اسی طرح عطا اور حماد کہتے ہیں کہ

ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بقیہ حدود اور قصاص کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ حضرات حدود اور قصاص کو بھی اموال پر قیاس کرتے ہیں۔

(المغنی: ج:10، ص:156 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

4- شیخ ابن حزم نے فقہاء اربعہ کے اجماع کی مخالفت کی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ

حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت مطلقاً مقبول ہے چنانچہ آٹھ عورتوں کی شہادت سے زنا ثابت ہو جائے گا اور بقیہ حدود اور قصاص میں ایک مرد اور دو عورتیں یا چار عورتیں گواہی دیں تو وہ ثابت ہو جائیں گے۔

(المحلی: ج:9، ص:396 مطبوعہ دارالطباعۃ المنیریہ)

5- تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرض اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

(المغنی: ج:10، ص:158 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ

فقہاء احناف کے نزدیک مالی حقوق کے علاوہ میں مثلاً نکاح، طلاق، وصیت، عدت، حوالہ، وقف اور صلح وغیرہ میں بھی ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے یعنی حدود اور قصاص کے سوا تمام معاملات میں مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانا جائز ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ان معاملات میں عورت کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے اور امام احمد کے اس میں دو

قول ہیں۔

(فتح القدیر: ج:6، ص:451 مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

6- وہ تمام امور جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے۔ مثلاً حیض، عدت، رضاعت، ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب وغیرہ ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی جائز ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جن چیزوں کو دیکھنے کی مرد استطاعت نہیں رکھتے ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(ہدایہ اخیرین: ص:155 مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

شہادت کے متعلق احادیث مبارکہ

شہادت کے متعلق متعدد احادیث مبارکہ ہیں چند عرض کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کے شہادت دینے کا ذکر کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابن عباس! (رضی اللہ عنہما) صرف اس چیز پر شہادت دو جو تمہارے لیے سورج کی روشنی کی طرح روشن ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سورج کی طرف اشارہ فرمایا۔

(المستدرک: ج:4، ص:99 مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

مدعی پر بینہ (گواہ) لازم ہیں اور مدعی علیہ پر قسم لازم ہے۔

(جامع ترمذی: ص:212 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے۔

اور کہا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمہیں کیا حدیث بیان کی ہے۔ ہم نے انہیں حدیث بیان کی۔

انہوں نے کہا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچ کہا یہ آیت کریمہ میرے بارے میں نازل ہوئی ہے میرے اور ایک شخص درمیان کسی چیز میں جھگڑا تھا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یا تم دو گواہ لاؤ ورنہ یہ قسم کھائے گا۔
(صحیح البخاری: ج:1، ص:367 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دو عورتوں کے پاس اپنے اپنے بیٹے تھے۔ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو کھا گیا۔
ایک عورت نے دوسری سے کہا کہ
تیرے بیٹے کو بھیڑیے نے کھایا ہے۔
دوسری نے کہا:
تیرے بیٹے کو کھایا ہے۔
ان دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں کر دیا۔ پھر وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور ان کو واقعہ سنایا۔
انہوں نے کہا:
چھری لاؤ! میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو ایک ایک ٹکڑا دیتا ہوں۔
تو چھوٹی عورت کہنے لگی۔
نہ نہ۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام پر رحم کرے یہ اسی کا بیٹا ہے۔
تب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4415)

بڑی عورت نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہہ دیا تھا۔ ٹھیک ہے آپ علیہ السلام اس کے دو ٹکڑے کر دیں۔ لیکن چھوٹی کا کہنا تھا آپ علیہ السلام اسی کو دے دیں۔ اس واقعاتی شہادت سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ بچہ اسی کا ہے یہ اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوئی اور بڑی کا بچہ نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس کے دو ٹکڑے کرنے پر راضی تھی۔
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ایک انصاری نے جھگڑا کیا۔ پتھریلی زمین کی نالی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغوں میں آ
۔

انصاری نے کہا:
اس پانی کو میرے لیے چھوڑ دو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا پھر وہ دونوں یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
اے زبیر (رضی اللہ عنہ)! پہلے تم پانی سے اپنے باغ کو سیراب کرو پھر یہ پانی اپنے پڑوس کے لئے چھوڑ دو۔
انصاری اس فیصلہ سے غضب ناک ہوا اور اس نے کہا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھوپھی زاد ہے۔
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے زبیر (رضی اللہ عنہ) تم پانی دینے کے بعد پانی روک لو حتیٰ کہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے۔
حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا:
میرا گمان ہے کہ یہ آیت کریمہ اسی موقع پر نازل ہوئی۔
فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:65)
آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں۔
(الترمذی: رقم الحدیث:3027)
چونکہ اس پتھریلی زمین میں پانی کی نالی سے پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ میں پانی آتا تھا اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے اس باغ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پانی دیں گے اور پھر وہ انصاری پانی دے گا اور یہ واقعاتی شہادت کی بناء پر فیصلہ ہے۔
اسی طرح قسامت کا فیصلہ بھی واقعاتی شہادت پر مبنی ہے۔
سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ
زمانہ جاہلیت میں قسامت کا رواج تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رواج کو برقرار رکھا۔ انصار کا ایک شخص یہود کے قلعہ میں مقتول پایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ابتداء کی اور ان پر پچاس قسمیں لازم کیں۔
یہود نے کہا:
ہم ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا۔
کیا تم قسم کھاؤ گے۔ انہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت لازم کی کیونکہ مقتول بہر حال ان کے علاقہ میں پایا گیا تھا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ج:9 ص:276) (سنن ابوداؤد: ج:9 ص:266)
شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:
جب کوئی شخص کسی محلہ میں مقتول پایا جائے تو اس محلہ والوں پر لازم ہے کہ ان کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ

عزوجل کی قسم نہ ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس قسم کے بعد وہ دیت ادا کردیں گے۔

(المبسوط: ج:26، ص:106، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

شہادت دینے والا عزیز مصر کی بیوی کا چچازاد تھا

جس شخص نے گواہی دی وہ عزیز مصر کی بیوی کا چچازاد تھا اور اس نے یہ کہا کہ اگر یوسف علیہ السلام کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف علیہ السلام جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے اور یوسف علیہ السلام سچوں میں سے ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی 597ھ لکھتے ہیں:

وہ شہادت دینے والا اس عورت (یعنی عزیز مصر کی بیوی) کا چچازاد تھا اور وہ بہت دانا شخص تھا۔ اتفاق سے وہ اس وقت عزیز مصر کے ساتھ اس عورت کے پاس جا رہا تھا۔

اس نے کہا:

ہم نے دروازے کے پیچھے کچھ آہٹ اور قمیص پھٹنے کی آواز سنی ہے مگر ہم کو یہ معلوم نہیں کہ کون کس کے آگے تھا۔ اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت تم سچی ہو اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو مرد سچا ہے اور اے عورت تم جھوٹی ہو پھر جب انہوں نے قمیص کو دیکھا تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:311)

شہادت کس نے دی؟

شہادت کس نے دی؟ اس بارے میں اقوال ہیں کہ

بعض علماء نے لکھا ہے کہ

وہ گواہی دینے والا چچا کا بیٹا تھا۔

بعض نے فرمایا:

زلیخا کے خالو کا بیٹا تھا۔

سعید بن جبیر اور الضحاک فرماتے ہیں۔

وہ بچہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پنگھوڑے میں قوت گویائی عطا فرمائی تھی۔

امام بغوی فرماتے ہیں۔

اور یہ عوفی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ

چار شخص بچپن میں بولے تھے۔

1۔ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی کا بیٹا

2۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا گواہ

3-جریج کا ساتھی

4-عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

(معالم التنزیل: ج:3،ص:275دارالفکر بیروت)

محمد بن محمد السعاف نے بیضاوی کی تخریج میں یہی حدیث نقل کی ہے۔احمد نے اپنی سند میں ابن حبان نے اپنی صحیح میں۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے۔اور صحیح کہا ہے۔

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

اور لکھا ہے کہ

یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور الطیبی اس پر مطلع نہ ہوئے۔

اور فرمایا:

صحیحین کی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اس بات کا رد کرتی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ پنگھوڑے میں صرف تین شخصوں نے بات کی تھی۔

1-عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

2-جریج والا بچہ

3-اور وہ بچہ جس کو اس کی ماں دودھ پلا رہی تھی۔

ایک سوار گزرا جو بہت خوش شکل تھا۔

ماں نے کہا:

اے اللہ عزوجل! میرے بچے کو فلاں کی مثل بنادے۔

بچے نے کہا:

اے اللہ عزوجل! مجھے ایسا نہ بنا۔

پس مذکورہ افراد کی اضافت سے کل پانچ افراد ہو گئے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔

پانچ سے بھی وہ زیادہ تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ

اصحاب الاخدود (کھائی والے) کے قصہ میں بھی بچے نے کلام کی تھی۔

فرماتے ہیں کہ

میں نے پنگھوڑے میں بات کرنے والوں کی تعداد جمع کی ہے وہ گیارہ تک پہنچتی ہے پس میں نے ایک قطعہ لکھا ہے۔

تکلم فی المھد النبی محمد ویحیی و عیسی والخلیل و مریم

و مبری جریج ثم شاھد یوسف وطفل لدی الاخدود یرویہ مسلم

وطفل علیه مبریا لامه　　التی یقال لها تزنی ولا تکلم
ماشطة فی عهد فرعون طفلها　　وخی زمن الهادی المبارك یختم

(حاشیۃ شہاب بر تفسیر بیضاوی: ج:5،ص:292 العلمیۃ)

اس شاہد (گواہ) کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ چھوٹا بچہ تھا یا بڑا آدمی؟
علماء سلف کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔
عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ
وہ (شاہد) باریش بڑا آدمی تھا اور عزیز مصر کا معتمد خاص تھا۔
(تفسیر طبری: ج:12،ص:195)
یہی قول مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، سدی، محمد بن اسحاق وغیرہ کا ہے کہ
وہ شاہد بڑا آدمی تھا۔
زید بن اسلم اور سدی نے کہا ہے کہ
وہ زلیخا کا چچازاد بھائی تھا۔
ابن اسحاق نے کہا ہے کہ
زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی۔
عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ
وہ شاہد گہوارے میں کھیلتا چھوٹا بچہ تھا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ہلال بن یساف، حسن، سعید بن جبیر اور ضحاک بن مزاحم سے یہی مروی ہے کہ
وہ معصوم بچہ تھا۔
ابن جریج نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔
(تفسیر طبری: ج:12،ص:194)
ایک اور حدیث میں فرمایا:
چار چھوٹے بچوں نے گفتگو کی۔
1- بنت فرعون کی مشاطہ کا بیٹا
2- شاہد حضرت یوسف علیہ السلام
3- صاحب جریج
4- اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔
(تفسیر طبری: ج:12،ص:193)
اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے۔

اس شاہد کے متعلق دو اقوال ہیں۔

1- ایک نوزائیدہ بچہ جو پالنے میں تھا اس نے یہ گواہی دی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

چار بچوں نے پالنے میں کلام کیا۔

1- حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

2- صاحب جریج

3- شاہد یوسف علیہ السلام

4- اور فرعون کی بیٹی ماشطہ کا بیٹا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 11503)

2- وہ شاہد اس عورت کا عم زاد تھا اور وہ بہت دانا شخص تھا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:311)

اور تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک شاہد نے جو اسی زلیخا کے اہل خاندان اس کے ماموں کا بیٹا تھا دو سال کی عمر کا دودھ پیتا تھا ماں کی گود میں تھا اور پاس قریب کھڑی مقدمہ سن رہی تھی یا وہ خود بول پڑا یا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

بعض نے کہا:

یہ جوان مرد زلیخا کا چچا زاد بھائی تھا اور اس نے سوراخ سے آگے دوڑنا اور زلیخا کا یوسف علیہ السلام کو پکڑنا دیکھ لیا تھا۔

بعض نے کہا:

ایک ہرنی آئی اور قدرت الٰہی عزوجل سے بافصاحت صاف صاف قبطی زبان میں بولی۔ مگر یہ سب غلط ہے قرآن مجید اس آیت کے خلاف ہے۔ ہرنی من اھلھا نہیں ہو سکتی اور جوان مرد دیکھنے والا اپنے دیکھنے کا ذکر کرتا نہ کہ اگر مگر۔

حدیث پاک میں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بچوں نے چار لوگوں کے لئے شیر خوارگی میں کلام کیا۔

1- زلیخا کے اہل نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے۔

2- فرعون کی منہ بولی بیٹی کے ایک سالہ بچے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔

3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔

4- جریج کے لئے فاحشہ مزنیہ کے حرامی بچے نے۔

ثابت ہوا کہ

شیر خوار بچے نے کہا:

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اگر ہو اس کی قمیص اس حالت میں کہ پھاڑی گئی ہو پیچھے سے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف بچوں میں سے ہے۔ اس لیے کہ آگے سے پھاڑنا دفاع پر دلالت کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے بارادہ گناہ حملہ کیا اور زلیخا نے اپنا بچاؤ کیا دونوں آمنے سامنے تھے زلیخا نے دھکا دیا جس سے اگلا دامن پھٹ گیا۔ پیچھے سے قمیص پھاڑنا خواہش اور طلب اور پکڑ پر دلالت کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام بھاگے آگے لگ کر آگے والا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ زلیخا پیچھے بھاگی پیچھے بھاگنا پکڑنے کے لئے ہوتا ہے۔ قمیص ہی بتادے گی کہ کون پیچھے تھا کون آگے کون طالب تھا کون مطلوب کون سچا ہے کون جھوٹا۔

بعض نے کہا کہ

اصل شاہد قمیص تھی مگر مجازاً بچہ۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:448 تا 449 نعیمی کتب خانہ لاہور)

تیرہ اشخاص نے بچپن میں کلام کیا

تیرہ (13) اشخاص نے بچپن میں کلام کیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

1- شاہد حضرت یوسف علیہ السلام نے
2- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
4- حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے
5- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
6- حضرت نوح علیہ السلام نے
7- حضرت یوسف علیہ السلام نے
8- حضرت موسیٰ علیہ السلام
9- حضرت یحییٰ علیہ السلام نے
10- خدود والے مسلمانوں کا وہ بچہ جس کو ظالم بادشاہ نے تندور کی آگ میں پھینک دیا تھا۔
11- ایک کافر کے بچہ مبارک یمامہ شیر خوار بچے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دی۔
12- جریج راہب کے لئے مزینہ کے بچے نے
13- محی الدین عربی علیہ الرحمۃ کی بیٹی نے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:449 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر نو علامات ملیں

عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر نو علامات ملیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
زلیخا سے پوچھا:
تیرے پاس کوئی گواہ ہے۔
بولی
نہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھا:
تیرے پاس کوئی گواہ ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
نہیں۔
عزیز (مصر) نے اندر جا کر موقع کا معائنہ کیا زلیخا نے ساتویں کوٹھڑی میں جا کر بتایا میں سو رہی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے میرے چادر کھینچی اور مجھ کو پھسلایا واپس آ کر عزیز مصر نے غور کیا تو اس کو نو علامتیں ملیں۔

1- ہر دروازے کے پاس تالا ٹوٹا پڑا تھا۔
2- چابیوں کا پوچھا تو زلیخا کی جیب سے چابیاں ملیں۔
3- یہ گھر دس خفیہ طریقے پر زلیخا نے بنوایا تھا اپنی مرضی سے کہ یوسف علیہ السلام کو پہلے کبھی اس طرح کے گھر کی ضرورت نہ پڑی۔
4- پہلے دن سے پتہ لگ گیا تھا کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتی تھی۔
5- زلیخا کا چہرہ زرد تھا اور اس پر گھبراہٹ تھی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مطمئن۔
6- زلیخا دروازے تک کیوں آئی اگر مارتی ہوئی آئی تو اس کا کوئی نشان نہیں تھا مار کھانے والے کی حالت مطمئن نہ ہوتی۔
7- بھرے شاہی گھر میں اجنبی غلام کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔
8- زلیخا نے اپنی برأت میں مجمل اور کئی مطلب والی عبارت بولی کہ کہا۔

من اراد سوءا
اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے مفصل عبارت بول کر زلیخا کا صاف صاف گناہ بیان کر دیا۔

9- زلیخا نے زینت کی نہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان نو علامتوں سے زلیخا کا جھوٹا ہونا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا سچا ہونا ثابت تھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:448 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شہادت دی

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر شہادت دی۔
ارشاد فرمایا:
كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ○ (یوسف:24)
یہ ہم نے اس لیے کیا کہ ہم ان سے بدکاری اور بے حیائی کو دور رکھیں بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں ہیں۔

شیطان مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کرسکتا

شیطان اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان کو اپنے جال میں پھنسا سکتا ہے۔ شیطان نے خود اعتراف کیا۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ○ (ص:82،83)
شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کردوں گا ماسوا ان کے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی پاکدامنی خود بیان فرمائی

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی پاکدامنی خود بیان فرمائی۔
ارشاد فرمایا:
هِىَ رَاوَدَتْنِىْ عَنْ نَّفْسِىْ (یوسف:26)
یہ عورت خود مجھے بہکا رہی تھی۔
اور ارشاد فرمایا:
رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِىْٓ اِلَيْهِ ۚ (یوسف:33)
اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں اس کی بہ نسبت مجھے قید میں رہنا پسند ہے۔

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی خود بیان کی

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی خود بیان کی۔
کہا!
وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ (یوسف:32)
بے شک میں نے اس کو بہکایا اور اس نے اپنے آپ کو (گناہ سے) بچائے رکھا۔

اور کہا:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (یوسف:51)

عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے میں نے ان کو بہکایا تھا اور بے شک وہ سچوں میں سے ہیں۔

گواہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کی

گواہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی یوں بیان کی۔

وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ (یوسف:26،27)

اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا اور وہ سچوں میں سے ہیں۔

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی خود بیان کی

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی یوں بیان کی۔

قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ○ (یوسف:28،29)

اس نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کا گہرا فریب ہے اور یقیناً تمہارا فریب بہت بڑا ہے۔ اے یوسف تم اس بات سے درگزر کرو اور اے عورت تو اپنے جرم کی معافی طلب کر۔ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

عزیز مصر کا اپنی بیوی کو فریب والا کہنا

جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہا یہ تم عورتوں کا فریب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ○ (یوسف:28)

پھر جب اس نے یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا یہ تم عورتوں کا فریب ہے۔ بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا (خطرناک) ہوتا ہے۔

☆ جب عزیز مصر نے تحقیق کر لی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت اور بیوی کا جھوٹ ثابت وعیاں ہو گیا تو بیوی سے کہا کہ یہ فریب ہے اور بہتان ہے جس سے تو نے اس نوجوان کی عزت کو داغدار کرنے کی کوشش کی تم عورتوں کے فریب ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

عورتوں کا فریب عظیم ہونا

تم عورتوں کا فریب بہت عظیم ہوتا ہے۔
اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے۔
وَ خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ٥ (النساء:28)
اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔
پس جب انسان فی نفسہ ضعیف ہے تو انسان کی ایک قسم یعنی عورت کا مکروفریب اور ان کی سازش عظیم کیسے ہوگئی؟
اس کا جواب یہ ہے کہ
انسان کی خلقت فرشتوں، جنات، آسمانوں، سیاروں اور پہاڑوں کی بہ نسبت ضعیف ہے اور عورتوں کا مکروفریب اور ان کی سازش مردوں کے مکروفریب اور ان کی سازش کے مقابلہ میں عظیم ہوتی ہے۔
اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز پڑھانے کے لئے عید گاہ میں تشریف لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس سے گزرے تو عورتوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:
اے خواتین! تم صدقہ کیا کرو۔ کیونکہ مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ اہل دوزخ میں تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے۔
عورتوں نے پوچھا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس وجہ سے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو اور عورتیں جو ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں۔ ان میں سے میں نے کوئی ایسی نہیں دیکھی جو تم سے زیادہ کسی ہوشیار اور دانا مرد کی عقل کو زائل کرنے والی ہو۔
انہوں نے پوچھا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے دین میں کیا کمی ہے اور ہماری عقل میں کیا کمی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے۔
انہوں نے کہا:
کیوں نہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ عورتوں کی عقل کی کمی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورتوں کو حیض آتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہیں نہ روزہ رکھتی ہیں۔

انہوں نے کہا:

کیوں نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ ان کے دین کی کمی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 304)

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 80)

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4679)

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 1576)

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4003)

شیطان کا مکروفریب ضعیف اور عورتوں کا مکروفریب عظیم

تفسیر نعیمی میں ہے۔

یہاں عورتوں کے مکر (وفریب) کو عظیم کہا اس لیے کہ اس کے زیادہ نقصان ہیں۔ شیطان کے مکروفریب کو ضعیف کہا کیونکہ عورتوں کا مکر شیطان کے مکر سے ڈبل ہوتا ہے اور عورت ہزار ناز کرنے، فیشن، چست لباس سے مرد کو لبھا سکتی ہے بھلا شیطان سرخی پاؤڈر لگا کر مرد کو کس طرح بہکائے اور ساڑھی باندھ کر کس طرح آئے ہر عورت کے مکر میں شیطان کا مکر شامل ہے کیونکہ عورت شیطان کا جال ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:455 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کا حضرت یوسف علیہ السلام کو درگزر کرنے کا کہنا

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ میری بیوی کو معاف کردو۔

یعنی درگزر کردو۔

قرآن مجید میں ہے:

یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سکتۃ (یوسف:29)

یوسف اس سے درگزر کرو۔

درگزر کرنے کے فضائل

درگزر کرنے کے کثیر فضائل ہیں چند عرض کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔ بندے کے معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عاجزی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔
(صحیح مسلم: ج:2، ص:321 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
اس حدیث مبارکہ میں جو عزت بڑھانے کا ذکر ہے اس کے دو محمل ہیں۔
ایک یہ کہ
جس کا قصور معاف کیا جائے اس کے دل میں معاف کرنے والے کی عزت بڑھ جاتی ہے۔
دوسرا یہ کہ
اللہ تعالیٰ آخرت میں معاف کرنے والے کی عزت بڑھائے گا۔
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔
(صحیح مسلم: ج:2، ص:322 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق اور نرمی کو پسند کرتا ہے وہ نرمی کی وجہ سے اتنی چیزیں عطا فرماتا ہے جو سختی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔
(صحیح مسلم: ج:2، ص:322 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ شخص پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑے بڑا پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھ سکے۔
(صحیح مسلم: ج:2، ص:326 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخص لڑے۔ دو میں سے ایک کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس کا غصہ چلا جائے گا۔

وہ کلمہ یہ ہے۔

اعوذ باالله من الشيطن الرجيم .

(صحیح مسلم: ج:2، ص:326 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھی تکلیف پہنچائی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کبھی بدلہ نہیں لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا جائے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ سے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح بخاری: ج:2، ص:1013 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرے۔

(صحیح مسلم: ج:2، ص:256 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

قرآن مجید میں بارہ چیزوں کو عظیم فرمایا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

شرعی قانون یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کو کرتا دیکھیں اور منع نہ فرمائیں وہ جائز ہو جاتا ہے اور قرآن مجید جس کو بیان فرمائے پچھلی شریعت یا پچھلوں کی نقل فرما کر تردید نہ کرے تو وہ اسلام میں بھی قانون کی حیثیت رکھتی ہے اور وہ حقیقت ہوتی ہے اس لحاظ سے قرآن مجید نے بارہ چیزوں کو عظیم فرمایا۔

1 - اپنی ذات کو عظیم فرمایا اس لیے کہ ذات واحد ہے اور سب کائنات کا اکیلا خالق ہے اور کائنات کے ذرے ذرے کو جانتا ہے۔ ذرے ذرے میں اس کی کاریگری کے جوہر نمایاں ہیں۔

2-عرش کو عظیم فرمایا اس لیے کہ مخلوق میں سب سے بڑا ہے اس کے چار ستون ہیں اور ہر ستون کے تین سو ساٹھ پائے ہیں ہر پایا اتنا موٹا ہے کہ فرشتے اپنی رفتار سے اسی برس میں ایک چکر کاٹتے ہیں۔

3- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو عظیم کہا اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن پاک ہے اور دشمنوں پر احسان فرماتا ہے۔

4-حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کو عظیم کہا اس لیے کہ تین ہزار تین سو سترہ سال تک جنت میں اس کی پرورش ہوئی۔

5-فرعون کے جادو کو عظیم کہا کہ سب سانپ بن گئے رسیاں بانس جو ستر (70) یا اسی (80) اونٹوں پر لدی تھیں۔

6-قیامت کے زلزلے کو عظیم کہا اس لیے کہ سب عزیز ایک دوسرے سے اس وقت بھاگ جائیں گے۔

7-شرک کو عظیم کہا کہ شرک سے زمین آسمان پہاڑ ٹوٹنے کے قریب ہو جاتے ہیں اور بجز جن وانس سب کانپ جاتے ہیں۔

8-قرآن پاک کو عظیم کہا کہ اس لیے کہ ہر خشک وتر چیز اس میں ہے۔

9-تخت بلقیس کو عظیم کہا اس لیے کہ دنیا کے تختوں میں سب سے بھاری تھا۔

10-قیامت کو عظیم کہا اس لیے کہ سب سے بڑے اجتماع کا دن ہے۔

11-بہتان تراشی کو عظیم کہا اس لیے کہ یہ سب سے بڑی خیانت ہے۔

12-اور یہاں عورتوں کے مکر کو عظیم کہا اس لیے کہ اس کے زیادہ نقصان ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:455 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کو گناہ کی معافی مانگنے کا حکم

عزیز مصر نے اپنی بیوی کو گناہ کی معافی مانگنے کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ۝ (یوسف:29)

اے عورت! تم اپنے گناہ کی معافی مانگو بے شک تم گناہ گاروں میں سے تھیں۔

عزیز مصر کا ناراضگی میں بیوی کو چالیس دن نہ ملنا

جب عزیز مصر نے اپنی بیوی کو ڈانٹ لیا تو پھر غصہ میں گھر سے باہر چلا گیا اور اپنی بیوی کو چالیس دن نہ ملا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

عزیز مصر ناراضگی میں باہر چلا گیا چالیس دن تک زلیخا سے نہ ملا حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:456 نعیمی کتب خانہ لاہور)

شہر کی عورتوں کا عزیز مصر کی بیوی کے متعلق اپنے غلام کی محبت میں کھونے کا قول

شہر کی عورتیں یہ باتیں کرنے لگ گئیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کو اپنی جانب راغب کر رہی ہے اس کی محبت اس کے دل میں چھا گئی ہے ہم تو اس کو صریح سے راہ روی میں ملاحظہ کر رہی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (یوسف:30)

اور عورتیں شہر میں یہ باتیں کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے نوجوان (غلام) کو اپنی طرف راغب کر رہی ہے اس کی محبت اس کے دل پر چھا چکی ہے بے شک ہم اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھ رہی ہیں۔

باتیں کرنے والی عورتوں کے متعلق اقوال

جن عورتوں نے راغب کرنے کی باتیں کیں ان کے متعلق دو اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ چار عورتیں تھیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ

وہ پانچ عورتیں تھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

1- ان میں سے ایک بادشاہ کے ساقی کی بیوی تھی۔

2- دوسری بادشاہ کے وزیر کی بیوی تھی۔

3- تیسری جیل کے داروغہ کی بیوی تھی۔

4- اور چوتھی باورچی کی بیوی تھی۔

مقاتل نے ان چار کے علاوہ نقیب کی بیوی کا بھی اضافہ کیا ہے۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:214 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

اور معالم التنزیل میں ہے۔

پانچ عورتیں ہیں۔

1- چوکیدار کی بیوی

2- پانی لانے والے کی بیوی

3- روٹی پکانے والے کی بیوی

4- جیل کے داروغے کی بیوی

5-اور جانور چرانے والے کی بیوی۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:277 دار الفکر بیروت)
اور تفسیر نعیمی میں ہے۔
عزیز مصر نے بہت چاہا تھا کہ اس واقعے کا کہیں تذکرہ نہ ہو مگر داستان عشق و محبت بھی کبھی چھپی رہتی ہے یہ وہ آگ ہے کہ جتنا پانی ڈالا جاتا اتنی ہی بھڑکتی ہے۔ شہر کی چالیس پچاس عورتوں میں یہ بات پھیل گئی تب محل کی پانچ عورتوں نے کسی محفل میں بات کی۔

1-شراب والے ساقی کی بیوی
2-دربان کی بیوی
3-عزیز کے مشیر خاص کی بیوی
4-اور مشیر خاص کی بہن
5-باورچی کی بیوی

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:456 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر سے مانگا تھا

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر سے مانگا تھا۔
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا:
عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر سے مانگ لیا تھا۔ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اسے بخش دیا۔
اور پوچھا:
تم اس کا کیا کرو گی۔
اس نے کہا:
میں اس کو بیٹا بناؤں گی۔
اس نے کہا:
یہ تمہارا ہے۔
اس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پرورش کی اور اس کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت تھی۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے بن سنور کے رہتی تھی اور مختلف حیلوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل اور راغب کرنے کی کوشش کرتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔
(الجامع الاحکام القرآن: جز:9،ص:155 دار الفکر بیروت)

عزیز مصر کی بیوی کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت کا عالم

عزیز مصر کی بیوی کے دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ علیہ السلام کے علاوہ کسی چیز کو سمجھتی ہی نہ تھی۔

معالم التنزیل میں ہے۔

الکلبی نے کہا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت اس کے دل پر اس طرح چھا گئی تھی کہ وہ اس کے علاوہ کسی چیز کو کچھ سمجھتی ہی نہیں تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:277 دار الفکر بیروت)

تین قسم کا عشق کیا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے تین قسم کا عشق کیا۔

1- عشق روحانی۔

جب خواب میں دیکھا۔

2- جب مصر میں دیکھا تو عشق نفسانی نے غلبہ کیا اور زلیخا کے مکر کے ساتھ شیطان معاون ہوا۔

3- جب زلیخا مسلمان ہوئی تو اخلاص نصیب ہوا اور شیطان بھاگ گیا اس کا تسلط ٹوٹا۔ تب عشق ایمانی ہوا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:457 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عاشق ایمانی چار کام کرتا ہے

تفسیر نعیمی میں ہے۔

عاشق ایمانی چار کام کرتا ہے۔

1- محبوب کو راضی رکھنا چاہتا ہے۔

2- اس کے دوستوں کی دوستی اس کے دشمنوں سے دشمنی چاہتا ہے۔

3- محبوب کے روح کی قسمیں کھاتا ہے۔

4- مطلوب کی رضا چاہتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:457 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عشق روحانی کی چار نشانیاں

عشق روحانی کی چار نشانیاں ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

1- مفلسی جیسی کہ زلیخا کو عزیز مصر کے مرنے کے بعد ملی۔

2-سرد آہیں بھرنا جیسی کہ زلیخا دیدار یوسفی سے پہلے بھرتی تھی۔
3-انس اور پیار۔
4-وسواس اور ہر وقت جدائی کا دھڑکا۔
اسی لیے طالب اپنے مطلوب کو اپنے میں سمو لینا چاہتا ہے غیر کی طرف اس کی نظر بھی برداشت نہیں کرتا۔ معشوق کسی کی طرف مسکرا کر بھی دیکھے تو عاشق کے دل پر چھری چل جاتی ہے۔ عاشق کی مفلسی بھی اس لیے ہوتی ہے کہ وہ معشوق کے ذکر اور نام پر ہر چیز نثار کر دیتا ہے۔
یہ جو سنی بریلوی لوگ نعت خوانوں کو ایک نعت پر ہزاروں روپیہ دے دیتے ہیں سب ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی علامت ہے۔

(تفسیر روح البیان: صاوی، کبیر، مدارک، خازن)
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:457 نعیمی کتب خانہ لاہور)

محبت کا معنیٰ اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی محبت کی تحقیق

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:
انسان چیز کو اپنے زمان کے مطابق اچھا گمان کرے اس چیز کے ارادہ کرنے کو محبت کہتے ہیں۔
اس کی تین صورتیں ہیں۔
انسان لذت کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔
جیسا کہ
1-انسان عمدہ کھانوں اور حسین عورتوں سے محبت کرتا ہے۔
2-اور کبھی انسان نفع کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔
جیسا کہ
اطباء اور حکماء سے محبت کرتا ہے۔
3-اور کبھی انسان فضل اور کمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔
جیسا کہ
انسان علماء اور اولیاء اللہ سے محبت کرتا ہے۔
بہادروں اور سخیوں سے محبت کرتا ہے۔
ملک اور قوم کے لئے نمایاں کام کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔
کبھی ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح دینے کو بھی محبت کہتے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (ابراہیم:3)
جو لوگ دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ جو بندہ سے محبت کرتا ہے اس کا معنیٰ ہے وہ ان پر انعام واکرام کرتا ہے اور اس کو اپنی رحمت اور مغفرت سے نوازتا ہے۔
فرمایا:
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (آل عمران:134)
اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔
اور جو بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا کا طالب ہے۔
(المفردات:ص:105 مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران)
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
ابن عرفہ نے کہا:
اہل عرب کے نزدیک کسی شے کے ارادہ اور اس کے قصد کو محبت کہتے ہیں۔
ازہری نے کہا:
اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا معنیٰ یہ ہے کہ
ان کی اطاعت کی جائے اور ان کے احکام پر عمل کیا جائے۔
اور اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا معنیٰ یہ ہے کہ
وہ اس کو اپنی مغفرت سے نواز دے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
بے شک وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔
اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
وہ کافروں کو نہیں بخشے گا۔
سہل بن عبداللہ نے کہا:
اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن مجید سے محبت کی علامت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت سنت سے محبت کرنا ہے اور ان سب سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے۔
اور آخرت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ
قدر ضرورت کے علاوہ دنیا سے بغض رکھے۔
(الجامع الاحکام القرآن:ج:4،ص:61-60 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

اللہ تعالیٰ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ان مقدس نفوس کے ساتھ محبت پر موقوف ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث مبارکہ ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نقل کرتے ہیں کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک اور روایت میں ہے:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔

یہ کہ اسے اللہ عزوجل اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں اور وہ جس شخص سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا آگ میں ڈالے جانے کی طرح مکروہ ہو۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا۔

اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(صحیح بخاری: ج:1 ص:7 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے اصحاب کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد ان کو طعن اور تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی تو عنقریب اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

(جامع ترمذی: ص:549 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔
(سنن ابن ماجہ: ص: 13 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔
(صحیح بخاری: ج: 2، ص: 963 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے تم اس سے محبت رکھو تو جبرائیل علیہ السلام اس بندہ سے محبت کرتا ہے پھر جبرائیل علیہ السلام آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت رکھو تو آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں پھر اس بندہ کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔
(صحیح بخاری: ج: 2، ص: 892 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کرام سے محبت رکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء اللہ سے محبت رکھنا ضروری ہے اور جو شخص ان نفوس مقدسیہ کی محبت سے محروم ہو وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کر سکے گا حتی کہ ان مقدس نفوس سے محبت نہ کرے۔

جن افعال اور عبادات سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے وہ بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہیں۔ ان افعال و عبادات کا ذکر ان احادیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں جن چیزوں سے بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں ان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے جن کو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب

کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں اور میں کسی کام کے کرنے میں اتنی تاخیر نہیں کرتا جتنی بندہ مومن کی روح قبض کرنے میں تاخیر کرتا ہوں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ج:2، ص:963 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔

انہوں نے کہا:

السام علیکم (تم پر موت ہو)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے اس کو سمجھ لیا۔

میں نے کہا:

تم پر موت اور لعنت ہو۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ٹھہرو! اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کرنے سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح بخاری: ج:2، ص:890 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی 273ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔

اور عرض کرنے لگا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسا عمل بتلائیے جب میں وہ عمل کرلوں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی محبت کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ محبت کریں گے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس بندہ مومن سے محبت کرتا ہے جو تنگ دست ہو۔ سوال سے بچتا ہو اور عیال دار ہو۔
(سنن ابن ماجہ: ص: 302، 303 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اللہ تعالیٰ احادیث مبارکہ میں وارد ہونے والے افعال وعبادات سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل چاہتا ہے وہ ان افعال وعبادات سے محبت کرے پھر اللہ تعالیٰ بھی محبت کرے گا۔
جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا ان سے بچنا بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ ان افعال کا ذکر بھی احادیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ مال ضائع کرنے سے، زیادہ سوال کرنے سے اور بحث کرنے سے محبت نہیں کرتا۔
(مجمع الزوائد: ج: 1، ص: 303 مطبوعہ دار الکتاب العربی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ جاہل بوڑھے، ظالم امیر اور متکبر فقیر سے محبت نہیں کرتا۔
(مجمع الزوائد: ج: 8، ص: 75 مطبوعہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
بنو ضمرہ کے ایک شخص نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی سے محبت نہیں کرتا۔
(المصنف: ج: 8، ص: 49 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل بد خلق اور بد زبان سے محبت نہیں کرتا۔
(المعجم الکبیر: ج: 1، ص: 165 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان احادیث مبارکہ میں وارد ہونے والے افعال سے بچنا اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ صرف یہی افعال نہیں

افعال کا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اس کو کر گزرنا اور جن جن افعال سے منع فرمایا ہے ان سے رک جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذریعہ ہے۔

عزیز مصر کی بیوی کا مصر کی عورتوں کی نکتہ چینی سن کر ان کو بلانا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو سامنے آنے کیلئے کہنا

جب عورتیں شہر میں باتیں کرنے لگ گئیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنے نوجوان (غلام) کو اپنی طرف راغب کر رہی ہے اس کی محبت اس کے دل میں چھا چکی ہے ہم تو اس کو صریح بے راہ روی میں دیکھ رہی ہیں تب عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کو بلایا جو نکتہ چینی کر رہی تھیں اور پھر ان عورتوں کے ہاتھوں میں چھری دے دی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے آنے کا

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ (یوسف:31)

جب اس عورت نے ان عورتوں کی نکتہ چینی سنی تو اس نے ان کو بلوایا اور اس نے ان کے لئے تکیے سجا کر ایک محفل منعقد کی اور ان میں ہر ایک کو ایک چھری دے دی اور (یوسف سے) کہا ان کے سامنے آؤ۔

مصر کی عورتوں نے نکتہ چینی کیوں کی تھی؟

مصر کی عورتوں کے نکتہ چینی کو مکر سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اس کی چند وجوہات ہیں۔

ایک وجہ یہ ہے کہ

ان عورتوں نے یہ نکتہ چینی اس لیے کی تھی تا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے رخ زیبا کو دیکھ سکیں کیونکہ ان کو اندازہ تھا کہ جب عزیز مصر کی بیوی ان کی اس تنقید کو سنے گی تو وہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارکہ دکھائے گی تا کہ ان عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی ہے تو وہ اس میں معذور ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں کو اپنا راز دار بنایا تھا۔

اور یہ بتا دیا تھا کہ

وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتی ہے لیکن جب ان عورتوں نے اس کا راز فاش کر دیا تو یہ ان کی بدعہدی اور مکر

تیسری وجہ یہ ہے کہ

ان عورتوں نے اس کی غیبت کی تھی اور یہ غیبت مکر کے مشابہ تھی۔

عورتیں بظاہر عزیز مصر کی بیوی پر نکتہ چینی کر رہی تھیں کہ وہ اپنے غلام پر فریفتہ ہوگئی ہے لیکن حقیقت میں وہ یہ چاہتی تھیں کہ عزیز مصر کی بیوی اپنا عذر ظاہر کرنے کے لئے انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسین وجمیل چہرہ دکھائے اسی طرح جب نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا! اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔

جیسا کہ روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں ارشاد فرمایا:

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ

وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے کہا:

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہوگا اور وہ لوگوں کو اپنی قرأت نہیں سنا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمائیں۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رونے کا غلبہ ہوگا اور وہ لوگوں کو اپنی قرأت نہیں سنا سکیں گے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کہا۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چھوڑو! تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ

وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

میں تمہارے مقابلہ میں کبھی خیر کو حاصل نہیں کر سکتی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 679)

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 418)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا منشاء یہ تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ایک مرتبہ حکم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنا دیا جاتا تو ہوسکتا ہے کہ بعد میں کوئی کہنے والا یہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کے کسی حال میں

دیا تھا یا سہو یا غفلت میں حکم دیا تھا یا اتفاقاً یہ حکم دیا تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کسی اور کی طرف دلائی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حکم دے دیتے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ دلائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کا حکم دیا تو واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غفلت یا بیماری کے کسی حال میں یہ حکم نہیں دیا تھا بلکہ پوری توجہ، حاضر دماغی اور بیداری ذہن کے ساتھ یہ حکم دیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بار بار کسی اور کا سوال کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بار بالاصرار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حکم دینا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کو پختہ اور مؤکد کر دیتا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا:

تم یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو یعنی جس طرح وہ بظاہر عزیز مصر کی بیوی پر نکتہ چینی کر رہی تھیں اور حقیقت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال دیکھنا چاہتی تھیں اسی طرح تم بھی بظاہر یہ کہہ رہی ہو کہ کسی اور کو امام بنایا جائے اور درحقیقت تم یہ چاہتی ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کو اور پختہ اور مؤکد کر دیا جائے تاکہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کے کسی حال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا۔

اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ

مصر کی عورتوں کی نکتہ چینی صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کی تھی کیونکہ جب وہ اس نکتہ چینی کو سنے گی تو حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارکہ دکھائے گی اور ہم بھی دیکھ لیں گی۔

عورتوں نے مکر کیوں کیا

عورتوں نے مکر صرف اس وجہ سے کیا تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دکھائے گی اور ہم حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارکہ دیکھ لیں گی۔

معالم التنزیل میں ہے۔

ابن اسحاق نے کہا کہ

انہوں نے یہ مکر اس لیے کیا تھا کہ تاکہ وہ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کرائے جس کے حسن و جمال کا تذکرہ وہ صبح و شام ان کے سامنے کرتی تھی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ

اس سے اس کا راز ان کے سامنے افشاء ہو گیا تھا پھر انہوں نے اسے چھپائے رکھا پھر افشاء کیا اس لیے اسے مکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:277 دار الفکر بیروت)

شاہی کھانے پر چالیس عورتوں کو مدعو کیا

عزیز مصر کی بیوی پر جب مصر کی عورتوں نے نکتہ چینی کی تو اس نے چالیس عورتوں کو شاہی کھانے پر مدعو کیا۔

معالم التنزیل میں ہے۔

وہب نے کہا ہے کہ

اس نے ایک پر تکلف شاہی کھانا تیار کیا اور ان چالیس عورتوں کو مدعو کیا جنہوں نے اسے یوسف علیہ السلام پر فریفتگی طعنہ دیا تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:277 دار الفکر بیروت)

عزیز مصر کی بیوی نے رنگ برنگے کھانوں اور پھلوں سے دستر خوان سجایا

عزیز مصر کی بیوی نے جب نکتہ چینی کرنے والی عورتوں کو بلایا تو دستر خوان کو رنگ برنگے کھانوں اور پھلوں سے سجایا۔

چنانچہ معالم التنزیل میں ہے۔

امام بغوی فرماتے ہیں۔

عزیز مصر کی بیوی نے رنگ برنگے پھلوں اور کھانوں سے دستر خوان سجایا اور گاؤ تکیے لگا دیئے پھر عورتوں کو دعوت دی۔

(معالم التنزیل: ج 3، ص:278 دار الفکر بیروت)

دعوت چھ ماہ یا دو ماہ بعد ہوئی

جب عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی جانب راغب کرنے کی کوشش کی تو اس واقعہ کے چھ ماہ یا دو ماہ بعد مم کی نکتہ چینی کرنے والی عورتوں کو دعوت دی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا نے ان کی طرف پیغام دعوت بھیجا یہ دعوت اس واقعے کے چھ ماہ یا دو ماہ بعد ہوئی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:463 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کا اہتمام دعوت کے تین مقاصد

عزیز مصر کی بیوی کا اہتمام دعوت کے تین مقاصد تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا نے اپنی ملازماؤں اور لونڈیوں کے ذریعے نہایت عمدہ طریقے سے دعوت گاہ کو سجایا۔

اس اہتمام کے تین مقاصد تھے۔

1- اگر وہ سب عورتیں زلیخا کی ملازمین اور ماتحتوں کی بیویاں اور مائیں بہنیں تھیں مگر ان کی عزت افزائی کی تا کہ آئندہ طعن میں زبان نہ کھولیں۔ غریب اور مزدور پیشہ کو جب کوئی عزت دیتا ہے خواہ بناوٹی اور مطلبی عزت ہی کیوں نہ ہو تو وہ اتنا خوش ہے کہ اس کا بندۂ بیدام بن جاتا ہے۔ جتنے بھی باطل و عیار لوگ ہیں وہ یہی ہتھکنڈا استعمال کرتے ہیں۔ مزدور جلدی ساتھی ہے۔

2- اگر چہ وہ عورتیں اتنی اہمیت اور عزت افزائی کے لائق نہ تھیں مگر دیدار جس کا کرانا تھا جس کی شان کی دھاک بٹھانا

وہ بڑا عظیم تھا۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ

جہاں قرآن مجید پڑھانا ہو وہاں خوب خوشنمائی سجاوٹ کرو خوبصورت پردے، قالین بچھاؤ، خوشبو مچاؤ اس طرح ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی محفل سجانا فرض ہے یہ مہمانوں کا ادب نہیں بلکہ قرآن کریم اور صاحب قرآن کا احترام ہے۔

3- کچھ عورتیں رئیس زادیاں تھیں ان کی خاطر اتنا اہتمام کیا گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:464 نعیمی کتب خانہ لاہور)

لونڈی کا بدگو عورتیں کہنے پر عزیز مصر کی بیوی کا جواب دینا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک لونڈی نے کہا:

وہ عورتیں تو تیری بدگو ہیں پھر ان کا اتنا احترام کیوں۔

زلیخا نے کہا:

میں تلوار کی مار نہیں مارنا چاہتی بلکہ دیدار یوسفی دکھا کر پھر فراق کی مار مارنا چاہتی ہوں۔ عاشق جب تک فراق کے بھنور میں رہتا ہے اس سے بڑھ کر دیوانہ کوئی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تلاش محبوب میں مجنون ہوتا ہے اور جب وصل پاتا ہے تو اس سے بڑھ کر سیانا کوئی نہیں ہوتا کیونکہ وہ مطلوب کی حفاظت میں ہر شے پر نظر رکھتا ہے ہر چیز کو سمجھتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:464 نعیمی کتب خانہ لاہور)

دعوت کھانے کی نہ تھی

تفسیر نعیمی میں ہے۔

یہ دعوت بھی ایک مکر تھا ان کے مکر کے جواب میں یہ دعوت کھانا غذا کی نہ تھی بلکہ بعد نماز ظہر قبل عصر عصرانہ تھی جس میں صرف پھل اور دودھ ہوتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:464 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عورتوں کا پھلوں کے بجائے ہاتھوں کو کاٹنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی عورتوں کے سامنے آئے تو انہوں نے پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (یوسف:31)

ان عورتوں نے جب یوسف کو دیکھا تو بہت عظیم جانا اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

عورتوں کی عقلیں حسن یوسف علیہ السلام میں مغلوب ہو گئیں

جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن مقدس کو دیکھا تو ان کی عقلیں مغلوب ہو گئیں اور حسن یوسف

میں اس قدر منہمک ہوئیں کہ پھلوں کے بجائے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ان کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

ابن زید نے کہا:

وہ عورتیں چھریوں کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہی تھیں اور ان کا یہی گمان تھا کہ وہ پھلوں کو کاٹ رہی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر ان کی عقلیں جاتی رہی تھیں۔

قتادہ نے کہا:

انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ان کو بالکل پتا نہیں چلا۔

ابن اسحاق نے کہا کہ

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ

آپ علیہ السلام ان کے سامنے آئیں تو حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے آئے جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھا تو ان کی عقلیں مغلوب ہو گئیں۔ انہوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ان کو بالکل پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔

(جامع البیان: ج: 12 ص: 270 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حسن یوسف علیہ السلام میں منہمک ہونے کی وجہ سے ہاتھوں کو کاٹنے سے درد نہیں ہوا

جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھا تو اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور ہاتھ کٹ جانے میں ان کو درد محسوس نہیں ہوا بلکہ مسلسل کاٹتی ہی رہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

اس عورت نے منتظم سے کہا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو سفید لباس پہناؤ کیونکہ سفید لباس میں انسان زیادہ حسین معلوم ہوتا ہے اور جس وقت وہ عورتیں پھل کاٹ رہی ہوں اس وقت یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے لے جانا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے آئے تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے میں ایسی مدہوش ہوئیں کہ انہوں نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو درد کا بالکل احساس نہیں ہوا۔

(الدر المنثور: ج: 4 ص: 531 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو لوگوں کا نصف حسن عطا فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام کو لوگوں کا نصف حسن عطا فرمایا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے معراج کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔

اس میں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔
ان سے پوچھا گیا۔
تم کون ہو؟
انہوں نے کہا:
جبرائیل (علیہ السلام)
ان سے پوچھا گیا۔
تمہارے ساتھ کون ہے؟
انہوں نے کہا:
(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
پوچھا گیا۔
کیا انہیں بلایا گیا ہے۔
انہوں نے کہا:
ہاں! انہیں بلایا گیا ہے۔
پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے اور (لوگوں کا) نصف حسن ان کو عطا فرمایا گیا تھا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 404)

حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی والدہ کو نصف حسن عطا فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی والدہ کو لوگوں کا نصف حسن عطا فرمایا گیا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ کو نصف حسن عطا کیا گیا تھا۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 14052)

حسن کے دو حصے کیے گئے

ربیعہ الجرشی نے کہا:
حسن کے دو حصے کیے گئے۔
ایک حصہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی والدہ کو دیا گیا اور باقی ایک حصہ تمام لوگوں کو دیا گیا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14715) (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 11559)

حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا

حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارکہ بجلی کی طرح چمکتا تھا۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 11559)

حضرت یوسف علیہ السلام فتنے کی وجہ سے چہرہ پر نقاب ڈالتے تھے

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس کوئی عورت جب کسی کام سے آتی تو فتنے کی وجہ سے آپ علیہ السلام اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے تھے۔

امام ابن المنذر، امام ابوالشیخ اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا اور جب کوئی عورت ان کے پاس کسی کام سے آتی تو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے تھے اس خوف سے کہ کہیں وہ عورت کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔
(الدر المنثور: ج: 4، ص: 532 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ مبارکہ مصر کی دیواروں پر چمکنا

امام ابوالشیخ نے اسحاق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کی گلیوں میں جاتے تھے تو ان کا چہرہ دیواروں پر اس طرح چمکتا تھا جس طرح سورج دیواروں پر چمکتا ہے۔
(الدر المنثور: ج: 4، ص: 532 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا عالم

امام عبد بن حمید، امام ابن المنذر اور امام ابوالشیخ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی لوگوں پر اس طرح فضیلت تھی جس طرح چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر فضیلت ہوتی ہے۔
(الدر المنثور: ج: 4، ص: 532 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد عورتوں کا درد محسوس کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام اس مجلس سے تشریف لے گئے تو مصر کی عورتوں کو ہاتھ کٹنے کا درد پھر محسوس ہوا۔
امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے سے چلے گئے تو پھر انہیں درد کا احساس ہوا۔
اور پھر عزیز مصر کی بیوی نے کہا:

تم نے تو ایک لمحہ کے لئے یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہے تو تمہارا یہ حال ہو گیا تو سوچو کہ جو دن رات حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہتی ہو اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔

(الدر المنثور: ج:4، ص:532 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مصر کی عورتوں کا مبہوت ہونا

جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو وہ مبہوت ہو گئیں۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:278 دار الفکر بیروت)

مصر کی عورتوں نے سوائے خون کے کچھ محسوس نہ کیا

مصر کی عورتوں کے دل حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال میں یوں مستغرق تھے کہ انہیں ہاتھ کٹنے کی تکلیف کا احساس ہی نہ ہوا۔

مجاہد نے کہا:

انہوں نے سوائے خون کے کچھ محسوس نہ کیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:278 دار الفکر بیروت)

ہاتھ بازوؤں سے جدا ہونے کا قول

قتادہ نے فرمایا کہ

مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ جدا کر دیئے تھے حتیٰ کہ ہاتھ پھینک دیئے تھے۔

مگر اصح یہ ہے کہ وہ ہاتھ کٹے تھے بالکل جدا نہ ہوئے تھے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:278 دار الفکر بیروت)

ایک جماعت کا حسن یوسف میں فوت ہو جانے کا قول

وہب نے فرمایا کہ

ان میں سے ایک جماعت اسی سبب سے مر بھی گئی تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:278 دار الفکر بیروت)

مصر کی عورتوں کا ہاتھ کٹنے پر عزیز مصر کی بیوی کا قول

بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ

کھانا کھانے کے بعد زلیخا نے ان عورتوں کے سامنے ترنج رکھ دیئے اور ہر ایک کے ہاتھ میں چھری تھما دی۔

پھر زلیخا ان سے پوچھنے لگی کہ

کیا تم یوسف علیہ السلام کی جھلک دیکھنا چاہتی ہو۔

انہوں نے کہا:

ہاں۔
زلیخا نے آپ علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ جب عورتوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو آپ علیہ السلام کی عظمت سے مرعوب ہو کر اپنے ہی ہاتھ کاٹنے لگیں پھر زلیخا نے آپ علیہ السلام کو واپس چلنے کا کہا تاکہ وہ آتے جاتے آپ علیہ السلام کا اچھی طرح دیدار کر لیں۔ آپ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد انہیں تکلیف کا احساس ہوا اب وہ تلملانے اور واویلا کرنے لگیں۔

زلیخا نے انہیں کہا کہ
تم ایک نظر سے گھائل ہو گئیں اور یہ کچھ کر بیٹھیں بھلا مجھے کیسے ملامت کی جا سکتی ہے (میں تو ہر وقت دیدار کرتی رہتی ہوں)
تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:822)

مصر کی عورتوں کا کہنا کہ یہ بشر نہیں بلکہ معزز فرشتہ ہے

جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا تو کہا یہ کوئی بشر نہیں بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ○ (یوسف:31)
اور کہا سبحان اللہ! یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہنے کی وجوہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی ان عورتوں نے جو یہ کہا تھا کہ
یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔
اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ
یہ بہت غیر معمولی حسن کے مالک ہیں اس لیے کہ عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات مرکوز ہے کہ فرشتوں سے زیادہ کوئی حسین نہیں ہوتا اور شیطان سے زیادہ کوئی بدشکل نہیں ہوتا لہٰذا ان کا حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہنا ان کے غیر معمولی حسن کی وجہ سے تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ
فرشتوں میں شہوت اور غضب کا مادہ نہیں ہوتا۔ ان کی غذا تو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے۔ پھر جب ان عورتوں نے دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتوں میں سے کسی عورت کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا حالانکہ جب کوئی آدمی عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف ضرور نظر ڈالتا ہے۔
تو انہوں نے کہا:
یہ بشر نہیں ہے یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔
ان کا مطلب یہ تھا کہ

ہم نے ان میں کوئی شہوت کا اثر نہیں دیکھا نہ ان میں بشریت یا انسانیت کا کوئی تقاضا دیکھا۔ یہ انسان اور بشر کی تمام سفلی صفات سے منزہ ہیں اور انہیں دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے انسانیت کے پیکر میں کوئی عظیم فرشتہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ:

ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر کہا۔

حاشا اللہ! یعنی عزیز مصر کی بیوی نے ان پر جو تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت سے بہت دور ہیں اور یہ تو گناہوں سے بری ہونے میں فرشتوں کی طرح معصوم ہیں یہ کوئی عام بشر نہیں ہیں جن کے متعلق ایسی بدگمانی کی جا سکے۔

ایک وجہ یہ ہے کہ

وہ عورتیں زلیخا سے کہنے لگیں سبحان اللہ یہ کوئی بشر نہیں بلکہ معزز فرشتہ ہے۔

اے زلیخا!

ہم تمہیں معذور سمجھتی ہیں۔ یہ دیکھ لینے کے بعد ہم تمہیں قابل ملامت نہیں سمجھتیں کیونکہ اس قدر حسین و جمیل جوان انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔

ایک وجہ یہ ہے کہ

یہ خریدا ہوا نہیں ہے۔ یہ تو معزز فرشتہ ہے۔

(روح المعانی: ج:12، ص:232)

مصر کی عورتوں کے قول کا عالم

تفسیر نعیمی میں ہے۔

نہیں یہ یوسف علیہ السلام مگر بہت ہی مکرم فرشتہ یعنی عام فرشتہ بھی نہیں بلکہ عام فرشتوں سے اعلیٰ۔ یہ سب مدہوشی اور وارفتگی کے عالم میں گفتگو ہوئی اس طرح کہ نگاہوں میں جمال یوسف زبانوں پر ثناء یوسف اور ہاتھوں میں قضاء یوسف یعنی چھری۔ کچھ دیر جھلک دکھائی پھر چلے گئے یا خود زلیخا کے کہنے سے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:465 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کا قول کہ یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں

جب حضرت یوسف علیہ السلام مجلس سے چلے گئے تو عزیز مصر کی بیوی نے مجلس کی عورتوں کو کہا کہ یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ (یوسف:32)

اس نے کہا یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں۔

☆ جب حضرت یوسف علیہ السلام اچانک ان عورتوں کے سامنے آئے تو وہ جلوۂ یوسف علیہ السلام دیکھ کر ایسی مدہوش

ہوئیں کہ بے خودی میں انہوں نے پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو احساس تک نہیں ہوا۔ تب عزیز مصر کی نے کہا یہی ہے وہ جس کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کرتی تھیں تم نے تو اس کو ایک لحہ کے لئے دیکھا اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو سوچ لو کہ جو اس کے ساتھ دن رات رہتی ہو اس کی بے خودی کا کیا حال ہوگا۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام ان کے آمنے سامنے آئے تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے میں ایسی مدہوش ہو کہ انہوں نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو درد کا بالکل احساس نہیں ہوا اور جب حضرت یوسف علیہ السلا ان کے سامنے سے چلے گئے تو پھر انہیں درد کا احساس ہوا اور پھر عزیز مصر کی بیوی نے کہا تم نے تو ایک لحہ کے لئے یوسف السلام کو دیکھا ہے تو تمہارا یہ حال ہو گیا تو سوچو کہ جو دن رات حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہتی ہو اس کا کیا حال ہو گا۔

(الدر المنثور: ج:4، ص: 531 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

درد کی شدت کی وجہ سے کراہنا اور رونا

جب مصر کی عورتوں نے حسن یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام چلے گئے تو پھر درد ہوا اور کراہنے اور رونے لگ گئیں۔

امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے سامنے سے چلے گئے تو عزیز مصر کی بیوی نے کہا:

یہ ہے وہ شخص جس سے محبت کی وجہ سے تم مجھ کو ملامت کر رہی تھیں تم نے دیکھ لیا کہ تم اس کو ایک نظر دیکھ کر اس قدر مدہو ہوئیں کہ تم نے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور تم کو بالکل درد نہیں ہوا۔ جب ان عورتوں نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھو اور بہتے ہوئے خون کو دیکھا تو وہ درد کی شدت سے کراہنے اور رونے لگیں۔

(الدر المنثور: ج:4، ص: 532 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عزیز مصر کی بیوی کا عورتوں کو جھڑکنا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جب اچھی طرح بدحالی ہو گئی اور جمال یوسف نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب درد محسوس ہوا اور پتہ لگا کہ پلک جھپکنے میں ہو گیا۔ اب درد بھی، تڑپ بھی اور پھڑک بھی۔

تو زلیخا بولی۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ

بولی پس دیکھ لیا تم نے وہ یوسف تمہارا یہ تھا۔

وہ تھا یہ جس کے بارے میں تم مجھ کو ملامت کرتی رہیں اب تم نے دیکھ لیا کہ ایک جھلک دیکھنے کی تم میں تاب نہیں۔ تم

یعنی ظاہر نے یوسف کو دیکھا تو کیا حال ہوا کہ ظاہر جسم زخمی ،لہولہان ہو گیا میرے تو دل نے ،قلب نے ، باطن نے ،سینہ و نے ،عقل و دماغ نے یوسف کو دیکھا تو کیا حال ہوا ہو گا میں کیونکر عشق میں مجنون نہ ہوتی اور جنون میں کیا کچھ نہ کر لیتی اور ابھی میرا عشق سرد نہیں ہوا میں کشتۂ عشق یوسفی میں ہوں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:465 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کا اعتراف جرم

عزیز مصر کی بیوی نے خود اعتراف جرم کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ (یوسف:32)

میں نے اس کو اپنی طرف راغب کیا تھا یہ بچا رہا۔

میں محبت میں معذور ہوں

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

زلیخا کہنے لگی کہ

اس چیز کے بارے میں تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں حالانکہ میں اس محبت میں معذور ہوں۔ یہ اپنے اپنے جمال و کمال کے باعث واقعی اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے محبت کی جائے میں نے تو اسے ورغلانے کی پوری کوشش کی لیکن یہ رکا رہا اور اپنے نیک ارادے پر ڈٹا رہا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:823)

عزیز مصر کی بیوی کا عورتوں کے سامنے پوشیدہ صفات کا ذکر کرنا

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ

جب ان عورتوں نے آپ کے ظاہری حسن و جمال کا مشاہدہ کیا تو زلیخا نے آپ علیہ السلام کی ان عمدہ صفات کا تذکرہ کیا جو ان کی آنکھوں سے پوشیدہ تھیں یعنی اس قدر حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عفت اور پاکبازی۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:823)

خوشنما جال سے بچ گیا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

میں اپنے گناہ عشق جرم وارفتگی کا اقرار کرتی ہوں کیا چھپارہ گیا ہے واقعی میں نے ہی اس کی ذات سے اس کو پھسلایا بہکایا اس بہادر دلیر کی شان دیکھو کہ ایسے خوشنما جال سے بچ گیا کہ جوانی قدموں پر نثار ہو رہی تھی ، حسن غلام بنا کھڑا تھا ، دولت دامن بن کر آ گئی تھی ، سلطنت پاؤں تلے آنے کی تیاری میں تھی اس نے سب کو ٹھکرا دیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:465 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کا قید کرنے کا کہنا

جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی مصر کی عورتوں کو بیان کر دی اور اپنی محبت کا جوش نکالا تو کہنے لگی کہ اگر اس نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے اس سے کہا ہے تو اس کو قید کر دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ○ (یوسف:32)

اور اگر اس نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے اس سے کہا ہے تو یہ ضرور قید کر دیا جائے گا اور یہ بے عزت لوگوں میں سے ہو جائے گا۔

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ اگر انہوں نے اس کی خواہش پوری نہ کی تو وہ ان کو قید کروا دے اور ان کو بے عزت کرا دے گی اور یہ بہت بڑی اور خطرناک دھمکی تھی کیونکہ جو شخص لوگوں کی نگاہوں میں عزت دار ہو جو منصب نبوت اور مرتبہ رسالت پر فائز ہو اگر اس کی عزت و ناموس کو خطرہ ہو اور لوگوں کی نگاہوں میں اس کے بے توقیر ہونے کا کھٹکا ہو یہ اس کے لئے سخت آزمائش ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

پھر زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو دھمکی دیتے ہوئے کہتی ہے۔

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:823)

عزیز مصر کی بیوی کا قید کا قول کا پس منظر

تفسیر نعیمی میں ہے۔

میرا عشق ایسا جھوٹا نہیں ہے کہ ختم ہو جائے لہٰذا اب بھی زبان محبت و عشق سے یہ کہہ رہی ہوں۔

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ○

اور قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر وہ غلام اب بھی میری اس بات کو نہ مانے گا جس کا میں اب اس کو حکم دیتی ہوں یا آئندہ دوں گی یعنی محبت کا جواب محبت سے دینے کا یا اس کا کہ تو مستقل میرا بن جا۔ مجھ سے بے رغبت نہ ہو۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:465 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پانچ طرح بہکانے کی کوشش کی

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا نے پانچ طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی۔

1- میں سب سے زیادہ حسینہ ہوں۔

2- میں مالدار ہوں۔
3- میں سخی بھی ہوں جیسا کہ تم نے دیکھ لیا کہ تمہاری خاطر کتنی دولت لٹائی اور تم کو کیسا عیش دیا۔
4- میں نافرمان کو سزا بھی دے دلا سکتی ہوں کیونکہ حکومت میرے قبضے میں ہے۔
5- تو البتہ ضرور قید کیا جائے گا۔

اور البتہ ضرور اپنی موجودہ شان و شوکت گنوا کر ذلیلوں میں ہوگا کہ وہی پھٹے کپڑے ہوں گے اور یوسف ہوگا وہی سوکھی روٹی، خشک ٹکڑے ہوں گے اور یوسف ہوگا ہر طرح کے مجرم قاتل، چور، ڈاکو ہوں گے اور ان کی بدتمیز صحبت ہوگی اور یوسف ہوگا اور جیل کا فرش خاکی ہوگا اور یوسف ہوگا چونکہ مجھ کو یہ برداشت نہیں لہٰذا یوسف میری محبت برداشت کرے۔ یہ سب کلام اوپری زبان سے ہے نہ کہ قلب کی گہرائی سے۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی غیر موجودگی میں کیا یا واقعی دیوانگی کے جوش میں یہ سب کچھ کہہ گزری یا عورتوں پر رعب جمانے کے لئے اور یہ تاثر دینے کے لئے کہ مجھ کو غلام سے خائف نہ سمجھو میں اس کو زیر کرنا چاہتی ہوں ورنہ جو عورت ایک معمولی طعنہ نہ برداشت کر سکے غیرت مندی میں آ جائے اپنے خاوند کے سامنے اپنا عیب کھلنا پسند نہ کرے بھلا وہ باہوش حالت میں اب اپنا عیب کس طرح افشاء کر سکتی ہے اور کیسے آئندہ گناہ کا تذکرہ کر سکتی ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:466 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید ہونے کی دعا فرمائی

جب عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کروا دینے کا کہا تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قید ہونے کی دعا فرمائی کہ مجھے گناہ کرنے سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ قید کر دیا جاؤں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ○ (یوسف:33)

یوسف نے کہا اے میرے رب مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں اور اگر تو نے ان کی سازش مجھ سے دور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ذہن میں وسواس

حضرت یوسف علیہ السلام کے ذہن میں طرح طرح کے وسواس تھے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کے ذہن میں انواع و اقسام کے وسوسے تھے۔

1- عزیز مصر کی بیوی بہت خوب صورت ہے۔
2- وہ بہت مال دار اور بڑے مرتبہ کی ہے۔
اور وہ یہ کہتی ہے کہ

اگر تم نے میری خواہش پوری کردی تو میں سب کچھ تم پر نچھاور کردوں گی۔

3-محفل میں شریک ہر عورت ان سے اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی اور خواہش پوری نہ کرنے کی صورت میں ان کو دھمکیاں دے رہی تھیں اور اس معاملہ میں عورتوں کی سازشیں بہت سنگین ہوتی ہیں۔

4-حضرت یوسف علیہ السلام ان عورتوں کے شر سے بہت خوف زدہ تھے ان کو یہ خطرہ تھا کہ اگر ان عورتوں کی بات نہ مانی تو ان کو قتل کروادیں گی۔اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے ذہن میں اس کام کی طرف ترغیب کی بھی وجوہات تھیں اور کام نہ کرنے کی صورت میں ڈر اور خوف کی بھی وجوہات تھیں۔

(تفسیر کبیر: تحت آیہ تفسیر 33......)

مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب! مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ (یوسف:33)

یوسف نے کہا! اے میرے رب! مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں۔

گناہ کی تعریفات

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ

گناہ ان افعال کو کہتے ہیں جو ثواب کو ساقط کرنے کے موجب ہوتے ہیں۔

نیز انہوں نے لکھا ہے کہ

گناہ عدوان سے عام ہے۔

(المفردات: ص:10 مطبوعہ ایران)

علامہ فیض آبادی متوفی 817ھ نے لکھا ہے کہ

اثم کا معنیٰ ہے ذنب (گناہ) خمر اور قمار اور ہر ناجائز کام کرنے کو اثم (گناہ) کہتے ہیں۔

اور اثیم کا معنیٰ ہے۔

کذاب۔

(القاموس المحیط: ج:4،ص:99 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

گناہ کی تعریفات پر احادیث مبارکہ

گناہ کی تعریفات پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نیکی اچھے اخلاق ہیں۔
اور گناہ وہ کام ہیں جو تمہارے میں اضطراب پیدا کریں اور جس کام پر تم لوگوں کے مطلع ہونے کو ناپسند کرو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:6396)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لئے شریک قرار دو حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر کون سا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 4411 طبع دار الحدیث قاہرہ)
خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ
ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ان کا قہرمان آیا۔
حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس سے پوچھا!
کیا تم نے غلاموں کو کھانا کھلایا ہے؟
اس نے کہا:
نہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا جاؤ ان کو کھانا کھلاؤ۔
پھر کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کسی شخص کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کا کھانا روک لے جن کو کھلانے کا وہ ذمہ دار ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2275)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کسی شخص کے اثم (گناہ) کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔
(سنن ابوداؤد: ج:4، رقم الحدیث:4992)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارے اثم (گناہ) کے لئے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہو۔
(سنن ترمذی: ج:3، رقم الحدیث:2001)

گناہ کبیرہ وصغیرہ کی تعریفات

گناہ کبیرہ وصغیرہ کی تعریفات مختلف علماء کرام نے بیان فرمائی ہیں۔
امام فخر الدین محمد بن رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
گناہ صغیرہ وہ گناہ جو کسی بے حیائی کے کام پر مشتمل نہ ہو۔
(تفسیر کبیر: ج:10، ص:269 دار احیاء التراث العربی بیروت)
اور گناہ کبیرہ کے متعلق امام رازی نے یوں تحریر کیا ہے کہ
1- گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے صراحتاً عذاب کی وعید سنائی ہو۔
2- کبیرہ وہ گناہ ہے جس کو حلال جان کر کرنا کفر ہے۔
3- اصل یہ ہے کہ
ہر معصیت کبیرہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت ہیں اور منعم کی مخالفت بہت بڑی برائی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ا
بندوں کی خطا اور نسیان کو معاف کر دیا ہے کیونکہ وہ ترک تعظیم پر دلالت نہیں کرتیں۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ
یہ بندوں میں بہت ہوتی ہیں جیسے ایک آدھ بار جھوٹ بولنا یا ایک دو مرتبہ غیبت کرنا یا ایک دو بار اجنبی عورت کو دیکھنا
طرح وہ برے کام جن کے برے ہونے میں شبہ ہے اور ہر زمانے میں ان سے اجتناب کرنے والے بہت کم ہیں اسی وجہ
ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ
موسیقی سننا فسق ہے اور اگر شہر والے عادتاً موسیقی نہ سنیں تو یہ فسق نہیں ہے سو اگر ارباب عقول اس کو ترک تعظیم قرار نہ د
یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے۔ اسی طرح اوقات کے مختلف ہونے سے بھی احکام مختلف ہو جاتے ہیں جیسے نماز کے وقت کھیلنا کبیرہ ہے
دوسرے وقت کھیلنا کبیرہ نہیں ہے اسی طرح اشخاص کے مختلف ہونے سے بھی احکام مختلف ہو جاتے ہیں مثلاً متقی عالم جب
اجنبی عورت کا پیچھا کرے گا یا بہت زیادہ کھیل میں مشغول ہو گا تو یہ کبیرہ ہے اور جب دلال یا باندیاں فروخت کرنے والا یا
شخص ایسا کرے گا تو وہ کبیرہ نہیں ہے اس بناء پر ہر گناہ کبیرہ ہے مگر جس گناہ کے متعلق مکلف کو یہ علم یا ظن ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ

سے اس گناہ سے نکل جائے گا یا اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا۔
(تفسیر کبیر: ج:10، ص:270 دار احیاء التراث العربی بیروت)
ایک تعریف یہ ہے کہ
فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔
گناہ کبیرہ کے متعلق حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ چیزیں حرام کردی ہیں۔
1- ماؤں کی نافرمانی کرنا
2- حق چیز سے منع کرنا اور ناحق چیز کو طلب کرنا
3- بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور یہ چیزیں مکروہ قرار دی ہیں۔
فضول بحث کرنا
بہ کثرت سوال
اور مال ضائع کرنا
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5975)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
1- اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا
2- کسی کو ناحق قتل کرنا
3- ماں باپ کی نافرمانی کرنا
پھر ارشاد فرمایا:
کیا میں تم کو سب سے بڑا کبیرہ نہ بتاؤں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جھوٹ بولنا
یا جھوٹی گواہی دینا
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5977)

گناہ کبیرہ وصغیرہ کے متعلق آیات کریمہ

گناہ کبیرہ وصغیرہ کے متعلق متعدد آیات ہیں مگر ثبوت کے لئے دو کافی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ (النجم:32)

جولوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں ماسوا صغیرہ گناہوں کے بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ (النساء:31)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کردیں گے اور تم کو عزت کی جگہ میں داخل کردیں گے۔

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کے متعلق احادیث مبارکہ

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں مگر چند حوالہ جات کے لئے عرض کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کہ کبائر کا ارتکاب کیا جائے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث:233)

اس حدیث مبارکہ میں کبائر اور صغائر گناہوں کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود کبائر کا ذکر فرمایا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1- اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا

2- کسی شخص کو قتل کرنا

3- ماں باپ کی نافرمانی کرنا

پھر ارشاد فرمایا:

کیا میں تم کو سب سے بڑے کبیرہ کی خبر نہ دوں۔

ارشاد فرمایا:

جھوٹی بات کہنا یا جھوٹی گواہی دینا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5977)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1-اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا

2-جادو کرنا

3-جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا

4-سود کھانا

5-یتیم کا مال کھانا

6-میدان جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا

7-پاک دامن مومنات پر بدکاری کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6857)(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:2874)

اس حدیث مبارکہ میں سات ہلاک کرنے والے کاموں سے مراد سات کبائر ہیں اور اس کی حجت یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔

اور تین بار ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے پھر سر جھکا لیا پھر ہم میں سے ہر شخص سر جھکا کر رونے لگا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ نے کس چیز کی قسم کھائی ہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو آپ کے چہرے پر بشاشت تھی اور وہ ہمیں سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر جو بندہ پانچ نمازیں پڑھے۔

رمضان کے روزے رکھے۔

زکوٰۃ ادا کرے۔

اور سات کبیرہ گناہوں سے بچے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔
اور اس سے کہا جائے گا کہ
سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا۔
(سنن نسائی: رقم الحدیث: 2437)
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1745)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور جو شخص زمین میں علامتیں اور حدود قائم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتا ہے اور جو شخص راستہ دکھانے سے اندھا بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتا ہے اور جو شخص اپنے والدین کو گالی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتا ہے اور جو شخص اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتا ہے۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 1875)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ بتاؤ کہ تم زانی، چور اور شرابی کے متعلق کیا کہتے ہو؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ بہت بے حیائی کے کام ہیں اور ان کی سزا ہے۔ کیا میں تم کو بہت بڑا کبیرہ نہ بتاؤں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا ہے۔
اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے۔
اور ارشاد فرمایا:
اور سنو جھوٹ بولنا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس کو کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2633)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کبائر یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8775)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

میں تم کو اس پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دو گے۔

اور اس شخص کو ناحق قتل نہیں کرو گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہے اور زنا نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور کسی نشہ آور مشروب کو نہیں پیو گے۔ تم میں سے کسی نے ان میں سے کوئی کام کیا پھر اس پر حد نافذ ہو گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے اور جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے ستر کر لیا تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام نہیں کیا تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 927)

ان تمام احادیث مبارکہ میں گناہ کبیرہ کا ثبوت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر اگر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل رہے گی۔

مسلمانوں نے کہا:

اس کے بدن پر بالکل میل نہیں رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے ان سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 528)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ منورہ کے آخری کنارے میں، میں ایک عورت کے ساتھ بغل گیر ہو گیا اور دخول کرنے کے سوا میں نے اس سے سب کچھ کیا۔ اب میں یہاں حاضر ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:
اللہ تعالیٰ نے تیرا پردہ رکھ لیا تھا کاش تو بھی اپنا پردہ رکھتا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شخص اٹھ کر چل دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے کسی شخص کو بھیج کر اس کو بلوایا۔
اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود:114)
"دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز قائم رکھو، بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والے کے لئے نصیحت ہے۔"
مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آیت اس کے لئے خاص ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمام لوگوں کے لئے ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6872)
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4468)
ان احادیث مبارکہ میں گناہ صغیرہ پر دلالت ہے اور اس پر کہ نیک کام کرنے سے صغائر معاف ہو جاتے ہیں۔

گناہ کبیرہ کے متعلق اقوال

امام رافعی نے الشرح الکبیر میں لکھا ہے کہ
کبیرہ وہ گناہ ہے جو حد کا موجب ہو۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ
جس کے مرتکب پر کتاب یا سنت میں وعید کی تصریح ہو۔
امام بغوی نے بھی یہی تعریف کی ہے۔

علامہ الماوردی نے کہا ہے کہ
کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر حد واجب ہو یا اس کے مرتکب پر وعید ہو۔
علامہ عسقلانی نے اس تعریف کو معتمد کہا ہے۔
علامہ عبدالسلام نے کہا ہے کہ
جس معصیت کو معمولی سمجھ کر اس کا ارتکاب کیا جائے وہ کبیرہ ہے اسی طرح اگر گناہ صغیرہ کا ارتکاب یہ سمجھ کر کیا جائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہ کبیرہ ہے۔
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ
صغیرہ پر عذاب نہیں ہوتا یہ اس وقت ہے جب شامت نفس سے انسان کوئی صغیرہ گناہ کر بیٹھے پھر اس پر نادم اور تائب ہو اور جب بے خوفی اور دیدہ دلیری سے کوئی معصیت کرے خواہ وہ معصیت صغیرہ ہو تو پھر وہ کبیرہ گناہ ہے۔ اسی طرح ہر وہ معصیت جس پر وعید ہو یا لعنت ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔ اس تعریف میں واجبات کو ترک کرنا بھی داخل ہے خواہ اس فعل کو علی الفور کرنا واجب ہو یا اس کے جواب میں وسعت ہو۔
علامہ ابن الصلاح نے کہا:
کبیرہ گناہ کی علامتیں ہیں۔
ان میں سے بعض یہ ہیں کہ
اس فعل پر حد واجب ہو یا کتاب وسنت میں اس پر عذاب کی وعید ہو یا اس کو فاسق فرمایا یا اس پر لعنت فرمائی یہ زیادہ جامع تعریف ہے۔
علامہ ابوالعباس قرطبی مالکی نے المفہم میں کبیرہ کی جو تعریف کی ہے وہ سب سے احسن تعریف ہے۔
ہر وہ معصیت جس کے متعلق کتاب، سنت یا اجماع میں یہ تصریح ہو یہ کبیرہ ہے یا عظیم ہے۔
یا اس کے متعلق فرمایا ہو کہ
اس کے مرتکب کو عذاب ہوگا یا اس پر حد معلق کی ہو یا اس معصیت کی شدید مذمت کی ہو وہ کبیرہ ہے۔
علامہ الحلیمی نے المنہاج میں لکھا ہے کہ
ہر گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے اور کبھی کسی قرینہ کی بناء پر صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے (مثلاً صغیرہ کا ارتکاب معمولی سمجھ کر کرے اس پر نادم اور تائب ہوئے بغیر دوبارہ صغیرہ کرے اس کو صغیرہ پر اصرار کرتے ہیں اور اگر شامت نفس سے صغیرہ کا ارتکاب کیا نادم ہوا اور اس پر توبہ کر لی پھر دوبارہ شامت نفس سے صغیرہ کر لیا اور اس پر پھر نادم اور تائب ہوا تو یہ تکرار معصیت ہے اصرار نہیں ہے اور اس صورت میں وہ صغیرہ ہی رہے گا بعض علماء نے کہا ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ ہے)
علامہ الحلیمی نے لکھا ہے کہ
کبیرہ کی دو قسمیں ہیں۔

ایک فاحش

اور دوسرا افحش

مثلاً ناحق قتل کرنا کبیرہ ہے لیکن اگر کسی شخص نے اپنی اولاد کو قتل کیا یا باپ دادا کو قتل کیا یا کسی نواسے یا نواسی کو قتل کیا یا حرم میں کیا یا حرمت والے مہینوں میں قتل کیا یا رمضان میں قتل کیا تو یہ کبیرہ فاحشہ ہے اسی طرح زنا کرنا گناہ صغیرہ ہے اور اگر اس نے کی بیوی سے زنا کیا یا کسی رشتہ دار سے زنا کیا یا ماہ رمضان میں یا حرم میں زنا کیا تو یہ کبیرہ فاحشہ ہے۔ اسی طرح شراب پینا کبیرہ اور اگر ماہ رمضان میں دن کے وقت شراب پی یا حرم میں شراب پی یا علی الاعلان شراب پی تو یہ کبیرہ فاحشہ ہے اگر کسی اجنبی عورت رانوں سے لذت حاصل کی تو یہ صغیرہ ہے اور اگر اپنے باپ کی بیوی یا بہو یا کسی نواسی یا بھانجی، بھتیجی کی رانوں سے لذت حاصل کی گناہ کبیرہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

(فتح الباری: ج:14، ص:159 تا 160 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

گناہ کبیرہ وصغیرہ کے متعلق مذاہب

گناہ کبیرہ وصغیرہ کے متعلق مذاہب ہیں۔

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ

بعض گناہ کبائر ہیں اور بعض گناہ صغائر ہیں۔

استاذ ابو اسحاق اسفرائنی نے کہا ہے کہ

گناہوں میں کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے بلکہ ہر جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

اور ان کی دلیل یہ ہے کہ

ہر جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ اس کی جلال ذات کے اعتبار سے گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ

اشاعرہ کہتے ہیں تمام معاصی کبائر ہیں اور بعض معاصی کو صغیرہ ان سے بڑے کبائر کے لحاظ سے کہا جاتا ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا حرام ہے لیکن اس کو زنا کے اعتبار سے صغیرہ کہا جاتا ہے اور ہمارے نزدیک تمام گناہ کبائر ہیں اور مرتکب اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس گناہ کو معاف کر دے اور چاہے تو سزا دے اور کسی گناہ کی مغفرت محال نہیں ہے۔

(فتح الباری: ج:12، ص:14 تا 15 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صحیح قول جمہور کا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم ہو۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ

جس کام کے ارتکاب پر وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے:

لا صغیرۃ مع الاصرار

ترجمہ:- اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا۔

(شرح مسلم: ج:1،ص:141 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔

اس میں ہے کہ

ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:3،ص:116 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

گناہ کبیرہ کی تعداد

گناہ کبیرہ کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک ستر (70) ہیں اور بعض کے نزدیک سات سو (700) ہیں اس کی تصدیق میں روایت موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کبائر سات ہیں۔

اور ان سے ایک روایت ہے کہ

کبائر ستر (70) ہیں۔

اور ایک روایت ہے کہ

کبائر سات سو ہیں۔

(فتح الباری: ج:14،ص:6857 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ محمد بن احمد ذہبی متوفی 748ھ نے الکبائر کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ کے حوالہ جات سے ستر گناہ کبیرہ لکھے ہیں۔ ان کے دلائل کو ترک کر کے صرف ان کبیرہ گناہوں کے عنوانات عرض کرتا ہوں۔

وہ یہ ہیں۔

1- جس کام سے اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منع فرمایا ہو۔

2- قتل ناحق

3- جادو

4-ترک نماز
5-ترک زکوٰۃ
6-بلا عذر رمضان کا روزہ ترک کرنا
7-باوجود قدرت کے حج نہ کرنا۔
8-ماں باپ کی نافرمانی کرنا
9-رشتہ داروں سے ترک تعلق کرنا
10-زنا
11-قوم لوط کا عمل: (یعنی لواطت کرنا)
12-سود کھانا
13-ظلماً یتیم کا مال کھانا
14-اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا
15-میدان جہاد سے بھاگنا
16-سربراہ مسلمین کا عوام پر ظلم کرنا یا عوام کا اس پر ظلم کرنا
17-فخر و تکبر کرنا اور اترانا
18-جھوٹی گواہی دینا
19-شراب پینا
20-جوا کھیلنا
21-مسلمان پاک دامن عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانا
22-مال غنیمت میں خیانت کرنا
23-چوری کرنا
24-ڈاکہ ڈالنا
25-جھوٹی قسم کھانا
26-ظلم کرنا
27-سلطان کے حکم کے بغیر ٹیکس جمع کرنا
28-حرام کھانا یا کسی طریقہ سے بھی حرام کو استعمال کرنا
29-خودکشی کرنا
30-باتوں میں بہ کثرت جھوٹ بولنا

31-ناجائز فیصلے کرنا

32-رشوت لینا

33-عورتوں کا مردوں کی اور مردوں کا عورت کی مشابہت کرنا

34-دیوثی کرنا

35-طلاق دینے کی شرط سے حلالہ کرنا

36-پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا

37-علم کو چھپانا

38-دنیا کے لئے علم دین حاصل کرنا

39-خیانت کرنا

40-احسان جتانا

41-تقدیر کو جھٹلانا

42-لوگوں کو سنانے کے لئے نیک کام کرنا

43-چغلی کرنا

44-ایک دوسرے پر لعنت کرنا

45-عہد شکنی کرنا

46-نجومی کی تصدیق کرنا

47-بیوی کا خاوند کی نافرمانی کرنا

48-تصویر بنانا

49-نوحہ اور ماتم کرنا اپنے آپ کو پیٹنا

50-حاکم کے خلاف بغاوت کرنا

51-کمزور باندیوں، نوکروں اور بیویوں پر تشدد کرنا

52-پڑوسی کو اذیت دینا

53-مسلمانوں کو ایذاء دینا اور ان کو گالی دینا

54-اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اذیت پہنچانا اور ان پر سختی کرنا

55-قدموں کے نیچے گھسٹتے ہوئے کپڑے پہننا یا تکبر سے ٹخنوں کے نیچے کپڑوں کو لٹکانا

56-مردوں کا سونے اور ریشم کا لباس پہننا

57-غلام کا بھاگنا

58-غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا

59-اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے نسب قائم کرنا

60-شرعی جواز کے بغیر جھگڑا کرنا

61-فاضل پانی دینے سے منع کرنا

62-ناپ تول میں کمی کرنا

63-اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا

64-اولیاء اللہ کو اذیت دینا

65-اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا

66-بغیر عذر شرعی کے جماعت کو ترک کرنا

67-بغیر عذر شرعی کے جماعت اور جمعہ کو ترک کرنا

68-دھوکہ اور فریب کرنا

69-مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنا اور ان کو بیان کرنا

70-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو سب وشتم کرنا (یعنی گالیاں دینا)

(الکبائر: دارالغد العربی قاہرہ مصر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

1-سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (المائدہ:72)

2-اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ (یوسف:87)

3-اور والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو جبار اشقیا فرمایا ہے۔

4-اور قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ناحق قتل کرنے والا دوزخ کی سزا کا مستحق ہے۔ (النساء:93)

5-اور یتیم کا مال کھانا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔ اور وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (النساء:10)

6- اور پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ (النور:23)

7- میدان جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور جو شخص اس دن پیٹھ پھیرے گا ماسوا اس کے جو جنگ میں محاذ بدل رہا ہو یا اپنی جماعت کی طرف آ رہا ہو وہ اللہ کے غضب سے لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ (الانفال:16)

8- اور سود کھانا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ (البقرہ:275)

9- اور جادو کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بے شک وہ جانتے ہیں کہ جس نے جادو کو خریدا اس کے لئے آخرت میں (اجر کا) کوئی حصہ نہیں ہے۔ (البقرہ: 102)

10- اور زنا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور جس نے زنا کیا وہ سخت عذاب سے ملاقات کرے گا قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ اس عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہے گا۔ (الفرقان:69 تا 70)

11- اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیتے ہیں ان کے لئے آخرت میں اجر کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (آل عمران:77)

12- اور خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ہر خیانت کرنے والا خیانت کے مال کو قیامت کے دن لے کر حاضر ہوگا۔ (آل عمران:161)

13- اور زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اس دن ان کے مال کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو تپایا جائے گا۔ (التوبہ:35)

14- اور گواہی کو چھپانا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور جو گواہی کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ گار ہے۔ (البقرہ:283)

15- اور خمر (شراب) پینا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

شراب اور جوا اور بتوں کے لئے قربانی کی جگہ اور فال نکالنے کے تیر یہ سب نجس، شیطانی کام ہیں سو ان سے باز رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (المائدہ:90)

16- اور فرض نماز کو عمداً ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے عمداً نماز کو ترک کیا اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہو گیا۔

17- اور عہد شکنی گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور عہد پورا کرو بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل:34)

18- اور رحم کو قطع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کرو اور رحم کے رشتوں کو توڑ ڈالو۔ (محمد:22)

(المعجم الکبیر: ج:12، ص:195 تا 196، رقم الحدیث:13023)

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق پر حرف آخر

اب میں گناہ کبیرہ اور صغیرہ کو دلائل کے ساتھ مفسرین اور دوسرے علماء کے اقوال سے عرض کرتا ہوں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

بعض عرفاء نے کہا ہے کہ

یہ مت سوچو کہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ یہ غور کرو کہ تم کس ذات کی نافرمانی کر رہے ہو اور اس اعتبار سے تمام گناہ کبیرہ ہیں۔

قاضی ابوبکر بن طیب، استاد ابواسحاق اسفرائنی، ابوالمعالی ابونصر عبدالرحیم قشیری وغیرہم کا یہی قول ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ

گناہوں کو اضافی طور پر صغیرہ یا کبیرہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً زنا کفر کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور بوس و کنار زنا کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور کسی گناہ سے اجتناب کی وجہ سے دوسرے گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی بلکہ تمام گناہوں کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء:48)

اللہ شرک کے گناہ کو نہیں بخشے گا اور شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔

اور یہ جو قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (النساء:31)

اس آیت میں کبائر سے مراد انواع کفر ہیں یعنی اگر تمام انواع کفر سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا۔

نیز صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق مارا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر دوزخ واجب کر دے گا اور اس پر جنت حرام کر دے گا۔

ایک شخص نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہر چند کہ (اس شخص کا حق) تھوڑی سی چیز ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر چند کہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو! پس معمولی معصیت پر بھی ایسی شدید وعید ہے جیسی بڑی معصیت پر وعید ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ

جن چیزوں سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب کے ذکر پر ختم کیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سورہ نساء کی تینتیس (33) آیتوں میں جن چیزوں سے منع کیا ہے۔

اور پھر ارشاد فرمایا ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ

وہ سب کبیرہ گناہ ہیں۔

طاؤس نے کہا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ کیا کبائر سات (7) ہیں۔
ارشاد فرمایا:
یہ ستر کے قریب ہیں۔
اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا:
کیا کبائر سات ہیں۔
ارشاد فرمایا:
یہ سات سو کے قریب ہیں۔ البتہ استغفار کے بعد کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے)
گناہ کبیرہ کی تعداد اور ان کے حصر میں علماء کرام کا اختلاف ہے کیونکہ ان میں آثار مختلف ہیں۔
میں یہ کہتا ہوں کہ
گناہ کبیرہ کے متعلق صحیح اور حسن بکثرت احادیث ہیں اور ان سے حصر مقصود نہیں ہے البتہ بعض گناہ بعض دوسرے گناہ سے زیادہ بڑے ہیں اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہو سکتی اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تکذیب ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ
ترجمہ:- میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (یوسف:87)
ترجمہ:- میری رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا۔
اس کے بعد تیسرا درجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر تکیہ کر کے بے خوفی سے گناہ کرے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف:99)
"کیا یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں! تو اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں۔"
اس کے بعد چوتھے درجے پر قتل سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کے بعد لواطت ہے پھر زنا ہے پھر شراب نوشی ہے پھر

اور اذان کا ترک کرنا ہے پھر جھوٹی گواہی دینا ہے اور ہر وہ گناہ جس پر عذاب شدید کی وعید ہے یا اس کا ضرر عظیم ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:5،ص:159 تا 161 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

گناہ صغیرہ اور کبیرہ دو قسم کے ہیں۔

استاد ابو اسحاق نے کہا ہے کہ

کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہوتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

گناہ کبیرہ کی چار تعریفیں ہیں۔

1-جس معصیت پر حد واجب ہوتی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔

2-جس معصیت پر کتاب اور سنت میں وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

3-امام نے ارشاد میں لکھا ہے کہ

جس گناہ کو لاپرواہی کے ساتھ کیا گیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

4-جس کام کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہو یا جس کام کی جنس میں قتل وغیرہ کی سزا ہو یا جو کام علی الفور فرض ہو اس کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ نووی نے دوسری تعریف کو ترجیح دی ہے۔

پھر علامہ نووی لکھتے ہیں کہ

یہ گناہ کبیرہ کی منضبط تعریفات ہیں۔

بعض علماء کرام نے گناہ کبیرہ کو تفصیلاً شمار بھی کیا ہے۔

ان کی تفصیل یہ ہے۔

1-قتل

2-زنا

3-لواطت

4-شراب پینا

5-چوری

6-قذف (تہمت لگانا)

7-جھوٹی گواہی دینا

8-مال غصب کرنا

9-میدان جنگ سے بھاگنا

10-سود کھانا

11-مال یتیم کھانا

12-والدین کی نافرمانی کرنا

13-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھنا

14-بلا عذر شہادت کو چھپانا

15-رمضان میں بلا عذر روزہ نہ رکھنا

16-جھوٹی قسم کھانا

17-قطع رحم کرنا

18-ناپ اور تول میں خیانت کرنا

19-نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا

20-بلا عذر نماز کو قضاء کرنا

21-مسلمان کو ناحق مارنا

22-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناحق مارنا

23-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنا

24-رشوت لینا

25-دیوثی (فاحشہ عورت کے لئے گاہک لانا)

26-حاکم کے پاس چغلی کھانا

27-زکوٰۃ نہ دینا

28-نیکی کا حکم نہ دینا

29-باوجود قدرت کے برائی سے نہ روکنا

30-قرآن مجید بھلانا

31-حیوان کو جلانا

32-عورت کا بلا سبب خاوند کے پاس نہ جانا

33-اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا

34-اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا

35-علماء کرام کی توہین کرنا

36-ظہار

37-بلا عذر خنزیر یا مردار کا گوشت کھانا

38-جادو کرنا

39-حالت حیض میں وطی کرنا

40-اور چغلی کھانا

یہ سب کبیرہ گناہ ہیں۔

پھر علامہ نووی نے گناہ صغیرہ میں ان گناہوں کو تحریر کیا ہے۔

1-اجنبی عورت کو دیکھنا

2-غیبت کرنا

3-ایسا جھوٹ جس کی حد ہے نہ ضرر

4-لوگوں کے گھروں میں جھانکنا

5-تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع تعلق کرنا

6-زیادہ لڑائی جھگڑا کرنا اگر چہ حق پر ہو

7-غیبت پر سکوت کرنا

8-مردہ پر بین کرنا

9-مصیبت میں گریبان چاک کرنا اور چلانا

10-اترا اترا کر چلنا

11-فاسقوں سے دوستی رکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا

12-اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا

13-مسجد میں خرید و فروخت کرنا

14-بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانا

15-جس شخص کو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں اس کا امام بننا

16-نماز میں عبث کام کرنا

17-جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا

18-قبلہ رخ بول و براز کرنا

19-عام راستہ پر بول و براز کرنا

20-جس شخص کو غلبہ شہوت کا خطرہ ہو اس کا روزہ میں بوسہ لینا

21-صوم وصال رکھنا

22-استمناء (یعنی ہاتھ سے منی نکالنا)
23-بغیر جماع کے اجنبیہ سے مباشرت کرنا (یعنی بوس وکنار اور بغل گیر ہونا)
24-بغیر کفارے کے مظاہر کا اپنی عورت سے جماع کرنا
25-اجنبی عورت سے خلوت کرنا
26-عورت کا بغیر محرم اور خاوند کے سفر کرنا یا بغیر ثقہ عورتوں کے سفر کرنا
(یہ مذہب شافعی کے ساتھ خاص ہے)
27-بخش
28-احتکار (غلہ روک لینا)
29-مسلمان کی بیع پر بیع کرنا
30-اسی طرح مسلمان کی قیمت پر قیمت لگانا اور منگنی پر منگنی کرنا
31-شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا
32-دیہاتی قافلہ سے بیع کے لئے ملاقات کرنا
33-تصریہ (بیع کے لئے تھنوں میں دودھ روک لینا)
34-بغیر عیب بیان کیے ہوئے عیب دار چیز کو فروخت کرنا
35-بلاضرورت کتا رکھنا
36-مسلمان کا کافر کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کو فروخت کرنا
37-بلاضرورت نجاست کو بدن پر لگانا اور بلاضرورت خلوت میں اپنی شرم گاہ کھولنا

عدالت (نیکی چلنی) میں صغائر سے بالکل اجتناب کرنا شرط نہیں ہے لیکن صغیرہ پر اصرار یعنی بلا توبہ بار بار صغیرہ کا ار[illegible] کرنا صغیرہ گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے۔

(روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین: ج:12، ص:222 تا 225 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ شمس الدین مقدسی محمد بن مفلح حنبلی متوفی 763ھ لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر حد ہو یا اس پر وعید ہو یا اس پر غضب ہو یا لعنت ہو یا اس فعل کے مرتکب سے ایمان [illegible] گئی ہو جس طرح حدیث میں ہے۔

''جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

یعنی یہ وہ کام ہے جو ہمارے احکام میں سے نہیں ہے یا ہمارے اخلاق میں سے نہیں ہے یا ہماری سنت میں سے نہیں

اور فصول اور غنیۃ اور مستوعب میں ہے کہ

غیبت اور چغلی صغائر میں سے ہے۔

اور قاضی نے معتمد میں کہا ہے کہ

کبیرہ وہ ہے جس کا عتاب زیادہ ہو اور صغیرہ وہ ہے جس کا عتاب کم ہو۔
ابن حامد نے کہا ہے کہ
صغائر خواہ کسی نوع کے ہوں وہ تکرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں۔
اور ہمارے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ
تکرار سے صغیرہ کبیرہ نہیں ہوتا جیسا کہ جو امور غیر کفر ہوں وہ تکرار سے کفر نہیں ہوتے۔
(کتاب الفروع: ج:6، ص:564 تا 565 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)
علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی متوفی 1046ھ لکھتے ہیں:
گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر دنیا میں حد ہو اور آخرت میں وعید ہو جیسا کہ سود کھانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔
اور شیخ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ
جس فعل پر غضب ہو یا لعنت ہو یا اس فعل کے مرتکب سے ایمان کی نفی ہو جھوٹ بولنا گناہ صغیرہ ہے بشرطیکہ اس پر دوام اور اصرار نہ ہو البتہ جھوٹی گواہ دینا، نبی پر جھوٹ باندھنا یا کسی پر جھوٹی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے اور صلح کرانے کے لئے، بیوی کو راضی کرنے کے لئے اور جنگی چال کے لئے جھوٹ بولنا مباح ہے۔
علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ
ہر وہ نیک مقصد جو جھوٹ کے بغیر حاصل نہ کیا جا سکتا ہو اس کے لئے جھوٹی بولنا مباح ہے۔
غیبت میں اختلاف ہے۔
علامہ قرطبی نے اس کو کبائر (گناہ) میں شمار کیا ہے۔
اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ
صغیرہ گناہ ہے۔
صاحب الفصول، صاحب الغنیہ اور صاحب المستوعب کی یہی تحقیق ہے۔
امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
مسلمان شخص کی عزت پر ناحق ظلم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔
اور پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔
اللہ تعالی کی ذات اور صفات کے متعلق بلا علم کچھ کہنا گناہ کبیرہ ہے۔
ضرورت کے وقت علم چھپانا گناہ کبیرہ ہے۔
فخر اور غرور کے لئے علم حاصل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
جاندار کی تصویر بنانا گناہ کبیرہ ہے۔
کاہن اور نجومی کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
غیر اللہ کو سجدہ کرنا

بدعت کی دعوت دینا

خیانت کرنا

بدفالی نکالنا

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا

وصیت میں زیادتی کرنا

شراب بیچنا

سودی معاملہ لکھنا

اور سود پر گواہی دینا گناہ کبیرہ ہیں۔

دو چہروں والا ہونا یعنی بظاہر دوستی رکھنا اور باطن دشمنی رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔

خود کو کسی اور نسب کی منسوب کرنا

جانور سے بدفعلی کرنا

بلا عذر جمعہ ترک کرنا

نشہ آور اشیاء استعمال کرنا

نیکی کر کے احسان جتلانا

لوگوں کی مرضی کے بغیر ان کی باتیں کان لگا کر سننا

کسی پر بلا استحقاق لعنت کرنا

غیر اللہ کی قسم کھانا یہ تمام امور گناہ کبیرہ ہیں۔

اور جو مسائل اجتہادیہ ہیں ان کو کسی مجتہد کی اتباع میں کرنا معصیت نہیں ہے۔

مثال کے طور پر

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک بغیر گواہوں کے نکاح جائز ہے اور باقی آئمہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ علامہ بھوتی حنبلی کے ذکر کردہ کبیرہ گناہوں میں سے ہم نے ان گناہوں کو حذف کر دیا جن کو اس سے پہلے ہم علامہ نووی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(کشاف القناع: ج:6،ص:419 تا 422 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

توبہ کے بعد دوبارہ گناہ کرنا کیسا ہے

توبہ کے بعد دوبارہ گناہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس نے استغفار کو ختم کر دیا اور گناہ کی جرأت کی اور توبہ کو کھیل اور مشغلہ بنا دیا

علامہ السنوسی مالکی متوفی 895ھ لکھتے ہیں کہ

جب اس نے دوبارہ گناہ کیا تو وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے پہلے استغفار کو ختم کر دیا۔

اور یہ بالکل واضح ہے کہ:
گناہ پر اصرار کرنے کے باوجود اس گناہ پر استغفار کرنا بجائے خود معصیت ہے کیونکہ یہ استغفار اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے توبہ کو کھیل اور مشغلہ بنالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کر رہا ہے اور اس سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ اس گناہ کو اس کے لئے مباح کردے۔

(اکمال اکمال المعلم مع مکمل اکمال الاکمال: ج:9،ص:170 تا 171 مطبوعہ دارالکتب بیروت)

میں کہتا ہوں کہ
اس عبارت کا محمل یہ ہے کہ جب آدمی کو دوبارہ گناہ کرتے وقت یہ یاد ہو کہ وہ اس گناہ سے پہلے توبہ کر چکا ہے لیکن وہ اس سے ممانعت کو غیر اہم اور معمولی سمجھ کر پھر دوبارہ وہ گناہ کرے، اور یہ سوچے کہ اگر دوبارہ گناہ کر بھی لیا تو کیا ہوا پھر توبہ کر لیں گے ایسی توبہ ہے جو کھیل اور مشغلہ کے مشابہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کے مترادف ہے اور حدیث مبارکہ میں یہ صورت نہیں ہے بلکہ حدیث مبارکہ میں یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے کسی گناہ کے ارتکاب کے بعد اخلاص کے ساتھ پکی توبہ کی شامت نفس، اغواء شیطان اور نفسانیت کے غلبہ سے اس نے پھر وہی گناہ کر لیا پھر اس کے بعد وہ نادم ہوا اور تائب ہوا اور پکی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا خواہ وہ بار بار گناہ میں مبتلا ہو اور بار بار توبہ کرتا رہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
اگر وہ سو یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ بار گناہ کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے اور اگر تمام گناہوں سے ایک ہی بار توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔

(صحیح مسلم مع الشرح النووی: ج:11،ص:6881 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

بار بار گناہوں کو بخشنا

بندہ جس قدر گناہ کرے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر وہ بندہ دوبارہ گناہ کر بیٹھے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے حتیٰ کہ بندہ گناہ کرتا رہتا ہے اور بار بار توبہ کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے بار بار گناہ معاف فرماتا رہتا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
غفار کا معنیٰ جو بار بار بندہ کے گناہوں کو بخش دے۔ جب بندہ کے گناہ بہت زیادہ ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ غفر کا لغوی معنیٰ ہے ستر کرنا چھپانا پس غفار وہ ہے جو اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپالے اور اپنے کرم سے ان کو بے انڈیل دے۔

(زادالمسیر: ج:5،ص:311 تا 312 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اور حدیث مبارکہ میں ہے:
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
میرا بندہ کوئی گناہ کرتا ہے۔
پھر کہتا ہے کہ
اے اللہ عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے۔
تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
میرے بندے نے گناہ کیا اور اس کا یقین ہے کہ اس کا رب عزوجل جو گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ گناہوں پر گرفت بھی فرماتا ہے وہ پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے۔
اور کہتا ہے کہ
اے رب عزوجل میرے گناہ کو بخش دے۔
پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
میرے بندے نے گناہ کیا اور اس کا یقین ہے کہ اس کا رب عزوجل ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ گناہوں پر گرفت بھی فرماتا ہے وہ پھر گناہ کرتا ہے۔
اور کہتا ہے کہ
اے میرے رب عزوجل! میرے گناہ کو بخش دے۔
تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
میرے نے گناہ کیا اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب عزوجل ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور گناہوں پر گرفت بھی فرماتا ہے تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھ کو بخش دیا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 7507، صحیح مسلم: رقم الحدیث 2758)

اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ معاف فرمانا

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ معاف فرماتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ٥ (طٰہٰ:82)
''اور بے شک میں اس کو ضرور بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے۔ ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر جم جاتا ہے۔''
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی صفت غافر، غفور اور غفار سے کی ہے۔
غَافِرِ الذَّنْبِ (المومن:3)

گناہوں کو بخشنے والا۔
اور غفور اور غفار مبالغ کے صیغے ہیں۔
وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ (الکہف:58)
آپ کا رب بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ رحمت والا ہے۔
وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ (طٰہٰ:82)
اور جو توبہ کرے میں اس کو بہت زیادہ بخشنے والا ہوں۔
اور اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال میں غفر اور یغفر ماضی اور مستقبل کے صیغے استعمال فرماتے ہیں اور مغفرت کا ذکر فرمایا ہے۔
مغفرت کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے۔
وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ (الرعد:6)
اور بے شک آپ کا رب ضرور لوگوں کی مغفرت کرنے والا ہے۔
اور غفر کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے۔
حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا:
فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ (ص:25)
سو ہم نے ان کا یہ کام معاف فرما دیا۔
اور یغفر کا ذکر اس آیت میں ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ (الزمر:53)
بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔
پہلا ماضی اور دوسرا مستقبل کا صیغہ ہے۔
انسان کے گناہ صغیرہ ہوتے ہیں یا کبیرہ، صغیرہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف فرما دیتا

قرآن مجید میں ہے:
اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (النساء:31)
اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔
نیز صغیرہ گناہوں کو نیک اعمال کرنے کی وجہ سے بھی معاف فرما دیتا ہے۔
اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (ھود:114)
بے شک نیک اعمال گناہوں کو دور کر دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ اولیٰ اور مستحب کا ترک اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب سرے سے گناہ ہی نہیں ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کو اللہ تعالیٰ توبہ سے بھی معاف فرماتا ہے۔

جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے۔

بے شک میں اس کو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے ایمان لاتا ہے نیک عمل کرتا ہے پھر ہدایت پر جم جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ (الشوریٰ:25)

بے شک آپ کا رب لوگوں کے گناہوں کے باوجود ان کو ضرور بخشنے والا ہے۔

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

پانچ وقت کی نماز سے گناہوں کا معاف ہونا

پانچ وقت کی نماز سے گناہوں کے معاف ہونے کے متعلق آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود:114)

اور دن کی دونوں طرفین میں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت کو قبول کرنے والے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد اور مجاہد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ

دن کے دو طرفوں سے مراد فجر اور ظہر اور عصر ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور ابن زید رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

دن کی دو طرفوں سے مراد فجر اور مغرب ہیں۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس سے مراد فجر اور عصر ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہ ہی قول ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان اقوال میں اولیٰ یہ ہے کہ دن کی دو طرفوں سے مراد فجر اور مغرب کو لیا جائے۔

جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ
اس پر سب کا اجماع ہے کہ دن کی دو طرفوں میں سے ایک فجر ہے اور یہ نماز طلوع آفتاب سے پہلے پڑھی جاتی ہے تو پھر دن کی دوسری طرف مغرب ہونی چاہئے کیونکہ مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:167 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
دن کی دو طرفوں کے متعلق اقوال ہیں اور ان میں صحت کے زیادہ قریب قول یہ ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں کیونکہ دن کی دو طرفوں میں سے ایک طرف طلوع شمس ہے اور دوسری طرف غروب شمس ہے۔ پس طرف اول فجر کی نماز ہے اور طرف ثانی سے مغرب کی نماز مراد لینا جائز نہیں کیونکہ وہ زلفا من اللیل (ابتدائی رات کے کچھ حصے) میں داخل ہے۔ پس واجب ہے کہ طرف ثانی سے مراد عصر کی نماز ہو اور جب یہ بات واضح ہوگئی تو یہ آیت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی دلیل ہے کہ فجر کو روشن کر کے نماز پڑھنا افضل ہے (فجر کے ابتدائی وقت میں اندھیرا ہوتا ہے اور اس کو مؤخر کیا جائے حتیٰ کہ سفیدی اور روشنی پھیل جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک فجر کے ابتدائی وقت میں جب اندھیرا ہوتا ہے نماز پڑھنا افضل ہے)

اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ
عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز کو دن کی دو طرفوں میں پڑھنا واجب ہے اور دن کی دو طرفیں طلوع شمس کا اول وقت ہے اور اسی طرح غروب شمس کا اول وقت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ ان وقتوں میں بغیر ضرورت شرعیہ کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس آیت کے ظاہر پر عمل کرنا بہت مشکل ہے لہٰذا اس آیت کو مجاز پر محمول کرنا واجب ہے۔ اس لیے اب اس آیت کا معنیٰ اس طرح ہوا کہ نماز کو اس وقت ادا کیجئے جو دن کی دو طرفوں کے قریب ہے کیونکہ کسی چیز کے قریب پر بھی اس چیز کا اطلاق کر دیا جاتا ہے لہٰذا صبح کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو طلوع شمس کے قریب ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سفیدی اور روشنی ہوتی ہے کیونکہ اندھیرے وقت بہ نسبت سفیدی کا وقت طلوع شمس کے زیادہ قریب ہے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جو غروب شمس کے قریب ہے اور یہ وہ وقت ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل چکا ہوتا ہے اور ایک مثل سایہ کی بہ نسبت دو مثل سایہ کا وقت غروب شمس کے زیادہ قریب ہے اور مجاز حقیقت کے جتنا زیادہ قریب ہو اس پر لفظ کو محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا ظاہر ان دونوں مسئلوں میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ کے مذہب کی تقویت اور تائید کرتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

و زلفا من اللیل

اور زلف جمع کا صیغہ ہے سو اس کا معنیٰ ہے رات کے تین قریبی اوقات کیونکہ کم از کم جمع کا اطلاع تین پر ہوتا ہے اور ایک مغرب کے لئے ہے اور دوسرا وقت عشاء کے لئے ہے تو پھر تیسرا وقت وتر کے لئے ہونا چاہئے اور اس سے یہ ماننا پڑے گا

کہ وتر کی نماز واجب ہے اور یہ بھی امام ابوحنیفہ کے قول کی تائید کرتا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:408 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کے بعد اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت محمد بن کعب قرظی

حضرت مجاہد

حضرت حسن

حضرت عبداللہ بن مسعود

حضرت سلمان فارسی

اور حضرت مسروق رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ

ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں۔ یہ پانچ نمازیں گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح پانی میل کو مٹا دیتا ہے اور دھو ڈالتا ہے۔

(جامع البیان: جز:12، ص:171 تا 172 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کثیر احادیث مبارکہ ایسی ہیں جن میں پانچ وقت نماز پڑھنے سے گناہوں کی مغفرت کی بشارت ہے۔ چند ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز دن میں پانچ بار غسل کرتا ہو تو تم کیا کہتے ہو۔ کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

اس کے بدن پر میل باقی نہیں رہے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے اللہ تعالٰی ان کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:528)

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:667)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان فرماتے ہیں کہ

انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا پھر اس میں سے تین مرتبہ پانی انڈیل کر اپنے ہاتھوں کو دھویا۔پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈال کر پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔پھر تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا، پھر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر تین مرتبہ اپنے پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔
پھر کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے میرے اس وضو کی مثل وضو کیا پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی کہ اس نماز میں اس نے اپنے آپ سے باتیں نہیں کیں (دل میں از خود خیال آنا ممنوع نہیں ہے ممنوع یہ ہے کہ انسان خود دنیاوی باتوں کو سوچنا اور ان میں غور وفکر کرنا شروع کر دے) تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 159)(صحیح مسلم: رقم الحدیث 226)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔پس ایک شخص آیا۔
اور اس نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے حد کا ارتکاب کر لیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد جاری فرمائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔پھر نماز کا وقت آ گیا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کھڑا ہوا۔
اور کہنے لگا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک حد کا ارتکاب کیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ فرمایئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:
کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟
اس نے کہا:
جی پڑھی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ یا ارشاد فرمایا تمہاری حد کو معاف فرما دیا ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث 6823، صحیح مسلم: رقم الحدیث 2764)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ایک شاخ پکڑ کر زور زور سے ہلانا شروع کیا حتیٰ کہ اس کے پتے جھڑنے لگے۔

پھر کہا۔

اے ابو عثمان (رضی اللہ عنہ)! تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں؟

میں نے کہا:

آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا:

جب مسلمان وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر پانچ نمازیں پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح یہ پتے جھڑ رہے ہیں اور پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود:114)

اور دن کی دونوں طرفوں اور (ابتدائی) رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھیے بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔

(مسند احمد: رقم الحدیث 24108)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس واقعہ کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ (ھود:114)

اس شخص نے پوچھا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ حکم میری تمام امت کے لئے ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 526، صحیح مسلم: رقم الحدیث 2763)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔

اور اس نے کہا:

میں نے مدینہ منورہ کے ایک سرے پر ایک عورت کو گرالیا اور میں نے جماع کے سوا اس سے سب کچھ کرلیا اور اب میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے فیصلہ فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ رکھ لیا تھا کاش تو بھی اپنا پردہ رکھتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شخص چلا گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اس پر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود:114)

قوم میں سے ایک شخص نے کہا:

کیا یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! یہ حکم تمام لوگوں کے لئے ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث 6763)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا۔

اور اس نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بتایئے کہ ایک آدمی ایک عورت سے ملا ان کے درمیان جان پہچان نہیں تھی اور ایک مرد ایک عورت کے ساتھ جماع کے علاوہ جو کچھ کرسکتا ہے وہ اس نے کرلیا۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الایة (ھود:114)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ وضو کرکے نماز پڑھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے یا تمام مومنین کے لئے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ حکم تمام مومنین کے لئے ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث 3113)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میرے پاس ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لئے آئی۔
میں نے اس سے کہا:
اس سے زیادہ اچھی کھجوریں میرے گھر میں ہیں۔ پھر میں نے اس سے نفسانی خواہش کا قصد کیا اور اس کا بوسہ لے لیا
پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔
انہوں نے فرمایا:
تم اپنے اوپر پردہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا لیکن مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔
انہوں نے (بھی) فرمایا:
توبہ کرو اور کسی کو نہ بتاؤ۔
مجھ سے پھر صبر نہ ہوسکا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:
کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی غازی کے گھر والوں کی اس کی غیر موجودگی میں خبر گیری کی ہے؟
میں نے کہا:
نہیں!
(امام ابن جریر کی روایت میں ہے کہ پھر پوچھا کیا تم نے کسی غازی کو جہاد کا سامان مہیا کیا ہے میں نے کہا نہیں)
حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس وقت اسلام لایا ہوتا اور میں نے یہ گمان کیا کہ میں دوزخیوں میں سے ہوں۔
راوی نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔
وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الاية (ھود:114)
حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آیت اس کے ساتھ خاص ہے یا تمام لوگوں کے لئے عام ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔
ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ پانچ وقت کی نماز بندے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

دیگر عبادات سے گناہوں کا معاف ہونا

نماز کے علاوہ دیگر عبادات بھی گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔اس بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں مگر میں رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے چند عرض کرتا ہوں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام فرمایا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:35، صحیح مسلم: رقم الحدیث:760)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:38)(صحیح مسلم: رقم الحدیث:76)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:37، صحیح مسلم: رقم الحدیث:759)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے حج کیا۔اس نے دوران حج نہ جماع کیا نہ جماع کی باتیں کیں نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج کر کے اس طرح لوٹے گا جس طرح اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1521)(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1350)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہیں۔
ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بتلائیے! اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں! اگر تم اس حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ کہ تم صبر کرنے والے ہو۔
ثواب کی نیت کرنے والے ہو۔
آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو۔
اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم نے کیا کہا تھا۔
انہوں نے عرض کیا:
یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں!
بشرطیکہ تم صبر کرنے والے ہو۔
ثواب کی نیت کرنے والے ہو۔
آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو۔
اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو (تو تب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے)
ماسوا قرض کے، یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے ابھی کہا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث 1885) (سنن ترمذی: رقم الحدیث 1712)
ایک اور روایت میں ہے۔
ابن شماسہ بیان فرماتے ہیں کہ
ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اس وقت وہ موت کے قریب تھے اور رو رہے تھے۔
انہوں نے کہا:
جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈالا تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عمرو! کیا ہوا؟
میں نے عرض کیا:
میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ شرط لگاؤں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا:
تم کیا شرط عائد کرتے ہو؟
میں نے عرض کیا:
میری مغفرت کردی جائے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم کو معلوم نہیں۔اے عمرو! اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 121)
ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ دیگر عبادات بھی گناہوں کو مٹا دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا خاص قرب عطا کرتی ہیں۔
میں نے صرف اپنے دعویٰ کی دلیل کے لئے یہ احادیث مبارکہ عرض کی ہیں ورنہ متعدد احادیث مبارکہ گناہوں کے مٹانے پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر میں ان کو نقل کروں تو کئی صفحات بڑھ جائیں گے اور یہ موضوع طویل ہو جائے گا۔

ظاہری اور پوشیدہ گناہ کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور پوشیدہ گناہ سے منع فرمایا ہے اور جو لوگ اس طرح گناہ کرتے ہیں تو ان کے بارے سخت سزا دینے کی وعید ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ۝
(الانعام: 120)
اور کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ چھوڑ دو بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو عنقریب ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی۔
قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بھی ظاہری اور خفی گناہوں سے منع فرمایا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ (الانعام: 151)
اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ جو ان میں سے ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ۔

حضرت ضحاک نے روایت کیا ہے کہ

زمانہ جاہلیت میں جولوگ چھپ کرزنا کرتے تھے اس کووہ حلال کہتے تھے۔

اور عدی نے بیان کیا ہے کہ

جولوگ بدکار عورتوں کی دکانوں پر جا کرزنا کرتے تھے اس کو برا جانتے تھے۔

اور سعید بن جبیر نے کہا:

ظاہری گناہ ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنا تھا اور باطنی گناہ کرنا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گناہوں کی ممانعت کردی۔

(جامع البیان: جز:8،ص:20 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ظاہر گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو اعلانیہ اور کھلم کھلا کیے جائیں اور پوشیدہ گناہوں سے مراد وہ گناہ ہیں جو چھپ کر کیے جائیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ

ظاہری گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو ظاہری اعضاء سے کیے جائیں اور پوشیدہ گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو دل سے کیے جائیں۔

مثال کے طور پر

تکبر

حسد

خود پسندی

مسلمانوں کا برا چاہنا

حرام کاموں کا ارادہ کرنا

بدگمانی کرنا

بے حیائی کے کاموں سے محبت کرنا

بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

صرف اعضاء کی معصیت پر مواخذہ ہوتا ہے اور دل کے برے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے مردود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(النور:19)

بے شک جولوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک

عذاب ہے۔
اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے اندر بے حیائی کی بات پھیلنے کے پسند کرنے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے اور یہ پسند کرنا دل کا فعل ہے۔
حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کے لئے جانے لگا تو میری ملاقات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔
انہوں نے پوچھا:
تم کہاں جا رہے ہو۔
میں نے کہا:
میں اس شخص کی مدد کروں گا۔
انہوں نے کہا:
لوٹ جاؤ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جب دو مسلمان تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو قاتل ہے مقتول کا کیا قصور ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے پر حریص تھا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 31)
اس حدیث مبارکہ میں کسی مسلمان کو قتل کرنے کی حرص پر عذاب کی وعید ہے اور یہ حرص دل کا فعل ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
ایک شخص نے کہا:
ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں۔ اس کی جوتی اچھی ہو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 259)
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2086)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو۔
دشمنی نہ رکھو۔
بغض نہ رکھو۔
حسد نہ کرو۔
اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ج:3، رقم الحدیث 1942)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ظاہری اور پوشیدہ گناہوں سے منع فرمایا گیا ہے اور احادیث مبارکہ میں جن افعال کی مذمت کی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر دال ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہیں لہٰذا گناہ تو گناہ ہی ہے اگرچہ وہ ظاہر طور پر کیا جائے یا پوشیدہ طور پر کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اور عذاب کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم!

ہر گناہ پر سزا

ہر گناہ پر سزا کے متعلق آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء:123)
جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی۔
☆ جس نے بھی کوئی برا کام کیا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور برا کام عام ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ گناہ ہو۔
اس آیت مبارکہ کی دو تفسیریں ہیں:
ایک تفسیر یہ ہے کہ
یہ آیت مسلمانوں کے گناہوں کے متعلق ہے۔
اس تقدیر پر یہ اشکال ہے کہ اگر ہر گناہ کی سزا ملے تو پھر مسلمانوں کی نجات بہت مشکل ہوگی۔ اس اشکال کے حسب جوابات ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ

مسلمانوں پر دنیا میں جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب یہ آیت مبارکہ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت کریمہ بہت دشوار ہوئی اور ان کو بہت تشویش لاحق ہوئی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نیک عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو، مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ اس (کے گناہوں) کا کفارہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ بھی اس کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے۔

(مسند احمد: ج:3، رقم الحدیث 7390)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے عرض کیا:

یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس آیت کے بعد کس طرح بہتری ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

کون سی آیت کے بعد

عرض کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

نہ تمہاری آرزوؤں کے مطابق ہوگا نہ اہل کتاب کی خواہشوں کے مطابق ہوگا جو بھی برا کام کرے گا اس کو اس کی سزا دی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم بیمار نہیں ہوتے؟

کیا تم غمگین نہیں ہوتے؟

کیا تم کو مصیبت نہیں پہنچتی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری برائیوں کی یہی سزا ہو جاتی ہے۔

(مسند احمد: ج:1، رقم الحدیث:71)

دوسرا جواب یہ ہے کہ

گناہ کبیرہ سے اجتناب کی وجہ سے بھی گناہ مٹ جاتے ہیں اور نیک کاموں کی وجہ سے بھی برے کام مٹا دیئے جاتے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ (النساء:31)

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہے جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے اور تم کو عزت کی جگہ داخل کر دیں گے۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط (ہود:114)

بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

وضو کرنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ایک نماز جمعہ سے دوسری نماز جمعہ کے درمیان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں،عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک پچھلے اور ایک اگلے سال کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور حج کرنے سے ساری عمر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

جب مسلمان اپنے گناہوں پر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ (الشوریٰ:25)

وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو انبیاء کرام علیہم السلام،ملائکہ عظام علیہم السلام،اولیاء کرام،علماء کرام، شہداء کرام اور نیک اولاد کی شفاعت کی وجہ سے معاف فرما دے گا۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو اپنے فضل محض سے بھی معاف فرمائے گا۔

قرآن مجید میں بہت سے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ

وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

صفوان بن محرز مازنی سے روایت ہے کہ

ایک دن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے جا رہا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا۔

اور پوچھا:

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نجوی (سرگوشی کرنا) کی کیا تفسیر سنی ہے؟

انہوں نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کر کے اس کے اوپر (اپنی رحمت کا) پردہ رکھ دے گا اور اس کو چھپالے گا۔

اور ارشاد فرمائے گا کہ

تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟

کیا تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟

وہ عرض کرے گا۔

ہاں! اے میرے رب عزوجل!

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس کے تمام گناہوں کا اقرار کرالے گا اور وہ شخص یہ سمجھے گا کہ وہ اب ہلاک ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

میں نے دنیا میں تیرا پردہ رکھا تھا اور آج میں تجھے بخش دوں گا پھر اس کو اس کی نیکیوں کی کتاب دی جائے گی اور رہے کافر اور منافق تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے فرمائے گا ان لوگوں نے اپنے رب عزوجل کی تکذیب کی۔

خوب سن لو!

ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2441

صحیح مسلم: رقم الحدیث 2768)

گناہ پر اصرار کرنا

گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ

استغفار کے ساتھ گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں رہتا (یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے)

(الجامع الاحکام القرآن: ج:5، ص:159 مطبوعہ ایران)

اصرار کے ساتھ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اس پر یہ حدیث صراحتاً دلالت کرتی ہے۔

علامہ آلوسی امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت ہے کہ

جس گناہ پر اصرار کرے (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرے) وہ گناہ کبیرہ ہے اور جب بندہ کسی گناہ پر توبہ کر لے تو وہ گناہ کبیرہ

[illegible] ہے۔

(روح المعانی: ج:4، ص:62 مطبوعہ بیروت)

اگر گناہ صغیرہ کرنے کے بعد انسان نادم ہو اور اس پر استغفار کرلے اور پھر دوبارہ شامت نفس سے وہ صغیرہ گناہ کرلے اصرار نہیں ہے تکرار ہے اور گناہ صغیرہ کرنے کے بعد نادم اور تائب نہ ہو اور بلا جھجک اس گناہ کا اعادہ کرے تو پھر یہ اصرار ہے یہ کبیرہ اس وجہ سے ہو گیا کہ اس نے اس گناہ کو معمولی سمجھا اور بے وقعتی گناہ کبیرہ ہے جبکہ شریعت کی توہین کفر ہے، فرض واجب تو دور کی بات ہے جو فعل مسنون ہو اس کی تخفیف اور بے وقعتی بھی گناہ کبیرہ ہے اور اس کی توہین کرنا کفر ہے۔ العیاذ باللہ۔

اس بحث کو لکھتے وقت میں نے اس سوال پر غور کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ قرآن و حدیث میں معصیت پر اصرار کرنے کو کبیرہ قرار دیا ہے خواہ وہ کسی درجہ کی معصیت ہو معصیت پر نفس اصرار گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ قف وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۛ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ○ (آل عمران 135،136)

''اور جب وہ لوگ بے حیائی کا کام یا اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ لوگ جان بوجھ کر اپنے کئے (یعنی گناہوں) پر اصرار نہ کریں۔ ایسے لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ جنات ہیں جن کے نیچے دریا جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور (نیک) کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اخروی انعامات کو عدم اصرار معصیت پر مرتب فرمایا ہے اس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ معصیت پر اصرار کرنا اخروی عذاب کو مستلزم ہے اور اس سے بھی زیادہ صریح یہ آیت ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ○ (المائدہ:95)

''جو ہو چکا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور جس نے دوبارہ یہ کام کیا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ بڑا غالب ہے بدلہ لینے والا۔''

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اصرار پر وعید فرمائی ہے اور وعید گناہ کبیرہ پر ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کے لئے عذاب ہو جو اپنے کئے ہوئے (گناہ) پر جان بوجھ کر اصرار کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے (گناہ) پر استغفار کرلیا تو یہ اس کا اصرار نہیں ہے خواہ وہ دن میں ستر بار گناہ کرے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 1514)

اس حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ گناہ کے بعد استغفار کرلیا جائے تو یہ تکرار ہے اور گناہ کے بعد پھر گناہ کرے اور توبہ نہ کرے تو پھر یہ اصرار ہے جیسا کہ پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔
قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ سے یہ واضح ہو گیا کہ
گناہ پر اصرار کرنا (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا) اس گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے خواہ وہ گناہ کسی درجہ کا ہو۔
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ
گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص اس گناہ کو معمولی اور بے وقعت سمجھتا ہے اور اس کا یہ عمل اس بات کا مظہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کو اہمیت نہیں دیتا اور ان کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا اور شریعت کو معمولی اور بے وقعت سمجھتا ہے اور اس سے لاپرواہی برتنا ہی کبیرہ گناہ ہے۔

تمام گناہوں کی اصل

تمام گناہوں کی اصل قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے ثابت ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے:
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؁ (الاعراف:33)
آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے تو صرف بے حیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شریک بناؤ جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔
☆ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن چیزوں کو حرام فرمایا ہے سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے خواہش کو اثم (گناہ) کو ناحق زیادتی کو، شرک کو اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کہنے کو حرام فرمایا ہے۔
فواحش سے مراد گناہ کبیرہ ہیں اور اثم سے مراد مطلق گناہ ہے خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ ہو۔ اس کے بعد تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

یعنی ناحق زیادتی، شرک اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کہنا ہر چند کہ یہ بھی گناہ کبیرہ میں داخل ہیں لیکن چونکہ زیادہ سنگین جرم ہیں اس لئے ان کا خصوصیت کے ساتھ علیحدہ ذکر کیا۔
دوسری تفسیر یہ ہے کہ
فواحش سے مراد ہے زنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط (بنی اسرائیل:32)

اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے۔

خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ ہو۔ ظاہر سے مراد علی الاعلان بدکاری ہے جس طرح لوگ اجرت دے کر پیشہ ور عورتوں سے بدکاری کرتے ہیں یا جس طرح آج کل کال گرلز اور سوسائٹی گرلز کو کلبوں اور ہوٹلوں سے بک کیا جاتا ہے اور پوشیدہ سے مراد ہے کسی لڑکی یا عورت سے عشق و محبت کے نتیجہ میں خفیہ طریقہ سے یہ کام کیا جائے۔ اور اثم سے مراد ہے شراب نوشی اور جوا کھیلنا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ (البقرہ:219)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے ان میں بڑا گناہ ہے۔

بعض اوقات شراب کے نشہ میں انسان دوسروں کی عزت پر حملہ آور ہوتا ہے ان کو گالیاں دیتا ہے اور ان پر تہمت لگاتا ہے اور جوئے کے نتیجہ میں مال حرام کھایا جاتا ہے اور بعض اوقات لڑائی جھگڑا اور مار پیٹ بھی ہوتی ہے سو یہ تمام گناہ اس میں داخل ہیں۔

اور ناحق زیادتی سے مراد ہے کسی کا ناحق مال چھین لینا یا کسی کو ناحق قتل کر دینا اور شرک سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی یا اس کے خلاف کوئی بات کرنا اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی بات کرنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر علم اور تحقیق کے کوئی عقیدہ بنا لینا اور یہ پانچ گناہ تمام گناہوں کی اصل ہیں اور باقی تمام بدعقیدگیاں اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ان پانچ گناہوں میں داخل ہیں۔

ایمان لانے سے سابقہ گناہ معاف

ایمان لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں کثیر آیات کریمہ و احادیث مبارکہ ہیں۔ پہلے دو آیات کریمہ پیش کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ج وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ○

(الانفال:38)

آپ کافروں سے فرما دیجئے کہ اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو ان کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر انہوں نے پھر وہی کام کیے تو (اس معاملہ میں) پہلوں کی سنت گزر چکی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

(الفرقان:68تا70)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور اس شخص کو قتل نہیں کرتے جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت سے رہے گا۔ البتہ جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کیے تو اللہ ان کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اور کفر کے ترک کرنے اور ایمان لانے سے گناہوں کے مٹ جانے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ابن شہامہ مہری سے روایت ہے کہ

ہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ اس وقت قریب المرگ تھے وہ بہت دیر تک روتے رہے۔ پھر انہوں نے دیوار کی طرف منہ کر لیا۔

ان کے بیٹے نے کہا:

اے اباجان! کیا آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کی بشارت نہیں دی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف منہ کر کے ارشاد فرمایا:

ہمارے نزدیک سب سے افضل عبادت لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینا ہے اور میری زندگی میں تین دور گزرے ہیں۔ ایک وہ دور تھا کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قدرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتا۔ اگر میں اس دور میں مر جاتا تو میں بلاشبہ اہل دوزخ میں سے ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے عرض کیا:

اپنے ہاتھ پھیلایئے تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اے عمرو کیا ہوا؟

میں نے عرض کیا:

میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا:

میں یہ چاہتا ہوں کہ میری مغفرت کردی جائے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے کے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پہلے کے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے کے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اور نہ میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بزرگ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کی وجہ سے میں یہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر کر دیکھ سکوں اور اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرتا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کروں تو میں اس پر قادر نہ تھا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر نہیں دیکھا تھا اور اگر میں اس دور میں مرجاتا تو مجھے امید ہے کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا پھر ہمیں چند مناصب پر فائز کیا گیا اور میں نہیں جانتا کہ ان میں میرا کیا حال ہے۔ پس اگر میں مرجاؤں تو میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ ہو نہ آگ ہو اور جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی چھڑک دینا اور میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کے گوشت کو تقسیم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ میں تم سے مانوس ہو جاؤں اور دیکھ لوں کہ میں اپنے رب عزوجل کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔
(صحیح مسلم: 192 مطبوعہ مکتبہ نزار المصطفی الباز مکہ مکرمہ)
علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی 656ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
اس حدیث مبارکہ سے مقصود یہ ہے کہ
اسلام، ہجرت اور حج پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہوں۔ اور حدیث مبارکہ کے الفاظ کے عموم سے یہ متضاد ہوتا ہے کہ ان اعمال سے حقوق شرعیہ اور حقوق آدمیہ دونوں معاف ہو جاتے ہیں لہٰذا کافر حربی جب مسلمان ہو جائے تو اس سے کسی حق کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا خواہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا مال غصب کیا ہو۔
(المفہم: ج: 1 ص: 329 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا زمانہ جاہلیت کے اعمال کا ہم سے مواخذہ کیا جائے گا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے جس نے اسلام میں نیک عمل کیے اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور جس نے برے عمل کیے اس سے جاہلیت اور اسلام کے اعمال کا مواخذہ کیا جائے گا۔
دوسری روایت میں ہے کہ
اس سے اول و آخر کا مواخذہ کیا جائے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6921)
علامہ ابوالعباس القرطبی المالکی المتوفی 656ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ

...ں نے اسلام میں نیک عمل کیے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا دین اسلام میں دخول صحیح ہو۔ وہ اسلام میں اخلاص سے داخل ہو ...تا حیات اسلام پر قائم رہے، مرتد نہ ہو اور اس حدیث مبارکہ میں اساعت، کفر اور نفاق کے مقابلہ میں ہے اور حدیث مبارکہ ...ں اساعت سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا ارادہ کرنا صحیح نہیں ہے ورنہ اس سے یہ لازم آئے گا اسلام اسی شخص کے سابقہ گناہوں کو ...ئے گا جس نے اسلام لانے کے بعد تا حیات کوئی گناہ نہ کیا ہو اور یہ قطعاً باطل ہے۔ قرآن مجید، حدیث صحیح اور اجماع کے ...ف ہے اور مواخذہ سے مراد یہ ہے کہ اس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں جو گناہ کیے ہیں ان پر سزا ہوگی اور یہ مواخذہ اس ...س سے ہوگا جو نفاق سے اسلام میں داخل ہوا ہو یا اسلام کے بعد مرتد ہو گیا ہو۔

(المفہم: ج: 1، ص: 327 مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں احسان اور نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے اسلام میں داخل ہوا ...اور یہ کہ وہ حقیقی مسلمان ہو تو اس کے سابقہ گناہ قرآن مجید کے نصوص صریح، حدیث صحیح اور اجماع سے معاف کر دیئے جائیں ...۔ اور برے عمل اور اساعت سے مراد یہ ہے کہ وہ دل سے اسلام میں داخل نہ ہو بلکہ وہ صرف بہ ظاہر کلمہ شہادت پڑھے اور ...ں سے اسلام کا معتقد نہ ہو۔ پس ایسا شخص منافق ہے اور وہ اپنے کفر پر باقی ہے لہٰذا اس سے صورۃً اسلام کے اظہار سے پہلے ...اس کے بعد کے تمام گناہوں پر مواخذہ ہوگا اور اس کو سزا ملے گی کیونکہ وہ اپنے کفر پر دوام اور استمراد کے ساتھ قائم ہے۔

(شرح النووی مع المسلم: ج: 1، ص: 810 مطبوعہ مکتبہ نزار المصطفیٰ مکہ مکرمہ)

اللہ تعالیٰ کافر کے جو پچھلے تمام گناہ بخش دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر بہت لطف و کرم ہے کیونکہ کفار انواع و اقسام کے کفر ...جرائم، فواحش و منکرات اور معاصی میں مبتلا رہتے ہیں اگر ان کے سابقہ گناہوں پر مواخذہ کیا جاتا تو وہ توبہ سے ان گناہوں کی ...نی کبھی بھی نہیں کر سکتے تھے اور ان کو مغفرت کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قبول توبہ کو آسان کر دیا اور ...لام کے بعد ان کے پچھلے گناہوں کی مغفرت کا اعلان کر دیا تا کہ ان کا دین اسلام میں داخل ہونا آسان ہو جائے اور اگر ان کو ...علوم ہوتا کہ ان کے پچھلے گناہوں پر ضرور مواخذہ ہوگا تو وہ توبہ کرتے نہ اسلام لاتے کیونکہ انسان کو جب معلوم ہو کہ اس کو اس ...جرائم کی معافی نہیں مل سکتی تو پھر وہ بغاوت پر اتر آتا ہے اور کھل کر جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔

اس کی نظیر یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے۔

اس نے پوچھا:

روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟

تو ایک راہب (عیسائیوں کا پیر) کی جانب اس کی رہنمائی کی گئی وہ گیا۔

اور اس سے پوچھا کہ

اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟

اس نے کہا:

نہیں۔

اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور ایک سینکڑا پورا کر دیا۔

اس نے پوچھا کہ

روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟

تو ایک عالم کی طرف اس کی رہنمائی کی گئی۔

اس نے اس سے پوچھا کہ

اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟

اس نے کہا:

ہاں۔

توبہ اور اس کے درمیان کوئی حائل ہو سکتا ہے۔ تم فلاں فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ جانا وہ بری جگہ ہے۔ وہ وہاں سے چل پڑا۔ ابھی راستے میں پہنچا تھا کہ اس کو موت نے آلیا پھر اس کے متعلق رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان مباحثہ ہوا۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا:

یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آرہا تھا۔

عذاب کے فرشتوں نے کہا:

اس نے کوئی نیک عمل بالکل نہیں کیا تب ان کے پاس ایک اور فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم (منصف) بنالیا۔

اس نے کہا:

ان دونوں زمینوں کے درمیان پیمائش کرو جس زمین کے وہ زیادہ قریب ہو اس کو اسی کے ساتھ لاحق کر دو۔ انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا تب اس کو رحمت کے فرشتوں نے لے لیا۔

امام مسلم کی دوسری سند کے ساتھ جو روایت ہے۔

اس میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا (یعنی اس کے علاقہ کی زمین) اور اس زمین (جہاں نیک لوگ رہتے تھے) کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 3470) (صحیح مسلم 6875، 6877)

نیکیوں سے کون سے گناہ مٹتے ہیں

گناہ دو قسم کے ہیں۔

1-گناہ صغیرہ

2-اور گناہ کبیرہ

فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔

فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ

نیکیوں سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں اور گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے، نیکیوں سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے، صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں۔

اس پر دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کرے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 233) (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 214)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ نیکیوں سے کبائر کے سوا تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، کبائر نیکیوں سے معاف نہیں ہوتے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

جو حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

کبائر کی معافی توبہ سے ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور اس کے فضل سے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ

نماز، روزہ اور حج کبائر کا کفارہ نہیں ہوتے۔ کبائر کا کفارہ صرف توبہ ہے۔

امام ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ

اس پر اجماع ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ حج میں انسان میدانِ عرفات میں توبہ کرتا ہے اور اس توبہ سے کبائر سمیت تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں)

علامہ طاہر پٹنی نے کہا ہے کہ

حقوق العباد میں قصاص ضرور لیا جائے گا خواہ صغیرہ ہوں اور کبائر توبہ سے معاف ہوں گے۔ جب صغائر معاف ہونے کے بعد نیکیاں بچ جائیں تو ان نیکیوں سے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی اور اگر کسی انسان کی صرف نیکیاں ہوں اور اس کا کوئی گناہ نہ ہو، صغیرہ نہ کبیرہ تو پھر نیکیوں سے اس کے درجات بلند ہو جائیں گے۔

(تحفۃ الاحوذی: ج: 1، ص: 654 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا توبہ اور بغیر توبہ کے گناہ معاف فرمانا

اللہ تعالیٰ توبہ اور بغیر توبہ کے بھی گناہ معاف فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (ابراہیم: 10)

وہ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہوں کو بخش دے۔

امام رازی کی تحقیق یہ ہے کہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بغیر توبہ کے گناہوں کے بخشنے کی نوید سنائی ہے۔

(تفسیر کبیر: ج: 7، ص: 72 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح کی کثیر آیات کریمہ ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (آل عمران: 31)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (الاحزاب: 71)

اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (الاحقاف: 31)

اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (الصف: 12)

تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِہِمْ ج (الرعد:6)

بے شک آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کی مغفرت کرنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ کے تحت امام رازی نے لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بغیر توبہ کے (بھی) بخش دیتا ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:7،ص:12 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور بعض آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا O (النساء:110)

اور جو شخص برے کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا بہت مہربان پائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّہُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا O (النساء:64)

اور اگر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا تو وہ آپ کے پاس آجائیں پھر اللہ سے استغفار کریں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کریں تو وہ اللہ کو بہت توبہ کرنے والا بہت مہربان پائیں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِہِمْ قف وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ ﷺ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَ ہُمْ یَعْلَمُوْنَ O اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُہُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ O (آل عمران:135،136)

اور وہ لوگ جنہوں نے بے حیائی کا کوئی کام کرلیا یا وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو انہوں نے اپنے گناہوں پر استغفار کیا اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ اپنے کاموں پر عمداً اصرار نہ کریں ان لوگوں کی جزاء ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور نیک عمل کرنے والوں کی کیسی اچھی جزا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ کرنے سے بھی ان کے گناہ معاف فرماتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کرنے سے بھی ان کے گناہ معاف فرماتا ہے اور اپنے فضل اور کرم سے بغیر توبہ اور شفاعت کے بھی گناہ معاف فرماتا ہے جیسا کہ سورہ ابراہیم کی اس زیر تفسیر آیت میں ہے۔

یَدْعُوْکُمْ لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ (ابراہیم:10)

اسی آیت مبارکہ میں من تبعیض کے لئے ہے۔
اس کا معنی ہے۔
اللہ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے بعض گناہوں کو بخش دے۔
اور یہ وہ بعض گناہ ہیں جو کفر کے علاوہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ شرک کو نہیں بخشے گا۔
ارشاد فرمایا:
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:48)
بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور اس کے کم جو گناہ ہوگا اس کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔
اس سے واضح ہو گیا کہ
کفر اور شرک کے سوا جو گناہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی بخش دیتا ہے اور اس پر واضح دلیل ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام گناہوں کو اس کی توبہ کے بغیر معاف کر دیتا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:121)
تو مسلمان کے متعلق زیادہ توقع اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بغیر توبہ کے معاف فرما دے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بہت بڑا فضل اور کرم ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان توبہ کرنے سے غافل اور بے پرواہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے کے بعد بھی اگر ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے تو یہ اس کا انتہائی فضل اور کرم ہے۔ لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اور ہر لحہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر اور اس کی نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا نہ کرنے پر اس کی بارگاہ میں توبہ کرتے رہیں اور ہر وقت اس مقدس ذات سے ڈرتے رہیں جس نے نافرمانی پر عذاب دینا ہے اور فرمانبرداری پر جنت عطا فرمانی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ میں پڑنے سے قید ہونے کی دعا فرمائی

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ کرنے کے بجائے قید ہونے کی دعا کی۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَيْهِ (یوسف:33)
یوسف نے کہا اے میرے رب مجھے قید ہونا اس گناہ سے پسند ہے جس کی طرف مجھے یہ دعوت دیتی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا گناہ سے بچنے کے لئے سجدہ میں جا کر دعا کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کے لئے سجدے میں جا کر دعا کی کہ اے اللہ عزوجل مجھے اس گناہ سے قید

ب ہے۔
تفسیر نعیمی میں یوں رقم ہے۔
(حضرت) یوسف (علیہ السلام) تو ساتھ کمرے میں تھے اور باقی عورتیں اپنے درد میں نڈھال تھیں زلیخا اپنی ہی وارفتگی مذکورہ باتیں کیے جا رہی تھی، عورتیں اس کی وارفتگی کو سمجھتے ہوئے ترس کھائے ہوئے ہاں میں ہاں ملائے جا رہی تھیں یہ وں کی نرم طبیعت ہی کا باعث ہے کہ کل تک جس عیب پر زلیخا کو لعن طعن کر رہی تھیں اور جس لعن طعن پر زلیخا پریشان ہوگئی آج ذرا سی باتیں سن کر ترس کھانے میں آگئیں۔
اسی لیے حکماء کہتے ہیں کہ
عورتوں کی بات کبھی قابل اعتماد نہیں ہوتی مثلاً پانسہ، جہاں دل چاہے ٹھہر جائے جب زلیخا یہ باتیں کر چکی۔
تب کچھ عورتوں نے کہا:
ہم یوسف (علیہ السلام) کو سمجھائیں گی۔
حضرت یوسف علیہ السلام ان عورتوں کی کتر زبانیوں سے پہلے ہی گھبرائے ہوئے تھے اب جب یہ سب گفتگو اور ان تمام رتوں کا زلیخا کے ہم زبان ہونا اور خود حضرت یوسف علیہ السلام کو سمجھانے ورغلانے کا سنا تو وہیں سجدے میں گر گئے۔
اور عرض کیا۔
مولا (عزوجل) ایک طرف سزاء قید ہے اور ایک طرف حسن و جمال کی معصیت ہے، ایک طرف عذاب دنیا ہے ایک ف عذاب آخرت مجھ کو دنیا کی تکالیف اور قید خانہ زیادہ محبوب ہے اس سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں یا یہ زلیخا دعوت دے رہی ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:472 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ش کو دور نہ کرنے پر مائل ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے خالق باری تعالیٰ اگر تو نے ان کی سازش مجھ سے دور تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ کَیۡدَهُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡهِنَّ وَاَکُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ○ (یوسف:33)
اور اگر تو نے ان کی سازش مجھ سے دور نہ کی تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گا۔

ت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے۔
تفسیر در منثور میں ہے۔
اس وقت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور ان کے سامنے ایک چٹان ظاہر کی۔

اور کہا:

آپ علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

میں ایک چیونٹی دیکھ رہا ہوں جو چٹان کو کاٹ رہی ہے۔

فرمایا:

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

میں تو اس چیونٹی کو نہیں بھولتا پھر تجھے کیسے بھولوں گا، میں نے تجھے اس لیے روکے رکھا کیونکہ تو نے خود دعا کی تھی۔ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ ۔

(تفسیر درمنثور: ج:4، ص:53)

حضرت یوسف علیہ السلام کا رو کر گڑ گڑا کر دعا مانگنے سے فرشتوں کا رونا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رو کر گڑ گڑا کر دعا کی تو فرشتے بھی رو پڑے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے رو کر گڑ گڑا کر ایسی دعا مانگی کہ فرشتے بھی رو پڑے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:473 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ دعا قبول فرمائی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (یوسف:34)

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو عورتوں کی سازش سے محفوظ کر دیا بے شک وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا فرمائے گا

اللہ تعالیٰ سات لوگوں کو اپنا سایہ عطا فرمائے گا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

سات لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس دن سوائے اس کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

1- عادل فرمانروا۔

2- وہ جوان جو عبادت الٰہی عزوجل میں مشغول رہا۔

3- وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہے جب وہ مسجد سے نکلے تو اس کی طرف لوٹنے کا اس کے ذہن میں ہو۔

4-وہ دواشخاص جو محض رضائے الٰہی عزوجل کے لئے آپس میں محبت کریں اسی پر جمع ہوں اور اسی پر الگ الگ ہوں۔
5-ایسا شخص جو چھپا کر صدقہ کرے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ نہ معلوم ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔
6-ایسا شخص جسے جاہ و منصب والی خوبصورت عورت اپنی طرف بلائے لیکن وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔
7-اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:823 تا 824)

حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دعا قبول ہونے کی مبارک دینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کی تو آپ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام دعا قبول ہونے کی مبارک دینے آئے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے۔
اور عرض کیا۔
اے یوسف (علیہ السلام) مبارک ہو کہ تمہارے رب عزوجل نے تمہاری دعا قبول فرمالی۔
(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:473 نعیمی کتب خانہ لاہور)

چھ دعائیں جس طرح مانگی گئیں ویسے ہی قبول ہوئیں

چھ دعائیں جس طرح مانگی گئیں ویسے ہی قبول ہوئیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
روایت میں ہے کہ
چھ دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی گئیں۔
1-ایک یہی حضرت یونس علیہ السلام کی دعا
2-حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا
3-حضرت نوح علیہ السلام کی دعا
4-حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا
5-حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا
6-حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا
(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:473 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کی رائے

جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کی علامات بھی دیکھ لیں پھر بھی آپ علیہ السلام کو قید کرنے کی

رائے پر جمع ہوئے۔

قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ؁ (یوسف:35)

پھر (یوسف کی پاکبازی کی) علامات دیکھنے کے باوجود ان کی یہی رائے ہوئی کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے یوسف کو ضرور قید کر دیں۔

عزیز مصر بیوی کے کہنے پر بدنامی سے بچنے کے لئے قید کرنے پر متفق ہوئے

عزیز مصر کی بیوی نے جب یہ دیکھا کہ یہ غلام کسی طرح بھی ہتھے نہیں چڑھ رہا تو اس نے جا کر اپنے خاوند کو کہا کہ یہ غلام مجھے رسوا کر رہا ہے لوگوں سے میرے ورغلانے کا ذکر کر رہا ہے لہٰذا اس کو قید کر دو تو عزیز مصر بیوی کے کہنے پر قید کرنے پر متفق ہوا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

جب عزیز مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت سے برأت ظاہر ہو گئی تو واضح طور پر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کوئی تعرض نہیں کیا، ادھر وہ عورت اپنی تمام حیلہ سازیوں اور مکر و فریب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی موافقت پر ابھارتی رہی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی پھر جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے مایوس ہو گئی تو اس نے اپنا انتقام لینے کے لئے اپنے خاوند سے کہا اس عبرانی غلام نے مجھے لوگوں کے درمیان رسوا کر دیا ہے۔

یہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ

اس عورت نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے مجھے بہکایا اور ورغلایا تھا اور میں ہر شخص کے سامنے جا کر اپنا عذر نہیں بیان کر سکتی اس لیے اس فحش بات کا چرچا روکنے کے لئے اس غلام کو قید کر دیا جائے۔

عزیز مصر نے سوچا کہ

اس طرح اس کی بھی بدنامی ہو رہی ہے اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لئے اس کو قید کر دیا جائے۔

(جامع البیان: جز:12، ص:279 ملخصا بیروت)

کون سی علامات دیکھ چکے تھے؟

علامات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں۔

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

تو انہوں نے فرمایا:

مجھ سے ان نشانیوں کے متعلق تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا:
یہ نشانیاں یہ تھیں۔
قمیص کا پھٹا ہوا ہونا
عورت کا اثر آپ علیہ السلام کے جسم پر ہونا
چھریوں سے عورتوں کا ہاتھ کاٹنا
عزیز مصر کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا تھا کہ
اگر تم یوسف علیہ السلام کو قید نہیں کرو گے تو لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی تصدیق کریں گے۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
یہ نشانیاں یہ تھیں۔
قمیص کا پھٹنا
اور چہرے پر خراشوں کا ہونا
(جامع البیان: ج:12،ص:253 بیروت)
دوسرا قول یہ نقل فرماتے ہیں۔
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نشانیوں سے مراد قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا ہے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:253 بیروت)
تیسرا قول یہ نقل فرمایا ہے کہ
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آیات سے مراد عورتوں کا اپنے ہاتھ کاٹنا اور قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونا ہے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:254 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر پانچ نشانیاں دیکھیں

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر عدلیہ نے پانچ نشانیاں ملاحظہ کیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
ان حکام مصر یعنی عزیز مصر اور اس کے مشیروں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت و پاکدامنی کی تمام نشانیاں دیکھنے سمجھنے سننے کے بعد پھر بھی یہی عقل آئی کہ البتہ ضرور قید کریں اس یوسف (علیہ السلام) کو کچھ مدت کے لئے۔
اس عدلیہ نے یوسف (علیہ السلام) کی پاکدامنی پر پانچ نشانیاں دیکھیں۔

1-تالوں کا ٹوٹنا

2-بچے کی وضاحت

3-پیچھے سے قمیص کا پھٹا ہونا

4-عورتوں کا حسن یوسفی کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹنا

5-اور خود زلیخا کا اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام کا بچا رہنا بیان کرنا

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:473 نعیمی کتب خانہ لاہور)

چھ اشخاص نے چھ چیزوں کو پسند فرمایا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

چھ شخصوں نے چھ چیزوں کو پسند کیا اور مصیبت وغم اٹھایا۔

1-نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو پسند کیا تو وہ ڈوبا۔

2-حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل کو پسند کیا تو وہ شہید ہو گیا۔

3-شیطان نے آگ کو پسند کیا کہ

کہا۔

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ

تو دائمی آگ کا دکھ اٹھایا۔

4-حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پسند کیا تو وہ طور پر جل مری۔

5-حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پسند کیا تو وہ جدائی کا غم دے گئی اور خود بھی ہزار مصیبتوں سے پریشان ہوئے۔

6-حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کو پسند کیا تو جیل کا دکھ ملا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:474 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کو قید کیوں نہ کیا گیا؟

گناہ کا ارادہ عزیز مصر کی بیوی نے کیا تھا اور ورغلانے کی بہت کوششیں کیں جرم عزیز مصر کی بیوی کا تھا مگر عزیز مصر کی بیوی کو قید کرنے کے بجائے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیوں قید کیا گیا اس کی چند وجوہات ہیں جو کہ تفسیر نعیمی میں ذکر کی گئی ہیں۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ زلیخا کو سزا ہوتی حضرت یوسف علیہ السلام کو بری کیا جاتا مگر معاملہ الٹ ہوا۔

1-ایک یہ کہ منشاء الٰہی عزوجل یہ ہی تھا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل پسند کی تھی۔

زلیخا کو اس لیے قید نہ کیا کہ مصر میں عورتوں کی جیل کوئی نہ تھی اور پھر کئی سفارشیں آجاتیں کہ گورنر کی بیوی تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:474 نعیمی کتب خانہ لاہور)

شاہ مصر نے تین طرح کی جیل بنوائی ہوئی تھی

شاہ مصر نے تین طرح کی جیل بنوائی ہوئی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
شاہ مصر نے تین طرح کی جیل بنوائی ہوئی تھیں۔

1-سجن العذاب

یہ جیل تہہ خانے میں تھی اس میں سانپ، بچھو، چوہے وغیرہ بکثرت تھے۔
طرح طرح سے تڑپایا جاتا اور توبہ کرا کر باہر نکال لیا جاتا چند دن سزا دی جاتی قیدی خواہ مجرم ہو یا مظلوم۔

2-سجن القتل

یہ جیل بھی تہہ خانے بلکہ چالیس گز لمبے چوڑے کنوئیں میں تھی اس میں بارادہ قتل ڈال دیا یہاں تک کہ قیدی مر جاتا۔

3-سجن العافیہ

یہ جیل زمین پر تھی بہت شاندار آرام دہ محل کے قریب تھی سیاسی اور زیر تفتیش مجرموں کو یہاں رکھا جاتا تھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:474 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں کیوں بھیجا گیا

اس بارے میں طویل مفسرین کرام نے وجہ بیان کی ہے مگر چند وجوہات تفسیر نعیمی کے حوالے سے عرض کی جاتی ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ زلیخا کو سزا ہوتی یوسف علیہ السلام کو بری کیا جاتا مگر معاملہ الٹا ہوا تین وجوہ سے
ایک یہ کہ
منشاء الٰہی عزوجل یہ ہی تھی کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل پسند کی تھی اگر آپ علیہ السلام اَحَبُّ اِلَیَّ نہ کہتے تو لا قیدی بری ہوتے پسند کرنا ہی مصیبت اور بلا ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ
اس واقعے کا بہت سخت چرچا ہو گیا اب (حضرت) یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے گھر رکھنا خطرناک ہو گیا نہ بھی کچھ ہوتا پھر بھی بدنامی تھی باتیں بنتی چلی جاتیں زلیخا نے عورتوں کے سامنے جو آئندہ اپنا ارادہ پیش کیا تھا وہ بھی نشر ہو گیا اس لیے یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تب سوچ و بچار، غور و فکر کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ اس کا حل یہی ہے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو جدا کر دیا جائے اور ایسی جگہ رکھا جائے جہاں سے زلیخا کا ملنا ناممکن اور دشوار ہو۔ اگر کسی گھر میں نظر بند کیا جاتا تو زلیخا کسی نہ کسی طرح ملنے کا سبب پیدا کر لیتی۔
سوم یہ کہ
جرم سزا کے قابل نہ تھا صرف ارادے پر سزا نہیں ہوتی (حضرت) یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجنا بھی سزا نہ تھی صرف جدائی

مقصود تھی تا کہ یہ بات آگے نہ بڑھے اور پچھلے واقعات لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائیں۔

چہارم یہ کہ

زلیخا کو جدائی اور فراق کی مار ہی کافی تھی۔

پانچویں وجہ کہ

یہ فیصلہ سراسر ظلم اور ناانصافی شمار کیا جائے کہ اہل مصر نے یہ ظلم کیا اور (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو جیل بھیجا یہ اس لیے کیا تا کہ لوگ جو شاہی خاندان کو بدنام کر رہے ہیں اس فیصلے سے سمجھ جائیں کہ یوسف (علیہ السلام) مجرم ہیں مگر ان کے دل کہہ رہے تھے کہ یوسف علیہ السلام پاکدامن ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:474 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کی بیوی کا جیل کے دروغے کو حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے خفیہ طور پر آرام دہ کمرہ جیل میں بنانے کا کہنا

عزیز مصر کی بیوی نے جیل کے دروغے کو حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے جیل میں آرام دہ اور خوبصورت کمرہ بنوائے اور اس کا خرچہ میں خود اٹھاتی ہوں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا نے خفیہ طور پر جیل کے داروغہ سے کہا کہ

ایک خوبصورت کمرہ ہر طرح آرام والا حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے جیل میں بنا دو میں خرچہ دیتی ہوں اس کی بات مانی گئی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:474 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کتنا عرصہ قید خانے میں رہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانے میں رہنے کے متعلق چند اقوال ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام سات سال قید خانے میں رہے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث 14740)

تفسیر امام ابن ابی حاتم میں ہے۔

طارق اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ

یہ مدت چھ ماہ تھی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 11591)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
یہ مدت پانچ سال تھی۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے کہ
یہ مدت ایک سال تھی۔
عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سات سال کی روایت کی ہے۔
عطا نے کہا:
یہ قید اس وقت تک کے لئے تھی حتیٰ کہ لوگوں کی زبانیں اس واقعہ کے ذکر سے بند ہو جائیں۔
الماوردی نے کہا:
اس قید کی کوئی مدت معین نہیں کی گئی تھی اور ان کو غیر محدود مدت کے لئے قید کیا گیا تھا اور یہی قول صحیح ہے۔
(زاد المسیر: ج:4، ص:222 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)
تفسیر نعیمی میں ہے۔
اس میں چار قول ہیں۔
1-غیر معین مدت
2-پانچ سال
3-سات سال
4-بارہ سال
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:474 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کون سی جیل میں رہے

حضرت یوسف علیہ السلام کو سجن العافیہ جیل میں رکھا گیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
سجن العافیہ یہ جیل زمین پر تھی بہت شاندار آرام دہ محل کے قریب تھی۔ سیاسی اور زیر تفتیش مجرموں کو یہاں رکھا جاتا تھا۔ اسی جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کو رکھا گیا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:474 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کو تین مرتبہ سزا دی گئی

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔
فرماتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام کو تین مرتبہ سزا دی گئی۔

پہلی مرتبہ قید کے ساتھ جب آپ علیہ السلام نے عورت کا ارادہ کیا تھا۔
دوسری مرتبہ جب آپ علیہ السلام نے قید خانہ کے ساتھی سے کہا تھا کہ
اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا۔
پس آپ علیہ السلام کئی سال جیل میں رہے تو آپ علیہ السلام کو قید میں اضافہ کر کے سزا دی گئی۔
تیسری مرتبہ جب آپ علیہ السلام نے کہا:
اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ○ (یوسف:70)
تو آپ علیہ السلام کو کہا گیا۔
اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ (یوسف:77)
اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی ہے۔
(مستدرک: ج:2، ص:377 دارالفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دونو جوانوں کا قید ہونا

جس جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کو رکھا گیا تھا وہاں پر دونو جوانوں کو بھی قید کیا گیا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ (یوسف:36)
اور یوسف کے ساتھ دونو جوان (بھی) قید خانے میں داخل ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو دراز گوش پر سوار کرا کے قید خانہ میں لے جایا گیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو دراز گوش پر سوار کر کے قید خانہ میں لے جایا گیا۔
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
وہب بن منبہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کو دراز گوش پر سوار کرا کے قید خانہ میں لے جایا گیا۔
اور ایک آدمی ان کے ساتھ یہ کہتا ہوا جا رہا تھا جو شخص اپنی مالکہ کا کہنا نہ مانے اس کی یہی سزا ہوتی ہے۔
اور حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے تھے۔
دوزخ کی آگ،
تارکول کی قمیص پہننے
گرم کھولتے ہوئے پانی کو پینے
اور تھوہر کو کھانے کے مقابلے میں یہ سزا بہت کم ہے۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:164 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بہت سخت سزا کے قیدیوں کو بشارت دینا

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں موجود پہلے قیدیوں کی رہائی کی بشارت دی اور صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں پہنچے تو وہاں کئی ایسے لوگ دیکھے جو رہائی سے ناامید ہو چکے تھے اور ان کی سزا بہت سخت تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان سے فرماتے تم صبر کرو اور بشارت قبول کرو تم کو اجر ملے گا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:164 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کو اپنے آباء و اجداد کے نام بتانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو رہائی کی بشارت دی اور صبر کی تلقین کی تو قیدیوں نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ علیہ السلام کون ہیں کس کے بیٹے ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کہا: اے نوجوان! آپ علیہ السلام کس قدر نیک باتیں کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے قرب میں ہم کو برکت ملے گی۔ آخر آپ علیہ السلام کون ہیں؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کا بیٹا ہوں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:165 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام قیدیوں کو تسلی دیتے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں قیدیوں کو تسلی عطا فرماتے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے۔

تفسیر امام ابن ابی حاتم میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام غمزدہ لوگوں کو قید خانے میں تسلی دیتے تھے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، ص:2141 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانہ میں خوف خدا عزوجل میں رونے سے در و دیوار پر گریہ زاری کا طاری ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں ساری رات نماز پڑھتے تھے اور خوف خدا عزوجل میں اس قدر روتے تھے کہ قید کی چھت اور در و دیوار پر گریہ طاری ہو جاتی تھی۔

تفسیر امام ابن حاتم میں ہے۔

آپ علیہ السلام ساری رات نماز پڑھتے تھے اور خوف خدا عزوجل سے اس قدر روتے تھے کہ کوٹھڑی (جیل خانہ) کی دیواریں اور دروازوں پر بھی گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، ص:2141 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے تمام قیدی مانوس ہو گئے

حضرت یوسف علیہ السلام سے تمام قیدی مانوس ہو گئے اور جب کوئی قیدی رہائی پاتا تو جانے سے پہلے آپ علیہ
کے پاس ضرور حاضری دیتا۔

تفسیر امام ابن ابی حاتم میں ہے۔

آپ علیہ السلام سے تمام قیدی مانوس ہو گئے تھے اور جب کوئی قیدی رہائی پاتا تو جانے سے پہلے آپ علیہ السلام کے
ضرور حاضری دیتا۔

تفسیر امام ابن ابی حاتم میں ہے۔

آپ علیہ السلام سے تمام قیدی مانوس ہو گئے تھے اور جب کوئی قیدی، قید سے رہائی پاتا تو جانے سے پہلے آپ علیہ ال
کے پاس بیٹھ جاتا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، ص:2142 بیروت)

قید خانہ کے داروغہ کو اپنی محبت کے اظہار پر حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب دینا

قید خانہ کا داروغہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتا تھا ایک دن اس نے اپنی محبت کا اظہار کیا تو آپ علیہ ال
نے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔

تفسیر امام ابن حاتم میں ہے۔

قید خانہ کا داروغہ بھی آپ علیہ السلام سے محبت کرتا تھا اور آپ علیہ السلام کو بہت آرام پہنچاتا تھا۔

ایک دن اس نے کہا:

اے یوسف علیہ السلام! میں آپ علیہ السلام سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں تمہاری محبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اس نے پوچھا:

اس کی وجہ کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے بتایا کہ

میرے باپ نے مجھ سے محبت کی تو میرے بھائیوں نے میرے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا۔ میری مالکہ نے مجھ سے محبت
اس کے نتیجہ میں، میں آج اس قید میں ہوں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، ص:2143 بیروت)

مصر کے بادشاہ نے کن دو نوجوانوں کو قید میں ڈلوایا

مصر کے جس بادشاہ نے دو نوجوانوں کو قید میں ڈلوایا ان میں سے ایک کا نام منجا تھا اور دوسرے کا نام مجلث تھا۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں تھے تو مصر کا سب سے بڑا بادشاہ جس کا نام ریان بن الولید تھا وہ بوڑھا ہو چکا تھا اس کو اپنے نان بائی اور ساقی پر شک ہوا وہ اس کو زہر دینے والے ہیں۔ اس نے ان دونوں کو قید میں ڈلوایا۔

ثعلبی نے حضرت کعب علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ

ساقی کا نام منجا تھا۔

اور نانبائی کا نام مجلث تھا۔ (النکت والعیون: ج:3، ص:35 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جن دونو جوانوں کو قید کیا گیا تھا وہ کیا کرتے تھے

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جن دونو جوانوں کو قید کیا گیا تھا ان میں سے ایک مطبخ کا ناظم تھا اور دوسرا محفل عیش و طرب کا نگران تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جن دو شخصوں کو قید خانہ میں ڈالا گیا تھا، ایک بادشاہ کے مطبخ کا ناظم تھا اور دوسرا محفل عیش وطرب کا نگران تھا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:255 دار احیاء التراث العربی بیروت)

دونوں نو جوان بادشاہ کے غلام تھے

جن دونو جوانوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید کیا گیا وہ بادشاہ الریان بن الولید کے غلام تھے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ

یہ دونوں نو جوان، بڑے بادشاہ الریان بن الولید کے غلام تھے۔ ایک محفل شراب کا منتظم تھا اور دوسرا کسی اور کام پر مامور تھا وہ ان دونوں پر ناراض ہوا۔ ایک کا نام مجلب تھا اور دوسرے کا نام نبوا تھا جو شراب کا منتظم تھا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:255 دار احیاء التراث العربی بیروت)

دونو جوانوں کے نام

جن دونو جوانوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید میں ڈالا گیا ان میں سے ایک کا نام نبوا تھا اور دوسرے کا نام مجلث تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

جو دونو جوان آپ علیہ السلام کے ساتھ ہی جیل میں داخل ہوئے ان میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا جس کا نام نبوا تھا اور دوسرا باورچی تھا جس کا نام مجلث تھا۔

(فتح الباری: کتاب التعبیر: ج:12، ص:381 دار الفکر بیروت)

بادشاہ نے دونوں نوجوانوں کو زہر ملانے کی وجہ سے قید میں ڈلوایا

جن دونوجوانوں کو بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانہ میں ڈلوایا انہوں نے کھانے اور شراب میں زہر ملایا تھا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی 516ھ لکھتے ہیں:

ان دونوں نوجوانوں کو قید کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک گروہ نے بادشاہ کو دھوکے اور فریب سے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے ان دونوں کو رشوت دینے کی ضمانت دی اس بات پر کہ وہ بادشاہ کو کھانے اور شراب میں زہر دے دیں۔ دونوں لالچ میں آگئے اور ان سے متفق ہو گئے لیکن بعد میں شراب پلانے والے نے اپنے محسن سے ایسی خیانت کرنے سے انکار کر دیا لیکن دوسرے نے رشوت لے لی اور بادشاہ کے کھانے میں زہر ملا دی جب کھانا لایا گیا تو شراب پلانے والے نے کہا:

بادشاہ سلامت کھانا نہ کھائیے اس میں زہر ہے۔

روٹیاں پیش کرنے والے نے کہا:

شراب نہ پیجئے اس میں زہر ہے۔

بادشاہ نے ساقی کو کہا۔

تو خود یہ شراب پی تو اس نے پی لی۔

پھر بادشاہ نے خباز سے کھانا کھانے کو کہا۔

تو اس نے انکار کر دیا۔

کھانا ایک جانور کے آگے ڈالا گیا اس نے کھایا تو وہ مر گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو قید کرنے کا حکم دیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:281 دار الفکر بیروت)

دونوں نوجوانوں کا حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو دو نوجوان قید ہوئے ایک نے کہا میں نے خواب میں شراب نچوڑتا دیکھ رہا ہوں دوسرے نے کہا میں خواب میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن کو پرندے کھا رہے ہیں لہٰذا ان کی ہمیں تعبیر بتائیے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (یوسف:36)

ان میں سے ایک نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شرب (کے لئے انگور) نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن سے پرندے کھا رہے ہیں۔ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے ہمارا گمان ہے کہ آپ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

دونوں نوجوانوں کا تجربہ کرنے کے لئے خواب کی تعبیر پوچھنا

حضرت یوسف علیہ السلام سے دونوں نوجوانوں نے خواب کی تعبیر تجربہ کرنے کے لئے پوچھی تھی۔
علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں سے کہا تھا کہ وہ خواب کی تعبیر بتاتے ہیں تو نانبائی اور ساقی نے ایک دوسرے سے کہا آؤ ہم اس عبرانی غلام کا تجربہ کریں پھر ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی۔
ساقی نے کہا:
میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں بادشاہ کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں۔
اور نانبائی نے کہا:
میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے جا رہا ہوں اور پرندے اس سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں ہمارا گمان ہے کہ آپ علیہ السلام نیک لوگوں میں سے ہیں۔
(النکت والعیون: ج:3، ص:36 دار الفکر بیروت)

دونوں نوجوانوں کے خواب سچے تھے یا جھوٹے

حضرت یوسف علیہ السلام کو جو دونوجوانوں نے خواب بتائے تھے وہ سچے تھے یا جھوٹے اس میں تین اقوال ہیں۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
1-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
انہوں نے جھوٹا خواب بیان کیا تھا انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے صرف تجربہ کے طور پر سوال کیا تھا۔
2-حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ اور امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ
انہوں نے سچا خواب بیان کیا تھا اور انہوں نے واقعی خواب دیکھا تھا۔
3-ابومجلز نے کہا ہے کہ
نانبائی نے جھوٹا خواب بیان کیا تھا اور ساقی نے سچا خواب بیان کیا تھا۔
(زاد المسیر: ج:4، ص:223 مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت)

دونوں نوجوانوں کا محبت کرنے کا کہنا

دونوں نوجوانوں نے آپ علیہ السلام سے محبت کا اظہار کیا اور آپ علیہ السلام نے اس میں برکت کی دعا فرمائی اور اس کے ساتھ اپنی ضرر کا بھی ذکر کیا۔
امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
دونوں نوجوان آپ علیہ السلام سے مانوس ہو گئے اور شدید محبت کرنے لگے۔
اور آپ علیہ السلام سے کہتے کہ

ہمیں آپ علیہ السلام سے بڑی محبت ہے۔
آپ علیہ السلام فرماتے:
اللہ تعالیٰ تم دونوں میں برکت ڈالے لیکن ایک بات یادرکھیے کہ جس نے بھی میرے ساتھ محبت کی وہ محبت میرے ضرر کا باعث بنی۔ میری پھوپھی نے میرے ساتھ محبت کی اس کی وجہ سے مجھے نقصان ہوا، اپنے والد محترم کی محبت کے باعث مجھے ایذاء دی گئی، عزیز مصر کی بیوی نے میرے ساتھ محبت کی تو بھی ایسا ہی ہوا۔
وہ دونوں کہنے لگ کہ
ہمیں اس محبت پر ضبط نہیں ہے۔
(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:825)

حضرت یوسف علیہ السلام کو آزمانے کے لئے خواب کی تعبیر کا پوچھنا

جو دو نوجوان آپ علیہ السلام کے ساتھ قید ہوئے انہوں نے آپ علیہ السلام سے خواب صرف آزمانے کے لئے پوچھے تھے۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے خواب نہیں دیکھے تھے بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آزمانے کے لئے انہوں نے مصنوعی خواب بیان دیئے۔
(جامع البیان: ج:12، ص:214 بیروت)

مجھ سے محبت نہ کرو

جب دونوں نوجوانوں نے محبت کا اظہار کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھ سے محبت نہ کرو۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
جب ان دونوں کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
تو انہوں نے کہا:
اے نوجوان! اللہ تعالیٰ کی قسم! جب سے ہم نے آپ علیہ السلام کو دیکھا ہے ہم آپ علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں
ابن اسحاق نے کہا ہے کہ
مجھے عبداللہ بن ابی نجیح نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں جواباً ارشاد فرمایا:
تم دونوں خدا کے لئے مجھ سے محبت نہ کرو کیونکہ جب کبھی کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت کی وجہ سے مصیبت نازل ہوجاتی ہے۔ میری پھوپھی نے مجھ سے محبت کی تو اس کی وجہ سے مجھ پر مصیبت نازل ہوئی۔ پھر میرے با

سے محبت کی تو اس کی محبت کی وجہ سے میں مصیبت میں گرفتار ہوا پھر میرے ساتھی کی بیوی نے مجھ سے محبت کی تو اس کی محبت کی وجہ سے مجھ پر مصیبت اتری تم مجھ سے محبت نہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے لیکن انہوں نے آپ علیہ السلام سے محبت کی کیونکہ وہ آپ علیہ السلام کی فہم و فراست کو دیکھ کر بہت مسحور ہوئے تھے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:259 تا 261 داراحیاء التراث العربی بیروت)

میں تمہیں خواب کی تعبیریں بتاؤں گا

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں قیدیوں کو تعلیم دیتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ میں تمہیں تعبیریں بھی بتاؤں گا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانے میں بند ہوئے تو آپ علیہ السلام نے وہاں بھی تعلیم کا سلسلہ شروع فرما دیا۔

آپ قیدیوں سے فرماتے تھے کہ

میں تمہیں خواب کی تعبیریں بتاؤں گا۔

ان دونوں جوانوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا۔

آیئے ہم اس کنعانی غلام کا تجربہ کریں۔ ان دونوں نے آپ علیہ السلام سے ایسے خوابوں کی تعبیر پوچھی جو دیکھے نہ تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

انہوں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا تجربہ کرنے کے لئے بات بنائی تھی۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

انہوں نے حقیقتاً یہ خواب دیکھے تھے پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں مغموم دیکھا تو ان سے وجہ پوچھی۔

انہوں نے کہا:

ہم بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے تھے آج ہم نے خواب دیکھے ہیں جو ہمیں غمزدہ کیے ہوئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے بیان کرو پس دونوں نے وہ خواب بیان کیے۔

اس نے یوں کہا کہ

میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں۔ پھر میں ایک ایسی انگور کی بیل کے پاس ہوں جس پر انگور کے تین گچھے ہیں۔ میں وہ لے کر آیا بادشاہ کا جام میرے ہاتھ میں ہے پھر میں نے ان انگوروں کو اس میں نچوڑ دیا ہے پھر میں نے بادشاہ کو پلایا تو وہ پی گیا۔

(دوسرے نے کہا کہ)

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے اپنے سر پر تین ٹوکرے اٹھائے ہوئے ہیں جن میں روٹی اور رنگ برنگے کھانے

ہیں اور پرندے انہیں نوچ رہے ہیں۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:281تا282 دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کو خوش کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں کو تسلی عطا فرمائی جن کی امیدیں رہائی کی ختم ہو چکی تھیں اور وہ خوش ہو گئے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

کہا جاتا ہے کہ

جب آپ علیہ السلام قید خانہ میں داخل ہوئے تو ایک قوم دیکھی جن کی تکلیف سخت تھی ان کی امیدیں کٹ چکی تھیں اور اندوہ طویل ہو چکا تھا۔

آپ علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور ارشاد فرمایا:

خوش رہو اور صبر کرو تمہیں اجر ملے گا۔

انہوں نے کہا کہ

اے نوجوان! اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دے،

تیرا چہرہ کتنا خوبصورت ہے؟

تیرا اخلاق کتنا بلند ہے؟

تیری باتیں کتنی شیریں اور میٹھی ہیں۔

تیری صحبت کی وجہ سے ہم پر برکت ہوئی ہے۔

تو کون ہے اے نوجوان؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں یوسف بن صفی اللہ یعقوب بن ذبیح اللہ اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہوں۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:283 دار الفکر بیروت)

جیل کے داروغے کا حضرت یوسف علیہ السلام سے کلام کرنا

جیل کا داروغہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کرتا تھا اس نے آپ علیہ السلام کو کہا کہ اگر مجھے طاقت ہوتی تو میں آپ علیہ السلام کو چھوڑ دیتا مگر میں آپ علیہ السلام کو یہ اجازت دوں گا کہ جیل کے جس کمرے میں چاہیں رہائش رکھ لیں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

ایک جیل کے داروغہ نے کہا:

اگر مجھے طاقت ہوتی تو میں آپ علیہ السلام کو چھوڑ دیتا لیکن میں تجھ سے یہ احسان کروں گا کہ جیل کے جس کمرے میں آپ علیہ السلام رہیں آپ علیہ السلام کو اجازت ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:283 دار الفکر بیروت)

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

قید خانہ کے افسر نے کہا:

اے نوجوان اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تجھے آزاد کر دیتا لیکن میں تجھ سے اچھا سلوک کروں گا اور تجھے اچھا پڑوس دوں گا تم جس قید خانے کے کمرہ میں رہنا چاہتے ہو رہو اذن عام ہے۔

(جامع البیان: ج:12،ص:258 دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو محسنین کہنے کی وجوہ کثیرہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو محسنین کہنے کی مفسرین نے چند وجوہات بیان کی ہیں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

ضحاک بن مزاحم سے اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ کے قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ علیہ السلام کا احسان کیا تھا جو آپ علیہ السلام کو محسن کہا گیا ہے۔

تو انہوں نے فرمایا:

آپ علیہ السلام جیل میں مریضوں کی عیادت کرتے

ان کی دیکھ بھال کرتے

جب مجلس تنگ ہوتی تو ان کے لئے کھلا کرتے

جب انہیں کسی چیز کی حاجت ہوتی تو جمع کرتے۔

اس کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت بھی بڑے ذوق و شوق سے کرتے۔

ساری ساری رات اپنے پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:282 دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

پوچھا گیا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کا احسان کیا تھا۔

فرمایا:

جب قید خانہ میں کوئی انسان مریض ہو جاتا تو آپ علیہ السلام اس کی دیکھ بھال کرتے جب کسی کے لئے جگہ تنگ ہو جاتی تو اس کے لئے کشادگی کا سامان کرتے۔ جب کوئی محتاج ہوتا تو اس کے لئے سامان جمع کرتے۔

(جامع البیان: ج:12،ص:257 دار احیاء التراث العربی بیروت)

قیدیوں نے محسن کی بارہ صفات حضرت یوسف علیہ السلام میں پائیں

قیدیوں نے محسن کی بارہ صفات حضرت یوسف علیہ السلام میں ملاحظہ کیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
محسن کی بارہ صفتیں ہیں۔
1-قائم اللیل
2-صائم النہار
3-اچھی نصیحت کرنے والا
4-بااخلاق
5-صابر
6-باوفا
7-بیماروں کی عیادت کرنے والا
8-غم زدہ کے غم دور کرنے والا
9-اچھی صورت والا
10-خوش خبری دینے والا
11-بہت علم والا
12-سخاوت کرنے والا
یہ ساری صفات حضرت یوسف علیہ السلام میں ان لوگوں نے پائیں۔
اس لیے کہا۔
اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ○
بے شک ہم آپ کو محسنین میں جانتے ہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:475 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا دونوں نوجوانوں کو خواب کی تعبیر بتانے کا کہنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں نوجوانوں سے فرمایا میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر تم تک کھانا پہنچنے سے پہلے ہی بتا دوں گا۔

قرآن مجید میں ہے:
قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ○ (یوسف:37)

یوسف نے کہا تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں میں نے ان کے دین کو ترک کردیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کھانا پہنچنے سے پہلے تعبیر بتانے کا فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں نوجوانوں کو فرمایا میں تمہیں کھانا پہنچنے سے پہلے ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تمہیں جب بھی بیداری میں کھانا دیا جائے گا میں تم تک کھانا پہنچنے سے پہلے بتادوں گا کہ تمہارے پاس کیا کھانا آئے گا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف غائب شدہ چیزوں کی خبر دیتے تھے۔

اور سدی نے بیان کیا کہ

تم کو خواب میں جو دکھایا دیا جائے گا بیداری میں اس کھانے کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:224 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا گیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا گیا کیونکہ آپ علیہ السلام نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں کھانا آنے سے پہلے ہی ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔

اور یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ

(یوسف:37)

یوسف نے کہا تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا۔ یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

اس آیت کریمہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ اب انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب کے متعلق چند دلائل عرض کرتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب عطا ہونے پر دلائل

حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا گیا اور ان مقدس انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو اس علم غیب کے ذریعے ان کے اچھے اور برے افعال و اعمال کی خبریں بھی دیں اور ان کے سوالوں کا جواب بھی عطا فرمایا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرمایا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب عطا ہونے پر قرآن مجید کی کئی آیات کریمہ دلیل ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (آل عمران:179)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم (عام مسلمانوں) کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ (غیب پر مطلع کرنے کے لئے) جن کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں، سو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان (برقرار) رکھو اور اگر تم ایمان اور تقویٰ پر (برقرار) رہے تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

(آل عمران:179)

محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1961ء لکھتے ہیں:

اور نہیں ہے اللہ کہ آگاہی بخشے تم سب کو غیب پر لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ (آل عمران: 179)

علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری متوفی 1418ھ لکھتے ہیں:

اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر البتہ اللہ (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے۔ (آل عمران:179)

☆ اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تم عام مسلمانوں کو لوگوں کے دلوں کے احوال پر مطلع کردے اور تم لوگوں کو دیکھ کر یہ جان لو کہ فلاں شخص مخلص مومن ہے اور فلاں منافق ہے اور فلاں کافر ہے البتہ اللہ تعالیٰ مصائب، آلام اور آزمائشوں کے ذریعہ مومنوں اور منافقوں کو تمیز کردیتا ہے جیسا کہ جنگ احد میں منافق مسلمانوں سے الگ ہوگئے اسی طرح اسلام کی راہ میں جب بھی جہاد کا موقع آیا منافق پیچھے ہٹ گئے اور مسلمان آگے بڑھے ماسوا رسولوں کے جن کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع کرنے کے لئے چن لیتا ہے اور ان کو لوگوں کے دلوں کے احوال پر مطلع فرماتا ہے اور وہ نور نبوت سے جان لیتے ہیں کہ کس کے دل میں ایمان ہے اور کس کے دل میں نفاق ہے۔

اس آیت میں یہ صراحت سے بیان فرمایا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ

غیب پر مطلع ہونا غیب کے علم کو مستلزم ہے۔ سو یہ آیت انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے علم غیب کے ثبوت میں قطعی الدلالۃ ہے۔

بعض متاخرین علماء نے یہ کہا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو علم غیب نہیں دیا گیا اور علم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور غیب کی خبروں کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور علم الغیب اور چیز ہے۔

ان علماء کی مراد یہ ہے کہ

علم الغیب میں اضافت اور الغیب میں لام استغراق کے لئے ہے۔

اور اس سے مراد ہے کہ

تمام امور غیبیہ غیر متناہیہ کا علم۔

اور ظاہر ہے کہ

یہ علم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علم الغیب کی اپنے غیر سے مطلقاً نفی کی ہے۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (النمل:65)

آپ فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کسی کو علم الغیب نہیں ہے۔

اب اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے علم الغیب مانا جائے تو ظاہر ہے کہ قرآن سے تعارض لازم آئے گا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ

جب مطلقاً علم الغیب کا اطلاق کیا جائے تو اس سے متبادر علم الغیب ذاتی اور مستقل ہوتا ہے جس کا ثبوت بغیر کسی کی عطا کے ہوتا ہے اس لیے جب مطلقاً یہ کہا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو علم الغیب ہے تو اس سے یہ وہم ہوگا کہ ان کو ذاتی مستقل طور پر علم الغیب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

(الملفوظ: ج:3، ص:47 مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

دوسری طرف قرآن مجید کی متعدد آیات اور بہ کثرت احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو عموماً اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً غیب کا علم دیا گیا ہے۔ اس لیے ان میں تطبیق کے لئے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یوں کہا جائے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو بعض علوم غیبیہ عطا کیے گئے ہیں۔
واضح رہے کہ یہ علوم اللہ کے اعتبار سے بعض ہیں۔
علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ
یوں کہا جائے کہ
انبیاء کرام علیہم السلام کو غیب کا علم دیا گیا یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے۔
علماء دیو بند نے اس کی یہ تعبیر کی کہ
انبیاء کرام علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔
بہر حال اس پر سب متفق ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام غیب پر مطلع کیے گئے ہیں اور ان کو بلا واسطہ اطلاع دی گئی ہے اور امت کو ان کے واسطے سے غیب پر مطلع کیا جاتا ہے۔ اب اس کے ثبوت میں مستند مفسرین کی عبارات نقل کی جاتی ہیں۔
امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ تم سب کو غیب کا عالم نہیں بنائے گا جیسے رسول کو علم ہے حتیٰ کہ تم رسول سے مستغنی ہو جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رسالت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور باقی لوگوں کو ان رسولوں کی اطاعت کا مکلف کرتا ہے نیز اس سے پہلے امام رازی ن لکھا ہے کہ غیب پر مطلع ہونا انبیاء کرام علیہم السلام کے خواص میں سے ہے۔
(تفسیر کبیر: ج:3،ص:106 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع کرنے کے لئے اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج:4،ص:289 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)
علامہ ابو الاحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف وحی کے ذریعہ ہے سو اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے اور یہ ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے خود بہ خود بغیر واسطہ کے معلوم نہیں ہوتا۔
(البحر المحیط: ج:3،ص:449 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
واحدی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھ پر میری امت اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے یہ علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ منافقوں کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے مذاق اڑایا۔
اور کہا:

(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زعم یہ ہے کہ انہیں ان پر ایمان لانے والوں اور کفر کرنے والوں کا علم ہے اور ہم ان کے ساتھ ہیں اور ان کو ہمارا علم نہیں ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

نیز علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نفوس قدسیہ میں سے بعض اہل کشف کو بھی غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ بہ طور وراثت ہے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطے سے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بلاواسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(روح المعانی: ج:4،ص:138 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی 1339ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ

عام لوگوں کو بلاواسطہ کسی یقینی غیب کی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء کرام علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا (عزوجل) چاہے۔

اشرف علی تھانوی متوفی 1362ھ لکھتے ہیں:

اور اس آیت سے کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے اس میں رسل کی شرکت ہوگئی کیونکہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں اس علم کا ذاتی ہونا اور اس علم کا محیط ہونا یہاں ذاتی اس لیے نہیں ہے کہ وحی سے ہے اور محیط اس لیے نہیں کہ بعض امور خاص مراد ہیں۔

(بیان القرآن: ج:1،ص:150 مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی 1396ھ لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جو امور غیبیہ بتاتے ہیں وہ حقیقتاً علم غیب نہیں بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو دی گئی ہیں جس کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔

(معارف القرآن: ج:2،ص:248 مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو جو غیب کی خبریں بتلائی گئی ہیں اس سے ان کو علم غیب حاصل نہیں ہوا کیونکہ شرح عقائد اور دیگر علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں۔

خبر صادق

حواس سلیمہ

اور عقل

اور وحی بھی خبر صادق ہے تو جب انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں دیں تو ان کو علم غیب حاصل ہو گیا۔

اس لیے صحیح یہ ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی سے علم غیب حاصل ہوتا ہے لیکن یہ علم محیط یا علم ذاتی نہیں ہے۔
سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی 1399ھ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کردے۔
غیب کی باتیں بتانے کے لئے تو وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔
یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔
کیونکہ اس ترجمہ کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا بلکہ منتخب رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب عطا فرمایا گیا اس پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔ چند ملاحظہ ہوں۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوالات کئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا:
تم جو چاہو سوال کرو۔
ایک شخص نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارا باپ حزافہ ہے۔
دوسرے شخص نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارا شیبہ کا غلام سالم ہے۔
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں غضب کے آثار دیکھے۔
تو عرض کیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ عزوجل سے توبہ کرتے ہیں۔
(صحیح بخاری: ج:1 ص:19 تا 20 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا مجھ سے جو چاہو سوال کرو یہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سوال کے جواب کا علم عطا فرمایا ہو خواہ احکام شرعیہ سے متعلق سوال کیا جائے یا ماضی اور مستقبل کی خبروں کے متعلق

کیا جائے یا اسرار تکوینیہ کے متعلق سوال کیا جائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو عموم پر ہی محمول کیا تھا اس لیے دو
ب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے نسب کے متعلق سوال کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے باپ کے متعلق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء خلق سے
بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان
جس شخص نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے ان کو بھلا دیا۔
(صحیح بخاری: ج: 1، ص: 453 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک تقریر فرمائی اور اس میں قیامت تک ہونے والے تمام امور بیان فرما دیئے جس
نے اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔
(صحیح البخاری: ج: 2، ص: 977 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ
۔ پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ
اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمام ما کان و ما یکون کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم

(صحیح مسلم: ج: 4، ص: 2217، رقم الحدیث: 2892 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔
(صحیح مسلم: ج: 4، ص: 2216، رقم الحدیث: 2889 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے لئے آنے میں دیر کی حتیٰ کہ عنقریب ہم سورج کو دیکھ لیتے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر ہم سے بہ آواز بلند فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو بیٹھے رہو۔ پھر ہماری طرف مڑے۔

اور ارشاد فرمایا:

میں اب تم سے یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز کے لئے آنے میں دیر کیوں ہوگئی۔ میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے نماز میں اونگھ آگئی پھر مجھے گہری نیند آگئی۔ اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔

رب تعالیٰ نے فرمایا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے کہا:

اے میرے رب عزوجل میں حاضر ہوں۔

ارشاد فرمایا:

ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں۔

میں نے کہا:

میں نہیں جانتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا۔

(الجامع الصحیح: ج:5، ص:369، رقم الحدیث:3235 مطبوعہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے (خواب میں) اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا۔

میرے رب عزوجل نے فرمایا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)!

میں نے کہا:

حاضر ہوں یارب عزوجل۔

ارشاد فرمایا: ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

میں نے کہا:

اے رب عزوجل! میں نہیں جانتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

(الجامع الصحیح: ج:5،ص:367،رقم الحدیث:3234 مطبوعہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ عزوجل نے دنیا کو میرے لیے اٹھالیا اور میں دنیا کی طرف اور قیامت تک دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ان ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں جو اللہ عزوجل کے حکم سے روشن ہیں۔اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کو روشن کیا جس طرح پہلے نبیوں کے لئے روشن کیا تھا۔

(الجامع الکبیر: رقم الحدیث:4849)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک جو امور پیش ہونے والے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اور وہ سب امور بیان فرمادیئے جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا اور میرے ان اصحاب کو ان کا علم ہے۔ان میں سے کئی ایسی چیزیں واقع ہوئیں جن کو میں بھول چکا تھا۔جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آ گئیں جیسے کوئی شخص غائب ہو جائے تو اس کا چہرہ دیکھ کر اس کو یاد آ جاتا ہے کہ اس نے اس کو دیکھا تھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6604)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ما کان و ما یکون (جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے) کی خبریں دیں پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظہ والا تھا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:7134)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت سواد بن اقارب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں چند اشعار سنائے۔
جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فاشهد ان الله لا رب غيره وانك مامون على كل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔
حضرت سواد بن اقارب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

افلحت يا سواد

اے سواد تم کامیاب ہو گئے۔
(دلائل النبوۃ لابی نعیم: ج:1، ص:114)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا اب علماء کرام کے اقوال ملاحظہ فرمائیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:
اولین وآخرین کی خبروں اور ماکان وما یکون میں سے جس جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے اس سب کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دے دیا۔
(جامع البیان: جز:5، ص:373 دار الفکر بیروت)

امام عبد الرحمان بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی 327ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کے بیان کا علم دیا اور حلال اور حرام کا علم دیا تا کہ اس علم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے سامنے استدلال کریں۔
حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر اور شر کا علم دیا۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:4، ص:1064، رقم الحدیث:5958 مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

امام الحسین بن مسعود بغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں سے جو کچھ نہیں جانتے تھے۔

اور ایک قول ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب سے جو کچھ نہیں جانتے تھے اس کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔
(معالم التنزیل: ج:1، ص:700 دار احیاء التراث العربی بیروت)
امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
1-اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور ان کے اسرار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا اور ان کے حقائق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا حالانکہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا۔ اسی طرح آئندہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمائے گا تا کہ منافقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھسلانے پر قادر نہ ہو سکیں۔
2-اس سے مراد یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین کی خبروں سے مطلع کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے مکر وفریب سے محفوظ رہیں۔
اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم عطا فرمایا۔اس کے متعلق ارشاد کیا وہ بہت کم ہے۔
وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل:85)
اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق فرمایا وہ عظیم ہے۔
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء:113)
یہ آپ کے علم کے شرف عظیم پر دلیل ہے۔
(تفسیر کبیر: ج:4، ص:217 دار احیاء التراث العربی بیروت)
قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخفی چیزوں اور امور دنیا اور احکام میں سے جو کچھ نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم دے دیا۔
(تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی: ج:3، ص:349 دار الکتب العلمیہ بیروت)
تفسیر بیضاوی کی شرح میں علامہ اسماعیل بن محمد قونوی حنفی متوفی 1195ھ لکھتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مخفی امور کا علم دے دیا جو غیب ہیں جن کا حواس ادراک کر سکتے ہیں نہ بداہت عقل ان کا تقاضہ کرتی ہے۔
(حاشیۃ القونوی: ج:7، ص:296 دار الکتب العلمیہ بیروت)
علامہ علاء الدین علی بن محمد الخازن متوفی 741ھ لکھتے ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرع اور امور دین میں سے جن کا علم نہیں تھا ان کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔
ایک قول یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب سے جن چیزوں کا علم نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔
دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخفی چیزوں، دلوں کی باتوں، منافقین کے احوال اور ان کے مکر وفریب کا علم دے دیا۔

(تفسیر الخازن: ج:1،ص:426 دار الفکر بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن مخفی امور اور غیب کو نہیں جانتے تھے ان کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔

(روح البیان: ج:2،ص:343 دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن مخفی امور، دل کی باتوں، منافقوں کی سازشوں، امور دین اور احکام شرع کو نہیں جانتے تھے ان سب کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے اسرار سے مطلع اور حقائق شرع سے واقف کر دیا۔

(روح المعانی: جز:4،ص:210 دار الفکر بیروت)

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

اولین اور آخرین کی خبروں اور ماکان و مایکون میں سے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیا۔

(جامع البیان: جز:5،ص:373 مطبوعہ بیروت)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں

اللہ تعالیٰ کی مخلوق

اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعیین

آیات کبریٰ

امور آخرت

علامات قیامت

اچھے اور برے لوگوں کے احوال

اور ماکان و مایکون کا علم اسی قبیل سے ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وحی کے نہیں جانا۔

(الشفاء، ج:2،ص:100 مطبوعہ ملتان)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلیات اور جزئیات کو محیط ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ

لوح وقلم، علوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم انواع ہیں۔

کلیات

جزئیات

حقائق

دقائق

عوارف

اور معارف کہ

ذات وصفات الٰہی عزوجل سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے، پھر بایں ہمہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الزبدۃ شرح قصیدہ بردہ: ص:116 مطبوعہ پیر جو گوٹھ سندھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ

ان کو ما یکون (امور مستقبلہ) کا علم ہو۔

اور تینتالیسویں صفت یہ ہے کہ

ان کو ما کان (امور ماضیہ) کا علم ہو۔

جن کو ان سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔

(فتح الباری: ج:12، ص:367)

علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علم کے ساتھ تجلی کر کے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا۔ جس صفت علم سے آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ غائب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما کان وما یکون کو جان لیا۔

(روح المعانی: ج:6، ص:22)

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن ہے۔

(روح المعانی: ج:15، ص:154)

شیخ اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز شیخ مرتضیٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔

(توضیح البیان فی حفظ الایمان: ص:12)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ما کان وما یکون کا علم ہے وہ قرآن عظیم سے مستفاد ہے اور قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور قرآن مجید دفعۃً نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تدریجاً تئیس سال میں نازل ہوا ہے پس جب بھی کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں اضافہ کرتی حتیٰ کہ قرآن مجید کا نزول مکمل ہو گیا۔ پس ہر چیز کی تفصیل اور اس کا بیان مکمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نعمت کو مکمل کر دیا جیسا کہ اس نے قرآن مجید میں اس کا وعدہ فرمایا ہے پس اگر قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے پہلے اعتراض کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض نبیوں کا قصہ بیان نہیں کیا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہیں تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قصہ یا واقعہ میں توقف فرمایا (جیسا کہ اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے سوال کے موقع پر ایسا ہوا) حتیٰ کہ وحی نازل ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال کردہ امور منکشف ہو گئے تو وہ قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان ہونے کے منافی نہیں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی ہونے کے منافی ہے۔ جیسا کہ کسی بھی عقل مند پر مخفی نہیں ہے۔ پس منکرین علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے لئے جب بھی بعض واقعات اور روایات سے استدلال کریں گے۔ خواہ ان واقعات اور روایات کی تاریخ کا علم نہ ہو تو ان کا استدلال باطل ہو گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ واقعہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل سے پہلے کا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی تکمیل قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے ساتھ ہوئی۔ ہے اور اگر وہ واقعہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے بعد کا ہو تو منکرین کو اس پر صریح نص پیش کرنی ہو گی اور اس کے بغیر ان کا دعویٰ محض باطل ہو گا اور منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی تقصیر اور تنقیص اس کے بغیر ثابت نہیں کر سکتے۔

اور اگر بہ فرض محال وہ کوئی ایسی روایت لے آئیں جس کے متعلق قطعیت سے ثابت ہو کہ وہ قرآن مجید کے نزول کی تکمیل کے بعد کی ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض علم کی نفی ہوتی ہو۔ تب بھی وہ ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء:113)

اور اللہ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اور ہم اس آیت قطعی الدلالۃ سے آپ کا علم کلی ثابت کر چکے ہیں اور جو روایات خبر واحد کے قبیل سے ہوں اور وہ قرآن مجید کے معارض ہوں تو ان کو نہ سنا جاتا ہے نہ قبول کیا جاتا ہے بلکہ ان کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور منکرین کے سرخیل شیخ انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ

عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں، خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔

(براہین قاطعہ: ص:51 مطبع بلالی، ہند)

سو منکرین پر لازم ہے کہ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کی نفی ثابت کرنا چاہتے ہیں تو وہ قرآن مجید کی آیت یا حدیث متواتر کی طرح کوئی ایسی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ روایت پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن مجید کے نزول کی

تکمیل کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا اصلاً علم نہیں ہوا اور اس طرح نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخفی رکھا کئی ایسی چیزیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ظاہر نہیں کیا اور اس کو مخفی رکھا اور اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہو کہ مکمل توجہ کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں ہوا کیونکہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ نہیں ہوتی۔

(الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ: ص:83 تا85 ملخصاً مرکز اہل السنۃ برکات رضا)

حضرت یوسف علیہ السلام نے کھانا آنے سے پہلے بتادیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام نے ان دونوجوانوں کو کھانا ملنے سے پہلے بتادیا کہ تمہیں یہ کھانا ملنے والا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

کل تمہارے پاس تمہارے گھروں سے کھانا پہنچنے سے پہلے میں تمہیں اس کھانے کی خبر دے دوں گا تاکہ تم کو یقین ہو جائے کہ میں خواب کی تعبیر کا علم بھی رکھتا ہوں۔

انہوں نے کہا:

آپ علیہ السلام اسی طرح کریں۔

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تمہارے پاس فلاں فلاں کھانے کی چیز آئے گی سو ایسا ہی ہوا اور یہ علم غیب تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مختص تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس علم کے ساتھ اس لیے مخصوص فرمایا ہے کہ انہوں نے اس قوم کے دین کو ترک کردیا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتی یعنی بادشاہ کے دین کو۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:166 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مجھے میرے رب عزوجل نے اس کی تعلیم دی ہے

☆ حضرت یوسف علیہ السلام سے دونوں نوجوانوں نے پوچھا کہ کھانا پہنچنے سے قبل آپ علیہ السلام کو اس کا کیسے پتہ چل جاتا ہے حالانکہ آپ علیہ السلام نہ تو جادوگر ہیں اور نہ نجومی ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے میرے رب عزوجل نے تعلیم دی ہے۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

ساقی اور نانبائی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ

کھانا پہنچنے سے پہلے آپ علیہ السلام کو اس کی حقیقت کا کیسے پتہ چل جاتا ہے حالانکہ آپ علیہ السلام نہ تو جادوگر ہیں اور نہ

نجومی ہیں۔

تو آپ علیہ السلام نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا:

مجھے میرے رب عزوجل نے اس کی تعلیم دی ہے۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:224 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اعتراض

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ساقی اور نانبائی نے تو حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے خوابوں کی تعبیر کے متعلق سوال کیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو یہ بتانا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس کس قسم کا کھانا آئے گا اور کتنا آئے گا اور کس وقت آئے گا تو ان کا یہ جواب ان دونوں کے سوال کے مطابق تو نہیں ہے؟

جواب

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے اس کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں۔

1- حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ ان میں سے ایک کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ان کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور جب وہ اس جواب کو سنے گا تو بہت غمزدہ ہوگا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وعظ نصیحت اور ان کی دیگر باتوں کے سننے سے متنفر ہو جائے گا۔ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس میں مصلحت دیکھی پہلے ایسی باتیں کریں جن سے حضرت یوسف علیہ السلام کا علم اور ان کا کلام ان کے دلوں میں موثر ہو حتیٰ کہ جب آپ علیہ السلام ان خواب کی تعبیر بیان کریں تو اس کو عداوت اور تہمت پر محمول نہ کیا جائے۔

2- حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو یہ بیان کریں کہ ان کے علم کا مرتبہ ان کے اندازہ سے بہت بلند اور بہت فائق ہے کیونکہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی تھی اور خواب کی تعبیر ظن اور تخمین پر مبنی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان پر یہ ظاہر کہ وہ غیب کی خبریں دیتے ہیں کیونکہ وہ کھانا آنے سے پہلے بتا دیتے تھے۔ آج ان کے گھروں سے کیا کھانا آئے گا اور حضرت یوسف علیہ السلام غیب کی خبریں قطعی اور یقینی علم کی بناء پر بتاتے تھے جس سے باقی عاجز تھی اور اسی سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی جو تعبیر بتائیں گے وہ بھی محض ظن اور تخمین پر مبنی نہیں ہوگی بلکہ قطعی اور یقینی ہوگی۔ اور اس سے یہ مقصود تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی تعبیر بتانے کے جس مرتبہ پر فائز ہیں اس درجہ تک کوئی اور نہیں پہنچا۔

3- جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دیکھ لیا کہ وہ دونوں آپ علیہ السلام کے معتقد ہو چکے ہیں تو آپ علیہ السلام نے ان کو بت پرستی ترک کرنے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی کیونکہ دین کی اصلاح کرنا دنیا کی باتیں بتانے سے اولیٰ ہے۔

4- نانبائی کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تھا کہ اس کو سولی دی جائے گی۔

تو آپ علیہ السلام نے یہ چاہا کہ

اس کو مرنے سے پہلے مسلمان کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ وہ کفر پر نہ مرے اور عذاب شدید کا مستحق نہ ہو۔
جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ (الانفال:42)
تا کہ جس نے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔
5-اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
تمہارے پاس بیداری میں جو کھانا بھی آئے گا میں اس کے پہنچنے سے پہلے بتادوں گا کہ وہ کس قسم کا کھانا ہے۔
اس کا رنگ کیسا ہے؟
اور اس کی مقدار کتنی ہے؟
اور اس کھانے کا انجام کیا ہوگا؟
یعنی اس کے کھانے کے بعد انسان کی صحت قائم رہے گی یا وہ بیمار ہو جائے گا۔
اور اس کا ایک محمل یہ بھی ہے کہ
بادشاہ جب کسی قیدی کو مارنا چاہتا تھا تو اس کے کھانے میں زہر ملوا کر بھیجتا تھا اور جب قید خانہ میں کھانا آتا تو حضرت یوسف علیہ السلام بتا دیتے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے یا نہیں۔
اور یہ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔
میں کھانا پہنچنے سے پہلے اس کی حقیقت بتادوں گا اس سے یہی مراد ہے۔
اور اس کا حاصل یہ ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام غیب کی خبر بتانے کا دعویٰ کرتے تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کے قائم مقام ہے۔
وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (آل عمران:49)
اور میں تمہیں اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور اس چیز کی خبر دیتا ہوں جو تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔
پس پہلی دو وجوہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی تعبیر بتانے میں تمام لوگوں پر فائق تھے اور آخری تین وجوہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچے نبی تھے اور غیب کی خبر دینا آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
اس آیت کو معجزہ پر محمول کرنا کس طرح درست ہوگا جبکہ اس سے پہلے ان کے دعویٰ نبوت کا ذکر نہیں ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
ان آیتوں میں ہر چند کہ صراحتاً دعویٰ نبوت کا ذکر نہیں ہے لیکن ان آیتوں میں ایسے اشارے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تھا۔

مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ (یوسف:37)

یہ (غیب کی خبریں) میرے رب کی تعلیم (وحی) کی وجہ سے ہے۔

یعنی میں تم کو جو یہ غیب کی خبریں دے رہا ہوں یہ کوئی علم نجوم یا کہانت یا سحر کی وجہ سے نہیں ہے۔

یا اس وجہ سے ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کی میری طرف وحی فرمائی ہے۔

نیز فرمایا:

میں نے اپنے باپ دادا کے دین کی پیروی کی ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6،ص:455 دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا ان کے دین کو ترک کرنے کا معنیٰ

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے۔

اس قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے ان کے دین کو اختیار کیا پھر اس کو ناپسند کر کے ترک کر دیا حالانکہ نبی کے لئے یہ محال ہے کہ وہ ایک آن کے لئے بھی کفار کے دین کو اختیار کرے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ترک کا معنیٰ یہ ہے کہ

انسان کسی چیز کے ساتھ تعرض نہ کرے اور اس کی یہ شرط نہیں ہے کہ پہلے انسان نے اس کو اختیار کیا ہو۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام ان کے زعم کے اعتبار سے ان کے غلام تھے اور شاید وہ ان کے خوف کی وجہ سے بر سبیل تقیہ ان کے سامنے توحید اور ایمان کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ پھر اس وقت انہوں نے توحید اور ایمان کو ظاہر فرمایا اور اس وقت میں ان کا توحید اور ایمان کو ظاہر فرمانا ان کافروں کے دین کو ترک کرنے کے قائم مقام تھا اور یہ جواب زیادہ صحیح ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6،ص:456 دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام رازی کا اس جواب کو زیادہ صحیح فرمانا صحیح نہیں بلکہ یہ جواب اصلاً درست نہیں ہے کیونکہ تقیہ کرنا نبی کی شان نہیں ہے جان کے خوف سے باطل کی موافقت کرنا نبی کی شان نہیں ہے۔ نبی ہر وقت ہر حال میں حق کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کے ساتھ بھی تقیہ نہیں کیا اور صاف فرما دیا کہ یہ عورت ہی مجھے گناہ کی طرف راغب کر رہی تھی اور اس عورت سے بھی موافقت نہیں کی بلکہ اس کو ملامت کی اور اس سے دامن چھڑا کر بھاگے۔

[حض]رت یوسف علیہ السلام کا اپنے دین کی طرف راغب کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی اور نانبائی کی محبت کو دیکھ کر ان کو اپنے دین کی طرف راغب کیا۔

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

چونکہ ساقی اور نانبائی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن اخلاق اور ان کے علم کی وجہ سے ان سے محبت کرنے لگے تھے تو [حض]رت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ ان کے سامنے اپنے دین کا اظہار کریں تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ حضرت یوسف علیہ [الس]لام دین میں ان کی قوم کے مخالف ہیں تا کہ وہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے دین کی اتباع کریں۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

اگر تمہاری وجہ سے اللہ ایک شخص کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3701)

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کافروں کے دین کو بالکل بھی نہیں اپنایا تھا۔

اس کے باوجود فرمایا:

میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا۔

یہاں ترک کا معنی یہ ہے کہ

وہ ابتداء سے اس دین سے مجتنب رہے ہیں۔

اور اس کو ترک سے اس لیے تعبیر فرمایا تا کہ وہ دونوں اس دین کو ترک کر دیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں اس [دین] کے ترک کی طرف راغب ہوں۔

(البحر المحیط: ج:6، ص:276 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[اللہ] تعالیٰ نے مجھے غیب کا علم دیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے غیب کا علم دیا۔

علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کے پہلے قول کی دلیل ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے غیب کا علم دیا اور میری طرف وحی فرمائی [کہ] میں نے ابتداء سے کافروں کے دین کو ترک کر دیا تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے دین کی پیروی کی تھی۔

(البحر المحیط: ج:6، ص:277 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[حض]رت یوسف علیہ السلام کفار کے دین سے متصف نہیں تھے

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ میں نے ان کے دین کو ترک کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ علیہ السلام [ان] کے دین سے متصف ہوں۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے۔
اس کا معنیٰ یہ ہے کہ
میں نے تمہارے سامنے اپنے ترک کرنے کو ظاہر کیا ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام اس دین کے ساتھ متصف تھے۔
(عنایت القاضی: ج:5،ص:306 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں کو خوابوں کی تعبیر بتائی

حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں نوجوانوں کو خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی تھی۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں فوراً تعبیر بتانے کو ناپسند کیا اور ان کو دوسرا جواب دیا تا کہ وہ جان لیں کہ ان کے پاس ایک خاص علم ہے۔اس وقت کا بادشاہ جب کسی انسان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تھا تو اس کے لئے مخصوص کھانا تیار کیا جاتا تھا اس شخص کو اس کھانے پر بلایا جاتا تھا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں کھلایا جاتا ہے۔
پس ان دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر فرمائی۔ پس آپ علیہ السلام کے ساتھ رہے۔
پھر آپ علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی۔
(جامع البیان: ج:12،ص:260 دار احیاء التراث العربی بیروت)
ایک اور جگہ راقم ہیں۔
ان دونوں نے قید خانے میں داخل ہونے کے وقت خواب دیکھا۔
مجلب نے یہ دیکھا تھا کہ
وہ سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہیں جنہیں پرندے کھا رہے ہیں۔
اور نبوا نے یہ دیکھا کہ
وہ شراب نچوڑ رہا ہے۔
انہوں نے ان خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھی۔
اور کہا:

ہمیں اس کی تعبیر بتاؤ ہم آپ علیہ السلام کو نیکو کاروں میں سے دیکھتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
تمہارا شام کا کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔ پھر آپ علیہ السلام نے پہلے ان دونوں کو اللہ اور اسلام کی طرف بلایا۔
اور ارشاد فرمایا:
اے قید خانہ کے میرے دور فیقو! (یہ تو بتاؤ) کیا بہت سے جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔
پھر آپ علیہ السلام نے مجلب سے فرمایا:
تجھے سولی پر لٹکایا جائے گا اور پرندے تیرے سر سے نوچ کھائیں گے۔
اور نبوا کو ارشاد فرمایا:
تو پھر دوبارہ اپنے کام پر لوٹا دیا جائے گا اور تجھ سے تیرا مالک راضی ہو جائے گا۔
اصل فیصلہ ہو چکا ہے اس بات کا جس کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔
(جامع البیان: ج:12، ص:263، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے اسلام کی تبلیغ کیوں کی

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے اسلام کی تبلیغ اس لیے کی تاکہ خواب کی تعبیر بتانا ہی اصل مقصود نہ رہے بلکہ مقصود ہدایت اور راہ راست پر لانا ہو اور یہ کام بھی نیکیوں میں لکھا جائے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی تعبیر کا فوراً پتہ لگ گیا تھا کہ ایک بچنے والا ہے اور ایک مرنے والا ہے اس لیے آپ علیہ السلام نے چاہا کہ موت سے پہلے ان کو اسلام کی تبلیغ کر دینی چاہیے تاکہ خواب کی تعبیر بتانا ہی اصل مقصود نہ رہے بلکہ مقصود ہدایت اور راہ راست پر لانا ہو اور یہ کام بھی نیکیوں میں لکھا جائے اس لیے آپ علیہ السلام نے کلام کی تمہید باندھتے ہوئے تعبیر دینے سے پہلے تعارضی کلام دراز فرمایا کہ اے میرے جیل کے ساتھیو نہیں آئے گا تمہارے پاس حسب معمول دوپہر کا کھانا جو روز دیا جاتا ہے تم کو مگر میں تم دونوں کو اس کی تعبیر بتادوں گا اس سے پہلے کہ وہ کھانا ناشتہ تم دونوں کے پاس آئے یہ بعد ناشتہ صبح وقت آخری تھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:480، 481، نعیمی کتب خانہ لاہور)

شاہ مصر کا مارنے کا طریقہ

تفسیر نعیمی میں ہے کہ
شاہ مصر کا طریقہ یہ تھا کہ
جو مجرم ملکی ہوتا مثلاً چور، ڈاکو، قاتل اس کو تو ظاہر ظہور بجن قتل میں پھینک کر مار ڈالتا یا بر سر عام قتل کراتا لیکن خطرناک سیاسی

قیدیوں کو جو اس کی جان یا سلطنت کے دشمن ہوتے ان کو تجن عافیت میں رکھتا تاکہ عوام پر ظاہر ہو کہ تفتیش ہو رہی ہے مگر کسی کھانے میں زہر ڈلوا کر مروا دیتا یا ہلکا زہر ڈلواتا جس سے قیدی کو مہلک بیماری لگ جاتی جس سے آہستہ آہستہ کڑھ کڑھ کر جاتا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:481 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل میں پہلا وعظ

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں پہلا وعظ فرمایا جس سے آپ علیہ السلام کی تبلیغ نبوت کا دور شروع ہوا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
دونوں قیدی سخت متعجب ہوئے۔
اور بولے۔
اے یوسف (علیہ السلام)! کیا تم جادو گر ہو؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
نہیں۔
بولے۔
کیا تم کاہن ہو یا نجومی ہو۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
نہیں۔
تو بولے۔
پھر یہ علم تم کو کہاں سے آیا۔
تب آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ
تم دونوں کی یہ خوابوں کی تعبیر یا چیز آنے سے پہلے اس کی حقیقی پوری خبر دینا۔ یہ ان علموں میں سے ہے۔ جو مجھ کو میرے رب عزوجل نے سکھایا۔
قیدی بولے۔
آپ علیہ السلام کا رب عزوجل کون ہے؟ اور اس نے آپ علیہ السلام کو کیوں سکھایا؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میرا رب عزوجل اللہ تعالیٰ میرا تمہارا خالق ہے۔
اور مجھ کو یہ علم اس لیے سکھایا کہ
میں نے شروع سے ہی وہ دین چھوڑے رکھا۔ اس قوم کا دین میں نے مانا ہی نہیں جو اللہ عزوجل پر ایمان نہیں لاتے اور

والے سرے سے آخرت کے ہی کافر ہیں یعنی انکار کرنے والے ہیں۔
یہ تھا وہ پہلا وعظ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کی کوٹھڑی میں نہایت حشر کانہ ماحول میں باطل کے سامنے سنایا
ں سے آپ علیہ السلام کی تبلیغ نبوت شروع ہوتی ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:481 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی مصلحانہ نصیحت

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں مصلحانہ نصیحت فرمائی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
روایت ہے کہ
سارے قیدی اور جیل کا عملہ جمع ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے مصلحانہ نصیحت آمیز کلام مزید دراز فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:
اے لوگو تم میرے علم سے متاثر مت ہو میرے حسن سے بھی متاثر نہ ہو یہ بندوں کے پاس امانت پروردگار ہے۔ دنیا میں
کی چیز کبھی فائدے مند کبھی نقصان دہ، یاد رکھو کہ سات چیزیں سات چیزوں کے لئے آفت ہیں۔
1- تکبر حسن و جمال کے لئے آفت ہے
2- بے عملی علم کے لئے آفت ہے
3- خاندان کی بڑائی کے لئے سرکشی آفت ہے
4- فضول خرچی سخاوت کی آفت ہے
5- شیخی اور ریاکاری فضول خرچی کی آفت ہے
6- خواہش نفسانی دین کی آفت ہے
7- سستی عبادت کی آفت ہے۔
تم اس پر نظر رکھو جس نے یہ نعمتیں دی ہیں اور اس کی طرف دوڑو جس کی وجہ سے نعمتیں ملیں تم سب باطل دین اور غلط
ستے پر ہو میں نے وہ دین چھوڑا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:481 تا 482 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے باپ دادا کے دین کی اتباع کا فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے اپنے باپ دادا حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم
السلام کے دین کی اتباع کی ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ
فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ (یوسف:38)

اور میں نے اپنے باپ، دادا، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے۔ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

دین وشریعت کے معانی

دین وشریعت میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

دین ایک الٰہی دستور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہے جو عقل والوں کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے دین اور ملت متحد بالذات ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں کیونکہ شریعت بہ حیثیت اطاعت دین ہے اور بہ حیثیت ضبط اور تحریر ملت ہے اور جس حیثیت سے اس کی طرف رجوع کیا جائے مذہب ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

دین اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور ملت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور مذہب مجتہد کی طرف منسوب ہے۔

(کتاب التعریفات: ص:47 مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر)

نیز فرماتے ہیں۔

عبودیت کا التزام کر کے حکم ماننا شریعت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

شریعت دین کا ایک راستہ ہے۔

(کتاب التعریفات: ص:55 مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

شرعۃ ومنھاجا کی تفسیر میں قتادہ نے کہا:

دین ایک ہے اور شریعت مختلف ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:1، ص:117 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل تورات کے لئے تورات مقرر کی اور اہل انجیل کے لئے انجیل اور اہل قرآن کے لئے قرآن مقرر کیا اور یہ تقرر شریعتوں اور عبادتوں میں ہے اور اصل توحید ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:6، ص:211 مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

امام بخاری متوفی 256ھ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت نوح علیہ السلام کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔

(صحیح بخاری: ج:1، ص:6 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

...ت پر دین آسان

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آسان اور پیارا دین عطا فرمایا۔ اس بارے میں کثیر احادیث ...ارکہ ہیں چند ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دین آسان ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 39)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگوں پر آسان احکام بیان کرو اور مشکل احکام نہ بیان کرو اور لوگوں کو خوش خبری سناؤ اور لوگوں کو بددل اور متنفر نہ کرو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 69)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف جھپٹے۔

تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس کو چھوڑ دو اور اس جگہ کے اوپر ایک یا دو ڈول پانی بہا دو کیونکہ تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 220)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آسان دین عطا فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا نسب بیان فرمانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نسب مبارک خود بھی بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کریم بن کریم بن کریم بن کریم، یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

(مستدرک: ذکر یوسف بن یعقوب علیہم السلام: ج: 2، ص: 623 مطبوعہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کا سلسلہ نسب بیان فرمانا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کا سلسلہ نسب بیان فرمایا۔
ابوالاحوص سے روایت ہے کہ
وہ فرماتے ہیں۔
حضرت اسماء بن خارجہ الفزاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو پیچھے دھکیل کر فرمایا:
میں الاشیاخ الکرام کی اولاد ہوں۔ (کریم شیوخ)
تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
وہ یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔
(مستدرک: ذکر یوسف بن یعقوب علیہما السلام: ج:2،ص:623 مطبوعہ بیروت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کا سلسلہ نسب بیان فرمانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کا سلسلہ نسب پوچھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہو۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ان سے ایک شخص نے ملاقات کی اجازت مانگی۔
تو اس نے دربانوں سے کہا۔
ابن اخیار (نیکوں کے بیٹے) کے لئے اجازت طلب کرو۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اس کو اندر آنے دو۔
جب وہ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:
تم کون ہو؟ اپنا شجرہ نسب بیان کرو۔
تو اس نے زمانۂ جاہلیت کے اشراف لوگوں کا ذکر کیا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:
کیا تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہو۔
اس نے کہا: نہیں۔
ارشاد فرمایا:
وہ اخیار میں سے تھے تو تو اشرار میں سے ہے۔ تو میرے سامنے دوزخیوں کے پہاڑوں کو شمار کر رہا ہے۔
(مستدرک: ذکر یوسف بن یعقوب علیہما السلام: ج:2،ص:378 مطبوعہ بیروت)

فضل ہے کہ اس نے ہمیں انبیاء علیہم السلام بنایا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا کے تحت فرمایا ہے کہ
اللہ کا ہم پر فضل ہے کہ اس نے ہمیں انبیاء علیہم السلام بنایا۔
وَعَلَى النَّاسِ لوگوں پر احسان فرمایا کہ
ہمیں ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔
(جامع البیان: ج:12، ص:260 دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ

تفسیر نعیمی میں ہے۔
ابھی آپ علیہ السلام کا وعظ مبارک ختم نہیں ہوا تھا کہ سب قیدی اور جیل کا اکثر عملہ مسلمان ہو گیا۔ یہ دونوں بھی مسلمان ہوئے۔
آپ علیہ السلام نے قیدیوں سے فرمایا کہ
اے قیدیو تم کفر کی قید سے آزاد ہو چکے ہو اب بتاؤ اس جیل میں رہنا چاہتے ہو یا آزاد ہو کر اپنے گھروں میں جا کر عبادت الٰہی عزوجل میں مشغول ہونا چاہتے ہو۔ اس وقت جیل میں ایک ہزار چار سو قیدی تھے۔
ایک ہزار نے کہا:
ہم جیل سے نکلنا چاہتے ہیں۔
بعض نے کہا:
یہ سب مظلوم اور متہم تھے زیر تفتیش تھے مگر بادشاہ کی لاپرواہی کی وجہ سے تفتیش ختم نہ ہوتی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام اپنے علم غیب سے یہ سب کچھ جان لیا تو آپ علیہ السلام نے ان کو آزاد کرنا چاہا۔
لیکن قیدیوں نے عرض کیا:
یا حضرت ہمارے پیروں میں بیڑیاں ہیں۔ گلے میں طوق ہیں۔
ہم کس طرح آزاد ہوں گے؟
آپ علیہ السلام نے بیڑیوں اور طوق کو نظر بھر کر دیکھا تو وہ کھل گئے۔
پھر قیدیوں نے عرض کیا:
ہم لوگ اسی مصر کے رہنے والے ہیں جانے پہچانے ہوئے ہیں۔ ہم کو پہچان لیا جائے گا اور پھر پکڑے جائیں گے۔
تب آپ علیہ السلام نے دعا کی رب عزوجل نے سب کی صورتیں بدل دیں اور رنگ بھی بدل گئے اسی طرح وہ سب آزاد ہوگئے۔

چار سو قیدی لوگوں نے کہا:

ہم کو آپ علیہ السلام سے محبت ہے ہم آپ علیہ السلام کی صحبت پاک میں رہنا چاہتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے درد بھرے لہجے میں فرمایا:

میرے دوستو مجھ سے محبت نہ کرو جس نے مجھ سے محبت کی اس کی محبت سے مجھ کو مصیبت اور غم آیا۔ مجھ سے میرے والد نے محبت کی تو جدائی کی مصیبت آئی مجھ سے زلیخا نے محبت کی تو قید کی مصیبت آئی نہ معلوم تمہاری محبت سے کیا مصیبت ہوا سب رونے لگے اور آپ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔

(تفسیر نعیمی: ج: 12، ص: 483، نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا دونوں ساتھیوں سے خدا کے متعلق سوال کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کے دونوں ساتھیوں سے پوچھا کہ متعدد خدا بہتر ہیں یا ایک اللہ تعالیٰ جو کہ سب پر غالب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (یوسف: 39)

اے قید کے دونوں ساتھیو! آیا متعدد خدا بہتر ہیں یا ایک اللہ جو غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک ہے

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اس کے ساتھ کوئی عبادت میں شریک نہیں وہ ایک ہے اور اس کی کوئی اولاد نہیں نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الاخلاص: 1 تا 4)

آپ فرما دیجئے۔ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے پر دلائل

اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے پر کئی دلائل ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

1- ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کی تخلیق کے لئے ایک صانع، عالم، قادر اور مدبر کافی ہے۔ اگر ایک صانع کی ضرورت نہیں تو ہم پوچھتے ہیں کتنے صانعین کی ضرورت ہے؟ اگر تم کسی عدد کی تخصیص کرو مثلاً تین یا چار کی تو یہ ترجیح بلا مرجح ہے کیونکہ تمام اعداد مساوی ہیں اور اگر تم کسی عدد میں صانع کا حصر نہ کرو تو غیر متناہی صانعین کا ہونا لازم آئے گا اور یہ براہین ابطال تسلسل سے باطل ہے۔

2- ہم کہتے ہیں کہ

تمام کائنات کو پیدا کرنے کے لئے ایک کافی ہے جو تمام معلومات کا عالم ہو اور تمام ممکنات پر قادر اور مدبر ہو۔ اب اگر دو صانع فرض کیا جائے تو یا تو ان دونوں میں سے ایک اس جہان کے حوادث میں سے کسی چیز کو وجود میں لانے کا مستقل ہوگا اور دوسرے کو اس میں مداخلت کرنے سے مانع ہوگا۔ ایسی صورت میں کسی چیز کو موجود کرنے کے لئے ان دونوں میں سے صرف ایک کافی ہوگا اور دوسرا عاجز اور معطل ہوگا اور اگر کسی چیز کو موجود کرنے کے لئے وہ دونوں باہم اشتراک اور تعاون کے محتاج ہوں تو یہ باطل ہے کیونکہ جو محتاج ہو وہ الوہیت اور خدائی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

3- اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو ضروری ہے کہ وہ دونوں صفات کمال کے جامع ہوں اور اس صورت میں تمام صفات کمال ان دونوں میں مشترک ہوں گی۔ پھر ان دونوں میں امتیاز کے لئے ایک امر ممیز ماننا بھی ضروری ہے کیونکہ تعدد اور اثنینیت بلا امتیاز باطل ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ امر ممیز صفات کمال ہے یا صفت نقص، اگر وہ صفت کمال ہے تو پھر دونوں تمام صفات کمال کے جامع نہ رہے کیونکہ یہ ایک اور صفت کمال ہے اور اگر وہ انہی صفت کمال میں سے ہے تو یہ مابہ الاشتراک ہے مابہ الامتیاز نہیں ہے اور اگر یہ ممیز صفت نقص ہے تو نقص کا حامل الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

4- اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو وجوب وجود اور قدم ان میں مشترک ہوگا اور کیونکہ اثنینیت بلا امتیاز باطل ہے۔ اس لیے ان میں ایک اور ممیز ہوگا اور ہر خدا دو چیزوں سے مرکب ہوگا امر مشترک اور امر ممیز اور جو مرکب ہو وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہوتا ہے وہ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

5- اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو اگر ایک معین وقت میں مثلاً ایک خدا زید کو متحرک کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کو ساکن کرنے کا ارادہ کرے تو دونوں کا ارادہ پورا ہونا محال ہے کیونکہ یہ اجتماع ضدین ہے۔ اس صورت میں صرف ایک کا ارادہ پورا ہوگا اور وہی غالب ہوگا اور دوسرا مغلوب ہوگا اور مغلوب الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

وہ دونوں اتفاق کر لیتے ہیں اور اختلاف نہیں کرتے۔

تو ہم کہتے ہیں کہ

ان میں اختلاف کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ اگر اختلاف کرنا ممکن نہیں تو وہ عاجز ہوں گے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر اختلاف کر سکتے ہیں تو پھر وہی پہلی تقریر جاری ہوگی۔

نیز ہم کہتے ہیں کہ

اگر وہ اتفاق کرتے ہیں تو ضرور ایک دوسرے کی موافقت کرے گا اور جو موافقت کرے گا وہ تابع ہوگا اور تابع الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اشارہ فرمایا ہے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ (المومنون: 91)

اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ہر ایک معبود دوسرے پر غلبہ پاتا۔ اللہ ان چیزوں سے پاک اور بالاتر ہے۔ جو وہ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیاء:22)

اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور وہ دونوں (آسمان اور زمین) تباہ ہو جاتے۔

6- اگر دو خدا ہوں تو یا تو وہ صفات ذاتیہ میں ایک دوسرے کے بالکل مساوی ہوں گے یا ایک اعلیٰ اور دوسرا ادنیٰ ہو۔ پہلی صورت اس لیے باطل ہے کہ اثنینیت بلا امتیاز محال ہے اور دوسری صورت اس لیے باطل ہے کہ جو ادنیٰ ہو وہ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

7- اگر دو خدا ہوں تو یا تو ان میں سے ہر ایک اپنی مصنوع پر خصوصی دلیل قائم کرنے پر قادر ہوگا یا کوئی قادر نہیں یا صرف ایک قادر ہوگا۔ مؤخر الذکر دونوں صورتیں اس لیے باطل ہیں کہ قادر نہ ہونا عجز ہے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اول الذکر صورت اس لیے باطل ہے کہ جب فی الواقع کسی مصنوع کے دو صانع ہوں تو عقل کے نزدیک یہ محال ہے کہ اس کی دلالت کسی ایک صانع پر ہو، نہ کہ دوسرے پر۔ مثلاً ایک درخت ہل رہا ہے اب اس کا ہلنا اس پر دلیل ہے کہ اس کا کوئی ہلانے والا ہے لیکن عقل کے نزدیک اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کا ہلانے والا فلاں ہے اور فلاں نہیں ہے۔

8- اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے کہ

ایک خدا اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہے یا نہیں اگر وہ قادر نہ ہو تو اس کا عجز لازم آئے گا اور اگر وہ مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہو تو دوسرے خدا کا جہل لازم آئے گا اور نہ عاجز خدا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے نہ جاہل۔

9- اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے تعاون کے مستقلاً تمام جہان کو پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس پر قادر نہیں ہے تو عاجز ہوگا اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اگر ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے تعاون کے مستقلاً تمام جہان کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو دوسرے کو معطل ہونا لازم آئے گا اور اس کو خدا ماننا عبث ہوگا۔

10- ہم دیکھتے ہیں کہ

تمام جہان کا نظام ایک نمط اور طرز واحد پر چل رہا ہے اور کبھی اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً سورج، چاند اور ستارے ایک مخصوص جہت سے طلوع ہوتے ہیں اور اس کے مقابل جانب غروب ہوتے ہیں۔ بارش آسمان کی جانب سے ہوتی ہے غلہ زمین سے پیدا ہوتا ہے کبھی اس کے برعکس نہیں ہوتا۔

انسان کے ہاں ہمیشہ انسان پیدا ہوتا ہے، بندر یا لنگور پیدا نہیں ہوتا اور شیر کے ہاں شیر پیدا ہوتا ہے کبھی لومڑی پیدا نہیں ہوتی۔ سیب کے درخت میں کبھی تربوز نہیں لگتا اور گندم کی بالیوں میں کبھی جوار نہیں لگتا۔ یہ ساری کائنات نظام واحد پر چل رہی ہے اور اس کا نظام واحد پر جاری ہونا زبان حال سے بتاتا ہے کہ اس کا ناظم بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے خالق متعدد ہوتے تو اس میں متعدد نظام ہوتے اور ان میں یکسانیت اور وحدت نہ ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے

[د]لیل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاۡتِىۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ (البقرہ:258)

ابراہیم نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال۔

11- ہم دیکھتے ہیں کہ

اس دنیا میں ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے اور جو کثرت کسی وحدت کے تابع نہ ہو تو اس کا نظام فاسد ہو جاتا ہے۔ مثلاً کلاس میں طلباء کسی ایک استاد کے تابع ہیں اور جب اسکول میں متعدد استاد ہوں تو وہ کسی ہیڈ ماسٹر کے تابع ہوتے ہیں۔ صوبہ میں جب کئی وزیر ہوں تو ان کے اوپر وزیر اعلیٰ واحد ہوتا ہے اور متعدد مرکزی وزراء پر وزیر اعظم واحد ہوتا ہے۔ کسی ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوتے نہ دو صدر ہوتے ہیں نہ دو وزیر ہوتے ہیں نہ کسی فوج کے دو کمانڈر انچیف ہوتے ہیں نہ کسی ادارہ میں دو مینجنگ ڈائریکٹر ہوتے ہیں۔ ہر شعبہ کا مرکزی اقتدار صرف ایک کے پاس ہوتا ہے اور ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے سو اسی طرح اس کائنات کا کارساز مطلق اور مقتدر اعلیٰ بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے صانع اور مدبر بھی دو یا دو سے زائد ہوتے تو اس کا نظام بھی فاسد ہو جاتا اور جس طرح کسی مملکت کے دو صدر نہیں ہو سکتے اسی طرح اس کائنات کے بھی دو خدا نہیں ہو سکتے۔

12- اس کائنات میں ہر انسان ایک دوسرے سے الگ دکھائی دیتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کا صانع کوئی عظیم ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھ بدکار و خطار و گنہگار کا اور تمام امت مسلمہ کا مرتے دم تک یہی عقیدہ قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم!

حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں کو ان کے حصے کی طرف بلایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جان لیا کہ ان میں سے ایک مقتول ہے تو پھر آپ علیہ السلام نے ان دونوں کو ان کے حصے کی طرف بلایا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے جان لیا کہ ان میں سے ایک مقتول ہے تو دونوں کو ان کے اس حصے کی طرف بلایا جو ان کے مالک کی طرف سے ملنا تھا اور جو انہیں ان کی آخرت سے حصہ ملنا تھا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:261 دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی دعوت دینا

حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی دعوت دی اور دعوت دینے کا ایسا پیارا انداز اپنایا کہ جس

سے انہیں فوراً تکلیف نہ ہو بلکہ ایک اچھوتا انداز اپنا کران کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر قائل کیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی اور اپنے خاندان کی نبوت کا ذکر فرما کر اصل مقصد کی طرف ان کفار کے ذہنوں کو پھیرا۔ ندا اپنے قریب بیٹھے ہوئے قیدیوں کو کی مگر خطاب سب سامعین سے ہے کیونکہ اس وقت اصل مقصود تبلیغ کا ان دونوں کو سمجھانا اس لیے کہ یہ جانے والے تھے۔ دوسرے قیدیوں کو بعد میں بھی تبلیغ ہوسکتی ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام سات سال جیل میں درس دیتے رہے اور چونکہ یہ بڑے پرانے خاندانی کافر جن کو اپنے جھوٹے معبودوں سے بہت محبت تھی اس لیے ایک دم نہ کہا کہ تمہارے بت جھوٹے (ہیں) بلکہ پیار محبت کے انداز میں خود ان کے اعتقاد کو سامنے رکھ کر ان ہی سے پوچھتے ہیں کہ اے لوگو میں تمہاری عقیدت کو چیلنج نہیں کرتا تم اپنی عقلوں ذہنوں سے پوچھو کہ کفار نے ہزاروں قسم کے رب بنا لیے ہیں۔

چاند

سورج

ستارے

فلک

درخت

سفر اور حضر اور ہر موسم کا بت علیحدہ بنالیا ہے کیا یہ اتنے بہت سے متفرق اور مختلف رب اچھے تم کو لگتے ہیں یا ایک ہی رب (عزوجل) جو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک سب پر قہار و غالب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کمال ذہانت و خطانت سے ہر قسم کے مختلف عقیدے رکھنے والے کفار کو عقل سے سوچنے سمجھنے کی دعوت دی۔ ابھی تک یہ لوگ لکیر کے فقیر بنے ہوتے تھے بغیر سوچے سمجھے بتوں کو رب کہے جا رہے تھے۔ بس باپ دادا کی اڑتی خبروں کی نقل کئے جا رہے تھے۔ اب جب دعوت فکر ملی تو ذہن کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اس مختصر کلام میں چھ دلائل قائم فرمائے اور بتایا کہ جب تم میری اس بات کو عقل و فراست سے سوچو گے تو تم کو اپنے اپنے دین میں چھ خرابیاں نظر آئیں گی۔

پہلی یہ کہ
کائنات کسی نظام کی محتاج ہے اور اس کے لئے ناظم ضروری ہے ایک سے زیادہ منتظم ہوں اور سب کے اختیار ایک درجے کے ہوں تو ہر ایک نے اپنی مرضی کرنی ہے ہمہ وقت متفق ہونا محال ہے لہٰذا کائنات میں خلل پڑ جائے گا۔

دوسری خرابی یہ کہ
یہ بت وغیرہ چاند، سورج، ستارے، درخت تم دیکھتے ہو اگتے بگڑتے ٹوٹتے بنتے اور چاند کو ایک نہایت پابندی سے مقرر سمت پر دوڑتے چلے جاتے ہیں اپنی مرضی سے ان کو کبھی کسی نے رکتے چھپتے نہ دیکھا ثابت ہوا کہ یہ کسی کے حکم کے بندے ہیں لہٰذا یہ قاہر نہیں مقہور عامل نہیں معمولی ہیں حالانکہ معبود وہ ہوتا ہے جو عبد پر قاہر و عامل ہو۔

تیسری خرابی یہ کہ
بہت سے معبودوں میں نہیں پتہ لگتا کہ

کون پیدا کر رہا ہے؟
کون مار رہا ہے؟
کون رزق دیتا ہے؟
کون مصیبتیں دور کرتا ہے۔
لہٰذا کون ہماری عبادت کا مستحق ہے۔
یہ پتہ نہیں لگتا مگر ایک معبود مان کر یہ دشواری نہیں ہوتی۔
چوتھی خرابی یہ کہ
زیادہ معبود ہوں تو کس کس کو راضی کرو گے۔
ایک کو راضی کیا تو دوسرا ناراض
اس کو راضی کیا تو وہ ناراض
پانچویں خرابی (یہ کہ)
کفار کہتے ہیں کہ
ہمارے یہ معبود نفع دیتے ہیں مگر ان کے نفع کے وقت مقرر ایک وقت میں فلاں بت کی باری ہے دوسرے وقت میں فلاں کی اس طرح نفع کی قسمیں بھی بٹی ہوئی ہیں یہ نفع اتنے بت دیں گے اور وہ نفع اتنے بت یہ بارش برسانے والے یہ دولت بانٹنے والے لہٰذا اس جنجال سے بہتر یہ نہیں ہے کہ ایک ہی اس معبود کو مانے چلے جاؤ جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک قاہر و غالب ہے اور اس کا واحد ہونا ہی اس کی عبادت کو واجب کر رہا ہے۔
چھٹی خرابی (یہ کہ)
تمہارے معبودوں میں کوئی اعلیٰ، کوئی ادنیٰ، کوئی زیادہ، کوئی تھوڑا لہٰذا ان کو کوئی بگاڑنے والا، کوئی بنانے والا حالانکہ رب اور معبود ہونے کے وہ لائق ہے جو واحد ہو سب پر غالب ہو سب سے اعلیٰ ہو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہو۔ واجب الوجود ہو۔ ممکن یعنی قابل فنا نہ ہو۔ قاہر ہو مقہور نہ ہو جو واجب ہو گا وہی قاہر ہو گا مقہور نہ ہو گا عامل ہو گا معمول نہ ہو گا غالب ہو گا مغلوب نہ ہو گا لیکن ممکن ہو گا مقہور معمول مغلوب ہو گا کیونکہ جو اس کو فنا کر دے بگاڑ دے توڑ دے مروڑ دے وہ اس پر غالب ہو گیا لہٰذا بہت سے مغلوب مقہور رب اچھے یا ایک غالب قاہر معبود اچھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:490 تا 491 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بتوں کو چند اسماء فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو مزید واحدانیت کے دلائل دیتے ہوئے بتوں کو چند اسماء فرمایا۔
قرآن مجید میں ہے:
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنِ

الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(یوسف:40)

تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف چند اسماء ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیا ہے۔ اللہ نے ان کے ساتھ کوئی سند نازل نہیں کی حکم صرف اللہ کا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بتوں کو چند اسماء کیوں فرمایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے فرمایا کہ کیا متعدد اور متفرق رب ماننا بہتر ہے یا ایک اللہ تعالیٰ کو جو قہار ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان متفرق ارباب کے مسمیات اور ان کے مصادیق موجود ہیں اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے صرف اسماء ہیں یعنی مسمیات اور مصادیق نہیں ہیں لہٰذا یہ ان دو آیتوں میں کھلا ہوا تعارض ہے۔ اس کے دو جواب ہیں۔

1- وہ ان بتوں کو الٰہ اور معبود کہتے تھے حالانکہ ان بتوں میں الوہی صفات موجود نہیں تھیں پس یہ بت نام کے الٰہ اور معبود تھے۔ الٰہ اور معبود کے مصداق اور مسمّیٰ نہ تھے اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ صرف اسماء ہیں اور اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا وہ ان کے خود ساختہ رب ہیں نہ کہ فی الواقع رب ہیں۔

2- روایت ہے کہ

وہ بت پرست مشبہ تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اصل الٰہ نور اعظم ہے اور ملائکہ انوار صغیرہ ہیں اور انہوں نے ان انوار کی صورتوں پر بت تراش لیے تھے اور حقیقت میں ان کے معبود انوار سماویہ تھے اور یہی مشبہ کا قول ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ بہت بڑا جسم عرش پر مستقر ہے اور وہ اس کی عبادت کرتے ہیں اور حقیقت میں ان کا تصور شدہ جسم موجود نہیں ہے پس وہ اس اسماء کی عبادت کرتے تھے۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:459 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو اتنا طویل کلام کیوں کیا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دو قیدیوں کو اتنا طویل کلام اس لیے کیا تا کہ ان کو ان چیزوں کی طرف متوجہ کریں کیونکہ ان کے لئے تعبیر فوراً بتانا نقصان دہ تھی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

تعبیر بتانے سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں مذکورہ چیزوں کی طرف متوجہ کیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

آپ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ان میں سے ایک کے حق میں تعبیر نقصان دہ ہے اس لیے آپ علیہ السلام نے یہ بہتر سمجھا انہیں کسی اور چیز میں مشغول کر دیں تا کہ وہ دوبارہ تعبیر نہ پوچھیں۔ جب انہوں نے دوبارہ رجوع کیا تو آپ علیہ السلام

انہیں پھر وعظ و نصیحت شروع کر دی۔

(جامع البیان: ج:12،ص:217 دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بتوں کی عبادت کارد فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو خطاب کرتے ہوئے بتوں کی عبادت کو رد فرمایا اور فرمایا کہ وہ تو عبادت کے مستحق ہی نہیں ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

جنہیں تم خدا کہتے ہو اور جن کے سامنے جبیں فرسائی کرتے ہو وہ عبادت کے مستحق ہی نہیں ہیں کیونکہ عبادت کا استحقاق یا ذاتی ہوتا ہے یا بالغیر ہوتا ہے اور ان سے دونوں استحقاق منتفی ہیں پھر نص قائم فرمائی اس پر کہ دین مستقیم اور حق قویم ہے، عقل جس کے سوا کو چاہتی ہی نہیں اور علم جس کے علاوہ کسی کو پسند ہی نہیں کرتا۔

(تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ: ج:5،ص:37 العلمیہ بیروت)

بت پرستی کی ابتداء کس طرح ہوئی؟

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کچھ نیک لوگ تھے اور ان کے پیروکار ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب وہ نیک لوگ فوت ہو گئے۔

تو ان کے پیروکاروں نے کہا:

اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو اس سے ہماری عبادت میں زیادہ ذوق اور شوق ہو گا سو انہوں نے ان نیک لوگوں کی تصویریں بنالیں۔ جب وہ فوت ہو گئے اور ان کی دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ ان کے آباء ان تصویروں کی عبادت کرتے تھے اور اسی سبب سے ان پر بارش ہوتی تھی۔ سو انہوں نے ان تصویروں کی عبادت کرنی شروع کر دی۔

اور امام ابن ابی حاتم نے عروہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے کہ

ود، یغوث، یعوق، سواع اور نسر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور "ود" ان میں سب سے نیک تھے۔

(جامع البیان: ج:29،ص:122 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن ابی حاتم نے باقر سے روایت کیا ہے کہ

ود ایک نیک شخص تھا اور وہ اپنی قوم میں بہت محبوب تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی قوم کے لوگ بابل کی سرزمین میں اس کی قبر کے گرد بیٹھ کر روتے رہے۔ جب ابلیس نے ان کی آہ و بکا دیکھی تو وہ ایک انسان کی صورت میں متشکل ہو کر آیا۔

اور کہنے لگا۔

میں نے تمہارے رونے کو دیکھا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے لیے ود کی ایک تصویر بنادوں۔ تم اپنی مجالس میں اس تصویر کو دیکھ کر اسے یاد کیا کرو۔ انہوں نے اس سے اتفاق کیا۔ اس نے ود کی تصویر بنادی جس کو وہ اپنی مجلسوں میں رکھ کر اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جب ابلیس نے یہ منظر دیکھا۔

تو کہا۔

میں تم میں سے ہر ایک کے گھر میں ود کا ایک مجسمہ (بت) بنا کر رکھ دوں تا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں ود کا ذکر کرے انہوں نے اس کو مان لیا پھر ہر گھر میں ود کا ایک بت بنا کر رکھ دیا پھر ان کی اولاد بھی یہی کچھ کرنے لگی پھر اس کے بعد جو نسلیں آئیں وہ یہ بھول گئیں کہ ود ایک انسان تھا وہ اس کو خدا مان کر اس کی عبادت کرنے لگیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس بات کی پرستش شروع کر دی سو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس بت کی سب سے پہلے پرستش شروع کی گئی وہ ود نام کا بت تھا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:10، ص:3375 تا 3376 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

محمد بن قیس نے کہا ہے کہ

یغوث، یعوق اور نسر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی عہد کے لوگ ہیں۔ یہ بہت نیک لوگ تھے اور ان کے بہت پیروکار تھے۔ جب یہ نیک لوگ فوت ہو گئے۔

تو ان کے پیروکاروں نے کہا:

اگر ہم ان کی امثال کے مجسمے بنالیں تو ہماری عبادت میں زیادہ ذوق اور شوق ہوگا پھر انہوں نے ان کی امثال کے مجسمے بنا لیے پھر جب ان کی نسل ختم ہوگئی اور ان کی دوسری نسل آئی تو ابلیس نے ان کے دماغوں میں یہ خیال ڈال دیا کہ تمہارے آباؤ اجداد ان بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے بارش ہوتی تھی۔ سو انہوں نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی۔

اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے حافظ ابن عساکر کی یہ روایت نقل کی ہے۔

حافظ ابن عساکر نے حضرت شیث علیہ السلام کی سوانح میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام کی چالیس اولاد ہوئی، بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں۔ ان میں سے جو زندہ رہے وہ ہابیل اور قابیل اور صالح اور عبد الرحمان جن کا نام عبد الحارث رکھا تھا اور ود کو ہی شیث کہا جاتا تھا۔ اور ان کو ہبۃ اللہ بھی کہا جاتا تھا اور ان کے بھائیوں نے ان کو سردار بنا دیا تھا اور ان کے بیٹوں کے نام سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:4، ص:470 دار الفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ود کا بت مرد کی صورت کا تھا سواع کا بت عورت کی صورت کا تھا۔ یغوث کا بت شیر کی صورت کا تھا۔ یعوق کا بت گھوڑے کی صورت پر تھا اور نسر کا بت گدھ کی صورت کا تھا اور یہ حکایت ان تصریحات کے منافی

کہ یہ بت نیک انسانوں کی صورتوں پر بنائے گئے تھے اور یہ تصریحات ہی اصح ہیں۔

(روح المعانی: ج: 29، ص: 133 دار الفکر بیروت)

لات، عزیٰ اور منات بتوں کی تحقیق

علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی 538ھ ان اسماء کی لفظی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لات، عزیٰ اور منات ان بتوں کے نام ہیں اور یہ مؤنثات ہیں۔ پس لات ثقیف کی دیوی کا بت ہے اس کی طائف میں پرستش کی جاتی تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس کی نخلہ (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام) میں پرستش کی جاتی تھی اور لات کا لفظ ''لوی'' سے بنا ہے، لات کا لفظ اصل میں لویۃ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس کو الف سے بدل دیا اور یا خلاف قیاس گر گئی تو یہ لات ہو گیا۔

لوی کا معنیٰ ہے۔

کسی کی پرستش کرنا اور اس پر آسن جما کر بیٹھنا یا کسی چیز کے گرد طواف کرنا وہ اس دیوی کے بت کی پرستش کرتے تھے اس کے پاس دھرنا مار کر بیٹھتے تھے اس لفظ کو لام کی تشدید کے ساتھ ''اللات'' بھی پڑھا گیا ہے اور ان کا زعم یہ تھا کہ اللات ایک شخص کا نام تھا جو ستو میں گھی ملا کر حجاج کو پلاتا تھا (مگر از روئے قرآن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ لات کسی مرد کا نام نہیں بلکہ دیوی کا نام ہے) جب وہ مر گیا تو انہوں نے اس کی قبر کی پرستش کرنی شروع کر دی پھر اس کا بت بنالیا اور اس کی پرستش شروع کر دی۔

اور عزیٰ اعز کی تانیث ہے یہ ببول کا درخت تھا مقام نخلہ میں قبیلہ غطفان کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ

یہ طائف کے درمیان مقام نخلہ میں ببول کے تین درخت تھے ان پر گنبد بنا ہوا تھا اور چادریں چڑھی ہوئی تھیں ان میں ایک جنیہ ظاہر ہوئی تھی۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسے مسمار کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ درخت کاٹ ڈالے اور گنبد مسمار کر دیا اور واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے کچھ نہیں کیا۔ دوبارہ جاؤ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب دوبارہ گئے تو وہاں کے محافظوں اور خادموں نے شور و غل کیا اور ''یا عزیٰ، یا عزیٰ'' کہہ کر اس کی دہائی دی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہاں ایک برہنہ عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور وہ اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر

آپ نے فرمایا:

یہی عزیٰ تھا اب اس کی کبھی پرستش نہیں ہوگی۔

اور منات ایک بت تھا یہ مشلل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مسمار کرنے کے لئے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ قبیلہ ہذیل اور خزاعہ اس کی پرستش کرتے تھے اس کو منات اس لیے کہتے ہیں کہ منیٰ کے معنی قربانی کرنا ہے اور مشرکین اس کے استھان پر اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جانوروں کی قربانی کرتے تھے اور اس سے بارش طلب کرتے تھے اور لات کو مسمار کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

(الکشاف: ج: 4، ص: 424 بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا دونوں ساتھیوں کو خواب کی تعبیر بتانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں قیدیوں کو واحدانیت کی دعوت دے دی تو بعد میں ان کو ان کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ۝ (یوسف: 41)

قید کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت نوچ کر) کھائیں گے تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا (اسی طرح) فیصلہ ہو چکا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے وحی کے ذریعے سے تعبیر بتائی

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی اور نانبائی کو وحی کے ذریعے سے تعبیر بتائی تھی۔

ابن السائب نے بیان کیا ہے کہ

جب ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا۔

اور کہا:

میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں انگور کے تین خوشوں سے شراب نچوڑ رہا ہوں۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ تین خوشوں سے مراد تین دن ہیں۔ تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ تم کو بلوائے گا اور تم کو دوبارہ تمہارے منصب پر بحال کر دے گا۔

اور نانبائی سے فرمایا:

تم نے برا خواب دیکھا ہے۔ تم نے خواب دیکھا ہے کہ تم روٹی کی تین انجیریں اٹھائے ہوئے ہو۔ تین انجیروں سے

ان ہیں، تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ تم کو بلائے گا اور تم کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دے گا اور تمہارے سر سے گوشت نوچ نوچ کر پرندے کھائیں گے۔

ان دونوں نے کہا:

ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

جس چیز کے متعلق تم نے سوال کیا ہے اس کا اسی طرح فیصلہ ہو چکا ہے یعنی اس معاملہ سے فراغت ہو چکی ہے خواہ تم نے سچ بولا ہو یا جھوٹ بولا ہو۔ عنقریب اسی طرح واقع ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے تاویل کے واقع ہونے کو حتمی اور یقینی طور پر کیوں فرمایا جبکہ خواب کی تعبیر ظنی ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آ چکی تھی اور انہوں نے وحی کے ذریعہ جان کر یہ تعبیر بتائی تھی۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:597 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فیصلہ کو اٹل فرمایا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتا دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف آپ علیہ السلام کے علم کا تجربہ کر رہے تھے ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اب تو تعبیر واقع ہو چکی ہے۔

امام ابو محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان دونوں ساتھیوں نے خواب نہیں دیکھے تھے بلکہ انہوں نے آپ علیہ السلام کے علم کا تجربہ کرنے کے لئے یہ خواب بنا کر پیش کیے جب آپ علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتائی۔

تو دونوں نے کہا:

ہم نے خواب نہیں دیکھے تھے صرف دل لگی کی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ یعنی تعبیر واقع ہو چکی ہے اور یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق فیصلہ اٹل ہو چکا

(جامع البیان: ج:12، ص:263 دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب انہوں نے کہا کہ
ہم نے خواب نہیں دیکھے تھے۔ ہم نے تو صرف مزاح کیا ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
جو میں نے تعبیر بیان کی ہے اس کے مطابق فیصلہ ہو چکا ہے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:264 دار احیاء التراث العربی بیروت)

خواب پرندے کے پاؤں کے ساتھ معلق

روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
خواب پرندے کے پاؤں کے ساتھ معلق رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ لی جائے اور جب تعبیر لے لی جائے تو وہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: کتاب الرؤیا: ج:2،ص:1288)

خواب سب سے پہلے بتانے والے کے لئے ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے۔
خواب سب سے پہلے تعبیر بتانے والے کے لئے ہے۔
(مسند ابی یعلی: ج:7،ص:159)

خواب کے متعلق احادیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ
میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک سائبان سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس کو ہتھیلیوں میں جمع کر رہے ہیں بعض لوگ زیادہ جمع کر رہے ہیں اور بعض کم اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی پہنچ رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے۔ پھر ایک شخص نے اس رسی کو پکڑا اور اس کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا پھر دوسرا شخص اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھا۔ پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی پھر رسی جڑ گئی۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس خواب کی تعبیر بتانے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت عطا فرمائیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم تعبیر بیان کرو۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اس سائبان سے مراد اسلام ہے اور جو شہد اور گھی سائبان سے ٹپک رہا تھا وہ قرآن مجید اور اس کی حلاوت ہے۔ پس بعض زیادہ قرآن مجید حاصل کرتے ہیں اور بعض کم اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک پہنچ رہی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قائم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حق سے عمل کرتے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلالے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور شخص اس پر عمل کرے گا حتیٰ کہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلالے گا دوسرا شخص اس پر عمل کرے گا پھر تیسرا شخص اس پر عمل کرے گا پھر وہ حق منقطع ہو جائے گا پھر اس شخص کے لئے جوڑ دیا جائے گا اور وہ اس پر عمل کرے گا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا باپ فدا ہو۔ مجھے یہ بتائیے کہ میں نے صحیح تعبیر کی ہے یا غلط۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری بعض تعبیر صحیح ہے اور بعض غلط۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ضرور بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قسم مت کھاؤ۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7046)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ مدینہ سے باہر نکلی اور جحفۃ میں جا کر ٹھہر گئی۔ میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ مدینہ کی وبا جحفۃ کی طرف منتقل کر دی جائے گی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7038)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب میں سویا ہوا تھا مجھے (خواب) میں دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ میں نے اس سے دودھ پی لیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے سیرابی نکل رہی ہے اور میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (دودھ) سے کیا تعبیر لی ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علم۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7007، سنن ترمذی: 2284)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، جب مہاجرین کی رہائش کے لئے انصار نے قرعہ اندازی کی تو رہائش کے لئے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آ گئے وہ بیمار پڑ گئے۔ ہم نے ان کی تیمارداری کی وہ فوت ہو گئے۔ ہم نے ان کو کفن میں لپیٹ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا:

اے ابوالسائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تکریم فرمائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا:

تمہیں یہ کیسے پتا چلا؟

میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رہے عثمان بن مظعون تو ان پر موت آ چکی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے خیر کی توقع کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا:

پس اللہ تعالیٰ کی قسم! اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی۔

انہوں نے کہا:

میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب کا ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس سے مراد اس کا جاری رہنے والا عمل ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7018)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے ایک خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ اس میں ہرگز گرہ نہیں لگا سکے گا اور جس نے کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سننے کی کوشش کی جبکہ وہ اس کو ناپسند

کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں، قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جس شخص نے تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:7042)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت ہیں۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھی اور میں نے اس میں گائے کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم خیر کو دیکھا۔ گائے سے مراد وہ ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں نے کفار کی یورش سے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں خیر (فتح) لایا تھا۔

(صحیح البخاری:7035)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو زیادہ تر مسلمان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن (کامل) کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا:

میں بھی یہی کہتا ہوں۔

انہوں نے کہا:

اور یہ کہا جاتا تھا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں۔

انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے اور شیطان ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں بشارتیں ملتی ہیں سو جو شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور وہ خواب میں (گلے میں) طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے اور خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے۔

اور یہ کہا جاتا تھا کہ

بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:7017)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے خواب دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے میرے سامنے پیش ہو رہے ہیں، بعض کی قمیص پستانوں تک تھی اور بعض کی قمیص اس سے بھی کم تھی۔ پھر حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے اور ان کی قمیص پیروں کے نیچے سے گھسٹ رہی تھی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص سے کیا تعبیر لی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دین۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7008)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار کو لہرایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر وہ تھی جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ پھر میں نے دوبارہ تلوار کو لہرایا وہ پہلے سے اچھی حالت میں ہو گئی اور اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تھی اور مسلمان مجتمع ہو گئے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7041)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور ستون کے اوپر ایک دستہ ہے۔

مجھ سے کہا گیا۔

اس درخت پر چڑھو۔

میں نے کہا:

میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر ایک لڑکا آیا۔ اس نے میرے کپڑے اوپر اٹھائے میں اس درخت پر چڑھا اور میں نے اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ باغ اسلام کا باغ ہے اور دستہ سے مراد مضبوط دستہ ہے تم تادم مرگ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہو گے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 2884 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

خواب کی تعبیر ہر شخص نہیں بتا سکتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ پر مکمل عبور رکھتا ہو اور ان کے الفاظ کے معانی، ان کے کنایات اور مجازات پر نظر ہو اور خواب دیکھنے والے کے احوال اور اس کے معمولات سے واقف ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ متقی بھی ہو کیونکہ یہ وہبی علم ہے اور جب تک وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوگا تو اس پر اسرار الہیہ عزوجل کیسے منکشف ہوں گے۔ لہٰذا اپنے اٹکل پچو سے خواب کی تعبیر نہ بتائی جائے۔

ہم نے خواب نہیں دیکھا بلکہ مذاق کیا ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان دونوں قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتادی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا ہم نے مذاق کیا ہے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب ان دونوں نے آپ علیہ السلام کی یہ تعبیر سنی۔

تو کہنے لگے کہ

ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا تھا بلکہ ہم نے مذاق کیا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:286 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دنیا میں سب سے پہلے سولی کی موت کس کو دی گئی؟

دنیا میں سب سے پہلے سولی باورچی یعنی نانبائی کو دی گئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

سولی کی موت دنیا میں سب سے پہلے اسی باورچی کو دی گئی (جو بادشاہ کا نانبائی تھا)

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:493 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب کی تعبیر سچی ہوئی

اگرچہ بعض روایات کی رو سے کہ ان دونوں قیدیوں نے جھوٹا خواب بیان کیا تھا مگر حضرت یوسف علیہ السلام صادق نبی کی مقدس زبان سے جو نکلا وہی ہو کر رہا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اور میرے قید کے دونوں ساتھیو! لیکن تم میں سے جس نے تین شاخوں سے انگور نچوڑتے خود کو دیکھا تھا وہ تین دن بعد جرم سے بری نوکری پر بحال اور پہلے سے زیادہ عزت دیکھے گا اور لیکن دوسرا جس نے تین ٹوکرے روٹیوں کے اپنے سر پر دیکھے تھے وہ تین دن بعد سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کے سر سے گوشت کھائیں گے۔ یہ تعبیر سن کر پہلا تو خاموش رہا لیکن دوسرا گھبرا کر بولا۔

ہم نے یہ خوابیں بناوٹ کی تھیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اب کچھ نہیں ہوسکتا جو میرے منہ سے تعبیر نکل گئی اسی کا تقدیر ازلی سے فیصلہ کر دیا گیا اگر چہ بناوٹی تھیں لیکن تم نے تو اپنے منہ سے ان خوابوں کو بیان کر کے ہی فتویٰ مانگا تھا جب تم نے بیان کیا وہ اسی وقت خواب بن گئی اور میری تعبیر سے نتیجہ ہو کر رہے گا۔ تین دن بعد وہی ہوا کہ ایک کو سولی دی گئی اور دوسرے کو بادشاہ نے بری کر کے شراب پلانے پر اسی طرح ملازم رکھ لیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:493 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قید سے رہا پانے والے قیدی کو بادشاہ کے سامنے اپنا ذکر کرنے کا حکم

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید سے رہائی پانے والے شخص کو فرمایا کہ میرا اس بات کا ذکر بادشاہ کے سامنے کرنا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف:42)

اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے۔

اس سے انہوں نے کہا تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا۔

میرا ذکر کرنے کا معنیٰ

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی جو قید سے رہائی پانے والا تھا اس کو اپنے آقا کے سامنے ذکر کرنے کا فرمایا کا معنیٰ یہ ہے کہ تم بادشاہ کو یہ بتانا کہ میں اپنے بھائیوں کی طرف سے پہلے ہی مظلوم تھا انہوں نے مجھے گھر سے نکال کر فروخت کر دیا پھر مجھ پر اس واقعہ کی وجہ سے ظلم ہوا اور مجھ پر تہمت لگا کر مجھے قید کر دیا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کس کے سامنے ذکر کرنے کا فرمایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کے بادشاہ کے سامنے ذکر کرنے کا فرمایا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن سابط سے روایت ہے کہ

اس آیت میں رَبِّكَ سے مراد بادشاہ ہے۔

جامع البیان: ج:12، ص:264 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیطان نے ذکر کرنا بھلا دیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو بادشاہ کے سامنے اپنا ذکر کرنے کا فرمایا تو شیطان نے اس کو بھلا دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَنْسٰہُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّہٖ (یوسف:42)

پس شیطان نے ان کو اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا۔

شیطان نے کس کو بھلایا؟

شیطان نے ساقی کو بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھلایا تھا یا حضرت یوسف علیہ السلام کو

تھا۔اس بارے میں دو اقوال ہیں۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
بادشاہ کے سامنے ذکر کرنا شیطان نے ساقی کو بھلا دیا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14782)
لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اس تفسیر کی موافقت نہیں کرتے۔اس صورت میں آیت یوں ہونی چاہئے تھی۔
فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ
پس ساقی کو شیطان نے اس کے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا۔
جبکہ آیت کے الفاظ اس طرح ہیں۔
فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ
پس یوسف کو شیطان نے اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا۔
اس پر یہ اعتراض ہے کہ
شیطان کے لئے وسوسہ ڈالنا تو ممکن ہے لیکن نسیان طاری کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ نسیان کا معنیٰ ہے دل سے علم کو زائل کر دینا اور اس پر شیطان کو قدرت نہیں ہے ورنہ وہ تمام بنو آدم کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کو زائل کر دیتا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ
شیطان انسان کے دل میں مختلف چیزوں کے وسوسے ڈالتا ہے اور کسی چیز کے وسوسے ڈال کر کسی اور چیز سے اس کا دھیان ہٹا دیتا ہے۔شیطان نے کئی چیزوں کی طرف حضرت یوسف علیہ السلام کو متوجہ کیا حتیٰ کہ ان میں الجھ کر حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض اور التجا کرنا بھول گئے۔
اور انہوں نے ساقی سے فرمایا:
تم بادشاہ کے سامنے میرا ذکر کرنا کہ مجھے ظلماً قید کیا گیا ہے تاکہ میری رہائی کا سبب ہو جائے۔

نسیان کے معانی

جو چیز انسان کی قوت حافظہ میں ہو اور اس کی طرف سے توجہ ہٹ جائے تو اس کو سہو اور ذہول کہتے ہیں اور جب وہ چیز حافظہ سے نکل جائے تو اس کو نسیان کہتے ہیں اور نسیان کے لغوی معنیٰ ہیں۔
کسی چیز کا یاد نہ رہنا اور اس کو بھول جانا۔
علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا۔

(الشفاء: ج:2،ص:123 مطبوعہ بیروت)

اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔

حافظ العلائی نے کہا ہے کہ

نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں
ہوتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہاری مثل بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھولتا ہوں۔

اور آئمہ لغت نے ان دونوں کو مساوی قرار دیا ہے کیونکہ دونوں کی تفسیر یہ کی ہے۔

غفلت، دل سے کسی چیز کا نکل جانا۔

علامہ راغب نے کہا ہے کہ

غفلت سے کسی چیز میں خطا کرنا سہو ہے۔

اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جس میں انسان کی تقصیر نہیں ہوتی۔ یہ وہ ہے جس کا سبب اس سے صادر نہ ہو۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں اس نے سبب صادر کیا ہو۔

مثال کے طور پر

اس نے کوئی نشہ آور چیز قصداً استعمال کی جس کی وجہ سے غافل ہوا۔

غفلت کی یہ قسم مذموم ہے، تہذیب، صحاح اور محکم میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور النہایہ میں مذکور ہے۔

بغیر علم کے کسی چیز کو ترک کر دینا سہو ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو علم کے باوجود کسی چیز کو ترک کرنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نماز میں سہو
اسی قسم کا ہے۔

اور میں یہ کہتا ہوں کہ

سہو اور نسیان میں بلاشبہ فرق ہے جو چیز قوت حافظہ میں ہو اس سے معمولی غفلت سہو ہے حتی کہ ادنی تنبیہ سے انسا
چیز پر متنبہ ہو جائے۔

اور نسیان یہ ہے کہ

وہ قوت حافظہ سے بالکل زائل ہو جائے۔

(نسیم الریاض: ج:3،ص:161 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

نسیان کا ایک معنیٰ ہے۔

کسی چیز کا یاد نہ آنا اور اس کو بھول جانا۔

اس معنیٰ میں نسیان پر اللہ تعالیٰ نے مواخذہ نہیں فرمایا۔

اور نسیان کا دوسرا معنیٰ ہے۔

کسی چیز کو بالکل ترک کر دینا اور اس کام کو کبھی نہ کرنا۔

اس معنیٰ میں نسیان پر اللہ تعالیٰ مواخذہ فرماتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو اور نسیان ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اقوال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان یا سہو ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اقوال علماء ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

آئمہ کرام نے کہا ہے کہ

جب انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا بلکہ ان کو اس پر متنبہ فرما دیتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو علی الفور متنبہ فرماتا ہے یا تاخیر سے۔

قاضی ابوبکر اور کثیر علماء اول الذکر کے قائل ہیں اور ابوالمعالی ثانی الذکر کے قائل ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے افعال بلاغیہ اور عبادات شرعیہ میں سہو کو منع کیا ہے اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اتفاقاً ممنوع ہے۔

اور فرقہ باطنیہ نے یہ کہا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ قصداً اور عمداً نسیان کی صورت طاری کرتے ہیں تا کہ احکام شرعیہ، مسنون ہو جائیں۔

ایک بہت بڑے امام ابوالمظفر الاسفرائنی نے بھی اپنی کتاب الاوسط میں یہی لکھا ہے لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:7،ص:15 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے کہ شیطان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وسوسے ڈال کر سہو اور نسیان پیدا کرنا محال ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

بلاشبہ حق یہ ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کی کسی بھی خبر میں غلطی واقع ہونا محال ہے۔ خواہ سہواً یا عمداً، تندرستی میں یا بیماری میں، خوشی میں غضب میں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال، جن مجموعہ سے ہر موافق ومخالف ومومن اور منکر واقف ہے۔

ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی غلط بات نہیں فرمائی نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی بات یا کسی کلمہ میں وہم ہوا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ منقول ہوتا جیسا کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو واقع ہونا منقول ہے۔ البتہ دنیاوی معاملات میں بعض مرتبہ آپ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا جیسے گھوڑوں میں پیوند لگانے کا واقعہ ہے۔

(روح المعانی: جز: 7، ص: 183 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور امام مالک بن انس اصبحی متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ (کسی کام کو) سنت کروں۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 225 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابن عبد البر مالکی کا قول

حافظ ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متوفی 463ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ

امت کے لئے طریقہ معین کروں کہ وہ سہو کی صورت میں کس طرح عمل کریں اور میرے فعل کی اقتداء کریں۔

(الاستذکار: ج: 4، ص: 402 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے از ابن شہاب، از سعید بن مسیب روایت کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب خیبر سے واپس ہوئے جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تم صبح تک ہمارا پہرہ دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سو گئے۔ جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تقدیر میں تھا وہ پہرہ دیتے رہے پھر انہوں نے اپنی سواری سے ٹیک لگائی وہ اس وقت فجر کے مقابل تھے پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ قافلہ کا اور کوئی فرد کہ ان پر دھوپ آگئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے۔

پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے نفس کو بھی اسی ذات نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہاں سے کوچ کرو تو انہوں نے اپنی سواریاں اٹھائیں اور وہاں سے کچھ دور چلے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نماز کی اقامت کہنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔
پھر نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص نماز کو بھول جائے تو جب اسے یاد آئے وہ نماز پڑھے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
مجھے یاد کرنے کے لئے نماز پڑھو۔
(موطا امام مالک: رقم الحدیث: 25)
اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمیوں کی طرح سو جاتے تھے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے ایک ایسی سنت قائم ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے میں البتہ بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں کہ میں کسی کام کو سنت کروں۔
اور علاء بن خباب کی حدیث میں ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بیدار کرنا چاہتا تو بیدار کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا تمہارے بعد والوں کے لئے یہ سنت ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو طبعی، فطری اور معروف طریقہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کا بھی۔
وہ یہ ہے کہ
جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس معمول کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔
ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:
ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔
اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ
تمام نبیوں کا یہی معمول ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
صف میں مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو اپنے پس پشت بھی دیکھتا ہوں سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلت، فطرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہے باقی رہا سفر میں نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتے ہوئے رہ جانا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کے خلاف تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے قضاء نماز کا عمل ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

امت کو یہ تعلیم دیں کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا اس پر کیا کرنا واجب ہے اور وہ کس طرح کرے اور اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے تعلیم کا سبب بنا دیا۔

(التمہید: ج:6،ص:385 تا 396 مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صبح کی نماز کے وقت طلوع آفتاب تک سوتے رہنا یہ وہ امر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اور طبیعت سے خارج ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نینداس لیے تھی کہ یہ امر سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ امر معلوم ہو جائے کہ جو نماز کے وقت سوتا رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کے لئے کیا حکم ہے۔

اور یہ اس قبیل سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ کوئی کام سنت ہو جائے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت اور عادت یہ تھی کہ

نیند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو نہیں ڈھانپتی تھی اور یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور یہ حکم عام ہے۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ہم گروہ انبیاء علیہم کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

(جامع الصغیر: ج:1، رقم الحدیث: 2526)

اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو قضاء نماز کا طریقہ تعلیم فرمائے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو قبض فرمایا اور جو مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ان کی روحوں کو بھی نیند میں قبض فرما لیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد سب روحوں کو لوٹا دیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مراد بیان فرمائے۔ فقہاء اور محدثین نے اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا بدعتی ہے۔

(التمہید: ج:5،ص:205 تا 206 مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

امام مالک از ابن شہاب، از عبد الرحمٰن الرج، از عبد اللہ بن بحسینہ روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے۔ لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز پڑھ لی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھیرنے کے منتظر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور بیٹھ کر سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 218 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ
مخلوق میں سے کوئی شخص بھی وہم اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نسیان طاری ہوتا ہے وہ
ت کے نسیان کی طرح نہیں کیا تم نہیں دیکھتے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ (کوئی کام) سنت ہو جائے۔
(التمہید: ج:10، ص:183 تا 184 مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

لامہ سلیمان بن خلف باجی مالکی کا قول

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی المالکی متوفی 494ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث مبارکہ میں جو فرمایا ہے۔
یا بھلا دیا جاتا ہوں۔
یہ شک کے لئے نہیں ہے۔
اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ
میں خود بھولتا ہوں یا اللہ تعالیٰ مجھے بھلا دیتا ہے۔
حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھولیں تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ ہی بھلاتا ہے اس
لیے یہ حدیث دو معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔
1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا بیداری میں ہوگا یا نیند میں۔
بیداری میں بھولنے کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف فرمائی کیونکہ بیداری میں بھول سے احتراز کے بہت
اقع ہیں اور نیند میں بھولنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی کیونکہ نیند میں بھول سے احتراز کے مواقع نہیں ہیں۔
2- کبھی کسی امر اور حکم سے میری توجہ ہٹ جاتی ہے تو مجھے سہو اور ذہول ہو جاتا ہے اور کبھی مجھے وہ حکم یاد ہوتا ہے لیکن اللہ
ی اپنی کسی حکمت کو پورا کرنے کے لئے میری توجہ اس طرف سے ہٹا دیتا ہے تا کہ میں تمہارے سہو اور نسیان کی صورت میں
ارے لیے یہ نمونہ قائم کروں کہ ایسی صورت میں تمہیں کیا کرنا چاہیے۔
(المنتقیٰ: ج:1، ص:182 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی کا قول

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی المتوفی 543ھ لکھتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نمازوں میں سہو ہوا ہے وہ اس غفلت کی مثل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں ہوتی ہے
کسی آفت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ افعال نماز سے ہٹا
ہے تا کہ اس وجہ ت امہ تہ ن ‍ ‍ام شرعیہ بیان فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام زبانی بیان فرما

دیتے لیکن کوئی کام کر کے دکھانا زبانی بیان کرنے سے زیادہ قوی ہے اور اس میں لوگوں کی زیادہ تسلی ہے۔

(القبس فی شرح مؤطا ابن انس: ج:1، ص:241 مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی کا قول

علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المتوفی 1122ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں بھولتا ہوں۔

تو اس کا محمل یہ ہے کہ

بھولنے کی صفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم ہے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے بھلا دیا جاتا ہے۔

تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

بھولنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا تقاضا نہیں ہے اور نہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایجاد سے ہے اس کا موجد صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

(شرح الزرقانی للمؤطا: ج:1، ص:315 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شیطان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں بھلا سکتا

شیطان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تسلط ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات بھلا دے ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے کیونکہ شیطان اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو نہیں بھلا سکتا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝ (الحجر:42)

"بے شک میرے خاص بندوں پر تجھے غلبہ نہیں ہوگا البتہ جو تیری پیروی کرے گمراہوں میں سے۔"

اور شیطان نے خود بھی اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر اس کا کوئی زور نہیں چل سکے گا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ (ص:82 تا 83)

شیطان نے کہا: پس تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا ماسوا ان کے جو ان میں سے تیرے خاص بندے ہیں۔

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ شیطان اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو نہیں بھلا سکتا اور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون خاص ہے کہ جس کے متعلق خود خالق کائنات نے فرمایا:

لولاك لما اظهرت الربوبية

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔

اور فرمایا:

لولاك لما خلقت الجن والانس

اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ فرماتا تو جن وانس کو بھی پیدا نہ فرماتا۔

جس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں اور پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سب سے زیادہ خاص بندے کو شیطان بھلا دے۔

افعال تبلیغیہ اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان پر اقوال

افعال تبلیغیہ اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اور نسیان پر اقوال علماء کرام ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ

افعال تبلیغیہ اور اعمال شرعیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا قصد اور سہواً مخالفت کا واقع ہونا جائز ہے جیسا کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو سے متعلق احادیث مبارکہ ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 401، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 572)

اور اقوال تبلیغیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کا واقعہ ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اقوال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدق پر معجزہ قائم ہے اور اس میں مخالفت کا واقع ہونا معجزہ کے خلاف ہے اور افعال میں سہو کا واقع ہونا معجزہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ نبوت میں طعن اور اعتراض کا موجب ہے بلکہ یہ دل پر غفلت طاری ہونے اور فعل میں غلطی واقع ہونے کے قبیل سے ہے جو کہ بشری تقاضا ہے۔

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) اور جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں پس میں جب بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 572)

بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سہو اور نسیان کا طاری ہونا علم کا فیضان کرنے اور شریعت کو مقرر کرنے کا سبب ہے جیسا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

میں اس لیے بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں کہ میں کسی فعل کو سنت کروں۔

بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ

میں بھولتا نہیں لیکن میں بھلا دیا جاتا ہوں۔
بلکہ سہو اور نسیان کی حالت، تبلیغ میں اضافہ ہے اور نعمت کو مکمل کرنا ہے اور نقص اور اعتراض سے بہت دور ہے کیونکہ جو
کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کے قائل ہیں۔
وہ کہتے ہیں کہ
رسولوں کو سہو اور غلطی پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو فوراً تنبیہ کر دی جاتی ہے اور وہ فی الفور صحیح حکم کو پہچان لیتے ہیں۔
اور صوفیہ کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو، نسیان اور غفلت کا طاری ہونا بالکل جائز نہیں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں نماز میں
واقع ہونے کا ذکر ہے ان کی انہوں نے اپنے طور پر تشریح کی ہے۔
(الشفاء: ج: 1، ص: 131 تا 132 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم (خیبر سے واپسی کے موقع پر) ایک رات کو سفر کر رہے تھے۔
بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم رات کے آخری حصہ میں یہاں قیام کرلیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم سوتے رہو گے اور فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھ سکو گے۔
حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں آپ سب کو بیدار کر دوں گا پس وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری سے ٹیک لگالی ان
نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج کی بھول طلوع ہو چکی تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم نے جو کہا تھا اس کا کیا ہوا؟
حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:
آج سے پہلے مجھے کبھی اتنی گہری نیند نہیں آئی تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہیں وہ روح لوٹا دیتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جب سو
بلند ہو کر سفید ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا:
جو شخص نماز کو بھول جائے تو اس کو جب یاد آ جائے تو وہ نماز پڑھ لے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
مجھے یاد کرنے کے لئے نماز پڑھو۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 595، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 680)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1147)
اس حدیث مبارکہ کی بنیاد پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ
جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بیدار تھا تو غزوۂ خیبر سے واپسی کے موقع پر رات کے آخری حصہ میں سونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کیوں نہیں کھلی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ اس وقت کھلی جب فجر کی نماز قضا ہو چکی تھی اور سورج طلوع ہو چکا تھا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 595)
علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل یادِ الٰہی عزوجل میں بیدار تھا لیکن فجر کے وقت کو دیکھنے کا تعلق آنکھوں سے ہے اور آنکھیں نیند میں تھیں یعنی قلب جو معقولات اور انوار و تجلیات کا منبع اور مرکز ہے وہ بیدار تھا اور محسوسات اور مبصرات کے ادراک کا تعلق آنکھوں سے ہے وہ محوِ خواب تھیں۔
اور علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ
غالب احوال میں دل جاگتا رہتا تھا لیکن کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عام انسانوں کی طرح ایسی نیند وارد ہوتی تھی جس میں دل بھی محوِ خواب ہوتا تھا اور یہ واقعہ ایسے ہی احوال میں سے ہے کیونکہ اس موقع پر فرمایا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں۔
ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا:
اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 26)
تیسرا جواب یہ ہے کہ
دل جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ
جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں تو نیند قلب پر مستغرق نہیں ہوتی تھی کہ وضو ٹوٹ جائے۔
کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تھے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے سنتے تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر بغیر وضو کے نماز پڑھانے چلے جاتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 117)۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

دل اس لیے جاگتا رہتا ہے کہ نیند میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ لہٰذا دل کی بیداری کا معاملہ صرف وحی ربانی سے رابطہ ہے، فجر کے طلوع اور عدم طلوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر جو نماز قضا ہوئی وہ ظاہر کے اعتبار سے ادا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل اتباع وحی کے بغیر نہیں ہوتا اور اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت میں فجر کی نماز پڑھنے کا حکم تھا تاکہ امت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قضا نماز پڑھنے کا اسوہ اور نمونہ قائم ہو۔

لطف کی بات یہ ہے کہ

جب ہم ادا نماز پڑھتے ہیں تو عام طور پر ہمارا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حال میں نماز بظاہر قضا تھی اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر اور مستغرق تھا سو جن کی قضا کی یہ کیفیت ہے ان کی ادا کا کیا عالم ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

غزوۂ خندق کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غروب آفتاب کے بعد آئے اور انہوں نے کفار قریش کو برا کہنا شروع کر دیا۔

انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سورج غروب ہو گیا اور میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی پھر ہم وادی بطحان میں کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد پہلے عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 596، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 631)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی کا قول

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

مؤطا امام مالک میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن ظہر اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 443)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دن ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں قضا ہو گئی تھیں جو انہوں نے رات شروع ہو جانے کے بعد پڑھیں۔
(سنن نسائی: رقم الحدیث: 660)
اور سنن ترمذی اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے کہ
ان کی چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں۔
قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ
ان کی صرف عصر کی نماز قضا ہوئی تھی۔
جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔
اور بعض علماء نے ان روایات میں تطبیق دی ہے کہ
خندق کی جنگ کئی دنوں تک ہوتی رہی ہے اور نمازوں کے قضاء ہونے کے واقعات کئی دنوں کے ہیں۔ کسی دن صرف عصر کی نماز قضا ہوئی جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔
(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 596، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 631)
اور کسی دن ظہر اور عصر کی دو نمازیں قضا ہوئیں جیسا کہ مؤطا میں ہے۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 443)
اور کسی دن ظہر، عصر اور مغرب کی تین نمازیں قضا ہوئیں جیسا کہ سنن نسائی میں ہے۔
(سنن نسائی: رقم الحدیث: 660)
اس کو ہم عنقریب ذکر کریں گے اور کسی دن چار نمازیں قضا ہوئیں جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے۔
(فتح الباری: ج: 2، ص: 69 تا 70 مطبوعہ لاہور)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خندق کے دن چار نمازیں پڑھنے سے مشغول رکھا حتیٰ کہ رات کا جتنا حصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا گزر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء پڑھی۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 179، سنن نسائی: رقم الحدیث: 662)

علامہ بدرالدین محمود حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن جو نمازوں کو مؤخر فرمایا تھا آیا یہ نسیاناً مؤخر فرمایا تھا یا عمداً۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کو نسیاناً مؤخر فرمایا تھا۔

اور اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن مغرب کی نماز پڑھی۔

پھر نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے کسی کو علم ہے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا اس نے اقامت کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور مغرب کی نماز دہرائی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔

لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ

مشرکین نے مسلمانوں کی لڑائی میں مسلسل مشغول رکھا اور انہوں نے مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی مہلت نہیں دی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ

آیا اب دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اب نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ اب صلوٰۃ خوف پڑھی جائے یعنی ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے اور دوسری جماعت نماز پڑھے اور غزوہ خندق میں اشتغال کی وجہ سے تاخیر کا عذر تھا کیونکہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف نازل نہیں ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری: ج:5، ص:91 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

علامہ بدرالدین عینی نے جو کہا ہے کہ

غزوہ خندق کے وقت تک صلوٰۃ خوف نازل نہیں ہوئی تھی اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکین نے جنگ خندق کے دن ہمیں نمازوں سے مشغول رکھا۔ نماز ظہر سے غروب آفتاب تک، اس وقت نماز خوف کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ جس میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ (الاحزاب:25)

اور اللہ نے مومنین کو قتال سے کفایت فرمادی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ظہر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں ظہر پڑھتے تھے پھر انہوں نے عصر کی اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں عصر پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے مغرب کی اذان دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مغرب کی نماز پڑھی جس طرح اپنے وقت میں مغرب پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 660 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے موقع پر چار نمازیں مؤخر کی تھیں۔

اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ

امت کو یہ مسئلہ بتایا جائے کہ جو شخص صاحب ترتیب ہو (یعنی جس شخص کی بلوغت کے بعد پانچ یا اس سے زائد نمازیں چھوٹی ہوئی نہ ہوں) وہ اس وقت تک ادا نماز نہیں پڑھے گا جب تک کہ اپنی قضا نماز نہ پڑھ لے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں پڑھیں پھر عشاء کی نماز پڑھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نمازوں میں سہو لاحق ہوا اس کے متعلق تین احادیث مبارکہ ہیں۔

ایک حضرت ذوالیدین کی حدیث مبارکہ ہے کہ

ظہر یا عصر کی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 482)

دوسری حدیث مبارکہ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ اولیٰ نہیں کیا اور کھڑے ہو گئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 829)

تیسری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں پانچ رکعات پڑھا دیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 92)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام صورتوں میں سجدہ سہو کیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سہو واقع نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازیں تو ہو جاتیں لیکن جب ہماری نمازوں میں سہو ہوتا تو ہماری نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس طرح تم بھول جاتے ہو اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں۔

یہ تشبیہ نفس انسان میں ہے ورنہ نسیان کی کیفیت میں بہت فرق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز میں بھول گئے تھے اس کی تحقیق یہ ہے کہ

نماز پڑھتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد الٰہی عزوجل میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ افعال نماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ ہٹ گئی اور چار رکعات کے بجائے پانچ رکعات نماز پڑھا دی۔ جبکہ ہمارا بھولنا عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم دنیاوی

معاملات میں مستغرق ہو جاتے ہیں اور افعال نماز کی طرف توجہ نہیں رہتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ

ہم دنیا کی محبت میں بھولتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھولتے ہیں۔

ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا کمال ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یونہی تو نہیں کہا تھا۔

یا لیتنی سھو محمد ۔

کاش میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سہو ہی ہو جاتا۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ: پنجم، ص: 161)

حافظ ابو عمرو یوسف مالکی کا قول

امام مالک فرماتے ہیں کہ

ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ میری سنت قائم کی جائے۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 225)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ

میں اپنی امت کے لئے اس چیز کو سنت قرار دوں کہ جب ان کو سہو ہو جائے تو وہ کس طرح عمل کریں تا کہ وہ میری اقتدا کریں اور میرے فعل کی اتباع کریں۔

(الاستذکار: ج: 2، ص: 402 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق نسیان کے اقوال

انبیاء کرام علیہم السلام کے نسیان کے متعلق متعدد آیات واحادیث واقوال ہیں۔

یاد رہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف نسیان کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے مگر پھر بھی کچھ یہاں کلام کیا ہے۔

شیخ ابو جعفر محمد حسن الطوسی المتوفی 460ھ لکھتے ہیں:

جبائی نے کہا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام پر سہو اور نسیان جائز ہے۔

اس کے برخلاف رافضی یہ کہتے ہیں کہ

انبیاء کرام علیہم السلام پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔
جبائی کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔
کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ
جن امور کو انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ادا کرتے ہیں ان میں سہو اور نسیان جائز نہیں ہے اور جن امور کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ادا نہیں کرتے ان میں سہو اور نسیان جائز ہے اور ان پر سہو اور نسیان کیسے جائز نہیں ہوگا حالانکہ وہ سوتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں اور ان پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے اور نیند بھی سہو ہے اور وہ اپنے بہت سے تصرفات میں بھول جاتے ہیں۔

(التبیان: ج:4،ص:165 تا 166 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں۔
حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا۔
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ:115)
سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی عزم نہیں پایا۔
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا:
لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ (الکہف:73)
میرے بھولنے کی وجہ سے مجھ سے مواخذہ نہ کریں۔
اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا۔
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (الکہف:24)
اور جب آپ بھول جائیں تو (یاد آتے ہی) اپنے رب کا ذکر کیجئے۔
اور متعدد احادیث مبارکہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے سو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔
(سنن ترمذی: ج:5، رقم الحدیث: 3087 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ زیادتی یا کمی کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔

نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

کیوں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اس طرح نماز پڑھائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

پھر ہماری طرف منہ کر کے ارشاد فرمایا:

اگر نماز میں کوئی نیا حکم آتا تو میں تم کو خبر دیتا لیکن میں محض تمہاری طرح بشر ہوں میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو وہ صحیح امر پر غور کرے نماز پوری کرے اور پھر (سہو کے) دو سجدے کر لے۔

(صحیح البخاری: ج: 1، رقم الحدیث: 401)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ایک شخص کو ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھلا دیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ج: 6، رقم الحدیث: 5038)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

آئمہ نے کہا ہے کہ

جب انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا بلکہ ان کو اس پر متنبہ فرما دیتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو علی الفور متنبہ فرماتا ہے یا تاخیر سے۔

قاضی ابو بکر اور اکثر علماء اول الذکر کے قائل ہیں اور ابو المعالی ثانی الذکر کے قائل ہیں۔

علماء کی ایک جماعت نے افعال بلاغیہ اور عبادات شرعیہ میں سہو کو منع کیا ہے اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اتفاقاً ممنوع ہے۔

اور فرقہ باطنیہ نے یہ کہا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصداً اور عمداً نسیان کی صورت طاری کرتے ہیں تا کہ احکام شرعیہ مسنون ہو جائیں۔ ایک بہت بڑے امام ابو المظفر الاسفرائنی نے بھی اپنی کتاب الاوسط میں یہی لکھا ہے لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 7، ص: 15 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا نسیان

حضرت یوسف علیہ السلام کے نسیان کے متعلق بھی اقوال ہیں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نسیان کی شیطان کی طرف نسبت کرنا کس طرح درست ہوگا حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام پر شیطان کا بالکل تسلط نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کا نسیان صرف اس صورت میں محال ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہیں یعنی وحی الٰہی عزوجل کی تبلیغ میں۔ وہ اس میں معصوم ہوتے ہیں اور جن صورتوں میں ان سے نسیان ہونا جائز ہے ان صورتوں میں ان کے نسیان کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور یہ نسبت وہیں کی جاسکتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو نسیان کی خبر دی ہو اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان کی طرف نسیان کی نسبت کریں۔

قرآن مجید میں ہے: وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ:115)

"اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان (کی معصیت) کا کوئی قصد نہیں پایا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3076)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں محض بشر ہوں میں اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 401)

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:172 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ نظام الدین الحسن بن محمد القمی النیشاپوری متوفی 728ھ لکھتے ہیں:

شیطان کی طرف بھلا دینے کی نسبت مجاز ہے کیونکہ بھلانے کا معنیٰ ہے دل سے علم کو زائل کر دینا اور شیطان کو اس پر بالکل قدرت نہیں ہے ورنہ وہ بنو آدم کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کو زائل کر دیتا۔ اس نے صرف دل میں وسوسے ڈالے اور دل میں ایسے خیالات ڈالے اور ایسے کاموں کی طرف دل کو متوجہ کیا جو نسیان کا سبب بن گئے۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان: ج:4، ص:90 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

شیطان کا بھلانا اس کے اغوا اور گمراہ کرنے کے قبیل سے نہیں تھا بلکہ بلند مرتبہ خواص کے ترک اولیٰ کے قبیل سے تھا۔

(عنایۃ القاضی: ج:5، ص:309 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ پہلے ذکر کر دیا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔
پس شیطان نے ان کو اپنے رب سے ذکر کرنا بھلا دیا۔
اس آیت کے دو محمل ہیں۔
ایک یہ کہ
ساقی کو بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر بھلا دیا۔
دوسرا یہ کہ
شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بھلا دیا اور یہ اسناد مجازی ہے بھلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن شیطان اس کا سبب بنا اس نے آپ علیہ السلام کا ذہن اپنی پریشانیوں اور دوسرے عوارض کی طرف متوجہ کر دیا اور آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور التجا کرنا بھول گئے۔
اور آپ علیہ السلام نے ساقی سے کہا۔
تم بادشاہ کے سامنے میری مظلومیت کا ذکر کرنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی مظلومیت میں دوسرے کو حاجت روا بنایا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
اچھا یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی مظلومیت میں مخلوق میں سے کسی شخص کی طرف رجوع نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرتے اور اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء کرتے کیونکہ جب آپ علیہ السلام کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالنے لگے تو آپ علیہ السلام کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔
اور کہا:
کیا آپ علیہ السلام کو کوئی حاجت ہے؟
آپ علیہ السلام نے کہا:
تمہاری طرف کوئی حاجت نہیں ہے۔
اور چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی حاجت اس ساقی کے سامنے پیش کی۔
اور اس سے کہا کہ
تم بادشاہ سے میرا ذکر کرنا۔
اور مخلوق سے مدد مانگنا ہر چند کہ ناجائز نہیں ہے لیکن یہ چیز حضرت یوسف علیہ السلام کی پیغمبرانہ شان کے خلاف تھی حضرت یوسف علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جس توحید کے وارث تھے اس کے مناسب نہ تھی اس لیے ان پر عتاب گیا اور وہ مزید دو سال قید میں رکھے گئے۔
امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میری عمر اب ستاون سال کی ہوگئی اور میری پوری زندگی کا یہ تجربہ ہے انسان جب بھی اپنے کسی معاملہ کو غیر اللہ کے سپرد کرتا ہے اور اپنے کسی کام میں غیر اللہ پر اعتماد کرتا ہے تو وہ کسی آزمائش اور امتحان میں مبتلا ہوجاتا ہے اور کسی مصیبت اور بلا میں گرفتار ہوجاتا ہے اور انسان جب اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے اور مخلوق میں سے کسی کی طرف رجوع نہیں کرتا تو اس کا مطلوب اور مقصود نہایت عمدہ طریقہ سے پورا ہوجاتا ہے اور اب میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہوچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے سوا کسی اور پر اعتماد کرنا اور اپنی حاجات اور مہمات میں اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف رجوع کرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:461 تا 462 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کیا دوسرے کو حاجت روا بنانا جائز ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسرے کو حاجت روا کس طرح بنایا جاسکتا ہے جب کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2516)

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو حاجت روا بنانا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو حاجت روا بنانا بھی جائز ہے جبکہ عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی حاجت روا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حاجت روائی پر قرآن مجید کی صریح آیات کریمہ ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ (المائدہ:2)

نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ (پارہ:26، سورہ محمد، آیت:7)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ (پارہ:3، آیت:81)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پارہ:10، آیت:64)

اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے مطیع مسلمان کافی ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (پارہ:2، آیت:153)

نماز اور صبر سے مدد طلب کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ○ (پارہ:10، آیت:62)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِکَةُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیْرٌ○ (پارہ:28، آیت:4)

رسول کے مددگار اللہ اور جبریل اور متقی مسلمان ہیں بعد میں فرشتے ان کے مددگار ہیں۔

ان آیات میں غیر اللہ سے حاجت روائی مانگی گئی ہے کیا پھر یہ ناجائز ہے سب کچھ یا جائز؟ اگر ناجائز کہتے ہو تو پھر سب سے پہلے یہ حاجت روائی کا ناجائز ہونے کا سلسلہ نعوذ باللہ قرآن مجید سے شروع ہوتا ہے پھر نہ تو ہمارا دین بچتا ہے اور نہ ہی ایمان بچتا ہے۔ لہٰذا اس مقدس کلام پر اور اس مقدس ذات پر ایمان ہے کہ جس نے اس کلام کو صادق مخبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور حق و سچ نازل فرمایا ہے اور اس میں غیر اللہ سے حاجت روائی کو جائز فرمایا۔ حاجت روائی کے سلسلے میں کچھ احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

کچھ مانگ لو۔

میں نے عرض کیا:

میں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مانگتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کچھ اور مانگتا ہے۔

میں نے عرض کیا:

صرف یہ ہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:489)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ صحابی حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں رفاقت مانگی اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ تم نے شرک کرلیا ہے لہٰذا تم کافر ہو گئے ہو بلکہ یہ ارشاد فرمایا اس کے علاوہ بھی کچھ مانگو تجھے دیتا ہوں۔ قربان جائیے اس معظم و معطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اپنے بے چین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حاجت روائی فرماتے تھے اور آج بھی فرماتے ہیں۔ اور بڑی پیاری بات یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم بھی میری نوافل سے مدد کرو۔ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر اپنے صحابی سے حاجت روائی مانگی، کیا پھر یہ شرک ہوگا اور ناجائز ہوگا ذرا عقل کو لگام لگائیں اور قرآن و احادیث پس پشت نہ ڈالیں

ت کو حق اور سچ بتائیں۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میرے ہاں قیام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا تمہاری مدد کر دی گئی ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت فرماتے ہوئے سنا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی: ص:74، رقم الحدیث:59 مطبوعہ دار طیبہ الریاض)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 213ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمر تمہاری مدد کی گئی۔

(السیرۃ النبوۃ المعروف، سیرت ابن ہشام: ج:5، ص:49 مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(تاریخ الامم والملوک: ج:2، ص:154 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن سالم خزاعی رضی اللہ عنہ چالیس خزاعی سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مصیبت کی خبر دی جو انہیں پیش آئی اور مدد کی درخواست کی۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد: ج:2، ص:134 مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی 634ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو بن سالم! (رضی اللہ عنہ) تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(الاکتفاء: ج:2، ص:216 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی اشہیر با بن قیم الجوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عمرو بن سالم (رضی اللہ عنہ) تمہاری مدد ہو چکی ہے۔
(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ج:3، ص:396 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عمرو بن سالم (رضی اللہ عنہ) تمہاری مدد ہو چکی ہے۔
(السیرۃ النبویہ: ج:3، ص:496 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عمرو بن سالم (رضی اللہ عنہ) تمہاری مدد ہو چکی ہے۔
(خصائص الکبریٰ: ج:1، ص:435 مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راجز کو ملاحظہ بھی فرما رہے تھے اور ان کی آواز بھی سن رہے تھے اور نصرت فرما کران کی حاجت روائی بھی فرما رہے تھے۔ جس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے حاجت روائی جائز ہے

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ روایت فرماتے ہیں۔
حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم کوئی چیز گم کرلو یا مدد کا ارادہ کرلو اور اگر تم ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر تمہارا کوئی انیس نہیں ہے تو اس طرح کہنا چاہیے
اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میری فریاد رسی کرو۔
اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میری فریاد رسی کرو۔
(طبرانی کبیر: ج:17، ص:117، رقم الحدیث:290 مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

حصن حصین میں ہے۔
جب مدد لینا چاہے تو کہے۔
اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔
اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔
اے اللہ تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔
(الحصن الحصین للجزری: ص:22 مطبوعہ مصر)

اس کی شرح الحرز الثمین میں ہے۔

یعنی جب جنگل میں کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دو کہ
اے اللہ تعالیٰ کے بندو اسے روک دو۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین:ص:202 مطبوعہ میریہ سعودی عرب مکہ مکرمہ)
عباداللہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔
یعنی بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین:ص:202 مطبوعہ میریہ سعودی عرب مکہ مکرمہ)
پھر فرماتے ہیں۔
یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اس حدیث مبارکہ کی سخت ضرورت ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین:ص:202 مطبوعہ میریہ سعودی عرب مکہ مکرمہ)
ردالمختار میں ہے۔
جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے اور وہ چاہے کے خداوہ چیز واپس ملادے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر سید احمد ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال لوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گی ہوئی چیز ان کی برکت سے ملادے گا۔
(ردالمختار:باب اللقطہ:ج:3:ص:324 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)
اس دعا میں سید احمد بن علوان کو پکارا اور ان سے حاجت روائی بھی مانگی اور گم ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بتائی ہے۔
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
اے موجودات سے اکرم اور نعمت الٰہی کے خزانے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی آپ راضی فرمایئے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابوحنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔
اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صریح مدد لی گئی ہے۔
قصیدہ بردہ میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه سواك عند حلول الحادث العمم

اے تمام مخلوق سے بہتر میرا آپ کے سوا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت

(شرح خرپوتی علی البردۃ:ص:218 مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)
اگر ہم ان علماء و فقہاء کا کلام جمع کریں جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی ہے تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں صرف اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ نیز ہم سفر برائے زیارت قبور میں شامی کی عبارت نقل کریں گے۔
جس میں امام شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آتا ہوں ان کی برکت سے کام ہو جاتا

ہے۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص: 89 مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ)

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن میمون نے فرمایا کہ

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ

بے شک میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت پیش آئے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو وہ میری حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

تاریخ بغداد: ج: 1، ص: 123 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبد القادر مصنفہ ملا علی قاری ص 61 میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا۔

یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے اس کا رنج و غم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔

(بہجۃ الاسرار: ص: 102 مطبوعہ مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے۔

اور عرض کیا۔

اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیے۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

مالک الدار، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا۔

ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے۔

اور ارشاد فرمایا:

عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ۔ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی۔

اور ان سے کہو کہ

تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا:

اے اللہ عزوجل! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 12، ص: 32)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں کہ

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(فتح الباری: ج: 2، ص: 496 طبع لاہور)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حاجت روائی کی درخواست کی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس بات کی شکایت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

تم وضوخانہ جا کر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو۔

پھر یہ کہو کہ

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ ہو جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ دربان نے ان کے لئے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا۔

اور پوچھا:

تمہارا کیا کام ہے۔

اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا۔

اور فرمایا:

تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا۔

اور ارشاد فرمایا:
جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو ہمارے پاس آجانا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔
تو اس نے کہا:
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔
حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا:
بخدا (عزوجل)! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم اس پر صبر کرو گے۔
اس نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:
تم وضو خانہ جاؤ اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو۔
حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ
ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآنحالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔

(معجم الصغیر، ج:1، ص:184، معجم الکبیر، رقم الحدیث:8311)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:
مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ
ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ
ایک اعرابی نے آ کر کہا۔
السلام علیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ...... الآیۃ

اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں۔

پھر اس نے دو شعر پڑھے۔

اے وہ زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں۔

جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔

میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساکن ہیں۔

اسی میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے۔

پھر وہ اعرابی چلا گیا۔

عتبی بیان کرتے ہیں کہ

مجھ پر نیند غالب ہو گئی۔ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عتبی! (رضی اللہ عنہ) اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(تفسیر بن کثیر: ج: 1، ص: 589 مطبوعہ بیروت)

آخر میں گستاخوں کے وڈیرے کے اقوال نقل کرتا ہوں جس میں انہوں نے حاجت روائی کو جائز کہا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وصال پانے والے اولیاء اور دیگر صلحاء مومنین سے استفادہ اور استعانت جاری و ساری ہے اور ان اولیاء و صلحاء سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے، بخلاف ان مردوں کے جن کو جلا دیا جاتا ہے کیونکہ ان سے یہ امور ان کے مذہب میں بھی جائز نہیں ہیں۔

(تفسیر عزیزی: پ: 30، ص: 50 مطبوعہ افغانستان)

مزید لکھتے ہیں:

وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں۔ اور ان کا امور اخروی میں مستغرق ہونا بسبب وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا۔ اویسی سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حاجت مند ان سے حاجت طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور ان کی زبان حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے کہ اگر تم بدن سے میری طرف بڑھو گے تو میں روح سے تمہاری طرف پیش قدمی کروں گا۔

(تفسیر عزیزی: پ: 30، ص: 113 مطبوعہ افغانستان)

گستاخوں کے اس وڈیرے کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے حاجت روائی جائز ہے اور جو اس کو ناجائز کہتے ہیں وہ ہٹ دھرم یا دین سے دور ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ غیر اللہ سے حاجت روائی پر کچھ عرض کروں تو وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عرض کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حقیقی معنوں میں اطاعت کی توفیق عطا فرمائے
آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

حضرت یوسف علیہ السلام نے غیر اللہ سے مدد مانگی

حضرت یوسف علیہ السلام نے غیر اللہ سے مدد مانگی تھی۔
قرآن مجید میں ہے:
اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ (یوسف:42)
اس سے انہوں نے کہا تم اپنے آقا کے سامنے میرا ذکر کرنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر عتاب کیوں کیا گیا؟

جب غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام پر کیوں عتاب کیا گیا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے دین کا کام لینا ہے اور واحدانیت کی دعوت دینی ہے اگر انبیاء کرام علیہم السلام مخلوق سے مدد لیں تو ان کے عقائد اور زیادہ خراب ہو جائیں گے اور وہ کہنے لگ جائیں گے کہ جب ان کا خدا بھی حاجت روا نہیں ہو سکتا تو ان کا دین کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ پھر وہ دین میں داخل ہی نہیں ہوں گے اور کفار ہی رہیں گے ایمان نہیں لائیں گے۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ
یہ فعل انبیاء کرام علیہم السلام کی شایان شان کے منافی ہے۔

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض اور جواب

علامہ محمود بن عمر زمخشری خوارزمی متوفی 538ھ لکھتے ہیں:
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے غیر اللہ سے جو مدد لی تھی اس پر کیوں عتاب کیا گیا جبکہ قرآن اور احادیث کی روشنی میں غیر اللہ سے مدد لینا جائز ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:2)
نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی حکایت کی ہے۔
مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (آل عمران:52)
اللہ کی طرف میرے کون مددگار ہیں۔

اور اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2699) (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4946)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر نہ ظلم کرے نہ اس کو ہلاکت میں ڈالے اور جو شخص اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2442) (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2580)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
مدینہ منورہ آنے کے ابتدائی ایام میں ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کاش میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی نیک شخص آج رات میری حفاظت کرتا! پھر ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ کون ہے؟
انہوں نے کہا:
میں سعد بن ابی وقاص ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آیا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2885، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2410)
پھر علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ
مخلوق میں سے کسی کام میں مدد حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے مرض کے ازالہ کے لئے دواؤں کو تناول کرنا اور طاقت حاصل کرنے کے لئے کھانا پینا خواہ کافر سے مدد لی جائے کیونکہ وہ بادشاہ کافر تھا کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ظلم سے بچنے کے لئے یا دریا میں ڈوبنے اور آگ میں جلنے سے بچنے کے لئے اور اسی طرح کی دوسری مصیبتوں میں کفار سے مدد لینا جائز ہے۔
اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ

مخلوق سے مدد لینا جائز ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اگر اس بادشاہ سے مدد طلب کی تھی تو ان پر عتاب کیوں گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیاء کرام کو تمام مخلوق سے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اسی طرح ان کے تمام احوال اور افعال کو عام لوگوں کے احوال اور افعال سے بلند رکھا ہے۔

اور نبی کے لئے احسن اور اولیٰ یہ ہے کہ

جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو وہ اپنے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے سپرد نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کرے خصوصاً کسی کافر سے مدد طلب نہ کرے تاکہ کفار اس سے خوش نہ ہوں۔

اور یہ نہ کہیں کہ

اگر یہ نبی حق پر ہوتا اور واقعی اس کا رب واحد ہوتا تو یہ اسی سے مدد طلب کرتا اور ہم سے مدد طلب نہ کرتا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب وہ اس آیت کو پڑھتے تو بہت روتے اور یہ دعا کرتے کہ

اے اللہ عزوجل اگر ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو ہم کو مخلوق کے سپرد نہ کرنا۔

(الکشاف: ج:2، ص:445 تا 446 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی گرفت پر اشکال

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے مخلوق سے مدد طلب کرنے پر جو گرفت کی گئی اس پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ مصائب کو دور کرنے کے لئے بندوں سے جو مدد طلب کی جاتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ حکم اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مناصب یہ لائق ہے کہ وہ مخلوق سے استعانت کو ترک کر دیں اور عزیمت پر عمل کریں۔

(روح المعانی: ج:12، ص:373 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور استعانت تنگی میں کشادگی کو طلب کرنے کے لئے فرمایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور استعانت تنگی میں کشادگی کو طلب کرنے کے لئے فرمایا تھا۔

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا۔

بادشاہ سے میری مظلومیت کا ذکر کرنا یہ بتانا کہ مجھے ناحق امتحان میں ڈالا گیا ہے اور اسے میرا مرتبہ اور مقام بتانا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اس کا ذکر کرنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور استعانت تنگی میں کشادگی کو طلب کرنے کے لئے تھا اور ان کے نزدیک یہ ان کی قید سے رہائی کا سبب تھا جیسا کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط

(البحر المحیط: ج:6،ص:279 مطبوعہ دارالکتب بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند کردار پر محض اتہام لگایا گیا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند کردار پر محض اتہام لگایا گیا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ظلم کو دور کرنے کے لئے غیر اللہ سے مدد حاصل کرنا شریعت میں جائز ہے اور اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن جو حضرات عبودیت کے سمندر میں غرق ہوتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام وہ اگر ایسا کریں تو ان پر عتاب ہوتا ہے اور جب اتنی سی بات پر حضرت یوسف علیہ السلام پر عتاب کیا گیا اور ان کی قید کی مدت میں سات سال اضافہ کر دیا گیا کیونکہ ساقی کو سات سال بعد بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر کرنے کا خیال آیا تو اگر عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ انہوں نے وہ کچھ کیا ہوتا جس کا بعض من گھڑت روایات میں ذکر ہے تو ان پر سخت گرفت ہوتی لیکن جب اس سلسلے میں ان کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا ان روایات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بلند کردار پر محض اتہام لگایا گیا ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6،ص:462 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

استعانت مانگنا انبیاء کرام علیہم السلام کی شایان شان نہیں

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

مصائب سے نجات حاصل کرنے کے لئے مخلوق سے استمداد اور استعانت کرنا ہر چند کے لائق تحسین ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کی شایان شان نہیں ہے۔

(انوار التنزیل: مع عنایت القاضی: ج:5،ص:310 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

استعانت مانگنا انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے لائق ترک کر دینا ہے

علامہ شہاب احمد بن محمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ بادشاہ سے مدد طلب کرنے پر حضرت یوسف علیہ السلام پر کیوں عتاب کیا گیا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ص (المائدہ:2)

اور اس کی تائید میں احادیث مبارکہ بھی ہیں۔

اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

ہر چند کہ مخلوق سے استعانت قابل تعریف ہے لیکن خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے لائق اس کو ترک کر دینا ہے۔

(عنایت القاضی: ج،5،ص:310 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی طویل قید کی وجوہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھلایا گیا جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام سات سال قید میں رہے۔
امام محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو بات حضرت یوسف علیہ السلام نے کہی تھی اگر وہ نہ کہتے تو اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14777)
مزید روایت کرتے ہیں۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر ان کی وہ بات نہ ہوتی تو وہ اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14778)
مزید روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر یوسف علیہ السلام وہ بات نہ کہتے تو اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے یعنی انہوں نے غیر اللہ سے رہائی کو طلب کیا تھا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14779)
مزید روایت فرماتے ہیں۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس شفاعت کو طلب نہ کرتے تو اتنی مدت قید میں نہ رہتے یعنی انہوں نے غیر اللہ سے رہائی کو طلب کیا تھا۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 14779)
مزید روایت فرماتے ہیں۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس شفاعت کو طلب نہ کرتے تو اتنی مدت تک قید میں نہ رہتے لیکن ان پر اس لیے عتاب کیا گیا کہ انہوں نے بادشاہ کے پاس شفاعت کو طلب کیا تھا۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 14780)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین فرماتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو شیطان نے اپنے رب عزوجل کا ذکر فراموش کرا دیا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے غیر سے خلاصی طلب کی اور مخلوق سے مدد طلب کی۔ یہ وہ غفلت ہے جو شیطان کے ذریعے حضرت یوسف علیہ السلام کو لاحق ہوئی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:286 دار الفکر بیروت)

مزید لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر وہ اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ نہ کہتے تو اتنی طویل مدت جیل میں بند نہ رہتے جتنا کہ رہے تھے۔ اس حدیث کو ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:286 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر وہ اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ نہ کہتے تو اتنا زیادہ عرصہ جیل میں نہ رہتے جتنا کہ وہ رہے ہیں۔

(جامع البیان: ج:12، ص:266 دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اگر یوسف علیہ السلام اپنے آقا کے لئے سفارش طلب نہ کرتے تو اتنی دیر جیل میں نہ رہتے جتنا کہ وہ رہے ہیں لیکن انہیں سفارش طلب کرنے پر یہ سزا دی گئی تھی۔

(جامع البیان: ج:12، ص:266 دار احیاء التراث العربی بیروت)

میں تیری قید میں اضافہ کروں گا

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو کہا۔

اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ

تو یوسف علیہ السلام کو کہا گیا۔

تو نے میرے سوا کو اپنا کارساز بنایا ہے، میں تیری قید میں اضافہ کروں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر رونے لگے۔

اور کہا:

اے میرے پروردگار! کثرت بلوی یعنی کثیر آزمائش نے میرے دل کو بھلا دیا ہے میں نے ایک کلمہ کہا ہے لیکن آئندہ [illegible] کلمہ زبان پر نہ لاؤں گا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:286 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا رونا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا۔

اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ

تو یوسف علیہ السلام سے کہا گیا۔

اے یوسف (علیہ السلام)! کیا تم نے میرے علاوہ کارساز بنایا ہے میں تیری قید کے زمانہ کو لمبا کروں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام رونے لگے اور عرض کی۔

اے میرے پروردگار عزوجل! میرا دل مصیبت کی وجہ سے مشغول ہو گیا تھا اور میں نے ایسی بات کہہ ڈالی۔

(جامع البیان: ج:12، ص:265 دار احیاء التراث العربی بیروت)

مجھے بھول کر انسان کو یاد کیا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ تمہیں قتل ہونے سے کس نے بچایا تھا جب تمہارے بھائیوں نے تمہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

یا رب عزوجل! تو نے بچایا تھا۔

ارشاد فرمایا:

تجھے کنویں میں سے کس نے نکالا تھا جب تمہارے بھائیوں نے تمہیں اس میں ڈالا تھا۔

کہا۔

یارب عزوجل! تونے۔
ارشاد فرمایا:
تجھے عورت سے کس نے بچایا تھا جب تونے اس کا ارادہ کیا تھا؟
کہا۔
یارب عزوجل! تونے۔
ارشاد فرمایا:
پھر کیا ہوا تو مجھے بھول گیا ہے اور تونے ایک انسان کو یاد کیا ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے روتے ہوئے کہا۔
یہ ایک کلمہ تھا جو زبان سے نکل گیا۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
میری عزت کی قسم! میں تجھے کئی سال جیل میں رکھوں گا۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام کئی سال جیل میں رہے۔
(کتاب الزہد: زہد یوسف علیہ السلام: ص: 104 مطبوعہ بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جیل میں آنا

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جیل میں آئے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو پہچان گئے۔
اور فرمایا:
اے ڈرانے والے کے بھائی! آپ خطا کاروں کے درمیان کیسے آگئے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
یا طاهربن بن طاهرین
اے پاک بازوں کے پاک بیٹے! رب العالمین تمہیں سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ
جب تونے انسانوں سے شفاعت طلب کی ہے تو تونے مجھے بھلا دیا ہے۔
مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تجھے چند سال اور قید میں رکھوں گا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
میرا رب عزوجل! مجھ پر راضی ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

ہاں!

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

پھر مجھے اس صعوبت کی کوئی پرواہ نہیں۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:286 دارالفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا رب تعالیٰ کے چند سوالات کرنا

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا۔

اللہ تعالیٰ نے استفسار فرمایا ہے کہ تجھے کس نے پیدا فرمایا۔

آپ علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے۔

پھر پوچھا:

تجھے تیرے باپ کے نزدیک محبوب کس نے بنایا؟

آپ علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے۔

(پھر پوچھا)

تجھے کنویں سے نجات کس نے دی؟

آپ علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے۔

پھر پوچھا:

تجھے خوابوں کی تعبیر کا علم کس نے دیا؟

آپ علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے۔

پھر پوچھا:

تجھ سے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو کس نے دور کیا؟

آپ علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے۔

پھر فرمایا:

تو پھر اپنے جیسوں سے سفارش کیوں طلب کی ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:287 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو شیطان نے رب تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا اور بادشاہ کا ذکر کرا دیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو شیطان نے رب تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا اور بادشاہ کا ذکر کرا دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس شخص سے کہا جس کو نجات ملی تھی کہ

تو میرا اپنے آقا کے پاس ذکر کرنا، اس نے آپ علیہ السلام کا ذکر نہ کیا حتیٰ کہ بادشاہ نے خواب دیکھا، حضرت یوسف علیہ السلام کو شیطان نے اپنے رب تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا اور بادشاہ کا ذکر کرا دیا اور بادشاہ سے رہائی چاہنے کا حکم دیا۔ پس یوسف علیہ السلام اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ کا کلمہ کہنے کی وجہ سے کئی سال بطور عقوبت جیل میں رہے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:266 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

دو قیدی حضرت یوسف علیہ السلام کے تین دن فرمانے سے جلدی رہائی پا گئے

جن دو قیدیوں کو رہائی جلدی ملی وہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے تین دن فرمانے کی وجہ سے ملی ان میں سے ایک تو واپس بادشاہ کے پاس چلا گیا دوسرے کو زہر دی گئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

یہ دو قیدی صرف اس لیے جلدی آزاد ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے منہ مبارک سے تین دن کی مہلت نکل گئی تھی اور مربی اس کی موت پر ہو گیا تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:499 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کتنا عرصہ قید میں رہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام کی مدت قید میں مختلف اقوال ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ، وہب بن منبہ اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہم نے کہا:

حضرت یوسف علیہ السلام سات سال قید خانے میں رہے۔

(جامع البیان: جز:12، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کی مدت میں تین قول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا ہے کہ

یہ مدت بارہ سال ہے۔

ضحاک نے کہا:

یہ مدت چودہ سال ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ مدت سات سال ہے۔

(زادالمسیر: ج:4،ص:228 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر جو گرفت کی تھی اس کی وجہ سے جو قید میں اضافہ ہوا اس کی مدت سات سال سال تھی اور اس سے پہلے وہ پانچ سال قید میں رہے تھے۔

اور قرآن مجید میں جو فرمایا ہے۔

پس وہ قید خانہ میں مزید چند سال رہے یہ اس عتاب کے نتیجہ میں قید کی مدت ہے نہ کہ کل قید کی مدت، اس لحاظ سے ان قید کی کل مدت بارہ سال یا نو سال ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:73 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو سات سال تکلیف رہی۔

حضرت یوسف علیہ السلام سات سال جیل میں رہے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:286 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کو سات سال تکلیف پہنچی، حضرت یوسف علیہ السلام سات سال قید میں رہے اور بخت [illegible] درندوں میں سات سال عذاب دیا گیا۔

(جامع البیان: ج:12،ص:267 داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام بارہ سال قید میں رہے۔

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر بن عیاش کی طرف سے کلبی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک جملہ کہا جس کے بدلے سات سال قید خانہ میں رہے۔
حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
اس سے پہلے پانچ سال قید کیے گئے تھے۔
امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت طاؤس اور ضحاک رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ
آپ علیہ السلام چودہ سال قید میں رہے۔
امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
بضع کا اطلاق تین سے نو تک کی تعداد پر ہوتا ہے۔
اور امام ابن جریر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:267 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قیدی کے چلے جانے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آنا

تفسیر نعیمی میں ہے۔
ایک روایت میں ہے۔
جب قیدی جیل سے چلا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے۔
اور فرمایا:
اے حضرت یوسف (علیہ السلام) تم کو کنوئیں سے کس نے بچایا۔
فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام بولے۔
تم کو تاجروں سے کس نے چھڑایا؟
تم کو زلیخا کے جال سے کس نے نکالا؟
تم کو پیدا کس نے کیا؟
والد کے دل میں تمہاری محبت کس نے ڈالی؟
تم کو علم کائنات
تعبیر بتانا
پرندوں کی بولی کس نے سکھائی؟
سب کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے رہے۔
اللہ تعالیٰ نے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام بولے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
اب تم نے بادشاہ سے مدد کیوں طلب کی۔
حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر بہت روئے اور معذرت مانگی۔
حضرت جبرائیل بولے۔
اب تم کو سات سال اس کی پاداش میں قید بھگتنا ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میرا رب عزوجل مجھ سے راضی ہے یا ناراض۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام بولے۔
راضی ہے۔
(آپ علیہ السلام نے) فرمایا:
تب مجھ کو قید کا کوئی غم نہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:500 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مدت قید گنتی کی رو سے بارہ سال

تفسیر نعیمی میں ہے۔
ایک روایت میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام بارہ سال جیل میں رہے پانچ سال دونوں قیدیوں کے ساتھ اور سات سال بعد میں کیونکہ

سب مدت
اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ
کے بدلے میں سزا کے طور پر ہوئی پہلے پانچ سال اسی میں شامل کیے گئے۔
اس عبارت کے بھی بارہ حرف ہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:500 نعیمی کتب خانہ لاہور)
بارہ حروف اس طرح ہیں۔
1-الف
2-ذ
3-ک
4-ر

5-ن
6-ی
7-ع
8-ن
9-د
10-ر
11-ب
12-ک

اس لحاظ سے مدت قید بارہ سال ہے۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

عزیز مصر کی بیوی کی یاد اور ہر سال کے گزرنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا کہتی

عزیز مصر کی بیوی اپنے خاوند عزیز مصر کو ہر سال کے گزرنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا کہتی رہتی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کرتی رہتی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں سات سال گزر گئے زلیخا کے سوا کسی کے دل میں یوسف (علیہ السلام) کی یاد نہ آئی۔ لیکن ہر سال کے گزرنے پر عزیز مصر یعنی اپنے خاوند سے کہتی کہ اب یوسف (علیہ السلام) کو چھوڑ دو مگر عزیز مصر بادشاہ سے کوئی ذکر نہ کرتا اپنے ہی کاموں میں الجھا رہتا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:501 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں رہائی کی دعا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو سات سال قید کے گزر گئے تو آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں قید سے رہائی کی دعا کی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
یہاں تک کہ سات سال پورے ہوئے۔
تب ایک رات حضرت یوسف علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ
اے میرے پروردگار اب مجھ کو جیل سے چھڑا دے بس اسی رات بادشاہ نے خواب دیکھی جب اٹھا تو سخت پریشان تھا اور صبح کو اپنے سب درباریوں کو جمع کیا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:501 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بادشاہ کا خواب دیکھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں قید سے رہائی کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی رہائی کے لئے بادشاہ کو خواب دیکھا دی جس سے وہ بہت زیادہ مذبذب ہوا اور صبح کو اپنے درباریوں کو طلب کر کے اس تعبیر پوچھی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ۝ (یوسف:43)

اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور میں نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور (سات) سوکھے ہوئے (خوشے دیکھے) اے میرے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا رہائی کی خوشخبری دینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے دن قریب آ گئے تو مصر کے بادشاہ نے خواب دیکھا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید سے رہائی کی خوشخبری لے کر آئے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی اور کشادگی کے دن قریب آ گئے تو مصر کے بادشاہ نے یہ خواب دیکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے ان کو سلام کیا اور ان کو کشادگی کی بشارت دی۔

اور کہا کہ

اللہ عزوجل آپ علیہ السلام کو قید سے نکالنے والا ہے اور آپ علیہ السلام کو اس زمین کا اقتدار عطا کرنے والا ہے۔ اس زمین کے بادشاہ آپ علیہ السلام کے تابع ہو جائیں گے اور سردار آپ علیہ السلام کی اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے بھائیوں پر غلبہ عطا فرمائے گا۔

اور اس کا سبب یہ ہوگا کہ

بادشاہ ایسا خواب دیکھے گا اور اس کی ایسی ایسی تعبیر ہوگی پھر کچھ دن زیادہ نہیں گزرے تھے کہ بادشاہ نے خواب دیکھی جس کے نتیجہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو رہائی مل گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو پہلا خواب دیکھا تھا وہ ان کے لئے سختی اور مصیبت کا سبب بن گیا تھا اور بادشاہ کا یہ خواب ان کے لئے کشادگی اور رحمت کا سبب بن گیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:74 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ کا سات موٹی تازی گائیں دیکھنا

مصر کے بادشاہ نے سات موٹی تازی گائیں دیکھیں جن کے پیچھے سات دبلی گائیں نکلی دیکھیں اور انہوں نے ان کو پکڑ کر کھالیا اسی طرح اس نے سات سرسبز خوشے بھی دیکھے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

مصر کے بادشاہ الریان بن الولید نے خواب دیکھا کہ دریا سے موٹی تازی گائیں نکلیں اور ان کے پیچھے سات دبلی گائیں انہوں نے ان موٹی تازی گایوں کو کان سے پکڑا اور کھا گئیں اور اس نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور سات سوکھے ہوئے خوشے دیکھے، ان سوکھے ہوئے خوشوں نے ان سرسبز خوشوں کو کھالیا اور ان میں سے کچھ باقی نہیں بچا اور سوکھے ہوئے خوشے اسی طرح سوکھے رہے اسی طرح دبلی گایوں نے موٹی گایوں کو کھالیا تھا وہ اسی طرح دبلی کی دبلی رہیں یہ خواب دیکھ کر بادشاہ گھبرا گیا۔ اس نے لوگوں کو اہل علم کو، نجومیوں کو، جادوگروں کو اور سرداروں کو بلایا اور ان کے سامنے یہ خواب بیان کر کے کہا۔

اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔

(زادالمسیر: ج:4، ص:229 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اپنے بندے کے متعلق اچھا جانتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو کیا عطا فرمانا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حسد کیا اور کنویں میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے قافلے والوں کو بھیج کر کنویں سے نجات دلوائی پھر بھائیوں نے قافلے والوں کو جھوٹ بولا کہ یہ ہمارا بھگوڑا غلام ہے اور ہم اس کو بیچنا چاہتے ہیں تو انہوں نے بھائی کو غلام بنا کر بیچ دیا اور اللہ تعالیٰ نے قافلہ والوں سے شاہی محل میں عزت عطا فرمائی اور عزیز مصر کی بیوی نے تہمت لگائی اور جیل میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی رہائی کا سبب بنا کر بادشاہ کو عجیب وغریب اور پریشان کن خواب دکھا دیا تا کہ وہ اس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھے اور حضرت یوسف علیہ السلام اس کی تعبیر بتائیں اور ہم ان کو سلطنت کا مالک فرما دیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اپنے بندے کے متعلق بہتر جانتا ہے۔

چار وجوہ سے خواب حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب

تفسیر نعیمی میں ہے۔

یہ خواب حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا پیش خیمہ ہے چار وجوہ سے۔

1- بادشاہ نے خواب دیکھا نہ کہ کسی اور نے اگر کوئی اور یہ خواب دیکھتا تو اس کا کوئی اہتمام نہ ہوتا۔

2- بادشاہ خواب دیکھ کر سخت پریشان ہو گیا وہ سمجھا شاید میرے ملک میں اندرونی یا بیرونی کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے جو مجھ کو ایسا اشارہ ہوا ہے اگر بادشاہ پریشان نہ ہوتا تو بھی خواب کی پرواہ نہ ہوتی۔

3- بادشاہ کو بہت جلدی تعبیر کی فکر پڑی اگر تعبیر کا خیال نہ آتا تب بھی نہ معلوم کتنے دن پریشان رہ کر پھر ٹھیک ہو جاتا اور خواب بھول جاتا۔

4-کسی نجومی نے خواب کی تعبیر نہ بتائی اگر نجومی ہی تعبیر خواب بتا دیتے تو بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف خیال نہ جاتا۔ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے اسی رات حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔خواب بھی ایسی عجیب تھی سب کو فکر میں ڈال دیا۔

بادشاہ نے خواب سنا کر پوچھا:

اے میرے درباری نجومیو، کاہنو، فتویٰ دو تم مجھ کو میری خواب کے بارے میں اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے اور تمہاری سمجھ میں یہ خواب آ گیا ہے تب بولنا، غلط بات نہ کرنا بالکل صحیح تعبیر دینا ہر شخص خوابیں دیکھتا ہے اور ہر خواب کی مراد ظاہر میں کچھ اور ہوتی ہے۔

اسی لیے بادشاہ نے تعبیر پوچھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:501 نعیمی کتب خانہ لاہور)

کاہنوں، نجومیوں کا خواب کی تعبیر نہ بتانے پر معذرت کرنا

جب بادشاہ نے کاہنوں اور نجومیوں کو بلا کر خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا یہ پریشان کن خواب ہے اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ○ (یوسف:44)

انہوں نے کہا: یہ تو پریشان خواب ہیں اور ہم پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔

اضغاث احلام کون سے خواب ہیں؟

اس آیت کریمہ میں اضغاث احلام کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں ان سے کون سے خواب مراد ہوتے ہیں۔اور ان کے معانی کیا ہیں اس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

ضغث کا معنیٰ ہے۔

بے ربط اور خلط ملط باتیں

گھاس پھونس کا مٹھی بھر مجموعہ

ابوعبیدہ نے کہا:

جس خواب کو بہت لوگ دیکھیں اور ان کو جمع کر کے ایسا مجموعہ یا گٹھا بنا لیا جائے جیسے سوکھی ہوئی گھاس کا گٹھا ہوتا ہے اس سے مراد وہ خواب ہیں جس کی تعبیر نہ بیان کی جا سکے۔

الکسائی نے کہا:

اضغاث احلام کا معنیٰ ہے۔

ملے جلے اور خلط ملط خواب

ابن قتیبہ نے کہا:
اضغاث احلام کا معنیٰ ہے۔
جس طرح آدمی مختلف گھاسوں کو ملا کر ایک گٹھا بناتا ہے اور اس میں طرح طرح کی گھاس ہوتی ہے۔ اسی طرح جس خواب میں مختلف النوع باتیں دکھائی دیں۔
الزجاج نے کہا:
الضغث کا معنیٰ ہے۔
کسی چیز کا گٹھا
مثال کے طور پر
سبزیوں یا ان جیسی چیزوں کا۔
ان کی مراد یہ تھی کہ۔
تم نے خواب میں چند ملی جلی چیزیں دیکھی ہیں یہ کوئی واضح خواب نہیں ہے اور ایسے ملے جلے خواب کی تعبیر کا ہمیں علم نہیں ہے۔
الاحلام حلم کی جمع ہے۔
انسان نیند میں جو خواب دیکھتا ہے اس کو حلم کہتے ہیں بعض خواب صحیح ہوتے ہیں اور بعض باطل ہوتے ہیں۔
(زادالمسیر: ج:4،ص:230 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)
علامہ نظام الدین حسن بن محمد القمی النیشاپوری متوفی 728ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے نفس ناطقہ کو اس صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ عالم افلاک تک پہنچ سکتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کر سکتا ہے لیکن بیداری میں نفس ناطقہ بدن کی تدبیر اور حواس میں تصرف کرنے میں مشغول ہوتا ہے اس مانع کی وجہ سے وہ بیداری میں لوح محفوظ کا مطالعہ نہیں کر سکتا اور نیند کے وقت یہ مشغولیات کم ہو جاتی ہیں تو نفس اس مطالعہ پر قوی ہو جاتا ہے اور جب روح ان احوال میں سے کسی حال پر واقف ہو جاتی ہے تو اگر وہ احوال اس مشاہدہ کے مطابق خیال میں منتقش ہو جاتے ہیں تو ان کی تعبیر میں کسی تاویل کی احتیاج نہیں ہوتی اور اگر ان احوال کی رموز یا ان کے اشارات خیال میں مرتسم ہوں تو پھر ان کی تعبیر کی تاویل کی احتیاج ہوتی ہے پھر اگر وہ رموز اور اشارات مربوط، مرتب اور منظم ہوں تو ان تخیلات سے حقائق روحانیہ کی طرف منتقل ہونا اور ان کی تاویل کرنا تعبیر کرنے والے کے لئے سہل اور آسان ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ رموز اور اشارات مختلط، مضطرب اور غیر منضبط ہوتے ہیں اور ان کی تحلیل اور ان کا تجزیہ کرنا دشوار ہوتا ہے اور ان کی ترتیب اور تالیف میں تشویش ہوتی ہے اور ان سے کسی چیز کی تصویر کشی کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ایسے ہی خوابوں کو اضغاث احلام کہا جاتا ہے۔
اور اس کا سبب یہ ہے کہ
بدن کی قوتوں میں کسی فساد کی وجہ سے قوت متخیلہ میں تشویش پیدا ہوتی ہے یا خارج میں کسی غیر مانوس چیز سے سابقہ پڑتا ہے اور اس کو اضغاث اس لیے کہتے ہیں کہ یہ تعبیر بیان کرنے والوں کو تھکا دیتی ہے۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان: ج:4،ص:92 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اضغاث احلام سے مراد جھوٹے خواب ہیں۔

(جامع البیان: ج:12،ص:269 داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت ہے کہ

اضغاث احلام سے مراد جھوٹے خواب ہیں۔

(جامع البیان: ج:12،ص:269 داراحیاء التراث العربی بیروت)

ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر بتانے کا یاد آنا اور بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جانے کی اجازت مانگنا

جب تمام کاہنوں اور نجومیوں نے خواب کی تعبیر نہ بتائی تو ساقی جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید میں تھا اور آپ علیہ السلام نے اس کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی اور وہ رہائی پا گئے تو اس نے بادشاہ کو کہا مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جانے دو میں اس کی تعبیر بتا سکتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ (یوسف:45)

ان دو قیدیوں میں سے جو نجات یافتہ تھا اس نے ایک مدت کے بعد یوسف کو یاد کیا۔ اس نے کہا میں تم کو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں مجھے یوسف کے پاس بھیج دو۔

ساقی نے ڈر کی وجہ سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہ کیا

جب ساقی قید سے رہائی پا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو فرمایا تھا کہ میرا ذکر بادشاہ کے سامنے کرنا تو وہ ساقی اس بات کو ڈر کی وجہ سے نہ بتا سکا کہ کہیں میرا جرم تازہ نہ ہو جائے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ساقی نے اس وقت تک بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا جب تک بادشاہ کو خواب کی تعبیر بتانے کے لئے کسی ماہر کی ضرورت نہیں پڑی۔

اس وقت اس نے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ اگر اس نے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بے قصور قید ہونے کا بتایا تو بادشاہ کے ذہن میں خود اس ساقی کا جرم پھر سے تازہ ہو جائے گا جس وجہ سے اس کو قید کیا گیا تھا اور اس کو خطرہ تھا کہ یہ امر اس کے لئے کسی مصیبت کا پیش خیمہ نہ

ئے۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:231 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

ساقی کا بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا تعبیر بتانے کا حال بیان کرنا

ساقی نے بادشاہ کے سامنے اپنا حال بیان کیا کہ جب میں قید میں تھا تو خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے سچ بتائی اور میں رہائی پا گیا لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مجھے جانے دو تا کہ اس خواب کی تعبیر بھی پوچھ آؤں۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

بادشاہ نے جب درباریوں سے خواب کے متعلق پوچھا اور وہ اس کی تعبیر نہ بتا سکے اس وقت اس ساقی نے کہا کہ قید خانے میں ایک شخص بہت عالم فاضل ہے اور بہت نیک ہے اور بہت عبادت گزار ہے۔ میں نے اور باورچی نے جو خواب دیکھے تھے ہم نے اس سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی اور اس کی بتائی ہوئی تعبیر بالکل صحیح اور درست واقع ہوئی اگر آپ بھی اپنے خواب کی صحیح تعبیر جاننا چاہتے ہیں تو مجھے اس کے پاس قید خانے میں بھیج دیں میں اس سے صحیح تعبیر معلوم کر کے آپ کو بتا دوں گا۔

(تفسیر کبیر: ج:6،ص:464 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ساقی نے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہ کیا

ساقی نے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ قید خانہ میں ایک شخص ہے جو خوابوں کی تعبیر بتاتا ہے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

ساقی بادشاہ کے سامنے بیٹھا۔

اور کہا:

قید خانہ میں ایک شخص ہے جو خوابوں کی تعبیر بتاتا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:288 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اے بادشاہ تم کو اس خواب کی تعبیر لا کر دیتا ہوں میں جب جیل میں تھا تو وہاں میری ملاقات ایک بہت ہی عابد، زاہد، کامل، عالم، خوش خلق، حسین خوبصورت بزرگ سے ہوئی وہ اس کی تعبیر ضرور بتا دیں گے کیونکہ ہم نے بھی ایک دفعہ جیل میں ان سے خواب کی تعبیر پوچھی تھی تو جیسی تعبیر انہوں نے بتائی ویسا ہی ہوا تم مجھ کو وہاں بھیج دو یعنی جانے کی اجازت دو۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:509 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بادشاہ کا ساقی کو جیل میں جانے کی اجازت دینا

جب ساقی نے جیل میں جا کر تعبیر پوچھنے کا کہا تو بادشاہ نے ساقی کو جیل میں جانے کی اجازت دے دی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

(ساقی نے کہا)

مجھے قید خانہ تک جانے دو پس بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کی طرف اس کو بھیج دیا پس وہ قید خانہ میں پہنچایا گیا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:288 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

بادشاہ نے خوش ہو کر ساقی کو جیل میں جانے کی اجازت دی

جب ساقی نے جیل میں جانے کی اجازت مانگی کہ جیل میں ایک شخص ہے وہ تعبیر بتاتا ہے لہٰذا مجھے ان کے پاس جانے کی اجازت دیں تو بادشاہ نے خوش ہو کر اجازت دے دی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بادشاہ نے خوش ہو کر فوراً اجازت دے دی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:509 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قید خانہ شہر کے اندر نہ تھا

جس قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو رکھا گیا وہ شہر میں نہیں تھا بلکہ شہر سے باہر تھا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قید خانہ شہر کے اندر نہ تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:288 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ساقی کا حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھنا

جب ساقی کو بادشاہ نے قید خانے میں جا کر خواب پوچھنے کی اجازت دے دی تو ساقی نے جا کر بادشاہ کا خواب بیان اور اس کی تعبیر پوچھی۔

قرآن مجید میں ہے:

يُوسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ٥ (یوسف:46)

اے یوسف! اے بہت سچ بولنے والے! ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے (خوشے ہیں) تاکہ میں لوگوں کے پاس یہ تعبیر لے کر جاؤں شاید وہ آپ کا مرتبہ جان لیں۔

موٹی گائیوں اور لاغر گائیوں سے مراد

موٹی گائیوں سے مراد سرسبز و شاداب سال اور لاغر گائیوں سے مراد قحط زدہ سال ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
موٹی گائیوں سے مراد سرسبز و شاداب سال ہیں اور لاغر گائیوں سے مراد قحط زدہ سال ہیں۔
(جامع البیان: ج:12، ص:273 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سات سبز خوشوں اور خشک خوشوں سے مراد

سات سبز خوشوں سے مراد سرسبز و شاداب سال ہیں جن میں زمین زیادہ پیداوار دے اور خشک خوشوں سے وہ سال مراد ہیں جن میں کوئی پیداوار نہ ہو۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
سات سبز خوشوں سے بھی سرسبز و شاداب سال ہیں جن میں زمین خوب پیداوار دیتی ہے اور خشک خوشوں سے مراد ایسے سال ہیں جن میں کوئی پیداوار نہیں ہوتی۔
(جامع البیان: ج:12، ص:273 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ساقی کا جاتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام سے معافی مانگنا

جب ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلے معافی مانگی کہ مجھ سے غلطی ہوگئی اور مجھے آپ علیہ السلام بھول گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو سات سال کے بعد پہچان لیا اور اس سے رنجیدگی کا اظہار نہ فرمایا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
آزاد شدہ غلام خدمت عالیہ میں حاضر ہوا پہلے تو بہت معافی مانگی کہ مجھ سے غلطی ہوگئی آپ علیہ السلام کی بات میرے ذہن سے بالکل اتر گئی میں بھول گیا حضرت یوسف علیہ السلام نے سات سال بعد بھی اس کو پہچان لیا اور کچھ رنجیدگی کا اظہار نہ فرمایا۔
(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:509 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کیوں کہا

ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق اس لیے کہا کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانہ میں رہ چکا تھا اور آپ علیہ السلام کی سچائیوں کو دیکھ چکا تھا اور جو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان فرمائی تھی ویسے ہو چکی تھی اس لیے اس نے صدیق کا لفظ کہا۔ اور آپ علیہ السلام کو اچھے الفاظ کے ساتھ ندا کی۔

صدیق کا معنیٰ

صدیق وہ شخص ہے جو اپنے قول و فعل اور اعتقاد میں صادق ہو۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
جو دین کے تمام احکام کی بغیر کسی شک وشبہ کے تصدیق کرے وہ صدیق ہے۔
اور تفسیر نعیمی میں ہے۔

صادق بھی سچے کو کہتے ہیں اور صدیق بھی مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ

جیسا واقعہ ہو ویسا ہی کہلائے وہ صادق ہے اور اگر واقعے میں ایک چیز نہ ہوئی اور اس نیک بندے کی زبان سے نکل جائے تو رب تعالیٰ ویسے ہی کردے اس کو صدیق کہا جاتا ہے اس لیے اس قیدی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صادق نہ کہا بلکہ صدیق کہا کیونکہ دیکھ چکا تھا کہ ہم نے جھوٹی خوابیں بنا کر تعبیر پوچھی مگر ان کی زبان سے جو تعبیر نکل گئی وہ ہو کر رہی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:509 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ساقی نے شک کا لفظ کیوں کہا

تفسیر نعیمی میں مفصل رقم ہے کہ

(ساقی نے کہا)

بادشاہ نے آج گزشتہ رات خواب دیکھا ہے کہ سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز سٹوں کو گندم کے سات خشک سٹوں نے سکھا کر خراب کر دیا آپ اس کی تعبیر دیں۔ اپنی خواب تو سنا کر اس نے آج سے سات سال پہلے بہت سچی اور مفید تعبیر لے لی تھی جس سے یہ بہت خوش ہوا تھا لیکن آج بھی شش و پنج اور وسوسوں میں تھا کہ پتہ نہیں اس خواب کی تعبیر ان کو سمجھ آتی ہے یا نہیں کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ دربار کے اتنے بڑے عمر رسیدہ کاہن، نجومی اس کی تعبیر سے عاجز بیٹھے تھے یا یہ خیال آیا کہ اگر تعبیر بھی بتا دیں تو کہیں بہت خطرناک بادشاہ یا ملک کے حق میں بری ہو تو میں کس طرح جا کر بتاؤں گا اس لیے شک کا صیغہ

لَّعَلِّیٓ اَرۡجِعُ

شاید یہ آپ سے تعبیر سن کر صحیح طرح خوشی خوشی ان لوگوں کے پاس جا سکوں۔

دوسرا تردد اس ساقی کو یہ ہوا کہ

اس تعبیر کو سن کر میں تو پسند کر لوں کیونکہ میں پہلے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کے تقویٰ، طہارت، علم وفضل کا قائل ہوں اس لیے کہ مسلمان ہوں اور سب کچھ سابقہ مدت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں لیکن نہ معلوم یہ تعبیر سن کر وہ کاہن آپ علیہ السلام کے علم وفضل کے قائل ہوتے ہیں یا نہیں اور مرضی اس کی یہی تھی کہ چونکہ بیچ میں میرا واسطہ ہے اور میں نے وہاں بہت تعریف کی ہے اس لیے اچھی اور صاف تعبیر بتایئے "لَعَلَّهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ" شاید کہ وہ آپ علیہ السلام کے علم وفضل کو جان لیں یا تعبیر سمجھائیں اور جو عمل کرنے والے کام ہوں ان پر عمل کریں۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:510 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا ساقی کو بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتانا

جب ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کا خواب بیان کر دیا تو آپ علیہ السلام نے ساقی کو بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتائی۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○ (یوسف:47)

یوسف نے کہا تم حسب معمول سات سال تک کاشت کاری کرو گے پھر تم جو کھیت کاٹو تو تمام غلے کو ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا ان قلیل غلے کے جن کو تم کھاؤ۔

پھر ارشاد فرمایا:

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ○ (یوسف:48تا49)

پھر اس کے بعد سات خشک سالی کے سخت سال آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا ماسوا تھوڑے سے غلے کے جن کو تم محفوظ رکھو گے پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے۔

مجھے یوسف علیہ السلام پر اور ان کے صبر اور کرم پر تعجب ہوا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے یوسف پر اور ان کے صبر پر اور کرم پر تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے جب ان سے لاغر گائیوں کے متعلق پوچھا گیا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ جب بادشاہ کا پیغام رساں ان کے پاس آیا تھا تو میں دروازے کی طرف بھاگ جاتا لیکن انہوں نے اپنے بے قصور ثابت ہونے کا ارادہ کیا تھا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے خوشوں میں اناج رکھنے کی تدبیر کیوں بتائی؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے خوشوں میں اناج رکھنے کی تدبیر اس لیے بتائی تا کہ اناج کافی مدت تک باقی رہے اور لوگ ان کو کھاتے رہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں خوشوں میں اناج رکھنے کی تدبیر اس لیے بتائی کہ تا کہ اناج زیادہ مدت باقی رہے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:274 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص کا کھانا دو کے لئے تیار کیا جاتا

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص کا کھانا دو کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص کے لئے دو آدمیوں کا کھانا تیار کیا جاتا پھر وہ اسے پیش کیا جاتا وہ نصف کھاتا اور نصف چھوڑ دیتا تھا حتیٰ کہ جب ایسا دن تھا کہ اس کے سامنے ہی کھانا پیش کیا گیا تو اس نے اسے کھالیا۔

اسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہ ان سخت سات سالوں کا پہلا دن تھا۔

سبع شداد سے مراد

سبع شداد سے مراد قحط والے سخت سات سال ہیں جو کہ ذخیرہ شدہ چیزوں کو کھا جائیں گے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

سبع شداد سے مراد قحط زدہ سخت سات سال ہیں وہ اس ذخیرہ کو کھا جائیں گے جو تم نے جمع کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا جو تم محفوظ کرلو گے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:275 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

انگوروں کا رس نچوڑ کر تیل نکالنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مِمَّا تُحْصِنُوْنَ کا معنیٰ تخزنون ہے۔

یعنی محفوظ کرلو گے۔

وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ

یعنی وہ انگوروں کا رس اور تیل نکالیں گے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:276 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

زیتون اور تمام پھلوں کا تیل نکالنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اس سال میں لوگوں کے لئے مینہ برسایا جائے گا۔

اور وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اس سال وہ انگوروں کا رس نکالیں گے، زیتون کا تیل نکالیں گے اور تمام پھلوں کا رس نکالیں گے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:277 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

...دودھ دوہنا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ کا مطلب ہے کہ
وہ اس سال دودھ دوہیں گے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:277 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)
اور مزید فرماتے ہیں کہ
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
يَعْصِرُوْنَ کا معنیٰ يحتلبون ہے۔
یعنی وہ دودھ دوہیں گے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:277 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ علم بتایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ علم بتایا جو آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ کا مطلب یہ ہے کہ
بارش برسائی جائے گی اور اس سال وہ انگوروں، زیتون اور پھلوں کا رس نکالیں گے یہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا اور اس کے متعلق آپ علیہ السلام سے سوال نہیں کیا گیا تھا۔
(جامع البیان: ج:12،ص:277 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

...وں پر بارش برسانا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ (سے مراد)
اس سال میں لوگوں پر مینہ برسایا جائے گا۔
فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ
اور وہ انگوروں کا رس نکالیں گے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:277 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ (سے مراد)

یعنی اس سال میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی۔

فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ

اور اس میں زیتون کا تیل نکالیں گے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:276 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے دودھ دوہنے کا بھی بتایا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ (یعنی بالتاء) پڑھتے تھے۔

یعنی تم دودھ دوہو گے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:277 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ کچھ بتایا جو انوں نے پوچھا بھی نہیں تھا

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو بہت کچھ بتایا جن کا اس [illegible] بھی نہیں کیا تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں زیادہ معلومات فراہم کیں جن کے متعلق انہوں نے پوچھا نہیں تھا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:276 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی کے ذریعے علم

امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ

شاید آپ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے اس خوشحالی کے سال کا علم ہوا ہو یا اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر تنگ دستی کے بعد وسعت فرماتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ: ج:5، ص:44 مطبوعہ العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کی تعداد کے مطابق گیارہ معجزے عطا فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کی تعداد کے مطابق گیارہ معجزے عطا فرمائے گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے بھائیوں کی تعداد کے مطابق گیارہ معجزے عطا فرمائے تھے۔
1-خوش خلقی
2-کھاری کنوئیں کا میٹھا ہونا
3-پرندوں کا آپ علیہ السلام سے کلام کرنا
4-عزیز مصر کے خزانے بھر جانا
5-زلیخا کے تالے ٹوٹ جانا
6-شیر خوار بچے کا گواہی دینا
7-قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹنا اور شکلیں بدلنا
8-گناہ سے بچنا اور عورتوں کا مکر ٹوٹنا بوجہ عصمت کیونکہ عصمت بھی نبوت کے معجزات میں شمار ہے۔
9-تعبیر کا علم
10-غیب کی خبریں دینا
11-حسن یوسفی کہ اسی کو دیکھ کر عورتوں نے انگلیاں کاٹ لیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:517 نعیمی کتب خانہ لاہور)

چار انبیاء کرام علیہم السلام کو حسن کا نور عطا فرمانا

اللہ تعالیٰ نے چار انبیاء کرام علیہم السلام کو حسن کا نور عطا فرمایا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
رب تعالیٰ نے چار پیغمبروں کو حسن کا نور عطا فرمایا۔
1-حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بالوں اور داڑھی شریف میں کہ سب سے پہلے دنیا میں آپ کے بال مبارک مثل نور کے سفید ہوئے اسی حسن بزرگی کے طفیل نار نمرود سے نجات پائی۔
2-حضرت یوسف علیہ السلام ان کے چہرے میں حسن کا نور رکھا انہوں نے اسی حسن کے ذریعہ کنوئیں سے نجات پائی۔
3-حضرت موسیٰ علیہ السلام کے داہنے ہاتھ میں حسن کا نور عطا فرمایا۔ انہوں نے اسی حسن کے ذریعہ دریا سے نجات پائی۔
4-سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک میں حسن کا نور رکھا اسی کے ذریعے آپ علیہ السلام معراج میں لامکان تک پہنچے۔ اسی حسن کی وجہ سے بار دو عالم کا ذمہ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈال دیا کہ قرآن کریم جیسی عظیم امانت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائی۔
اعلیٰ حضرت بلوی قدس سرہ نے فرمایا:

جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں ۔۔۔ ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:517 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا غلہ جمع کرنے کا تعبیر فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو تعبیر بتاتے وقت یہ بھی فرمایا کہ تم غلہ اپنے سلطانی گوداموں حکومت کے قبضے میں جمع کراتے جاؤ یا اپنے گھر میں جمع کر کے رکھو۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جو کچھ تم کو گندم وغیرہ ملے تم کاٹو گے تو ان کو ان کی بالیوں میں چھوڑ دینا اور اپنے سلطانی گوداموں حکومت کے قبضے میں جمع کراتے جاؤ یا اگر اپنے گھروں میں گنجائش ہو تو وہیں چھوڑے رکھو۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:518 نعیمی کتب خانہ لاہور)

احتکار کے معانی

علامہ ابن منظور افریقی متوفی 716ھ لکھتے ہیں:

الحکر ار خار الطعام للتربص

حکر کا معنیٰ ہے کھانے پینے کی چیزوں کو (مہنگائی کے) انتظار میں ذخیرہ کرنا۔

اور ابن سرہ نے کہا ہے۔

الاحتکار جمع الطعام ونحوہ مما یو کل واحتباسہ انتظار وقت الغلاء بہ

کھانے پینے کی چیزوں کو مہنگائی کے وقت کے لئے جمع کرنا۔

(سان العرب: ج:4، ص:208 مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ قم ایران)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

کھانے پینے کی چیزوں کو مہنگائی کے انتظار میں چالیس دن تک ذخیرہ کرنا شرعاً احتکار ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من احتکر علی المسلمین اربعین یوماً ضربہ اللہ بالجزام والافلاس

و فی روایۃ

فقد بریٔ من اللہ و بری اللہ منہ

جس شخص نے مسلمانوں پر چالیس دن ذخیرہ اندوزی کی اللہ تعالیٰ اس پر جذام (کوڑھ) اور افلاس کو مسلط کر دے گا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔

چالیس دن کی مدت اس پر دنیاوی سزا مثلاً تعزیر جاری کرنے کے لئے ہے گناہ کے لئے یہ قید نہیں ہے اگر چند دن بھی مہنگائی کے انتظار میں ذخیرہ اندوزی کی تو گناہ گار ہوگا۔ احتکار کی تعریف میں کھانے پینے کی چیزوں کی قید امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے لگائی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر وہ چیز جس کی ذخیرہ اندوزی سے مسلمانوں کو ضرر ہو وہ احتکار ہے۔

(رد المحتار: ج:5، ص:351 مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

احتکار میں مذاہب فقہاء

احتکار میں فقہاء کے مذاہب ہیں جو درج ذیل ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

کھانے پینے کے علاوہ دوسری چیزوں میں ہمارے نزدیک احتکار بالکل نہیں ہے۔

علماء کرام نے کہا ہے کہ

احتکار کی حکمت یہ ہے کہ عام لوگوں سے ضرر کو دور کیا جائے اور علماء کرام کا اس پر اجماع ہے اگر کسی شخص کے پاس طعام ہو اور لوگوں کو اس طعام کی سخت ضرورت ہو اور اس کے علاوہ کہیں اور سے طعام نہ ملے تو لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے اس کو طعام فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ میں جو حضرت سعید بن مسیب اور حضرت معمر رضی اللہ عنہما کے احتکار کا ذکر ہے اس کے متعلق علامہ ابن عبد البر اور دوسرے محققین نے یہ کہا ہے کہ

وہ زیتون کے تیل کا احتکار کرتے تھے اور ان کے نزدیک احتکار ان چیزوں میں تھا جو رمق حیات کے لئے ضروری ہیں۔

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے بھی احتکار کو اسی پر محمول کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

(شرح مسلم: ج:2، ص:31 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

احتکار کی شرائط

احتکار کی تین شرائط ہیں۔

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

احتکار حرام کی تین شرائط ہیں۔

1- کسی چیز کو خرید کر ذخیرہ اندوزی کرے اگر کوئی چیز اس کو آمدنی یا کسی اور طریقہ سے حاصل ہوئی تو وہ احتکار نہیں ہے۔

2- ایسی چیز میں ذخیرہ اندوزی کی جائے جو قوت ہو، سالن، حلواء، شہد، زیتون کا تیل اور جانوروں کے چارے میں ذخیرہ اندوزی ممنوع نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔

3- اس چیز کے خریدنے سے لوگوں پر تنگی ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں۔

الف۔ شہر میں اس کی آبادی بمشکل سماتی ہو جیسے حرمین اور بغداد ایسے وسیع شہر میں احتکار موثر نہیں ہے۔

ب۔ جس وقت کسی چیز کی قلت ہو اس وقت اس چیز کو خرید کر ذخیرہ اندوزی کی جائے اور جب وہ چیز عام ہو پھر خرید کر جمع

کر لی جائے تو یہ احتکار نہیں ہے۔

(المغنی: ج:4، ص:154 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کھانے پینے کی چیزوں میں ذخیرہ اندوزی کی مذمت

کھانے پینے کی چیزوں میں ذخیرہ اندوزی کی مذمت پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔

چند درج ذیل ہیں۔

حضرت معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہ گار ہے۔

سعید بن مسیب سے کہا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ تو خود ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا:

حضرت معمر جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ بھی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:4010)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ذخیرہ اندوزی صرف گناہ گار شخص کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:4011)

ایک اور روایت میں ہے۔

عدی بن کعب کے ایک فرد معمر بن ابی معمر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:4012)

ایک اور روایت میں ہے۔

امام داؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

احتکار کرنے والا گناہ گار ہے۔

(سنن ابوداؤد: ج:2، ص:132 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ایک اور حدیث میں ہے۔
امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی 273ھ لکھتے ہیں:
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
احتکار کرنے والا لعنتی ہے۔
(سنن ابن ماجہ: ص: 156 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت یوسف علیہ السلام نے ذخیرہ اندوزی سے معیشت کی اصلاح کا طریقہ بتایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو ذخیرہ اندوزی سے معیشت کی اصلاح کا طریقہ بتایا کہ وہ خوش حالی اور غلہ کی فراوانی کے سالوں میں ضرورت سے زیادہ غلہ کو خرچ نہ کریں اور بے تحاشا خرچ کر کے ضائع نہ کریں بلکہ مستقبل میں آنے والے قحط کے سات سالوں کے لئے غلہ کو بچا کر رکھیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ
مستقبل کے لئے مال پس انداز کرنا مصلحت کے اعتبار سے ضروری ہے۔
نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ
قومی ضرورت کے وقت ذخیرہ اندوزی جائز ہے منع اس صورت میں ہے جب لوگ بھوک سے مر رہے ہوں اور تاجر اپنا نفع بڑھانے کے لئے غلہ کو گوداموں میں چھپا کر رکھیں اور مارکیٹ میں فروخت کے لئے نہ لائیں، تو اس صورت میں ذخیرہ اندوزی منع ہے۔

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو بلوانے کا کہنا

جب بادشاہ کو ساقی نے آکر تعبیر بتائی تو بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر بہت زیادہ پسند آئی اور اس نے کہا:
یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے کر آؤ۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ (یوسف:50)
اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لے کر آؤ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کا بلانا علم کی وجہ سے

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ساقی کو خواب کی تعبیر بتادی تو بادشاہ آپ علیہ السلام کے علم غیب کے مرتبے کو سمجھ گیا اور اس نے آپ علیہ السلام کو بلانے کے لئے کہا جس سے ثابت ہوا کہ علم انسان کی عزت و مرتبہ کو بلند کرتا ہے۔

علماء اور علم کے متعلق فضائل

علماء اور علم کے متعلق کثیر فضائل ہیں۔ علماء کرام کو اللہ تعالیٰ نے کیا مقام دنیا میں عطا فرمایا ہے اور کیا مقام آخرت میں عطا فرمائے گا وہ سب علم دین کی وجہ سے ہے اس بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل! جب بندوں پر اپنا فضل کرنے کے لئے اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگا تو وہ علماء کرام سے فرمائے گا۔
میں نے اپنا علم اور اپنا حکم (نظام، قانون) تم کو صرف اس لیے عطا کیا تھا کہ میں تمہاری مغفرت کرنا چاہتا تھا اور میں بے نیاز ہوں۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1381)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کرام کو اٹھائے گا۔
اور ارشاد فرمائے گا۔
میں نے اپنا علم تم میں اس لیے نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں جاؤ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔
(معجم الصغیر: رقم الحدیث: 591)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ علماء کرام کو جمع کر کے فرمائے گا۔
میں نے تمہارے دلوں میں حکمت اس لیے نہیں رکھی تھی کہ میں تمہیں عذاب دینا چاہتا ہوں۔ جنت میں داخل ہو جاؤ۔
(کنز العمال: رقم الحدیث: 28894)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ
اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے۔
(صحیح بخاری: ج: 1، ص: 16 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے

گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔

(صحیح مسلم: ج:2،ص:345 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

(جامع ترمذی: ص:384 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بہ خدا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(سنن ابوداؤد: ج:2،ص:159 مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کو اس کے گھر کے ان دس افراد کیلئے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو سب جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

(سنن ابن ماجہ: ص:19 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد تھا دوسرا عالم تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جس طرح میری تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر فضیلت ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے کے لئے دعا کرتی ہے۔ (جامع ترمذی: ص:377 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے اور بے شک طالب علم کی رضا جو کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی ستاروں پر اور بے شک علماء انبیاء (علیہم السلام) کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کر لیا۔

(جامع ترمذی: ص: 384 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

ابو جعفر نے کہا:

عالم کی موت ابلیس کے نزدیک ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔

(شعب الایمان: ج: 2، ص: 267 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

قیامت کے دن تین (گروہ) شفاعت کریں گے۔

1- انبیاء کرام علیہم السلام

2- پھر علماء کرام

3- پھر شہداء کرام۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4313)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8791)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تین شخصوں کی تخفیف صرف منافق کرتا ہے۔
1- جو شخص اسلام میں سفید ریش ہو۔
2- عالم
3- اور امام عادل۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3442)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی تو وہ اس بندہ کا مولیٰ ہے وہ بندہ اس استاذ کو ناامید کرے نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے اسلام کی گرہوں میں سے ایک گرہ کھول دی۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7528)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت حماد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے کسی کو قرآن کی تعلیم دی تو وہ اس کا مولا ہے وہ اس کو نامراد کرے نہ اس پر اپنے آپ کو فضیلت دے۔
(کنز العمال: رقم الحدیث: 2382)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
علم سیکھو اور علم کے لئے طمانیت اور وقار حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کیا ہے ان کے سامنے تواضع اور انکسار کرو۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6184)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
علم سیکھو اور علم کے لئے طمانیت اور وقار حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے ڈکٹیٹر نہ بنو۔
(کتاب الزہد: رقم الحدیث: 275)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جن سے تم علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے عاجزی کرو اور جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں وہ تمہارے سامنے عاجزی کریں اور تم اساتذہ پر حکم نہ چلاؤ اور تمہارے علم کے ساتھ جہالت کے کام نہ ہوں۔

(المدخل الی السنن للبیہقی: ص:333)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو تم ان کے سامنے بیٹھو ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو۔ جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے۔ اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو نہ اس کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو، اس کے کپڑے کو نہ پکڑو۔ جب وہ اکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ اس کی لمبی معیت سے احتراز نہ کرو کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے۔ تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے کیونکہ مومن عالم کا اجر روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہد سے زیادہ ہے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہو جاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔

(الجامع للخطیب: رقم الحدیث:347)

ایک اور روایت میں ہے۔

عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما ایک جنازہ میں گئے جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی سواری کی رکاب تھام لی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے میرے بھتیجے ایک طرف ہٹ جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

علماء کے ساتھ اس طرح کیا جاتا ہے۔

(مستدرک: رقم الحدیث:5808)

ایک اور روایت میں ہے۔

طاؤس نے روایت کیا ہے کہ

سنت یہ ہے کہ چار اشخاص کی تعظیم و توقیر کی جائے۔

1- عالم کی

2- سفید ریش کی

3- سلطان کی

4-اور والد کی اور یہ جفا سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کو اس کا نام لے کر بلائے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 20302)

ایک اور روایت میں ہے۔

ایوب بن القریۃ سے روایت ہے کہ

سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق تین ہیں۔

1-علماء

2-بھائی

3-اور سلطان

جس نے علماء کی بے ادبی کی اس کا دین فاسد ہو جاتا ہے اور بھائیوں کی توہین سے اس کی مروت فاسد ہو جاتی ہے اور سلطان کے استخفاف سے اس کا دین فاسد ہو جاتا ہے اور عاقل ان میں سے کسی کی توقیر میں کمی نہیں کرتا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ: رقم الحدیث: 996، ج: 1، ص: 581 مطبوعہ دار ابن الجوزیہ السعودیہ)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

شاگرد کو چاہئے کہ استاذ کو کسی چیز کا حکم نہ دے بلکہ اپنے تمام معاملات کی لگام استاذ کو بالکلیہ سونپ دے اور جس طرح مریض مشفق اور حاذق طبیب کی خیر خواہی پر یقین رکھتا ہے اسی طرح استاذ کی خیر خواہی پر یقین رکھے اور اپنے استاذ کے سامنے عاجزی کرے اور اس کی خدمت کر کے شرف اور ثواب کو حاصل کرے۔ جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رکاب تھام لی تھی اور استاذ کے سامنے تکبر نہ کرے اور اس سے استفادہ کرنے کو عار نہ سمجھے وہ جو کچھ کہے اس کو توجہ سے سنے اس سے خوش رہے اس کا شکر ادا کرے اور اس کا احسان مانے، استاذ کے نظریات کی تقلید کرے۔ اس کے سامنے اپنی رائے کو چھوڑ دے کیونکہ استاذ کی خطاء اس کی صحت سے زیادہ نفع آور ہے کیونکہ باریک بینی اور تجربہ کی باتیں زیادہ مفید ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں متنبہ فرمایا اس لیے استاذ سے استفادہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے سامنے خاموش رہے اور اس پر اعتراض نہ کرے جب تک استاذ اس کو نہ بتائے۔ پھر امام غزالی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو لکھا جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

(احیاء علوم الدین: ج: 1، ص: 52 تا 53 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری متوفی 465ھ لکھتے ہیں:

مرید کے لئے اپنے شیخ سے، شاگرد کے لئے اپنے استاذ سے اور عام آدمی کے لئے عالم اور مفتی سے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ آپ کے قول سے یا آپ کی رائے سے یا آپ کے فتویٰ سے اختلاف ہے۔

(لطائف الاشارات: ج: 2، ص: 228 دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جو استاذ کامل اور متبحر ہو اس کے سامنے شاگرد کو اعتراض نہیں کرنا چاہئے اگر اس نے تین مرتبہ سے زیادہ اعتراض کیے تو

پھر ان میں انقطاع ہو جائے گا جیسا کہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے قصہ میں ہوا۔

(تفسیر کبیر: ج:7، ص:484 مطبوعہ دار الکتب احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

استاذ کا سفر میں خدمت کے لئے اپنے کسی شاگرد کو ساتھ لے جانا درست ہے اور یہ تعلیم کا عوض نہیں ہے جیسے حضرت علیہ السلام اپنے ساتھ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو لے گئے تھے۔

(عمدۃ القاری: ج:2، ص:97 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ شہاب احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ہر حال میں تواضع کو لازم رکھنا چاہئے اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود کلیم اللہ ہونے کے حضرت خضر علیہ السلام پاس گئے اور ان سے علم کو طلب کیا تا کہ ان کی امت بھی ان کی سیرت پر عمل کرے۔

(فتح الباری: ج:1، ص:248 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

امام ابو منصور ماتریدی متوفی 335ھ نے التاویلات النجمیہ میں فرمایا ہے شاگرد اور مرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کرتے ہوئے اور اپنے شیخ اور استاذ کی تعظیم کرتے ہوئے اس سے استفادہ کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے اجازت طلب کرے اور اس کا استاذ اور شیخ جس چیز کا حکم دے اس پر عمل کرے اور جس سے منع کرے اس سے باز رہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم تھے نبی اور رسول تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آتے تھے ان پر تورات نازل کی گئی تھی وہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے تھے۔ بنی اسرائیل ان کی اقتداء کرتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی اتباع کی اور ان کے سامنے تواضع اور انکسار کو اختیار کیا اپنے اہل اور متبعین کو چھوڑا اور اپنے مناصب اور مناقب کو ترک کیا اور حضرت خضر علیہ السلام کی ارادت کے دامن کو پکڑ لیا اور ان کے اوامر اور نواہی کی اطاعت کی

نیز امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا:

شاگردی کے آداب میں سے یہ ہے کہ

اگر استاذ اس کو بار بار رد کرے اور انہیں شاگردی میں لینے سے انکار کرے پھر بھی اس کے دامن کو نہ چھوڑے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکیں گے اور آپ اس چیز پر صبر کیسے کر سکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں کیا۔ موسیٰ نے کہا آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

(روح البیان: ج:5، ص:326 تا 327 دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

اسکندر سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے والد سے زیادہ اپنے استاذ کی تعظیم کرتے ہیں۔

اسکندر نے جواب دیا۔

میرے والد مجھے آسمان سے زمین کی طرف لائے اور میرے استاذ مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے۔

بزرجمہر سے پوچھا گیا۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے والد سے زیادہ اپنے استاذ کی تعظیم کرتے ہیں۔

اس نے کہا:

کیونکہ میرے والد میری حیات فانی کے سبب ہیں اور میرے استاذ میری حیات باقی کے سبب ہیں۔

(روح البیان: ج:7، ص:95 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

عالم اور استاذ کے ساتھ ادب کا استعمال کرنا اور مشائخ کا احترام کرنا اور ان کے اقوال، افعال اور ان کی حرکات پر اعتراض نہ کرنا اور ان کی مناسب تاویل کرنا مستحب ہے۔

(روح المعانی: ج:16، ص:31 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ محمد بن محمد ابن البزار الکردری الحنفی متوفی 827ھ لکھتے ہیں:

نوجوان عالم دین بوڑھے غیر عالم پر مقدم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ:11)

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کردے گا۔"

پس جن کے درجات کو اللہ تعالیٰ بلند کرنے والا ہو جو ان کو پست اور نیچا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں گرا دے گا اور عالم غیر عالم قرشی پر مقدم ہے۔

اور اس کی دلیل ہے کہ

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم پر مقدم ہیں حالانکہ داماد کا رشتہ خسر سے زیادہ قریب ہے۔

اور علامہ الزندویستی نے کہا:

عالم کا حق جاہل پر اور استاذ کا حق شاگرد پر برابر ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

شاگرد استاذ سے پہلے کلام نہ کرے اور استاذ خواہ غائب ہو اس کی جگہ پر نہ بیٹھے اس کی بات کو رد نہ کرے، چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور شوہر کا حق بیوی پر اس سے بھی زیادہ ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

ہر جائز کام میں اس کی اطاعت کرے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ: ج:6، ص:352 مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر)

علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی 1081ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔
اور یہ لکھا ہے کہ
فقیہ کو تصغیر کے ساتھ فقیہ پڑھنا کفر ہے۔
(فتاویٰ خیریہ علی ہامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ: ج:2، ص:263 مکتبۃ الحسینیہ کوئٹہ)
علامہ عثمان بن علی الزیلعی الحنفی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:
علماء کو غیر علماء پر کیوں نہیں مقدم کیا جائے گا جبکہ قرآن مجید میں علی الاطلاق وارد ہے۔
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط (الزمر:9)
"آپ فرما دیجئے کہ کیا علم والے اور بغیر علم والے برابر ہو سکتے ہیں۔"
اسی وجہ سے نماز میں عالم کو مقدم کیا جاتا ہے حالانکہ ایمان لانے کے بعد سب سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔
(تبیین الحقائق: ج:6، ص:229 مکتبہ امدادیہ ملتان)
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:
1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4811)
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ (ابراہیم:7)
"اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ (نعمتیں) دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔"
اور استاذ نے شاگرد کو جو تعلیم کی نعمت دی ہے اس کا شکر یہ ہے کہ اس کی خدمت اور اس کی تعظیم و تکریم کی جائے اور اگر اس کے خلاف کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے۔
2- استاذ کے حقوق سے انکار کرنا نہ صرف مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے۔
3- استاذ کی تعظیم اور اس کی خدمت نہ کرنا اس کے احسان کا انکار کرنا ہے۔
حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کسی کی نیکی کو حقیر نہ جانو خواہ وہ تم سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملتا ہو (یعنی اس کی اس نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھو)
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2626)

4-استاذ کی نیکیوں کو حقیر جاننا قرآن، حدیث اور فقہ کو حقیر جاننا ہے جن کی اس نے تعلیم دی ہے اور ان کو حقیر جاننا کفر ہے۔

5-استاذ کا حق ماں باپ کے حق سے زیادہ ہے کیونکہ ماں باپ سے بدنی حیات ملی اور استاذ سے روحانی حیات ملی۔

6-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس نے مجھے ایک حرف پڑھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا خواہ وہ مجھے فروخت کردے یا آزاد کردے اور استاذ کی نافرمانی کرنا غلام کے بھاگنے کے مترادف ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7528)

7-امام طبرانی اور امام ابن عدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علم حاصل کرو، طمانیت اور وقار کے لئے علم حاصل کرو اور جس سے علم حاصل کرو اور ان سے عاجزی کرو۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7528)

کتنے شاگرد استاذ کی برکت اور اس کا فیض حاصل کرنے کے لئے اس کے پیروں کی خاک اپنے چہروں پر ملتے تھے۔

8-استاذ کا شاگرد پر حق یہ ہے کہ استاذ کی غیر موجودگی میں بھی شاگرد اس کی جگہ پر نہ بیٹھے اس کے کلام کو رد نہ کرے اور اس کے آگے نہ چلے۔

اس کو علامہ شامی نے بزازیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

9-جب استاذ سے آگے چلنا بھی جائز نہیں ہے تو استاذ کی نافرمانی کرنا اور اس کی تحقیر کرنا کب جائز ہوگا۔

10-استاذ کی دل آزاری کرنا اور اس کو رنج پہنچانا حرام ہے کیونکہ یہ ایک مسلمان کو ایذا دینا ہے اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۝

(الاحزاب: 58)

جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی جرم کے ایذاء پہنچاتے ہیں وہ ان پر بہتان باندھتے ہیں اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی مسلمان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 3632)

11-استاذ کی بے توقیری کرنا ایک مسلمان کے لئے موجب تذلیل ہے اور مسلمان کی تذلیل حرام ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذلیل کیا گیا اور اس نے اس کی مدد نہیں کی جبکہ وہ اس کی مدد پر قادر تھا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ذلیل کر دے گا۔

(مسند احمد: ج:3، ص:487)

12-عالم اور استاذ کی بے توقیری کرنے کی ایک وجہ اس سے حسد کرنا ہے اور حسد حرام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسد کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4903)

13-استاذ کی بے توقیری کرنا ظلم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ○ (ھود:18)

سو ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

14-جو شخص استاذ کی عزت نہیں کرتا وہ اپنے بڑوں کی بے توقیری کرتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث:7819)

15-جو شخص بزرگ عالم دین کی عزت نہ کرے اس پر وعید فرمائی۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث:7819)

16-وہ علماء اور اساتذہ جو بالخصوص سادات ہوں ان کی تعظیم اور تکریم واجب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے اہل بیت، انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانا یا تو وہ منافق ہوگا یا ولد الزنا ہوگا۔ یا وہ ہوگا جس کا حمل اس کی ماں کو ناپاکی کی حالت میں ہوا ہو۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث:5955)

17-جو عالم دین سید اور متقی ہو وہ تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اور اس کی بے توقیری اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ (الطلاق:1)

جس شخص نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

(فتاوی رضویہ:ج:10،ص:19 تا22مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ،مکتبہ رضویہ کراچی)

علماء راسخین اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ اور صفات مقدسہ کو دلائل یقینیہ قطعیہ سے جانتے ہیں اور قرآن اور حدیث میں مہارت رکھتے ہیں اور تمام اصول اور فروع کو جانتے ہیں۔ان سے عقائد اسلام اور احکام شرعیہ کے متعلق جو بھی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

علماء راسخین سے مراد ایسے علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو دلائل یقینیہ قطعیہ سے جانتے ہوں اور ان کو دلائل یقینیہ سے معلوم ہو کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جب وہ کسی آیت کو دیکھیں کہ اس کا ظاہری معنیٰ قطعی طور پر مراد نہیں ہے تو وہ قطعیت سے جان لیں کہ یہ آیت متشابہ ہے اور اس کی مراد کا صرف اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل سے قرآن مجید میں غور کرتے ہیں اور جس آیت کا معنیٰ ظاہری دلائل شرعیہ کے مطابق ہوتا ہے اس کو محکم قرار دیتے ہیں اور جس کا معنی دلائل شرعیہ کے خلاف ہوتا ہے اس کو متشابہ قرار دیتے ہیں۔اس آیت مبارکہ سے متکلمین کی قدر و منزلت کا علم ہوتا ہے جو دلائل عقلیہ سے بحث کرتے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات،صفات اور افعال کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور دلائل عقلیہ، لغت،قواعد عربیہ اور احادیث اور آثار سے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تفسیر کرنے کے لئے لغت، قواعد عربیہ اور احادیث اور آثار میں تبحر درکار ہے اور جو شخص ان علوم میں تبحر حاصل کئے بغیر قرآن مجید کی تفسیر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوگا۔

اور اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

(تفسیر کبیر:ج:2،ص:401مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو درداء اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ

علم میں راسخ کون ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو اپنی قسم پوری کرے اور اس کی زبان سچی ہو اور اس کا دل (حق پر) مستقیم ہو اور اس کا پیٹ اور اس کی شرم گاہ حرام سے محفوظ ہو۔

(جامع البیان:ج:3،ص:123مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ

علماء راسخین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علم کے تقاضوں پر عامل ہوں اور جس شخص کو اصول اور فروع کے مسائل ہوں اور وہ عمل سے خالی ہو یا بدعمل ہو وہ علماء راسخین میں سے نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ (الجمعہ:5)

''ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (اس پر عمل نہیں کیا) اس گدھے کی طرح۔ ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔''

یہ تو وہ بیان کیا گیا جو علماء کرام کے فضائل پر مشتمل تھا اب آخر میں علماء وعلم کے فضائل کو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ثابت کرتا ہوں جس میں واضح طور پر علم دین اور علماء کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (المجادلہ:11)

تم میں سے جو کامل ایمان والے اور علم والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (الزمر:9)

آپ فرما دیجئے! کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (فاطر:28)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ (الرعد:43)

آپ فرما دیجئے! میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ اللہ ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت:43)

اور یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ (آل عمران:18)

اللہ نے گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور فرشتوں اور علم والوں نے (یہ گواہی دی) در آں

حالیکہ وہ قائم بالعدل تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ط (النساء:83)

اور اگر وہ اس کو رسول اور صاحبان امر کی طرف لوٹا دیتے تو اس (کی مصلحت) کو وہ لوگ جان لیتے جو ان میں سے استنباط کر سکتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط (العنکبوت:49)

بلکہ یہ ان لوگوں کے سینہ میں روشن آیتیں ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ:114)

اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرما۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء:113)

"اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور جن چیزوں کا آپ کو (پہلے) علم نہیں تھا ان کا علم دے دیا اور (یہ) آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔"

یہ علم دین کے فضائل پر آیات کریمہ تھیں اب احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:71)

یہ حدیث مبارکہ گزشتہ اوراق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کی گئی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص علم ڈھونڈنے کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی طرف راستہ کو آسان کر دیتا ہے۔

(سنن ترمذی:2646)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص علم کی طلب میں نکلا وہ واپس آنے تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2647)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت سنجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص علم کی طلب کے لئے نکلا تو اس کا نکلنا اس کے پچھلے گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتا ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2648)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر گیا اللہ تعالیٰ جنت کے راستوں کو اس کے لئے آسان کر دیتا ہے اور فرشتے عالم علم کی رضا کے لئے اپنے پر جھکاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق طالب علم کی مغفرت کے لئے دعا کرتی ہے حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی اور بے شک عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور بے شک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کیا۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3642)
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2682)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
طالب کی رضا کو طلب کرنے کے لئے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔
(کنز العمال: رقم الحدیث: 28725)

امام ابن الاثیر الجزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
فرشتوں کے پر جھکانے یا پر بچھانے کا معنی یہ ہے کہ
وہ طالب علم کی تعظیم اور توقیر کرتے ہیں۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ
وہ اپنا اڑنا موقوف کر کے طالب علم کے ساتھ رہنے کو اختیار کرتے ہیں۔
ایک قول یہ ہے کہ

وہ اپنے پروں پر طالب علم جہاں جانا چاہے اس کو اٹھا کر لے جاتے ہیں یعنی اس کی مدد کرتے ہیں۔

(جامع الاصول: ج:8، ص:6 دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علم کی تین اقسام ہیں اس کے ماسوا زائد ہیں۔

1- آیت محکمہ

2- سنت محکمہ

3- یا فریضہ عادلہ

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2885)

آیت محکمہ سے مراد یہ ہے کہ

قرآن مجید کی ان آیات کا علم ہو جن میں کوئی اشتباہ یا اختلاف نہ ہو اور وہ منسوخ نہ ہوں۔

اور سنت محکمہ سے مراد یہ ہے کہ

وہ احادیث صحیحہ جن کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔

اور فرائض عادلہ سے مراد یہ ہے کہ

اس کو احکام شرعیہ کا علم ہو۔

حسان بن سنان سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طالب علم، جاہلوں کے درمیان اس طرح ہے جس طرح زندہ مردوں کے درمیان ہو۔

(جمع الجوامع: رقم الحدیث: 13882)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طالب علم، طالب رحمت ہے۔

طالب علم، اسلام کا رکن ہے اس کو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ اجر دیا جائے گا۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 8729)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے لئے علم کو طلب کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔
(جمع الجوامع: رقم الحدیث: 13885)
ایک اور روایت ہے۔
حضرت عمار اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے لئے علم کی طلب کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے صبح اور شام جہاد کرنے والا ہو۔
(کنز العمال: رقم الحدیث: 28728)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔
یارسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل کا علم۔
اس نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا عمل سب سے افضل ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ عزوجل کا علم۔
اس نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمل کے متعلق سوال کر رہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے علم کی خبر دے رہے ہیں۔
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کم عمل علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور زیادہ عمل جہل کے ساتھ نفع نہیں دیتا۔
(جامع بیان العلم وفضلہ، رقم الحدیث: 214 دار ابن الجوزیہ ریاض)
امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:
جب علم کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے۔
اور اس کی متعدد اقسام ہیں۔
1- اللہ عزوجل کی معرفت کا علم اس کو علم الاصل کہتے ہیں۔
2- اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کا علم، اس میں علم نبوت اور علم احکام اللہ بھی داخل ہے۔

3- کتاب وسنت کی نصوص اوران کے معانی کا علم، اس میں مراتب نصوص ناسخ اور منسوخ، اجتہاد، قیاس، صحابہ، تابعین تبع تابعین کے اقوال کا علم اوران کے اتفاق اوراختلاف کا علم بھی داخل ہے۔

4- جن علوم سے کتاب وسنت کی معرفت اوراحکام شرعیہ کا علم ممکن ہواس میں لغت عرب، نحو، صرف اور محاورات عرب کی معرفت داخل ہے۔ جو شخص علم دین کے حصول کا ارادہ کرے اوروہ اہل عرب سے نہ ہواس پر لازم ہے کہ وہ پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کا علم حاصل کرے اوراس میں مہارت پیدا کرے پھر قرآن مجید کے علم کو حاصل کرے اور بغیر احادیث کی معرفت کے قرآن مجید کے معانی کی وضاحت ممکن نہیں ہے اوراحادیث کا علم، آثار صحابہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے اورآثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معرفت کے لئے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی معرفت ضروری ہے کیونکہ علم دین ہم تک اسی طرح درجہ بدرجہ پہنچا ہے اور جب قرآن، سنت، آثار صحابہ اوراقاویل تابعین اور تبع تابعین کا علم حاصل ہوجائے تو پھر اجتہاد کرے اور متقدمین کے مختلف اقوال میں غور کرے اور جو قول اس کے نزدیک دلائل سے راجح ہواس کو اختیار کرے اور جو نئے مسائل پیدا ہوں ان کا قیاس کے ذریعہ حل تلاش کرے۔

(شعب الایمان: ج:2، ص:251)

1- اس مفصل بحث سے ثابت ہوا کہ علماء کرام وعلم کے کثیر فضائل ہیں۔ اور علماء کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ لہٰذا علماء کرام کی عزت وقدر کرنی چاہئے اور جس قدر ممکن ہوان کی صحبت اختیار کرنی چاہئے کیونکہ یہی تو وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اوراحکام شرعیہ کے مفتی ہیں جن سے دین ودنیا کے مسائل سیکھے جاسکتے ہیں۔

بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کے علم کا معترف ہوگیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو خواب کی تعبیر بتادی اور ساقی نے جاکر اپنے بادشاہ کو تعبیر سنائی تو بادشاہ آپ علیہ السلام کے علم تعبیر خواب کی مہارت اورآپ علیہ السلام کے فضائل کا معترف ہوگیا اوراس نے آپ علیہ السلام کو بلانے کے لئے کہا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

جب بادشاہ کو خواب کی تعبیر سے مطلع کیا گیا تو وہ بہت خوش ہوا اوراسے اطمینان حاصل ہوگیا۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت، علم، تعبیر خواب کی مہارت، حسن اخلاق اور مصری رعایا کے ساتھ خیرخواہی اور ہمدردی کا معترف ہوگیا۔

کہنے لگا کہ

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو قید خانے سے نکال کر میرے پاس لائیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:830)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ساقی یہ تعبیر اور نصیحتیں اور خوشخبریاں سن کر دوڑ آیا دربار میں وہاں وہ سب لوگ جمع تھے نجومی، کاہن، بادشاہ، وزراء، امراء،

عزیز وغیرہ ساقی نے بڑے اچھے انداز سے سب تقریر کو مکمل طریقے سے سنا دیا سب لوگ حیران و متعجب ہوئے کہ اتنا بڑا فاضل دانشور ہماری قید میں پڑا ہے اور ہمیں خبر نہیں پھر سوچا کہ اتنے سخت آنے والے زمانے کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا عقل والے انسان کی اور اس کے عظیم مشوروں کی امور سلطنت کے لئے سخت ضرورت ہے۔

تب بادشاہ نے اسی ساقی کو کہا کہ

جاؤ یہ پروانہ لے جاؤ اور لے آؤ میرے پاس بزرگ کو ائتوا فعل امر جمع کا صیغہ ہے جس سے ثابت ہوا کہ اس تعبیر سے بادشاہ اتنا متاثر ہوا کہ پہلے تو صرف ساقی کو تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا تھا مگر اب ساقی کے ساتھ اور معززین کو بھی بھیجا کہ نہایت عزت سے اس کو لے کر آؤ۔ اس جلوس کا سالار وہی ساقی تھا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کہاں ہیں بادشاہ آپ علیہ السلام کے علم اور فضل سے آپ علیہ السلام کے اعمال کا پتہ چل گیا اس لیے یہ عزت کی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:526 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے بلانے پر نہ جانا

جب بادشاہ نے ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف بھیجا تا کہ آپ علیہ السلام کو میرے پاس لے آئیں اور میں ان کو عزت و مرتبہ عطا فرماؤں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا پہلے اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ○ (یوسف:50)

جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا اپنے آقا کے پاس جاؤ۔ اور ان سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے بے شک میرا رب ان کی سازش کو خوب جاننے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے بلانے پر کیوں نہیں گئے

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے بلانے پر اس لیے نہیں گئے کہ آپ علیہ السلام اپنے آپ کو بے قصور ہونا ثابت فرما چاہتے تھے اور ساری حقیقت واضح کرنا چاہتے تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے نکلنے سے پہلے اپنا بے قصور ہونا ثابت کرنا چاہا۔

اور فرمایا تھا کہ

تو اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جا اور پوچھ کہ حقیقت حال کیا تھی ان عورتوں کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار تعجب فرمانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ نے خواب کی تعبیر پچھوائی اور آپ علیہ السلام نے فوراً بتادی تو اس پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار تعجب صبر کی وجہ سے فرمایا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کے صبر اور کرم پر تعجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے کہ جب ان سے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے قاصد آیا تو آپ علیہ السلام نے اسے تعبیر بتادی۔ اگر میں ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا حتیٰ کہ قید خانہ سے باہر آجاتا۔

(درمنثور، ج:4، ص:42 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعریف کرنا

جب بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا تو آپ علیہ السلام فوراً تشریف نہ لے گئے بلکہ جانے سے پہلے اپنا بے قصور ہونا ثابت کروایا اس پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں اتنی مدت قید خانہ میں رہتا تو میں چلا جاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (علیہم السلام) ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں قید خانہ میں اتنی مدت رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے تھے پھر مجھے قاصد بلانے آتا تو میں اس کے بلانے پر چلا جاتا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ (یوسف:50)

جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث:3116)

اگر مجھے بلایا جاتا تو میں فوراً چلا جاتا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے بلایا تو آپ علیہ السلام نہ تشریف لے گئے اس پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مجھے بلایا جاتا تو میں فوراً چلا جاتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر مجھے بلایا جاتا تو میں فوراً چلا جاتا اور اپنے بے قصور ہونے کی حجت تلاش نہ کرتا۔

(جامع البیان: جز:12،ص:307 مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی مغفرت فرمائے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور ان کے کرم پر تعجب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے جب ان سے موٹی اور دبلی گایوں کے متعلق سوال کیا گیا، اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ان کو بالکل جواب نہ دیتا اور یہ شرط رکھتا کہ پہلے وہ مجھے قید سے نکالیں اور مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور ان کے کرم پر تعجب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے جب ان کے پاس قاصد آیا تو اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں دروازے سے نکلنے کی طرف جلدی کرتا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ ان کے بے قصور ہونے کی حجت ظاہر ہو جائے۔

(مسند احمد: ج:3، رقم الحدیث:8337)

اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) پر رحم فرمائے اگر اتنی لمبی قید کے بعد میرے پاس قاصد آتا تو میں فوراً اس کی بات کو قبول کرتا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قاصد سے کہا لوٹ جاؤ اپنے بادشاہ کے پاس اور اس سے پوچھو کہ حقیقت حال کیا تھی ان عورتوں کی جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔

(کتاب الزہد: باب زہد یوسف علیہ السلام، ص:103 بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین کرنا

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین و تعریف بیان فرمائی کہ جب آپ علیہ السلام بادشاہ کے بلانے پر فوراً تشریف نہ لے گئے بلکہ پہلے اپنا بے قصور ہونا ثابت فرمایا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ ......الایۃ تلاوت فرمائی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں ہوتا تو میں فوراً دعوت قبول کرتا اور اپنا عذر نہ چاہتا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:280 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ کتنے برداشت کرنے والے اور حلیم تھے اگر میں محبوس ہوتا تو میری طرف بلاوا آتا تو میں فوراً نکل پڑتا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:279 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کسی کی تعریف و تحسین کرنا کیسا؟

کسی کی اتنی تعریف کرنا کہ فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو ممنوع ہے۔

اس بارے میں متعدد احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے کسی کی تعریف کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر افسوس ہے تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار ارشاد فرمایا۔ جب تم میں کسی شخص نے اپنے صاحب کی لامحالہ تعریف کرنی ہو تو

یوں کہو کہ

میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور اس کو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے اور میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سراہا نہیں کہتا۔ خواہ وہ اس کے متعلق اسی طرح جانتا ہو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7369)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا۔

ایک شخص نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص فلاں فلاں چیز میں اس سے افضل نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر افسوس ہے۔ تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی۔ یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم میں سے کسی شخص نے خواہ مخواہ اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہو تو
یہ کہے کہ
میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے خواہ وہ اس کو اسی طرح سمجھتا ہو۔
اور وہ یہ نہ کہے کہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7370)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی کی بہت مبالغہ کے ساتھ تعریف کرتے ہوئے سنا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم نے اس کو ہلاک کر دیا۔
یا ارشاد فرمایا:
تم نے اس شخص کی پیٹھ کاٹ دی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7372)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابومعمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص کھڑا ہو کر امراء میں سے کسی امیر کی تعریف کر رہا تھا۔
حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس پر مٹی ڈالنے لگے۔
اور کہا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7373)
ایک اور روایت میں ہے۔
ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ
ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا تھا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے تھے وہ گھٹنوں پر بیٹھ گئے اور اس کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تم کیا کر رہے ہو؟

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔
جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7374)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔ مجھے دو آدمیوں نے کھینچا۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔
میں نے چھوٹے شخص کو مسواک دی۔
مجھ سے کہا گیا کہ
بڑے کو دو، پھر میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 7376)

اور کسی کے منہ پر تعریف کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس بارے میں یہ احادیث مبارکہ ہیں۔
طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا:
ایک شخص باہر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے اور جب لوٹ کر آتا ہے تو اس کے پاس بالکل دین نہیں ہوتا وہ ایک ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو اس کے لئے اور خود اپنے لیے کسی نفع کا مالک ہوتا ہے نہ نقصان کا اور وہ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تم ایسے ہو اور ایسے ہو پھر وہ ایسے حال میں لوٹتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ج:8، ص:118 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔
(مجمع الزوائد: ج:8، ص:118 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی کے منہ پر تعریف و تحسین کرنا ممنوع ہے اور یہ بھی فرمایا گیا کہ کسی کے منہ پر تعریف کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس کو ذلیل کرنا ہے۔

کسی کے منہ پر تعریف و تحسین کرنے کا جواز

کسی کے منہ پر تعریف کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف د

تحسین بیان فرمائی اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی تعریف بھی بیان فرمائی ہے۔ کثیر احادیث مبارکہ کسی کے منہ پر تعریف و
تحسین کے جواز پر دال ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کی تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کے عذر کو قبول کرنا پسند نہیں ہے اسی وجہ سے وہ اپنی مخلوق کا عذر قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو حمد پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی حمد کی ہے۔

(مجمع الزوائد: ج:8، ص:119 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔

خلاد بن سائب نے کہا ہے کہ

میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے میری میرے منہ پر تعریف کی۔

اور کہا کہ

میرے لیے تمہارے منہ پر تمہاری تعریف کرنے کا باعث یہ ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کے دل میں اس کا ایمان بڑھتا ہے۔

(مجمع الزوائد: ج:8، ص:119 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی تعریف و تحسین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرمائی جس سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی ثابت ہوتی ہے۔ کثیر احادیث مبارکہ اس بارے میں دال ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت حسین و جمیل مکان بنایا اور اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پس جو شخص اس کو دیکھتا ہوا گزرتا ہے وہ تعجب سے کہتا ہے کہ اس مکان میں اس ایک اینٹ کو کیوں نہیں رکھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث:3535)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
رعب سے میری مدد کی گئی اور مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں۔ اور جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئیں اور میرے سامنے رکھ دی گئیں۔
صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ
مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔
(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 2971، صحیح مسلم: رقم الحدیث: 523)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین کھلے گی۔ اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2278)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
میں وہ ہوں جس سے قیامت کے دن سب سے پہلے زمین کھلے گی اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا اور مجھ ہی کو حمد کا جھنڈا دیا جائے گا اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3148)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھے دکھایا گیا کہ میں جنت کی سیر کر رہا ہوں اس وقت میں نے ایک دریا دیکھا جس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔
میں نے کہا:
اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کیا ہے؟
انہوں نے کہا:
یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے پھر فرشتہ نے اپنا ہاتھ لگایا تو اس کی مٹی میں مشک کی خوشبو

تھی۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6581)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور ایلہ میں فاصلہ ہے اور اس میں ستاروں کے عدد کے برابر کوزے ہیں۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2445)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ ادا فرمائی پھر منبر پر چڑھ کر یہ خطبہ دیا کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہی دینے والا ہوں اور میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں جبکہ میں اس مقام میں ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی گئی ہیں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم اس میں رغبت کرو گے۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1344)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے گا۔

ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض کتنا وسیع ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عدن اور عمان سے زیادہ وسیع ہے۔ اس میں سونے اور چاندی کے دو پرنالے ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے جس نے اس کو پی لیا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور اس کا منہ کبھی سیاہ نہیں ہوگا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 7672)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن میرے متبعین تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے اور میں سب

ت کروں گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 331)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر (یا یہ فرمایا کہ) میری امت کو تمام امتوں پر چار خصوصیات کے فضیلت عطا فرمائی ہے۔
مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔
پوری زمین کو میرے لیے اور میری امت کے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ سو میرا امتی جہاں نماز کا موقع پا لے وہی جگہ اس کے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی جو کہ میرے ایک ماہ کی مسافت تک قائم ہوتا ہے اور میرے دشمنوں کے دلوں میں میری دھاک بٹھاتا ہے اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 521)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے چار چیزوں کے ذریعہ لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے۔
1- بہادری
2- سخاوت
3- کثرت جماع
4- اور شدت ضبط۔
(مجمع الزوائد: ج: 8، ص: 269 مطبوعہ بیروت)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر نبی کو اتنے معجزات عطا کیے گئے ہیں جن کی مثل پر کوئی بشر ایمان لا سکتا ہے اور مجھے جو چیز عطا کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اس نے میری طرف فرمائی۔ سو مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔
(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4981)

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی تعریف وتحسین بیان فرمائی ہے اور یہ اللہ علیہ وسلم کی شان کریمی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی خود تعریف بیان فرمائی ہے جس کے متعلق کثیر احادیث ہیں جو درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے آرہے تھے جوان کے گھٹنوں سے ہٹا ہوا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا ساتھی کس سے ناراض ہوا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور عرض کیا۔

میرے اور ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ مناقشہ ہو گیا۔ میں نادم ہو کر جلد ان کے پاس گیا اور ان سے معافی کا سوال کیا انہوں نے مجھ سے انکار کیا تو میں آپ کے پاس آیا۔

آپ نے تین بار فرمایا:

اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تمہیں اللہ تعالیٰ معاف کرے۔

ادھر عمر (رضی اللہ عنہ) نادم ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔

اور پوچھا:

کیا وہاں ابو بکر ہیں۔

گھر والوں نے کہا:

نہیں!

پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو رہا تھا حتی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنے لگے کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا میں زیادہ ظلم کرنے والا تھا۔ یہ دو بار کہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تم نے مجھے جھٹلایا اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے تصدیق کی اور اپنی جان اور مال سے میری غمخواری کی۔ کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر چھوڑنے والے ہو۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایذاء نہیں دی گئی۔

(صحیح بخاری: ج:1،ص:516 تا 517 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ پر ان کی تعریف وتحسین فرمائی ہے
سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے منہ پر تعریف اس کی تعریف کرنا جائز ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی چیز کے بھی دو جوڑے خرچ کیے اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اے
تعالیٰ کے بندے یہ خیر ہے۔ سو جو شخص نمازیوں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہو
اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:
کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے بلائے جانے کی کیا ضرورت ہے اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا شخص بھی ہے
جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں اور مجھے امید ہے۔ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تم انہی لوگوں میں ہو گے۔

(صحیح بخاری: ج:1، ص:517 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ
کے پاس ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
میں نے دل میں سوچا! اگر اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور
اس نے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا تو اس بوڑھے کو کیا چیز رلاتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں
بندے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) مت روؤ! بے شک اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر
(رضی اللہ عنہ) ہیں اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت
رہے گی اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے سوا مسجد میں (کھلنے والا) ہر دروازہ بند کر دیا جائے باقی نہ رکھا جائے۔

(صحیح بخاری: ج:1، ص:516 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے کی وعید سنائی (کہ جس نے تکبر سے چادر لٹکائی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری چادر ایک جانب سے لٹک جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو!

(صحیح بخاری: ج،2، ص:895 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوعمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے حوض کے بھی صاحب ہو اور غار کے بھی صاحب ہو۔

(جامع ترمذی: ص:527 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنوساعدہ میں بیعت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ پر ان کی تعریف فرمائی۔

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک طویل روایت میں ذکر فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

نہیں بلکہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

(صحیح بخاری: ج:1، ص:518 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ان تمام احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ پر خود آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف و تحسین بیان فرمائی جس سے ثابت ہوا کسی کے منہ پر اس کی تعریف بیان کرنا جائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منہ پر آپ رضی اللہ عنہ کی بھی تعریف بیان فرمائی ہے۔ جس کے بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں مگر طوالت سے بچنے کے لئے ایک پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا تو میں ابو طلحہ کی بیوی رمیصا کے پاس تھا۔ اور میں نے ایک آہٹ

میں نے پوچھا:
یہ کون ہے۔
کہا۔
یہ بلال ہیں۔
پھر میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی۔
میں نے پوچھا:
یہ کس کا محل ہے۔
کہا۔
عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کا۔
میں نے ارادہ کیا کہ میں اندر جا کر اس محل کو دیکھوں تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کروں گا۔
(صحیح بخاری: ج: 1، ص: 520 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے منہ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان فرمائی۔
حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر کی مدد کے لئے ترغیب دے رہے تھے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ سو اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ نے پھر لشکر کی مدد پر برانگیختہ کیا۔
پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ دو سو اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کی مدد کی ترغیب دی۔
پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاٹھیوں اور گدوں کے ساتھ تین سو اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔
پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے ہوئے فرما رہے تھے آج کے بعد عثمان

(رضی اللہ عنہ) جو بھی عمل کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔
آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) جو بھی عمل کرے گا اس کو ضرر نہیں ہوگا۔
(جامع ترمذی: ص: 531 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد (پہاڑ) پر چڑھے وہ ہلنے لگا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے احد ساکن ہو جا۔ تجھ پر صرف نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔
(جامع ترمذی: ص: 530 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی جس سے ثابت ہوا کہ کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
(جامع ترمذی: ص: 535 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
تم دنیا و آخرت میں بھائی ہو۔
(جامع ترمذی: ص: 534 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی کے لئے اس مسجد میں جنابت کے ساتھ آنا جائز نہیں ہے۔
(جامع ترمذی: ص: 535 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا۔

(جامع ترمذی: ص: 535 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ان احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی جس سے ثابت ہوا کہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف و تحسین کرنا جائز ہے۔

اعتراض

بعض احادیث مبارکہ ایسی ذکر کی گئی ہیں جن میں کسی کے سامنے اس کی تعریف کو منع کیا گیا ہے اور بعض ایسی احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں جن میں کسی کے سامنے اس کی تعریف کو جائز کہا گیا ہے تو پھر ان دونوں میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

جواب

ان احادیث مبارکہ میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ اگر کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے اس کے فتنہ میں مبتلاء ہونے کا خدشہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف نہ کی جائے اور اگر یہ خدشہ نہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف جائز ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اسی باب میں وہ احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں جن میں کسی کے منہ پر تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بکثرت کتب حدیث میں ایسی روایات بھی ہیں جن میں منہ پر تعریف کی گئی ہے ان احادیث مبارکہ میں تطبیق اس طرح ہے کہ کسی کی بے جا تعریف کرنا یا تعریف میں مبالغہ کرنا یا دنیاوی طمع کی وجہ سے تعریف کرنا یا جس شخص کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ تعریف سن کر اکڑ جائے گا یا تکبر میں مبتلاء ہو جائے گا اس کے منہ پر تعریف کرنا منع ہے اور جس شخص کے کمال تقویٰ اور عقل میں پختگی کی وجہ سے یہ خدشہ نہ ہو اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے بہ شرطیکہ وہ بے جا تعریف نہ ہو اور دنیاوی طمع کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اگر کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تعریف کی جائے یا کسی شخص میں کسی نیک خصلت کے حصول یا اس کی زیادتی کے لیے یا اس کو اس نیک خصلت پر برقرار رکھنے کے لئے یا اس نیک خصلت کی اقتداء کے لئے اس کے منہ پر تعریف کی جائے تو یہ تعریف کرنا مستحب ہے۔

(شرح مسلم: ج:2، ص: 414 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 815ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ

ممانعت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرے گا جو اس میں نہ ہوں تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اپنے متعلق ان اوصاف کا یقین کر لے اور ان اوصاف پر اعتماد کر کے وہ شخص اپنے اعمال ضائع کر دے اور نیکی کی جدوجہد کرنا چھوڑ دے (مثلاً ایک شخص کسی سے کہے میں نے تم کو خواب میں بارگاہ رسالت میں دیکھا ہے اور تمہارے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے یا کہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ جنتی ہوگا یا جو تمہارے وعظ میں شریک ہوگا وہ جنتی ہوگا نعوذ باللہ) اس لیے جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ ”تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو“

اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو اور جس شخص نے ان اوصاف کے ساتھ تعریف کی جو موصوف میں موجود ہو جو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اشعار اور خطاب میں آپ کی تعریف کی اور آپ نے ان کے منہ پر مٹی نہیں ڈالی۔ علامہ ابن بطال کا کلام ختم ہوا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ

کسی شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر کنکریاں پھینکیں اور مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا۔

اس حدیث کا دوسرا محمل یہ ہے کہ

منہ پر مٹی ڈالنے کا مطلب ہے اس کو ناکام اور نامراد کرنا یعنی جھوٹی تعریف کرنے والے کی غرض اور مقصد کو پورا نہ کرو۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ

اس سے کہو تمہارے منہ میں مٹی۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ

ممدوح اور موصوف اس جھوٹی تعریف سے دھوکا نہ کھا جائے اور تعریف کرنے والے سے کہے تم غلط کہہ رہے ہو میں ایسا نہیں ہوں اور یہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنا ہے۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ

وہ شخص جس مقصد اور غرض سے تعریف کر رہا ہے اس کا وہ مقصد پورا کر کے اس کا منہ بند کر دیا جائے اور اس کو روانہ کر دیا جائے۔ مثلاً کوئی شخص کسی سے کچھ رقم مانگنے کے لئے اس کی بے جا تعریف کر رہا ہے تو وہ اس کو وہ رقم دے کر کہے یہ رقم لو اور جاؤ اور یہ اس کے منہ کو بند کرنا ہے جو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے مترادف ہے۔

علامہ بیضاوی اور علامہ طیبی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ

مدح کی آفت یہ ہے کہ مدح کرنے والا کبھی جھوٹ بولتا ہے اور کبھی اپنی مدح سے ممدوح کو مزید برائی میں مبتلاء کرتا ہے خصوصاً جب وہ فاسق یا ظالم کی مدح کرے۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب فاسق کی مدح کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور کبھی وہ ایسی تعریف کرتا ہے جو اس کے نزدیک متحقق نہیں اور جس شخص کی مدح کی جائے وہ اس خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ وہ اترانے لگے یا تکبر کرے یا تعریف کی شہرت پر اعتماد کر کے عمل میں کمی کر دے۔ اگر تعریف ان قباحتوں سے خالی ہو تو پھر اس میں حرج نہیں ہے بلکہ بعض اوقات تعریف مستحب ہے۔

ابن عیینہ نے کہا ہے کہ

جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہو اس کو کسی کی تعریف سے ضرر نہیں ہوتا۔
اور بعض سلف نے کہا:
جب کسی کے منہ پر تعریف کی جائے تو وہ یہ دعا کرے۔
اے اللہ عزوجل! میرے ان کاموں کو بخش دے جن کو یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی تعریف کی وجہ سے میری پکڑ نہ کر اور مجھے ان کے گمان سے بہتر بنادے۔
(فتح الباری: ج:10، ص:477 تا 478 مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور)
اور میں کہتا ہوں کہ
اگر کوئی شخص مومن ہے اور نیک آدمی ہے اگر اس کی تعریف بیان کی جائے تو وہ اس کے حق میں بشارت ہے۔
جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔
یہ ارشاد فرمائیے کہ ایک شخص اچھے کام کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6597)
ایک روایت میں ہے۔
لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6598)
لوگوں کا کسی نیک شخص سے محبت کرنا اور اس کی تعریف کرنا اس کے حق میں دنیاوی بشارت اور جزاء ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○ (مریم:96)
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لئے (اپنے بندوں کے دلوں میں) محبت پیدا کردے گا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔
وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ (شعراء:84)
اور میرے لیے میرے بعد آنے والوں میں ذکر جمیل (نیکیوں کی تعریف) کو جاری رکھ۔
اب بحث سے ثابت ہوا کہ نیک مومن شخص کی تعریف کرنا اس کے حق میں بشارت ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف وتحسین بذریعہ اتم فرمائی

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف وتحسین بذریعہ اتم فرمائی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے صبر کیا اور خود کو بے قصور ٹھہرانے کے لئے نہ تشریف لے گئے۔ اگر میں ہوتا تو ایسا نہ کرتا بلکہ فوراً نکل آتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اپنے بھائی یوسف (علیہ السلام) کے صبر اور کرم پر تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔ جب ان کو خواب کی تعبیر کے لئے بلایا گیا۔ اگر میں ہوتا تو ایسا نہ کرتا حتیٰ کہ فوراً نکل آتا اور مجھے ان کے صبر اور کرم پر بھی تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔ قاصد آیا تا کہ وہ قید سے باہر آ جائیں لیکن وہ نہ آئے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے انہیں اپنے عذر کی خبر دی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف دوڑ پڑتا لیکن انہوں نے پہلے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنا پسند کیا۔

(معجم الکبیر: ج:11، ص:249 مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم بغداد)

اگر یوسف علیہ السلام کے جیل میں ٹھہرنے کی مدت میں گزارتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کے مستحق ہیں۔

جب انہوں نے کہا:

رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ (البقرہ:260)

اے میرے رب! دکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو۔

اور اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے انہوں نے ایک مضبوط سہارے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ لی تھی۔

اگر یوسف علیہ السلام کے جیل میں ٹھہرنے کی مدت میں گزارتا تو فوراً رہائی کا پیغام لانے والے کے پیغام کو قبول کر لیتا۔

(مسند احمد: ج:2، ص:389)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے بلاوے کو سن کر خوشی کا اظہار نہ فرمایا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے بلاوے کو سن کر خوشی کا اظہار نہ فرمایا کہ اب قید خانہ سے جان چھوٹی بلکہ یہ فرمایا کہ بادشاہ سے پوچھ کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جن عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پس جبکہ آیا وہ قاصد اس کے پاس۔ اس گمان سے جلدی جلدی آپ کے پاس آیا کہ آپ (علیہ السلام) فوراً تیار ہو جائیں آتے ہی کہتا ہے کہ

مبارک ہو تم کو بادشاہ نے بلایا ہے۔

آپ علیہ السلام نے اس کی گفتگو اور پیغام سن کر کچھ خوشی کا اظہار نہ فرمایا اور نہ ہی آپ (علیہ السلام) جانے کے لئے تیار ہوئے۔ قاصد بڑا حیران ہوا کہ اتنی بڑی خوش خبری سن کر بھی آپ (علیہ السلام) متاثر نہ ہوئے۔

آپ علیہ السلام نے نہایت بردباری، تحمل اور اطمینان سے جواب دیا۔

جاواپس لوٹ جا اپنے مربی بادشاہ کی طرف کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں جیل سے گھبرا کر ایسے ہی ایک پیغام پر چلا جاؤں گا۔

یا تو یہ سمجھتا ہے کہ

میں نے جو تجھ سے اپنے تذکرے کے متعلق پہلے کہا تھا وہ جیل سے گھبرا کر کہا تھا یا میں فقط جیل سے آزاد ہونے کا خواہش مند ہوں، ہرگز نہیں بلکہ میں اس وقت بھی اب بھی یہ چاہتا ہوں کہ بادشاہ سے پوچھ کہ پہلے یہ تفتیش کر لے کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے شاہ مصر شاید عورتوں کے مکر سے ناواقف ہو اور حقیقت حال کو نہ جانتا ہو مگر میرا رب تعالیٰ بے شک ان عورتوں کے مکر کو بخوبی جانتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:527 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے بجائے عورتوں کا نام کیوں لیا

تفسیر نعیمی میں اس کی چند وجوہات ذکر کی گئی ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب ساقی آیا تو آپ علیہ السلام نے یہ کیوں فرمایا کہ ان عورتوں کا حال پوچھ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے زلیخا کا نام کیوں نہ لیا۔

چنانچہ تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عورتوں کا نام لیا مگر زلیخا کا نام نہ لیا۔

ہمارے مفسر کہتے ہیں کہ

زلیخا کے ادب واحترام کے لیے۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ غلط ہے کیونکہ زلیخا اس وقت تک کافرہ بھی تھی اور راودہ اور فاسقہ بھی، مجرمہ بھی اور نبی (علیہ السلام) کی شان کے لائق نہیں کہ کافر کا احترام وادب کریں۔ صرف اسی لیے نام نہ لیا کہ یہاں تفتیش میں گواہیوں کی ضرورت تھی۔ زلیخا تو اب مدعی علیہ ہوگی اس کو خود ہی حاضر ہونا پڑے گا پوچھا تو عورتوں سے جائے گا کہ تم نے یوسف (علیہ السلام) کو کیسا پایا۔ جب عورتیں ہی گواہی دے دیں گی تو زلیخا خود کاذبہ ثابت ہو جائے گی یا اس لیے نام نہ لیا کہ زلیخا اب بھی وارفتہ محبت ہے جیسا کہ جیل میں اطلاعیں ملتی رہتی تھیں جس کا دماغ وارفتہ ہو چکا ہے اس نے کیا صحیح بات کرنی ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:527 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے پر بادشاہ کا اور زیادہ متاثر ہونا

جب بادشاہ نے آپ علیہ السلام کو اپنے بلانے کے لئے ساقی کو بھیجا تو آپ علیہ السلام نہ تشریف لے گئے بلکہ فرمایا کہ بادشاہ سے کہو کہ ان عورتوں کا حال پوچھے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ ساقی نے جا کر حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام

قول بیان کر دیا جس سے بادشاہ اور زیادہ متاثر ہوا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

قاصد نے واپس جا کر اسی طرح سب کچھ سنا دیا بادشاہ جو پہلے ہی آپ (علیہ السلام) سے متاثر ہو چکا تھا اس برداشت، خودداری کو سن کر اور بھی متاثر و مرغوب ہوا فوراً ان تمام عورتوں کو بلایا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:528 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بادشاہ کا عورتوں کو بلانا اور سارا معاملہ پوچھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ آنے کا عذر بیان فرمایا تو اس سے بادشاہ بہت زیادہ متاثر ہوا اور اس نے عورتوں کو بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق پوچھا:

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ (یوسف:51)

بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تھی۔

عورتوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کرنا

جب عورتوں کو بادشاہ نے بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام والے معاملے کے متعلق پوچھا تو ان عورتوں نے آپ علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کی۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ (یوسف:51)

انہوں نے (عورتوں) کہا حاش للہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں جانی۔

عزیز مصر کی بیوی کا حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کرنا

جب بادشاہ نے عورتوں کو بلایا تو ان میں عزیز مصر کی بیوی بھی تھی اس نے خود اعتراف کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاکدامن ہیں میں نے خود ہی ان کو ورغلایا تھا اور اپنی طرف راغب کیا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (یوسف:51)

عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی ہے میں خود اس کو اپنے نفس کی طرف راغب کرتی تھی اور بے شک وہ سچوں میں سے تھے۔

سب عورتوں نے یک زبان ہو کر پاکدامنی بیان کی

سب عورتوں نے یک زبان ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی بیان کی۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب بادشاہ نے عورتوں کو جمع کیا اور کہا کیا تم نے یوسف (علیہ السلام) کو بہلایا تھا مطلب براری کے لئے۔

سب نے یک زبان کہا۔

حاشاللہ! ہمیں تو اس میں کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

(جامع البیان: ج:13، ص:5 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

کہا بادشاہ نے۔

اے عورتو! تمہارا کیا بیان ہے عدالت کے سامنے اس وقت کے بارے میں جب تم نے زلیخا کے کہنے پر یوسف (علیہ السلام) کو بہلانے پھسلانے کا جال پھیلانا چاہا تھا اس کے قلب کے بارے یعنی دل میں وسوسہ ڈالنا چاہا تھا کیا تم نے یوسف (علیہ السلام) میں کچھ میلان یا نرمی یا بگاڑ محسوس کیا تھا۔

بیک زبان سب بولیں۔

پاک ہے اللہ (عزوجل) یا قسم خدا (عزوجل) کی قطعاً محسوس نہ کیا ہم نے یوسف (علیہ السلام) پر ذرہ برائی کا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:528 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عورتوں سے پوچھ گچھ کس مقام پر کی گئی

عورتوں پوچھ گچھ کس مقام پر کی گئی آیا شاہی دربار میں، جیل میں۔ اس بارے میں تین اقوال ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اس میں تین قول ہیں کہ اس وقت یوسف علیہ السلام کہاں اور یہ کلام کہاں ہوا؟

1- (حضرت) یوسف علیہ السلام جیل میں تھے اور کلام بھی جیل میں ہوا۔

بادشاہ نے اپنی کچہری وہیں لگا کر عورتوں کو وہیں بلالیا تھا مگر یہ ضعیف ہے عقل میں نہیں آتا۔

2- دوسرا یہ کہ

دربار شاہی میں حضرت یوسف علیہ السلام آگئے تھے اور ان کے سامنے یہ سب کچھ کلام ہوا۔

3- تیسرا قول یہ ہے کہ

دربار میں سب کلام ہوا مگر (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو یہ کلام سن کر بعد میں بلایا گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:528 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بادشاہ کا عورتوں سے پوچھ گچھ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو بلانا

جب بادشاہ نے عورتوں سے تمام معاملے کی پوچھ گچھ کر لی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی ظاہر ہو گئی تو اس

نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بادشاہ نے یہ سارے بیان سن کر جیل میں پیغام بھیجا کہ اے یوسف (علیہ السلام) سب عورتوں سے تفتیش کرائی گئی سب عورتوں اور زلیخا نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا ہے اب آؤ تا کہ تمہارے سامنے سزا سنائی جائے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:528 نعیمی کتب خانہ لاہور)

سچ ہمیشہ نجات دلاتا ہے

جب بادشاہ سے عورتوں نے سچ بیان کر دیا تو بادشاہ ان عورتوں پر کوئی قید کا حکم نہ لگایا نہ سزا کا آرڈر جاری کیا اور جب زلیخا نے 12 سال کے بعد سچ بیان کر دیا تو بادشاہ نے اس پر سزا جاری نہ کی بلکہ اس کو کچھ نہ کہا اور حضرت یوسف علیہ السلام ہمیشہ سچ بیان فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو قید خانہ سے نجات عطا فرمائی اور عزت و مقام عطا فرمایا۔ سچ بولنے پر کئی احادیث مبارکہ ہیں جو رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے نقل کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ فسق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور فسق جہنم کا راستہ دکھاتا ہے۔ ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6513)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سچ نیکی ہے اور نیکی جنت کی رہنمائی کرتی ہے اور بندہ سچ کا قصد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ فسق ہے اور فسق جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور بندہ جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 6514)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سچ کو لازم رکھو کیونکہ سچ نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے اجتناب کرو کیونکہ جھوٹ گناہ کا راستہ دکھاتا ہے اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:6515)

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور عرض کیا کہ

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا چاہتا ہوں مگر میں شراب نوشی، زنا کرنے، چوری کرنے اور جھوٹ بولنے سے محبت کرتا ہوں۔

اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو حرام کہتے ہیں اور مجھ میں ان تمام چیزوں کے ترک کرنے کی طاقت نہیں ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قناعت کرلیں کہ میں ان میں سے کسی ایک چیز کو ترک کردوں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم جھوٹ بولنا چھوڑ دو اس نے اس کو قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا۔

جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گیا تو اس کو شراب پیش کی گئی اس نے سوچا اگر میں نے شراب پی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شراب پینے کے متعلق سوال کیا اور میں نے جھوٹ بولا تو عہد شکنی ہوگی اور اگر میں نے سچ بولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد قائم کردیں گے پھر اس نے شراب کو ترک کردیا پھر اس کو زنا کی پیش کش ہوئی اس کے دل میں یہی خیال آیا اس نے پھر اس کو بھی ترک کردیا، اسی طرح چوری کا معاملہ ہوا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور اس نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے جھوٹ بولنے سے روک دیا اور اس نے مجھ پر تمام گناہوں کے دروازے بند کردیئے اور پھر وہ تمام گناہوں سے تائب ہوگیا۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:168 مطبوعہ بیروت)

اس بحث سے ثابت ہوا کہ سچ ہمیشہ دنیا و آخرت میں نجات دلائے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی رہیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی پاک دامنی بیان فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے عورتوں کا حال اس لیے پچھوایا تا کہ آپ علیہ السلام اپنی پاک دامنی کو ظاہر کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ○ (یوسف:52)

اس نے کہا میں نے یہ اس لیے کیا تا کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی اور یہ بھی جا
لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کی سازش کو کامیاب ہونے نہیں دیتا۔

پس پشت خیانت نہ کرنے کی وضاحت

میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت کی یہ کس کا قول ہے اس بارے میں مفسرین کے اقوال ہیں۔
اس آیت کے دو محمل ہیں۔
ایک یہ ہے کہ
یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے۔
اور دوسرا یہ ہے کہ
یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ اور ابو صالح رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ
یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ہے۔
(جامع البیان: ج:12،ص:311 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)
اگر یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کلام ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کلام کس موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔
اس کے متعلق دو اقوال ہیں۔
1- جب ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹ کر قید خانہ میں آیا تو اس وقت انہوں نے فرمایا میں نے یہ تفتیش
اس لیے کرائی ہے کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت خیانت نہیں کی۔
یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔
2- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پیش ہوئے اس وقت انہوں نے فرمایا۔ میں نے یہ تفتیش اس لیے
کرائی ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام کے پس پشت خیانت نہ کرنے کے قول کا کیا معنیٰ ہے۔
حضرت ابن عباس، حضرت حسن، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم اور جمہور نے کہا ہے کہ
اس سے مراد یہ ہے کہ
عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی۔
اور ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول روایت کیا ہے کہ
بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی۔
اور تیسرا قول یہ ہے کہ

بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پس پشت اس کی خیانت نہیں کی۔
اور بادشاہ کی خیانت کی توجیہ یہ ہے کہ
بادشاہ کے وزیر کی خیانت کرنا بھی بادشاہ کی خیانت ہے۔
(زاد المسیر :ج:4،ص:234 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

میں نے اپنے سردار سے خیانت نہیں کی

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے سردار سے خیانت نہیں کی ہے۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:
میں نے اپنے سردار سے خیانت نہیں کی ہے۔
(جامع البیان :ج:12،ص:286 دار احیاء التراث العربی بیروت)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو مخصوص رکھنے کے لئے بلانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی ہر طرف سے ظاہر ہوگئی تو بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا مخصوص بندہ رکھنے کے لئے بلایا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ (یوسف:54)
اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے کر آؤ میں اس کو اپنے لیے مخصوص رکھوں گا۔

کس بادشاہ نے بلایا؟

کس بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا تھا اس بارے میں چند اقوال ہیں۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
بادشاہ سے مراد مصر کا بادشاہ ہے۔
امام ابن اسحاق نے کہا:
وہ الولید بن الریان ہے۔
(جامع البیان :ج:7:13،ص:6 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
اس میں اختلاف ہے کہ اس بادشاہ سے مراد کون ہے۔
بعض نے کہا:

اس سے مراد عزیز مصر ہے یعنی اس کا وزیر۔
اور بعض نے کہا:
اس سے مراد بادشاہ ہے یعنی الولید بن الریان۔
اس پر دلیل یہ ہے کہ
بادشاہ نے کہا:
میں اس کو اپنے لیے مخصوص رکھوں گا اور اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے لئے مخصوص تھے۔
اس سے معلوم ہوا کہ
اس آیت میں الملک سے مراد بادشاہ ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو مخصوص کرنے کی وجوہات

بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چند وجوہات کی بناء پر مخصوص کرنا چاہتا تھا۔

1- بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کے علم سے بہت متاثر ہوا تھا کیونکہ جب بادشاہ کے خواب کی تعبیر سے اس کے تمام ارکان دولت عاجز ہو گئے تو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے برجستہ اس خواب کی تعبیر بتائی اور اس کو جو پریشانی لاحق ہونے والی تھی اور اس قوم پر جو مصیبت آنے والی تھی اس کو دور کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔

2- وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور ضبط سے بھی متاثر ہوا کیونکہ جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا حکم بھیجا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید خانے سے نکلنے سے انکار کر دیا جب تک کہ تمام الزاموں اور تہمتوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ظاہر نہ ہو جائے۔

3- وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ادب اور احترام اور ان کی پردہ پوشی کی صفت سے بھی بہت متاثر ہوا کیونکہ انہوں نے صرف یہ فرمایا کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے حالانکہ آپ علیہ السلام کی غرض عزیز مصر کی بیوی کا حال معلوم کرنا تھا جس نے آپ علیہ السلام پر تہمت لگائی تھی لیکن آپ علیہ السلام نے اس کا پردہ رکھا اور باقی عورتوں کا ذکر کیا جبکہ باقی عورتوں سے بھی آپ علیہ السلام کا واسطہ عزیز مصر کی بیوی کی وجہ سے ہی پڑا تھا اور آپ علیہ السلام اسی کی تہمت اور الزام کی وجہ سے اس قید میں گرفتار ہوئے تھے اور یہ آپ علیہ السلام کا نہایت درجہ کا ظرف اور حوصلہ تھا۔

4- وہ آپ علیہ السلام کی پاکیزگی اور پارسائی اور آپ علیہ السلام کے ٹھوس اور پختہ کردار کی وجہ سے بھی متاثر ہوا کیونکہ آپ علیہ السلام پر تہمت لگانے والے تھے ان سب نے آپ علیہ السلام کی ان تہمتوں سے برأت کا اعتراف اور اقرار کر لیا۔

5- آپ علیہ السلام کے ساتھ قید میں جو ساقی رہا تھا اس نے آپ علیہ السلام کی بہت تعریف کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ بہت نیک سلوک کرتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت کرتے ہیں اور ہر ایک کے کام آنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ایسی وجوہ ہیں کہ ان میں سے ایک وجہ بھی کسی شخص میں پائی جائے تو اس شخص سے لوگ متاثر ہوں گے تو جس شخص

[تما]م وجوہات پائی جائیں تو لوگ اس سے کس قدر زیادہ متاثر ہوں گے اور کتنے زیادہ اس کے عقیدت مند ہوں گے۔
جب بادشاہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ان صفات اور ان کے ان شمائل اور خصائل پر مطلع ہوا تو وہ حضرت یوسف علیہ [السل]ام کو اپنے ساتھ رکھنے کا خواہش مند ہوا اور وہ اس پر راغب ہوا کہ ان کو اپنے لیے مخصوص کر لے۔
(تفسیر کبیر: ج:6، ص:470 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[قا]صد کا حضرت یوسف علیہ السلام کو نئے کپڑے پہننے کا کہنا

جب قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کو بلانے آیا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ پرانے کپڑے اتارو اور [اچ]ھے کپڑے پہنو اور بادشاہ کی طرف تشریف لے چلو۔
حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
قاصد آیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ
قیدیوں والا لباس اتار دو، نئے کپڑے پہنو اور بادشاہ کی طرف تشریف لے چلو۔
(الدر المنثور: ج:4، ص:44 مطبوعہ العلمیہ بیروت)
امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب بادشاہ کا قاصد آپ علیہ السلام کو بلانے کے لئے پہنچا۔
تو اس نے کہا:
آپ علیہ السلام نہا دھو کر، قید کے کپڑے اتار کر عمدہ لباس پہنیں اور میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلیں۔
(تفسیر کبیر: ج:6، ص:471 دار احیاء التراث العربی بیروت)

[حض]رت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے نکلنے سے پہلے قید خانہ کے دروازے پر چند کلمات مبارکہ لکھے

جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے باہر تشریف لانے لگے تو قید خانہ سے نکلنے سے پہلے لکھا کہ
"یہ آزمائش اور امتحان کی جگہ یہ زندہ لوگوں کا قبرستان ہے، یہ دشمنوں کے ہنسنے کا موقع ہے اور سچوں کی تجربہ گاہ ہے۔"
امام فخر الدین محمد ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے نکلنے سے پہلے قید خانہ کے دروازہ پر لکھ دیا۔
یہ آزمائش اور امتحان کی جگہ
یہ زندہ لوگوں کا قبرستان ہے
یہ دشمنوں کے ہنسنے کا موقع ہے
اور سچوں کی تجربہ گاہ ہے۔
(تفسیر کبیر: ج:6، ص:471 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور امام ابو محمد الحسین مسعود الفرا البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب آپ علیہ السلام قید خانہ سے نکلے تو قید خانے کے دروازے پر لکھا۔

هذه قبور الاحياء

وبيت الاحزان

وتجربة الاصدقاء

وشماتة الاعداء

ترجمہ:- یہ زندہ لوگوں کا قبرستان ہے
یہ غمزدہ لوگوں کا گھر ہے
یہ دوستوں کی تجربہ گاہ ہے
اور دشمنوں کے خوش ہونے کی جگہ ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے سے نکلتے وقت قیدیوں کو جو دعا دی وہ پوری ہوئی

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانے سے باہر تشریف لائے تو قیدیوں کے لئے دعا فرمائی کہ یا اللہ عزوجل نیک لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور ان پر خبروں کو پوشیدہ نہ رکھ تو وہ قیدی آپ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے شہر والوں کی خبروں کو جان لیتے تھے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
آپ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور قیدیوں کے لئے دعا فرمائی۔
اور کہا:
اے اللہ عزوجل! نیک لوگوں کے دلوں کو ان پر پھیر دے اور ان پر خبروں کو پوشیدہ نہ فرما پس آپ علیہ السلام کی دعا سے وہ ہر شہر کی خبروں کو زیادہ جانتے تھے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:292 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام شاہی لباس میں ہزاروں کے جلوس کے ساتھ بادشاہ کی طرف روانہ

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کی طرف اس طرح روانہ ہوئے کہ آپ علیہ السلام نے شاہی لباس زیب تن کیا ہوا تھا ہزاروں کا جلوس جو پیدل اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور آپ علیہ السلام بادشاہ کے خاص گھوڑے پر سوار تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
بادشاہ نے یہ سارے بیان سن کر جیل میں پیغام بھیجا کہ اے یوسف علیہ السلام سب عورتوں سے تفتیش کرائی گئی ہے۔ سب عورتوں اور زلیخا نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے اب آؤ تا کہ تمہارے سامنے سزا سنائی جائے۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام

میں تشریف لائے اس طرح کہ بادشاہ کا بھیجا ہوا شاہی لباس زیب تن تھا۔ ہزاروں کا جلوس پیادہ اور گھوڑا سوار ساتھ تھا۔ بادشاہ کے خاص گھوڑے پر سوار تھے مگر شکر الٰہی عزوجل میں نگاہیں نیچی، تشکر کے آنسو رواں ہیں۔ اس وقت عزت و توقیر اور شان میں آپ علیہ السلام کو وہ وقت یاد آیا جب اسی شہر میں بیڑیاں پہنے غلامانہ حیثیت سے اون کے پھٹے لباس کے ساتھ ہوئے تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:529 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کا استقبال کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام محل کے دربار میں داخل ہوئے تو سارا دربار ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور خود بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جب محل کے دربار میں داخل ہوئے تو سارا دربار بصد ادب اٹھ کھڑا ہوا خود بادشاہ بھی جس نے پہلی دفعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا اور جو کبھی کسی کے لئے نہ اٹھا تھا آج جلال یوسفی کی تاب نہ لا کر اپنے ملک کے سارے خزانے قدم یوسف پر قربان کرنے کے لئے وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:529 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا

حضرت یوسف علیہ السلام جب بادشاہ کے دروازے پر پہنچے تو اپنے رب عزوجل کے کافی ہونے کی دعائیں کیں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

وہب نے کہا ہے کہ

جب آپ علیہ السلام بادشاہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تو یہ دعا پڑھی۔

حسبی ربی من دنیای و حسبی ربی من خلقه عز جاره و جل ثناؤه و لا اله غیره

ترجمہ:- میری دنیا کی طرف سے میرا رب کافی ہے اور اپنی مخلوق کی طرف سے میرا رب کافی ہے اس کا پڑوس عزت والا ہے اس کی ثناء بلند ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے پاس پہنچ کر دعا پڑھی

جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس پہنچ گئے تو خیر کی دعا کی اور بادشاہ کے شر سے پناہ مانگی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب آپ علیہ السلام بادشاہ کے پاس پہنچے تو یہ دعا پڑھی۔

اللهم اسئلك بخيرك من خيره و اعوذبك من شره و شر غيره

ترجمہ:- اے اللہ عزوجل میں تجھ سے تیری خیر کے واسطے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر اور اس کے علاوہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور بادشاہ کو دیکھ کر یہ دعا مانگی۔

اللھم انی اسئلك بخیرك من خیرہ و اعوذ بعزتك من شرہ

ترجمہ:- اے اللہ عزوجل میں تجھ سے تیری خیر کے واسطہ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور تیری عزت کے واسطے سے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو یہ دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! میں اس کی خیر سے تیری خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے تیری قدرت اور تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:293 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

(تفسیر کبیر: ج،6،ص:476 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے آپ علیہ السلام کا استقبال بھی کیا اور آپ علیہ السلام کو اپنے ساتھ تخت پر بھی بٹھایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جب محل کے دربار میں داخل ہوئے تو سارا دربار بصد ادب کھڑا ہوا خود بادشاہ بھی جس نے پہلی دفعہ یوسف علیہ السلام دیکھا تھا اور جو کبھی کسی کے لئے نہ اٹھا تھا آج جلال یوسفی کی تاب نہ لا کر اپنے ملک کے سارے خزانے قدم یوسف پر قربان کرنے کے لئے وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور تخت کی سیڑھیوں سے نیچے اتر کر حضرت یوسف علیہ السلام کو تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12،ص:529 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کو ہر زبان میں جواب دیتے

جب حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ کی ملاقات ہوئی اور ہم کلام ہوئے تو بادشاہ جس زبان میں کلام کرتا آپ علیہ السلام اسی زبان میں جواب دیتے تھے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بادشاہ جس زبان میں کلام کرتا حضرت یوسف علیہ السلام اسی زبان میں جواب دیتے اور آپ علیہ السلام کو عبرانی اور عربی دو زبانیں زائد آتی تھیں۔ بادشاہ اس جوانی کے عالم میں اتنی زبانوں کی مہارت دیکھ کر بہت متعجب ہوا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:293 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو عربی زبان میں سلام کیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس پہنچے تو اسے عربی میں سلام کیا۔
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب بادشاہ نے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھا تو آپ علیہ السلام نے اسے عربی میں سلام کیا۔
(معالم التنزیل: ج:12 ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ کا حیرانگی سے عربی زبان کا پوچھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے عربی میں بادشاہ کو سلام کیا تو بادشاہ نے کہا یہ کون سی زبان ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے چچا اسماعیل کی زبان ہے۔
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب بادشاہ نے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھا تو آپ علیہ السلام نے اسے عربی زبان میں سلام کیا۔
بادشاہ نے کہا:
یہ کون سی زبان ہے؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
یہ میرے چچا اسماعیل کی زبان ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3 ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا عبرانی زبان میں دعا کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے عربی زبان کے بعد عبرانی زبان میں دعا کی تو بادشاہ نے پھر سوال کیا کہ یہ کون سی زبان ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے آباء کی زبان ہے۔
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
پھر آپ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں دعا کی۔
تو بادشاہ نے کہا:
یہ کون سی زبان ہے؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
یہ میرے آباء کی زبان ہے۔
بادشاہ یہ دونوں زبانیں نہیں جانتا تھا۔
(معالم التنزیل: ج:3 ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ ستر زبانیں جانتا تھا

بادشاہ ستر زبانیں جانتا تھا مگر پھر بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان کو نہ سمجھ سکا۔
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
بادشاہ یہ دونوں زبانیں نہیں جانتا تھا۔
وہب نے کہا ہے کہ
بادشاہ ستر زبانیں جانتا تھا۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانوں میں مہارت دیکھ کر حیران ہونا

بادشاہ جس زبان میں کلام کرتا حضرت یوسف علیہ السلام اسی زبان میں جواب عنایت فرماتے تو بادشاہ آپ علیہ السلا
زبانوں میں مہارت دیکھ کر حیران ہوا۔
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
بادشاہ جس زبان میں کلام کرتا حضرت یوسف علیہ السلام اسی زبان میں جواب دیتے اور آپ علیہ السلام کو عبرانی اور
دو زبانیں زائد آتی تھیں۔ بادشاہ اس جوانی کے عالم میں اتنی زبانوں کی مہارت دیکھ کر بہت حیران ہوا۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ سے ہم کلام کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک 30 سال

جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ سے ہمکلام ہوئے تو اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک (30) تیس سال
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت تیس سال کے تھے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا سب مجرموں کو معاف فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام جب بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو سب مجرموں کو معاف فرما دیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام کو تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور بڑی محبت سے درخواست کی کہ مجرم حاضر ہیں جو چاہو سزا د
عورتیں کانپ رہی ہیں زلیخا گھبرا رہی ہے درباری دیکھ رہے ہیں۔ بادشاہ منتظر ہے آج سب کی نگاہیں چہرہ یوسف علیہ السلام
رہی ہیں جنبش لب کے انتظار میں عدالت کا قلم رکا ہوا ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے کھڑے ہو کر پاکیزہ الفاظ میں فرمایا:
میں نے اپنے سب مجرموں کو معاف کیا۔

دربار میں نعرہ تحسین بلند ہوا اور تعجب سے بادشاہ نے یوسف (علیہ السلام) کو دیکھا کہ ایسا حوصلہ مند انسان کبھی نہیں دیکھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:72، ص:529 نعیمی کتب خانہ لاہور)

عزیز مصر کا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ صبح وشام کا کھانا تناول کرنا

عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نرم مزاجی، ذہانت وفطانت کو دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور صبح وشام کا کھانا آپ علیہ السلام کے ساتھ کھاتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابومیسرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نرم مزاجی، ذہانت وفطانت اور عالی ظرفی کو دیکھا تو اس نے اپنے پاس بلایا پھر وہ صبح وشام کا کھانا آپ علیہ السلام کے ساتھ کھاتا تھا۔ جبکہ دوسرے خادموں کو قریب نہیں آنے دیتا تھا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:9 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عزیز مصر کی بیوی کا ساتھ کھانا کھانے سے روکنا

عزیز مصر کی بیوی نے اپنے خاوند عزیز مصر کو کہا کہ اس کو بھی دوسرے خادمین کے ساتھ کھانا کھانے کو کہیں یہ کیوں تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

اس کی بیوی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے درمیان جو معاملہ ہوا تھا اس کی بناء پر اس کی بیوی نے کہا:

تو اپنے ملازمین سے اس کو کیوں اپنے قریب بٹھاتا ہے اس کو بھی کہو کہ وہ دوسرے غلاموں کے ساتھ کھانا کھائے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:9 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے کا کہنا

جب بیوی نے ساتھ کھانا کھلانے سے منع کیا تو بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے کا کہا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔

جاؤ تم دوسرے غلاموں کے ساتھ کھانا کھاؤ۔

(جامع البیان: ج:13، ص:9 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے پر جواب دینا

جب بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے کو کہا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اس کا

زیادہ حق دار ہوں کہ میں تمہارے ساتھ کھانے کو ناپسند کروں میں تو ابن ابراہیم خلیل اللہ ہوں، میں ابن اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں۔ علیہم السلام

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تو میرے ساتھ کھانے کی رغبت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہوں۔

(جامع البیان: ج: 13، ص: 9 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا ناراض ہونا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے کو کہا تو آپ علیہ السلام ناراض ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔

میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اہل کے سوا باقی تمام چیزوں میں تو میرا ساتھی اور شریک ہو اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ میرے ساتھ کھانا کھائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ناراض ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا:

میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کہ میں تمہارے ساتھ کھانے کو ناپسند کروں میں ابن ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔

میں ابن اسحاق ہوں۔

میں ابن یعقوب نبی اللہ علیہم السلام ہوں۔

(سنن سعید بن منصور: ج: 5، ص: 397 دار الصمیعی الریاض)

کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گا

جب بادشاہ نے کہا میں تمہیں اپنی بیوی اور کھانے کے سوا تمام چیزوں میں شریک کرنا چاہتا ہوں تو آپ علیہ السلام فرمایا کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

جب بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی تو کہا۔

میں اپنی زوجہ اور طعام کے سوا تم کو اپنی ہر چیز میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گا حالانکہ میں یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہوں۔

(الجامع الاحکام القرآن:ج:9،ص:185 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

کھانا کھلانے کے فضائل

کھانا کھلانا ایک عظیم حسن عمل ہے جس کے فضائل بے شمار ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھلانے پر بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
اسلام کے کون سے حکم پر عمل کرنا سب سے افضل ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم جس شخص کو پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو اس کو کھانا کھلاؤ اور سلام کرو۔

(صحیح البخاری:رقم الحدیث:12)

ایک اور روایت میں ہے۔
حبان بن ابی جبلہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو صدقہ سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ آسمان پر چڑھتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان بہت عمدہ کھانا تیار کرے اور پھر اپنے (مسلمان) بھائیوں کو کھلائے۔

(کنزالعمال:ج:6،ص:424،رقم الحدیث:16369)

ایک اور روایت میں۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
کسی بھوکے پیٹ والے کو سیر ہو کر کھانا کھلانے سے زیادہ کوئی عمل افضل نہیں ہے۔

(شعب الایمان:رقم الحدیث:3367)

ایک اور روایت میں ہے۔
محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مغفرت کے موجبات سے یہ ہے کہ بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا جائے۔

(المستدرک:ج:2،ص:524،رقم الحدیث:3935)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو روٹی کھلائی حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا اور اس کو پانی پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی سات خندقوں سے دور کر دے گا، ہر خندق کی مسافت پانچ سو سال ہے۔
(کنزالعمال: رقم الحدیث: 16373)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جس شخص نے کسی لباس مسلمان کو لباس پہنایا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جس شخص نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا اللہ تعالیٰ اس کو رحیق (شراب طہور) سے پلائے گا۔
(شعب الایمان: رقم الحدیث: 3370)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دروازوں میں سے اس دروازے میں داخل کرے گا جس میں سے صرف اس جیسے مسلمان داخل ہوں گے۔
(معجم الکبیر: ج: 20، رقم الحدیث: 162)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تمہارے گناہ زیادہ ہوں تو پانی کے گھاٹ پر لوگوں کو پانی پلاؤ۔ تمہارے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح آندھی سے درخت کے پتے گرتے ہیں۔
(کنزالعمال: رقم الحدیث: 16377)
ایک اور روایت میں ہے۔
ابو جنیدہ الفہری اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے کسی پیاسے کو پانی پلا کر اس کو سیر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھول دے گا۔

اور اس سے کہا جائے گا۔
اس دروازے سے داخل ہو اور جس نے کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر اس کو سیر کر دیا۔ اس کے لئے جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں گے۔
اور اس سے کہا جائے گا۔
جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔
(معجم الکبیر: ج:22، رقم الحدیث:939)
ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کھانا کھلانے کے بے شمار فضائل ہیں اور جنت کی بشارت ہے لہٰذا اپنے دستر خوان کو وسیع کیا جائے اور کھانا کھلانے میں کشادگی اختیار کی جائے۔

بادشاہ کا مسلمان ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام جس بادشاہ کے ساتھ تھے وہ مسلمان ہو گیا تھا۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام جس بادشاہ کے ساتھ تھے وہ مسلمان ہو گیا تھا۔
(جامع البیان: ج:13، ص:11 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بادشاہ کا بالمشافہ اپنے خواب کی تعبیر سننا

جب بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حال و احوال پوچھ لیا تو بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اب مجھے بالمشافہ خواب کی تعبیر سنائیں۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ
بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ
میں بالمشافہ آپ علیہ السلام سے اپنا جواب سننا چاہتا ہوں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
ہاں میں سناتا ہوں۔ بادشاہ سلامت آپ نے سات گائیں دیکھی تھیں جو چتکبری تھیں۔ ان کی پیشانیاں سفید تھیں اور وہ بڑی خوبصورت تھیں دریائے نیل کے کنارے سے تجھے نظر آئیں ان کے تھنوں میں دودھ تھا پھر اس سے سات دبلی پتلی گائیں نظر آئیں جن کی نہ کھیریاں تھیں نہ دودھ۔ ان کی داڑھیں، دانت اور ہاتھ کتوں کی طرح تھے اور ان کی سونڈھیں درندوں کی طرح تھیں انہوں نے موٹی گائیوں پر درندوں کی طرح حملہ کر دیا۔ ان کا گوشت کھایا ان کی کھالیں پھاڑ دیں۔ ان کی ہڈیاں توڑیں اور ان کی ہڈیوں سے گودا چوس لیا یہ سب منظر تو دیکھ رہا تھا اور متعجب ہو رہا تھا پھر سات سبز خوشے اور سات سیاہ خوشے تو نے

دیکھے جن کا تنا ایک تھا۔ ان کی جڑیں مٹی اور پانی میں تھیں اور تو دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہے کہ یہ سات سبز اور پھل دار
اور یہ خشک سیاہ ہیں جبکہ نیچے تنا ایک ہے اور ان کی جڑیں پانی میں ہیں۔ ہوا چلی پس خشک خوشوں کے پتے سبز خوشوں پر گرے
پھر ان میں آگ بھڑک اٹھی اور اس نے اس کو جلا دیا پس وہ سیاہ ہو گئے یہ آپ نے خواب دیکھا تھا۔ پھر ڈر کر بیدار ہو گئے۔

بادشاہ سن کر کہنے لگا۔

قسم بخدا! جو میں نے آپ (علیہ السلام) سے سنا ہے یہ تو اس خواب سے بھی زیادہ عجیب ہے اگر چہ وہ خواب بھی عجیب
تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ نے جس طرح خواب دیکھا حضرت یوسف علیہ السلام نے ویسے منظر کشی فرمائی

بادشاہ نے جس طرح خواب دیکھا تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے ویسے ہی خواب بیان فرمایا اور بادشاہ نے اس کی
تصدیق کی۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اے بادشاہ تم نے خواب میں دیکھا کہ سات بہت حسین وجمیل اور موٹی تازی گائیں ہیں جو بہت خوش نما اور بھلی معلوم
ہوتی ہیں ان کے بچے ان کا دودھ پی رہے تھے۔ وہ دریائے نیل سے نکل کر کنارے پر آئیں جس وقت آپ یہ حسین منظر دیکھ کر
خوش ہو رہے تھے۔ اچانک دریا کا پانی زمین میں دھنس گیا اور اس کی کیچڑ میں سے سات دبلی پتلی گائیں نمودار ہوئیں ان کے
بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود تھے۔ ان کے پیٹ سکڑے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے دودھ پینے والے بچے نہ تھے ان
کے لمبے لمبے دانت اور داڑھیں تھیں کتے کی طرح ان کے پنجے تھے اور درندوں کی طرح ان کی سونڈھیں تھیں وہ ان فربہ گایوں پر
حملہ آور ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے انہوں نے درندوں کی طرح ان کو چیر پھاڑ ڈالا اور ان کا گوشت کھا گئیں اور ان کی کھال کے
ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ان کی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ آپ یہ منظر دیکھ کر اس پر تعجب کر رہے تھے کہ یہ دبلی پتلی گائیں کس
طرح ان فربہ گایوں پر غالب آ گئیں اور ان گایوں کو کھانے کے باوجود ان دبلی گایوں کی جسامت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا
اچانک آپ نے سات تر و تازہ اور سرسبز خوشے دیکھے جو دانوں اور پانی سے بھرے ہوئے تھے اور اسی کھیت میں دوسری جانب
سات خشک خوشے تھے وہ نہ سرسبز تھے نہ ان میں دانہ اور پانی تھا ان کی جڑیں کیچڑ اور پانی میں تھیں جس وقت آپ دل میں
سوچ رہے تھے کہ یہ کیسا منظر ہے ایک طرف یہ سرسبز اور پھل دار خوشے ہیں اور دوسری طرف یہ سیاہ اور خشک خوشے ہیں
دونوں ایک ہی کھیت میں ہیں اور ان کی جڑیں پانی میں ہیں جب تیز ہوا چلتی تو سیاہ اور خشک پودوں کے پتے اڑ کر سرسبز پودوں
پر جا کر گر جاتے تو پھر ان میں آگ لگ جاتی اور وہ جل کر سیاہ ہو جاتے پھر اے بادشاہ آپ خوفزدگی کے عالم میں بیدار ہوئے

پھر بادشاہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ بہت عجیب وغریب خواب تھا اور جس طرح آپ علیہ السلام نے منظر کشی کی ہے وہ بہت ہی دلربا

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:185 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر کا حل بتایا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کا حرف بہ حرف خواب بتا دیا تو بادشاہ نے کہا کہ اس خواب کا کیا حل ہے تو پھر آپ علیہ السلام نے خواب کا حل بتایا اور بادشاہ کو آنے والے مصائب میں دوچار ہونے سے بچایا۔

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بادشاہ نے کہا:

اے صدیق! آپ علیہ السلام کے نزدیک اس خواب کا حل کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میری رائے یہ ہے کہ خوش حالی کے ان سرسبز سالوں میں آپ غلے کو جمع کر لیں اور ان سالوں میں زیادہ سے زیادہ گندم کاشت کریں کیونکہ ان سالوں میں اگر آپ نے پتھر اور بجری میں بھی گندم بوئی تو اس سے بھی گندم اگ آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت روئیدگی اور برکت فرمائے گا پھر آپ گندم کو ان کے خوشوں میں رہنے دیں اور ان کو گوداموں میں ذخیرہ کرائیں اس گندم کا بھوسا جانوروں کے چارے میں استعمال ہوگا اور گندم لوگوں کی خوراک بنے گی پھر جس گندم کا آپ ذخیرہ کریں گے وہ مصر اور اس کے مضافات کے لئے کافی ہوگی اور دور دراز سے سفر کر کے لوگ آپ کے پاس گندم لینے کے لئے آئیں گے اور اس کو فروخت کرنے سے آپ کے پاس مال وزر کا اتنا بڑا خزانہ جمع ہو جائے گا جو آپ سے پہلے کسی کے پاس نہیں تھا۔

(روح المعانی: ج:13، ص:9 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بادشاہ نے کہا:

اے صدیق! اس خواب کی تعبیر کا حل کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اس کی صورت یہ ہے کہ تو خوراک کو جمع کر اور ان سالوں میں کثرت سے زراعت کرو اور پھر اس خوراک کو اپنے خوشوں اور بالیوں میں رہنے دے تاکہ پھلیاں اور خوشے چوپاؤں کا چارہ بنیں اور تو لوگوں کو خمس ادا کرنے کا حکم دے یہ خوراک جو تو جمع کرے گا یہ شہر والوں اور ارد گرد کے لوگوں کے لئے کافی ہے پھر لوگ تیرے پاس دور سے خوراک لینے کے لئے آئیں گے تیرے پاس اتنا خزانہ جمع ہو جائے گا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو مقتدر اور امانت دار کہنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو خواب اور اس خواب کا حل بتا دیا تو بادشاہ نے کہا آج سے آپ علیہ السلام

ہمارے مقتدر اور امانت دار ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ○ (یوسف:54)

پھر جب بادشاہ نے اس سے گفتگو کی تو (اے یوسف) آپ آج سے ہمارے نزدیک مقتدر اور امانت دار ہیں۔

بادشاہ کا نظام حوالے کرنے کا پوچھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر کا حل بتا دیا تو بادشاہ نے کہا اس کام کی نگرانی اور اس کا انتظام کون کرے گا اگر میں تمام لوگوں کو بھی اکٹھا کرلوں تو وہ اس کام کو خوش اسلوبی سے نہیں کرسکیں گے اور ان سے ایمانداری اور دیانت داری کی توقع بھی نہیں ہے تب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا آپ مجھے اپنے ملک کے خزانوں کا امیر مقرر کردیں۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

بادشاہ نے کہا یہ میرے لیے کون جمع کرے گا اور کون بیچے گا اور کون مجھے اتنے بڑے کام سے کفایت کرے گا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:293 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

پھر بادشاہ نے کہا کہ

میرے اس کام کی نگرانی اور اس کا انتظام کون کرے گا اگر میں شہر کے تمام لوگوں کو بھی اکٹھا کرلوں تو وہ اس کام کو خوش اسلوبی سے نہیں کرسکیں گے اور ان سے ایمانداری اور دیانت داری کی بھی توقع نہیں ہے۔

تب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے اپنے ملک کے خزانوں کا امیر مقرر کردیں۔

(روح المعانی: ج:13، ص:9 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا خود کو خزانوں پر مقرر ہونے کا فرمانا

جب بادشاہ نے کہا اس کام کی نگرانی اور انتظام کون کرے گا جو سخت مشکل معاملہ ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں میں ہی ان کی حفاظت کروں گا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ○ (یوسف:55)

(یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں بے شک میں حفاظت کرنے والا ہوں۔

منصب کا طلب کرنا کیسا

منصب کا طلب کرنا جائز نہیں ہے اس بارے میں متعدد احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:
اے عبدالرحمٰن امارت کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر تم کو سوال کے بعد امارت ملی تو تم اس کے سپرد کر دیئے جاؤ گے (یعنی اے ساتھ تائید خداوندی نہیں ہوگی) اور اگر تمہیں سوال کے بغیر امارت ملی تو تمہاری (منجانب اللہ) مدد کی جائے گی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4601)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں اور میرے دو عم زاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
ان دو میں سے ایک نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے جو ملک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی ملک کی حکومت ہم کو عطا فرما دیجئے۔
اور دوسرے نے بھی ایسے کہا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم کسی ایسے شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی حرص کرے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4603)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو اشعری شخصوں کے ساتھ حاضر ہوا ایک میری دائیں جانب تھا اور دوسرا بائیں جانب تھا۔ ان دونوں نے کسی منصب کا سوال کیا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) تم کیا کہتے ہو۔
یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عبداللہ بن قیس ارشاد فرمایا۔
میں نے کہا:
اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ان دونوں نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ ان کے دل میں کیا ہے اور نہ مجھے یہ پتا تھا کہ یہ منصب کا سوال کریں گے۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا:
گویا میں دیکھ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کے نیچے مسواک تھی جو گھس چکی تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جوشخص منصب کا سوال کرے گا ہم اس کو ہرگز منصب پر فائز نہیں کریں گے لیکن اے ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ)
یا ارشاد فرمایا:
اے عبداللہ بن قیس (رضی اللہ عنہ) تم یمن جاؤ اور ان کو یمن بھیج دیا۔
جب حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) وہاں پہنچے۔
تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:
آیئے اور ان کے لئے ایک گدا بچھا دیا وہاں اس وقت ایک شخص رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔
حضرت ستاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:
یہ کون ہے؟
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:
یہ ایک یہودی ہے یہ مسلمان ہو گیا تھا اور پھر اپنے برے دین کی طرف لوٹ گیا اور یہودی ہو گیا۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق اس کو قتل نہ کر دیا جائے۔
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا:
ہم اس کو قتل کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بیٹھیے۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس شخص کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق قتل نہیں کر دیا جائے گا۔ تین مرتبہ یہی مکالمہ ہوا بالآخر اس شخص کو قتل کر دیا گیا۔ پھر ان دونوں میں رات کے قیام کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور میں اپنے قیام میں جس اجر کی امید رکھتا ہوں اسی اجر کی میں اپنی نیند میں بھی توقع رکھتا ہوں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4604)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عامل نہیں بنائیں گے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا:

اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) تم کمزور ہو اور یہ امارت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہوگی البتہ امارت کے حقوق ادا کرے اور اس کی ذمہ داریاں پوری کرے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4605)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! میں تم کو کمزور پاتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جسے اپنے لیے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4606)

اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

طالب منصب کو منصب نہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ طالب منصب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید شامل نہیں ہوتی۔

(شرح مسلم: ج:2، ص:120 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

منصب کے قبول کرنے میں خطرات زیادہ ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اجتناب کی تلقین فرمائی ہے اسی طرح علماء نے بھی اس سے دور رہنے کی وصیت کی ہے اور سلف وصالحین حکومت کے مناصب کو قبول نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اس سلسلے میں بہت تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائی ہیں۔ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے منصب قضا کو قبول نہیں کیا اور اس کی سزا میں قید خانہ کی اذیتیں برداشت کیں اور بالآخر قید خانہ میں ہی وفات پائی۔

یقیناً منصب والے شخص سے ضرور پوچھ گچھ ہوگی اگر وہ عادل ہوگا تو اجر دیا جائے گا اور اگر ظالم ہوگا تو سزا دی جائے گی۔

جس طرح کہ کثیر احادیث مبارکہ اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عدل کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہی ہاتھ میں وہ لوگ ہوں گے جو اپنے اہل وعیال اور اپنی رعایا میں عدل سے فیصلے کریں گے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4607)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

تم کن لوگوں میں سے ہو۔

میں نے کہا:
میں مصر والوں میں سے ہوں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:
تمہارا حاکم جہاد میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے۔
میں نے کہا:
ہمیں اس کی کوئی بات ناگوار نہیں گزری اگر ہمارے کسی شخص کا اونٹ مر جائے تو وہ اس کو اونٹ دے دیتا ہے اور اگر غلام مر جائے تو وہ اس کو غلام دے دیتا ہے اور اگر کسی کو خرچ کی ضرورت ہو تو وہ اس کو خرچ دے دیتا ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
میرے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ مجھے اس حدیث کو بیان کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حجرے میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
اے اللہ عزوجل! میری امت کا جو شخص بھی کسی پر والی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی رکھے تو تو بھی ان پر سختی کر اور اگر وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی ان پر نرمی کر۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4608)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا سو جو امیر لوگوں پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور مرد اپنے اہل خانہ پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور نوکر اپنے مالک کے مال پر حاکم ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔ سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4610)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
عبداللہ بن زیاد، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی اس مرض میں عبادت کرنے کے لئے گیا جس میں ان کی وفات ہو گئی۔
حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ

ں اور زندہ رہوں گا تو یہ حدیث نہ سناتا۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔
جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا حاکم بنایا ہو اور وہ شخص جس دن مرے اس دن وہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرتا ہوا
رے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4614)
ایک اور روایت میں ہے۔
ابوالملیح سے روایت ہے۔
عبداللہ بن زیاد، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کے پاس گیا۔
حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں تم کو ایک حدیث بیان کروں گا اور اگر میں مرض الموت میں نہ ہوتا تو پھر تم کو یہ حدیث نہ بیان کرتا۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جو امیر مسلمانوں پر حاکم ہو اور ان کی خیر خواہی میں جدوجہد نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4616)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سلطان زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اس کی پناہ میں آتا ہے اگر وہ عدل کرے تو
س کو ثواب ہوگا اور اس کی رعایا پر اس کا شکر ادا کرنا لازم ہے اور اگر وہ ظلم کرے تو اس کو عذاب ہوگا اور اس کی رعیت پر صبر کرنا
زم ہوگا اور جب حکام سے جنگ کی جاتی ہے تو آسمان سے قحط نازل ہوتا ہے اور جب زکوۃ روک لی جاتی ہے تو مویشی ہلاک
و جاتے ہیں اور جب زنا کا غلبہ ہوتا ہے تو فقر اور ذلت کا ظہور ہوتا ہے اور جب ذمیوں سے بدعہدی کی جاتی ہے تو کفار کا
سلمانوں پر غلبہ ہو جاتا ہے۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 1590)

عتراض

بعض لوگ کہتے ہیں کہ منصب کو طلب کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ سے منصب
ومت کے عہدے کو طلب کیا تھا تو پھر آپ کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ منصب عہدے کو طلب کرنا ناجائز ہے۔

راب

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں جائز ہو اور وہ شریعت سابقہ ہے اور شریعت

سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
نے ارشاد فرمایا:

بخدا! ہم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی حرص کرے
گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے نبی کو ولی کی تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے افعال
کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست
نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا جو ان کو وحی سے حاصل ہوئی اور عام آدمی کے حق
میں یہ متصور نہیں ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی قدرت کے کرشمے دکھانے تھے کہ آپ علیہ السلام کو کہاں سے کہاں پہنچایا
اور کیا منصب عطا فرمایا۔

ظالم کا منصب پر فائز کرنا

منصب پر فائز کرنے والا اگر ظالم ہو تو اس کے متعلق چند اقوال ہیں۔

علامہ ماوردی شافعی متوفی 450ھ نے کہا ہے کہ

اگر منصب پر فائز کرنے والا ظالم ہو تو اس کی طرف سے منصب کو قبول کرنے کے متعلق اقوال ہیں۔

1- اس کو جس منصب پر فائز کیا گیا ہے وہ اس منصب کو قبول کرے اور اس منصب کے تقاضوں کے مطابق حق اور
انصاف پر مبنی امور انجام دے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے فرعون (مصر کا بادشاہ الولید بن الریان) کی طرف سے
منصب سونپا گیا اور انہوں نے اس کو قبول فرمایا اور اعتبار منصب قبول کرنے والے کے افعال کا ہوتا ہے نہ کہ منصب دینے
والے کے افعال کا۔

2- کافر یا فاسق کی طرف سے منصب قبول کرنا جائز نہیں ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرعون کا جو منصب قبول کیا
تھا اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون نیک اور عادل شخص تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون ظالم

ِس تھالہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے فرعون سے عہدہ قبول کرنا محل اعتراض نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر اپنے دائرہ کار میں تھی انہوں نے اس کی طرف نظر نہیں کی کہ اس کو اس کام کی ذمہ داری کون سونپ رہا ہے۔

علامہ ماوردی نے کہا ہے۔

زیادہ صحیح یہ ہے کہ

کافر کی طرف سے منصب قبول کرنے کو مطلقاً جائز کہا جائے نہ مطلقاً ناجائز کہا جائے بلکہ اس کی تین قسمیں بیان کی جائیں۔

1۔جن فرائض کی انجام دہی میں کسی شخص کے اجتہاد کا دخل نہیں ہے اور شریعت نے ان فرائض کی تعیین کی تصریح کر دی ہے مثلاً زکوٰۃ اور صداقت کی وصول یابی کہ اموال ظاہرہ میں ہر چیز کا نصاب مقرر ہے کہ جب مال تجارت دو سو درہم (چھ سو بارہ اعشاریہ تین چھ گرام چاندی) کی مقدار یا اس سے زائد ہو تو اس میں سے اڑھائی فی صد زکوٰۃ وصول کی جائے گی یا چالیس سے ایک سو انیس جنگل کی گھاس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری وصول کی جائے گی اور زرعی پیداوار سے اگر بارانی زمین ہو تو عشر وصول کیا جائے گا یعنی پیداوار کا دسواں حصہ ورنہ نصف عشر وصول کیا جائے گا یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ، سوان فرائض کی انجام دہی کسی عامل کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اس لیے کسی ظالم اور فاسق فاجر حکمران سے اس قسم کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

2۔جن فرائض کی انجام دہی میں اجتہاد کرنا پڑتا ہے جیسے اموال فے کے مصرف۔ان میں ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس میں ناحق تصرف کرنے کے لئے کہے گا اور اموال فے غیر مستحق کو دینے کے لئے کہے گا۔

3۔جو شخص اہل ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ظالم کی طرف سے عہدہ قبول کرلے مثلاً ظالم کی طرف سے کسی کو قاضی بنایا جائے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ مقدمات کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہوگا تو اس کے لئے یہ عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

(النکت والعیون:ج:3،ص:50 تا 51 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فوائد کثیرہ کی وجہ سے منصب قبول کیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بادشاہ کوئی منصب دینے والا ہے تو آپ علیہ السلام نے اس منصب کو ترجیح دی جس میں فوائد کثیرہ تھے۔

علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

شاید حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بادشاہ انہیں لامحالہ کسی عہدہ پر فائز کرنے والا ہے تو آپ علیہ السلام نے ایسے عہدہ کو ترجیح دی جس کے فوائد کثیر تھے اور منافع عظیم تھا۔

(تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ:ج:5،ص:49 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام ایک سال کے بعد منصب پر فائز ہوئے

حضرت یوسف علیہ السلام ایک سال کے بعد منصب پر فائز ہوئے۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) پر رحم فرمائے اگر وہ
اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ
کہتے تو بادشاہ اسی وقت انہیں اس منصب پر فائز کر دیتا لیکن ایک سال بعد آپ علیہ السلام کو یہ منصب ملا تھا اور آپ علیہ السلام ایک سال بادشاہ کے ساتھ اس کے گھر میں رہے تھے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو منصب پر فائز کرنے سے پہلے بادشاہ نے تاج پہنایا

جب بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منصب حکومت پر فائز کیا تو آپ علیہ السلام کو تاج پہنایا۔
امام ابومحمد الحسین ابن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس سال آپ علیہ السلام نے منصب کا سوال کیا تھا وہ ختم ہو گیا تو بادشاہ نے آپ علیہ السلام کو بلایا تاج پہنایا اور اپنی تلوار دی۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے بادشاہ کا تخت سجانا

بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے تخت سجایا جو سونے کے موتیوں اور یاقوت سے مرصع تھا۔
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
پھر آپ علیہ السلام کے لئے سونے کے موتیوں اور یاقوت سے مرصع تخت سجایا۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو قیمتی ریشمی لباس پہنانا

حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے قیمتی ریشمی لباس پہنایا۔
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
(بادشاہ نے) آپ علیہ السلام کو ریشمی قیمتی لباس پہنایا۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

...ت کی لمبائی

جو تخت حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے سجایا گیا اس کی لمبائی تیس ہاتھ، اور عرض دس ہاتھ تھا اور اس پر تیس بستر لگے ...ئے تھے اور ساٹھ مخملی چادریں بچھی ہوئی تھیں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اس تخت کی لمبائی تیس ہاتھ، عرض دس ہاتھ تھا اور اس پر تیس بستر لگے ہوئے تھے اور ساٹھ مخملی چادریں بچھی ہوئی تھیں۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

...دشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سر پر تاج رکھوا کر تخت پر بٹھانا

جب تخت کو سجالیا گیا تو بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ آپ علیہ السلام باہر تشریف لائیں۔ آپ علیہ السلام ...نے تاج کو سر پر سجایا اور چلتے چلتے تخت پر تشریف فرما ہوئے۔

علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

پھر بادشاہ نے آپ علیہ السلام کو باہر آنے کا حکم دیا آپ علیہ السلام باہر نکلے تو سر پر تاج رکھا جس کا رنگ سفید اولوں کی ...رح تھا اور آپ علیہ السلام کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا دیکھنے والا اپنا چہرہ آپ علیہ السلام کی رنگت میں ...کھتا۔ آپ علیہ السلام چلتے چلتے تخت پر جا کر بیٹھ گئے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

...ارے علاقوں کے بادشاہوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے قریب آ کر بیٹھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام تخت پر تشریف فرمائے تو سارے علاقے والے بادشاہ آپ علیہ السلام کے قریب آ کر بیٹھ ...ئے۔

علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

سارے علاقوں کے بادشاہ آپ علیہ السلام کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

...دشاہ کا مصر کی بادشاہی حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج پہنا کر تخت پر بٹھا دیا تو بادشاہ نے مصر کی بادشاہی حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد ...ردی۔

علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

پھر بادشاہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور مصر کی بادشاہی آپ علیہ السلام کے سپرد کر دی اور قطفیر کا جو منصب تھا اس سے اس کو ...زول کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو وہ مقام عطا کر دیا۔ ابن اسحاق نے یہی لکھا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بادشاہ کا تمام خزانوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کرنا اور آپ علیہ السلام کا ہر حکم نافذ کرنا

بادشاہ نے تمام خزانوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیا اور آپ علیہ السلام کے ہر حکم اور ہر فیصلہ کو نافذ کر دیا۔
علامہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن زید نے کہا ہے کہ
بادشاہ مصر ریان کے بہت سے خزانے تھے اس نے ان تمام خزانوں کو آپ علیہ السلام کے سپرد کر دیا تھا اور آپ علیہ السلام کے ہر حکم اور فیصلہ کو نافذ کر دیا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:295 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن زید نے کہا ہے کہ
فرعون کے طعام کے علاوہ بہت سے خزانے تھے اس نے تمام خزانے حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیے تھے اور قضاء کا عہدہ بھی آپ علیہ السلام کو سونپ گیا تھا اور آپ علیہ السلام کا فیصلہ حتمی ہوتا تھا۔

(جامع البیان: ج:13،ص:10 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا خزانوں کا مالک ہو کر سیر ہو کر کھانا تناول نہ فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام زمین کے خزانوں کے مالک تھے مگر پھر بھی آپ علیہ السلام قوم کی فکر میں سیر ہو کر کھانا تناول فرماتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام سیر ہو کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔
آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔
آپ علیہ السلام سیر ہو کر کھانا کیوں نہیں کھاتے جبکہ زمین کے خزانے آپ علیہ السلام کے قبضے میں ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو بھوکے کو بھول جاؤں گا۔
اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا گیا۔
آپ علیہ السلام بھوکے رہتے ہیں جبکہ زمین کے خزانے آپ علیہ السلام کی قدرت میں ہیں؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
مجھے اندیشہ ہے کہ میں سیر ہو کر کھاؤں گا تو بھوکوں کو بھول جاؤں گا۔

(شعب الایمان: ج:5،ص:37 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عامل بنانے کے لئے بلایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عامل بننے سے انکار فرما دیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ عیاں ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحرین کا عامل مقرر کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے معزول کر دیا اور مجھ پر بارہ ہزار جرمانہ کیا پھر بعد میں مجھے عامل بنانے کے لئے بلایا تو میں نے وہ منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

آپ رضی اللہ عنہ کیوں انکار کر رہے ہو؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے عامل بننے کا سوال کیا تھا اور وہ تجھ سے بہتر تھے۔

میں نے کہا:

حضرت یوسف علیہ السلام ابن نبی ابن نبی ابن نبی (علیہم السلام) تھے اور میں ابن امیمہ ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں کوئی بات بغیر برداشت کے کہہ دوں اور بغیر علم کے فتویٰ دے دوں مجھے اندیشہ ہے کہ میری پیٹھ پر مارا جائے میری عزت کو تار تار کیا جائے اور میرا مال لیا جائے۔

(مستدرک: ج:2، ص:338 مطبوعہ بیروت)

تو مجھے کھانا جمع کرنے پر مقرر کر دے

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت شیبہ بن نعامہ الضبی رحمۃ اللہ علیہ نے اجْعَلْنِىْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

تو مجھے کھانا جمع کرنے پر مقرر کر دے میں بھوک کے سالوں کے لئے جو تو مجھے ودیعت کرے گا میں اس کی حفاظت کروں گا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:10 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے حفیظ علیم کیوں کہا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو فرمایا کہ میں حفاظت کرنے والا اور بہت علم والا ہوں، اس فرمان کے چند محمل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول میں حفاظت کرنے والا ہوں، بہت علم والا ہوں کے چار محمل ہیں۔

1۔ حضرت ابن زید نے کہا:

میرے پاس جو چیز امانت رکھی جائے میں اس کی بہت حفاظت کرنے والا ہوں اور مجھ کو جو عہدہ دیا جائے میں اس کو بہت

جاننے والا ہوں۔

2-حضرت ابن سراقہ نے کہا ہے کہ
میں لکھائی کی بہت حفاظت کرنے والا ہوں اور حساب کو بہت جاننے والا ہوں کیونکہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے کاغذ لکھا۔

3-حضرت اشجع نے حضرت سفیان سے روایت کیا ہے کہ
وہ حساب کی بہت حفاظت کرنے والے تھے اور زبانوں کو بہت جاننے والے تھے۔

4-حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ
تم نے جو منصب دیا ہے میں اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔
حضرت شیبہ الضبی نے کہا:
میں ایام قحط کی بھوک کو بہت جاننے والا ہوں۔
اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو علم وفضل دیا ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس علم وفضل کے ساتھ اپنے آپ کو موصوف کرے البتہ عام حالات میں اپنی صفات اور خوبیوں کا اظہار نہ کرنا اولیٰ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بوقت ضرورت اپنی ان صفات کا اظہار کیا تھا۔

(النکت والعیون: ج:3، ص: 51، 52 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض

اپنی تعریف خود بیان کرنا منع ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ
فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ (النجم:32)
سو تم اپنی تعریفیں نہ کرو، پرہیزگاروں کو وہ خوب جانتا ہے۔
اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اپنی تعریف بیان کرنا منع ہے تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی تعریف کیوں بیان فرمائی۔

جواب

اس کے چند جوابات ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ
فخر اور تکبر کی وجہ سے اپنی تعریف کرنا منع ہے اور تکبر ہلاک کر دیتا ہے۔
جس طرح کہ کثیر آیات کریمہ واحادیث مبارکہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔
پہلے قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۝ (المومن:35)

اسی طرح ہر مغرور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۝ (ابراہیم:15)

اور ہر متکبر معاند ہلاک ہو گیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۝ (النحل:23)

بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۝ (المومن:60)

بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اگر تکبر کی وجہ سے ہے تو منع ہے اور ہلاکت کا اپنے لیے سامان اکٹھا کرنا ہے۔

تکبر کی ہلاکت پر کثیر احادیث مبارکہ ہیں چند پیش خدمت ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس حال میں مرا کہ وہ ان تین چیزوں سے بری تھا۔

1-تکبر

2-خیانت

3-اور قرض

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:1578)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمیشہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو متکبرین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو متکبرین کا عذاب پہنچتا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2007)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دوزخ اور جنت نے مباحثہ کیا۔
دوزخ نے کہا:
مجھ میں متکبرین اور متجبرین داخل کیے گئے ہیں۔
اور جنت نے کہا:
مجھے کیا پرواہ ہے جب کہ مجھ میں صرف کمزور، عاجز اور متواضع لوگ داخل کیے گئے ہیں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4850)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔
کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں، ہر کمزور شخص جس کو کمزور سمجھا جاتا ہے اگر وہ اللہ پر (کسی کام کی) قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے گا اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں، ہر سرکش، اکڑ کر چلنے والا متکبر۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6657)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت نعیم بن ہماز الغطفانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو بڑا بنے اور تکبر کرے اور الکبیر المتعال (اللہ تعالیٰ جو حقیقتاً سب سے بڑا ہے) کو بھول جائے اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو دین کے بدلہ میں دنیا لے اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو لہو ولعب میں وقت گزارے اور قبروں کو اور ان کے بوسیدہ ہونے کو بھول جائے اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو شبہات سے حرام کو حلال کرے اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جس کو خواہش (نفس) گمراہ کردے اور کیسا برا ہے وہ بندہ جو اس چیز میں رغبت کرے جو اس کو ذلیل کردے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2456)

ایک اور روایت میں ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مسکین، متکبر، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
(مجمع الزوائد: ج: 6، ص: 256 مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔
ایک شخص نے عرض کیا:
ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں اس کی جوتی خوبصورت ہو؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 91)
ایک اور روایت میں ہے۔
عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی صورت میں اٹھایا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت اور رسوائی گھیر لے گی ان کو دوزخ کے قید خانہ کی طرف ہانک کرلے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے جس میں ہر طرف اور اوپر تلے آگ ہوگی ان کو دوزخیوں کے جسموں سے نکلی ہوئی پیپ اور خون کا آمیزہ پلایا جائے گا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2492)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
پچھلی امتوں میں ایک آدمی اتراتا ہوا ایک حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) پہن کر چل رہا تھا اس نے اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کی ہوئی تھی وہ تکبر سے چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا وہ قیامت تک زمین میں گڑگڑاہٹ کے ساتھ دھنستا رہے گا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5788)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
جس شخص نے تکبر سے (قدموں کے نیچے) کپڑا لٹکایا اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5783)
لہٰذا تکبر کی وجہ سے اپنی تعریف کرنا منع ہے اور اسی طرح کسی ناجائز مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تعریف کرنا منع ہے

یا جو اوصاف انسان میں نہ ہوں ان اوصاف کے ساتھ اپنی تعریف کرنا منع ہے لیکن کسی ضرورت کی بناء پر ان اوصاف کے ساتھ اپنی تعریف کرنا جائز ہے جو اوصاف انسان میں موجود ہوں اور بعض دفعہ یہ تعریف کرنا ضروری ہوتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ایسا ہی تھا۔

اس تعریف کے ضروری ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

1- حضرت یوسف علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ علم تھا کہ چند سالوں کے بعد قحط پڑنے والا ہے سو اگر غلہ کی فراوانی کے سالوں میں حسن تدبیر اور دیانتداری سے غلہ کا ذخیرہ نہ کیا گیا تو لوگ بھوک سے مر جائیں گے اور آپ علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ آپ علیہ السلام کے علاوہ اس ملک میں اور کوئی شخص نہیں ہے جو دیانت دار بھی ہو اور حسن تدبیر کا مالک بھی ہو، اس لیے مصر کے لوگوں کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ضروری تھا کہ ملک کے خزانوں پر آپ علیہ السلام کو مقرر کیا تھا اور اس ملک کے خزانوں پر آپ علیہ السلام کا مقرر کیا جانا اس پر موقوف تھا کہ بادشاہ کو آپ علیہ السلام کی صفات سے روشناس کرایا جانا اور واجب کا مقدمہ ہوتا ہے اس لیے آپ علیہ السلام پر واجب تھا کہ آپ علیہ السلام بادشاہ کو اپنی قابلیت اور صلاحیت سے روشناس کراتے اس لیے آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں میں بہت زیادہ حفاظت کرنے والا بہت زیادہ علم والا ہوں۔

2- آپ علیہ السلام اللہ عزوجل کی طرف سے مخلوق کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیے گئے تھے اور رسول پر اپنی امت کی مصلحتوں کی رعایت بقدر امکان کرنا واجب ہے اور یہاں یہ رعایت اسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ بادشاہ آپ علیہ السلام کو منصب سونپ دیتا اور بادشاہ اس وقت آپ علیہ السلام کو یہ منصب سپرد کرتا جب وہ آپ علیہ السلام کی اہلیت سے واقف ہوتا اور وہ اس وقت واقف ہوتا جب آپ بتاتے۔

3- مستحقین تک نفع پہنچانے کی کوشش کرنا اور ان سے ضرر کو دور کرنا جب انسان کے اختیار میں ہو تو پھر اس پر ایسا کرنا واجب ہوتا ہے۔

ان وجوہ کی بناء پر حضرت یوسف علیہ السلام پر واجب تھا کہ وہ اپنی ان صفات کا اظہار فرماتے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن علی الجوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی مدح کیسے فرمائی حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کا طریقہ تواضع و انکسار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جب اپنی مدح فخر اور تکبر سے خالی ہو اور اس سے مراد اس حق تک پہنچنا ہو جس کو اس نے قائم کرنا ہو اور عدل کو زندہ کرنا اور ظلم کو مٹانا ہو تو پھر اپنی مدح کرنا جائز اور مستحسن ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا اور جب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو میں کلام کروں گا اور جب لوگ مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو خوشخبری سناؤں گا، حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور

علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا میں ہوں گا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3610)
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں۔
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کوئی ایک شخص بھی مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے اونٹ پر بیٹھ کر سفر کرنا پڑتا ہے تو میں اس تک پہنچتا پس ان نفوس قدسیہ نے اپنی مدح میں جو کلمات طیبات فرمائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے قائم مقام ہیں۔
اور قاضی ابویعلیٰ نے کہا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی صاحب فضیلت شخص کو لوگ جانتے نہ ہوں تو انہیں اپنا تعارف کرانے کے لئے اپنے فضائل کو بیان کرنا جائز ہے۔
(زادالمسیر ہ: ج:4، ص:244 تا245 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

سات انبیاء کرام علیہم السلام کو علم کی وجہ سے بڑے فوائد حاصل ہوئے

سات انبیاء کرام علیہم السلام کو علم کی وجہ سے بڑے بڑے فوائد حاصل ہوئے۔
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
سات پیغمبروں کو علم کی وجہ سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوئے۔
1- حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے علم نے فرشتوں سے سجدہ کرادیا۔
2- حضرت خضر علیہ السلام کو علم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات عطا کی۔
3- حضرت یوسف علیہ السلام کو علم نے قید سے نکال کر تخت وتاج شاہی عطا کیا۔
4- حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم نے بلقیس جیسی صاحب جمال اور صاحب تخت وتاج والی بیوی عطا کی۔
5- حضرت داؤد علیہ السلام کو علم نے بادشاہی دی۔
6- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم نے ان کی ماں سے تہمت دور کر دی۔
7- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خلافت الٰہیہ اور شفاعت کبریٰ کا سہرا باندھا۔
(تفسیر نعیمی: پارہ اول، ص:274 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام صاحب اقتدار

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس نبی کو صاحب اقتدار بنایا اور مصر میں بادشاہی عطا فرمائی۔
قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ٥ (یوسف:56)

اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس میں اقتدار عطا کیا وہ اس ملک میں جہاں رہنا چاہتے تھے رہتے تھے ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

اہل مصر کا غلام بننا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا آزاد فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام جب صاحب اقتدار ہو گئے تو مصر والوں کو مال، زیورات، زمینوں اور جان کے عوض ان کو غلہ عطا فرمایا حتیٰ کہ تمام اہل مصر غلام بن گئے پھر آپ علیہ السلام نے ان کو آزاد فرمادیا اور مال بھی واپس عطا فرمادیا۔

علامہ عبدالرحمٰن علی الجوزی الحنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر والوں کے مال، ان کے زیورات، ان کے مویشی، ان کی زمینوں اور ان کے غلاموں کے عوض ان کے ہاتھ غلہ فروخت کیا پھر ان کی اولاد اور پھر ان کی جانوں کے عوض ان کے ہاتھ ان کو غلہ فروخت کیا حتیٰ کہ تمام مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے غلام بن گئے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیسا کرم کیا۔

بادشاہ نے کہا:

ہم بھی تمہارے تابع ہیں۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اہل مصر کو آزاد کر دیا اور میں نے ان کی املاک ان کو لوٹا دیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان ایام میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے۔

اور فرماتے تھے۔

میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میں کسی بھوکے کو بھول نہ جاؤں۔

(زادالمسیر :ج:4،ص:245 تا 246 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا غلہ کے بڑے بڑے گودام بنوانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے غلہ کو جمع کرنے کے لئے بڑے بڑے گودام بنوائے حتیٰ کہ اس میں غلہ کو جمع کیا اور غلہ فراوانی کے سال گزر گئے اور قحط کے ایام شروع ہو گئے۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام مطمئن ہو کر ملک کا انتظام چلانے لگے اور انہوں نے بڑے بڑے گودام بنوا کر ان میں غلہ جمع کر لیا حتیٰ کہ غلہ کی فراوانی کے سات سال گزر گئے اور قحط کے ایام شروع ہو گئے اور وہ ایسا زبردست قحط تھا کہ لوگوں نے

سے پہلے ایسا قحط نہیں دیکھا تھا۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بادشاہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کو بھوک کی شکایت کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ اور ان کے متعلقین کو دوپہر کے وقت کھانا بھجواتے تھے ایک روز بادشاہ نے آدھی رات کو حضرت یوسف علیہ السلام کو آواز دی کہ بھوک لگ رہی ہے کھانا میسر ہو جائے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ اور اس کے متعلقین کو ہر روز دوپہر کے وقت کھانا بھجواتے تھے ایک دن آدھی رات کو بادشاہ نے آواز دی۔

اے یوسف (علیہ السلام) بھوک لگ رہی ہے۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:264 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بادشاہ کو بھوک کی شکایت پر حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب دینا

جب بادشاہ نے آدھی رات کو بھوک کی شکایت کی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اب تو قحط کا وقت آ گیا ہے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اب تو قحط کا وقت آ پہنچا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوگوں سے قحط کے پہلے سال میں غلہ کا ختم ہونا

لوگوں نے قحط کے پہلے سال میں جو غلہ جمع کر کے رکھا ہوا تھا تو وہ سب ختم ہو گیا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے خریدنے لگے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

پس قحط کے پہلے سال میں لوگوں نے اپنے پاس جو طعام اور غلہ جمع کر کے رکھا تھا وہ سب ختم ہو گیا۔ پھر مصر کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ خریدنے لگے۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے سال نقد مال لے کر غلہ فروخت کیا

جب قحط کا پہلا سال شروع ہوا تو لوگوں کا جمع کیا ہوا غلہ ختم ہو گیا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قحط کے پہلے سال نقد مال لے کر غلہ فروخت کیا حتیٰ کہ ان کے پاس کوئی درہم و دینار باقی نہ بچا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

پہلے سال حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے نقد مال لے کر غلہ فروخت کیا حتیٰ کہ مصر میں کسی شخص کے پاس کوئی درہم و دینار باقی نہ بچا۔ اور تمام نقد مال حضرت یوسف علیہ السلام کے قبضہ میں آ گیا۔

(معالم التنزیل: ج:6،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے دوسرے سال مصر والوں نے زیورات و جواہرات کیساتھ غلہ خریدا

قحط کے دوسرے سال حضرت یوسف علیہ السلام سے مصر والوں نے زیورات و جواہرات کے ساتھ غلہ خریدا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی التوفی 516ھ لکھتے ہیں:

دوسرے سال اہل مصر نے اپنے تمام زیورات اور جواہر کے بدلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ خریدا۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسرے سال مصر والوں نے مویشیوں اور جانوروں کے بدلہ میں غلہ خریدا

قحط کے تیسرے سال مصر والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے مویشیوں اور جانوروں کے بدلہ میں غلہ خریدا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی التوفی 516ھ لکھتے ہیں:

تیسرے سال انہوں نے اپنے تمام مویشیوں اور جانوروں کے بدلہ میں غلہ خریدا۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے چوتھے سال مصر والوں نے غلام اور باندیوں کے بدلہ میں غلہ خریدا

جب قحط کا چوتھا سال آیا تو مصر والوں نے بھوک کی شدت کی بناء پر غلام اور باندیوں کے بدلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ خریدا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

چوتھے سال انہوں نے اپنے تمام غلاموں اور باندیوں کے بدلہ میں غلہ خریدا حتیٰ کہ ان کے پاس کوئی غلام اور باندی نہ رہی۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے پانچویں سال مصر والوں نے زمینوں اور گھروں کے بدلہ میں غلہ خریدا

جب قحط کا پانچواں سال آیا تو مصر والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے زمینوں، کھیتوں اور گھروں کے بدلہ میں غلہ خریدا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

پانچویں سال انہوں نے اپنی زمینوں، کھیتوں اور گھروں کے بدلہ میں غلہ خریدا۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے چھٹے سال مصر والوں نے اپنی اولاد کے بدلہ میں غلہ خریدا

جب قحط کا چھٹا سال آیا تو مصر والوں نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنی اولاد کے بدلہ میں غلہ خریدا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

چھٹے سال انہوں نے اپنی اولاد کے بدلہ میں غلہ خریدا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی تمام اولاد کو حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام بنا

(معالم التنزیل: ج:2، ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام سے ساتویں سال مصر والوں نے اپنی جانوں اور گردنوں کے بدلہ میں غلہ خریدا

جب قحط سالی کے سخت ایام آئے اور بھوک کی شدت نے مصر والوں کو تڑپایا تو مصر والوں نے خود کو فروخت کر دیا اور غلہ خرید لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے غلام بن گئے۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

ساتویں سال انہوں نے اپنی جانوں اور اپنی گردنوں کے بدلہ میں غلہ خریدا حتیٰ کہ مصر میں کوئی انسان باقی نہیں رہا مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے غلام تھے اور کوئی چیز باقی نہیں بچی مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ملکیت میں آ چکی تھی۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوگوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو جلیل بادشاہ کہنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کچھ مصر والوں کا لے لیا تو مصر والوں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیسا کوئی بڑا اور جلیل بادشاہ پہلے نہیں تھا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اور لوگ کہنے لگے کہ

ہمارے علم میں حضرت یوسف علیہ السلام سے پہلے کوئی بڑا اور جلیل بادشاہ نہیں تھا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام اہل مصر کو آزاد کرنا اور بادشاہ سے کلام

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اہل مصر سے سب کچھ لے لیا تو بادشاہ سے آپ علیہ السلام نے طویل کلام فرمایا پھر آپ علیہ السلام نے اہل مصر کو آزاد کر دیا' جس کو امام بغوی نے نقل فرمایا ہے۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا۔

آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا کچھ عطا فرمایا ہے۔ اب آپ کی کیا رائے ہے۔

بادشاہ نے کہا:

میری وہی رائے ہے جو آپ علیہ السلام کی رائے ہے تمام معاملات آپ علیہ السلام کے سپرد ہیں۔ میں تو محض آپ علیہ السلام کے تابع ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں آپ کو اور اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے تمام اہل مصر کو آزاد کر دیا اور ان کی تمام املاک ان کو واپس دیں۔

(معالم التنزیل: ج: 2، ص: 364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بادشاہ کا بھوک کا مزہ چکھنا

حضرت یوسف علیہ السلام خود سیر ہو کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے اور آپ علیہ السلام نے باورچی کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کو ناشتہ دوپہر کو دیا کرے اور آپ علیہ السلام کی منشاء یہ تھی کہ بادشاہ بھی بھوک کا مزہ چکھے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام ان ایام میں سیر ہو کر کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔

آپ علیہ السلام سے کہا گیا کہ

آپ علیہ السلام مصر کے تمام خزانوں کے مالک ہیں اس کے باوجود آپ علیہ السلام بھوکے رہتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے سیر ہو کر کھالیا تو میں بھوکوں کا حق بھول جاؤں گا۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے باورچی کو حکم دیا کہ

وہ بادشاہ کا صبح کا کھانا اسے دوپہر کو دیا کرے اور اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کا منشاء یہ تھا کہ بادشاہ بھی بھوک کا مزہ چکھے اور بھوکوں کو یاد رکھے۔

(معالم التنزیل: ج: 2، ص: 364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کی منشاء

اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے جس کو اقتدار دے اور جس کو کسی کا تابع کرے اور جس کو متبوع کرے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت (وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ) کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

ہم نے انہیں مالک بنایا اس دنیا کا اس میں جو چاہیں کریں اور یہ ان کے سپرد کر دی گئی تھی۔

فرمایا:

اگر وہ چاہتا کہ فرعون کو ماتحت (تابع) اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کو مافوق (متبوع) کر دے تو ایسا کر سکتا تھا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:11 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بادشاہ کے ساتھ کثیر لوگوں کا اسلام لانا

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ اور ان کے ساتھ والے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو گئے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 511ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کو سلام کی دعوت دیتے اور اس سے شفقت و محبت کا سلوک کرتے رہے حتیٰ کہ وہ اسلام کی دولت سرمدی سے مشرف ہوا اور اس کے ساتھ اور بھی کثیر لوگ مسلمان ہوئے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:296 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح مبارک

جب بادشاہ نے آپ علیہ السلام کو سب کچھ سنبھال دیا تو آپ علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے کر دیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 511ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

مصر کے بادشاہ کے بہت کثیر خزانے تھے۔ اس نے وہ تمام خزانے حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے فرامین اور آپ علیہ السلام کے تمام فیصلوں کو پورے ملک میں نافذ العمل قرار دیا پھر انہی ایام میں قطفیر (عزیز مصر) کا انتقال ہو گیا پھر بادشاہ نے قطفیر کی بیوی راعیل (یا زلیخا) کا حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:363 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

علامہ ابو الحسین علی بن محمد ماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

زلیخا سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔

(النکت والعیون: ج:3، ص:52 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں رو رو کر نابینا ہونا

زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں اس قدر منہمک ہوئی کہ فراق حضرت یوسف علیہ السلام میں نابینا ہو گئی۔

علامہ قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

زلیخا بوڑھی ہو چکی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں رو رو کر نابینا ہو چکی تھی اور اپنے شوہر کے مرنے کے بعد

بھیک مانگتی پھرتی تھی۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:187 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو راستے میں ملنا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا

ایک دن زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو راستے میں ملی اور کہا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے غلاموں کو بادشاہی عطا اور بادشاہوں کو اپنی معصیت کی وجہ سے غلام بنایا۔

امام ابن ابی حاتم نے فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا کہ

عزیز مصر کی بیوی راستہ پر کھڑی تھی حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام گزرے۔

تو کہنے لگی کہ

الحمد لله الذی جعل العبید ملوکاً بطاعته وجعل الملوك عبید بمعصیته

ترجمہ:- یعنی شکر ہے اس ذات کا جس نے اپنی اطاعت کی وجہ سے غلام کو بادشاہ بنایا اور بادشاہوں کو اپنی معصیت کی وجہ سے غلام بنایا۔

اور امام ابوالشیخ نے حضرت عبدالعزیز بن منبہ عن ربیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

عزیز مصر کی بیوی کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے راستے پر ہوئی۔

تو اس نے کہا:

شکر ہے اس خدا عزوجل کا جس نے معصیت کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنا دیا اور اپنی اطاعت کی وجہ سے غلام بادشاہ بنا دیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے پہچان لیا پھر اس سے نکاح کیا تو اسے باکرہ پایا اس کا پہلا خاوند عورتوں کے قریب جاتا تھا۔

اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام کو راستہ میں عزیز مصر کی بیوی ملی۔

اور اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا اور معصیت کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام

(تفسیر ابن کثیر: ج:2،ص:534 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا تھا؟

حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح کرنے میں مفسرین کی مختلف رائے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام

سے نکاح نہیں کیا تھا اور بعض نے کہا حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا تھا جس کے متعلق کثیر دلائل ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد ماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر ابن جریر متوفی 311ھ نے لکھا ہے کہ

زلیخا سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔

پھر لکھا ہے کہ

جن مؤرخین نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ عورت زلیخا تھی انہوں نے لکھا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا اور جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اقتدار کے زمانہ میں دیکھا تو اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جس نے بادشاہوں کو معصیت کی وجہ سے غلام بنا دیا اور غلاموں کی اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنا دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اس کی کفالت کی حتیٰ کہ وہ مر گئی اور اس سے نکاح نہیں کیا۔

(النکت والعیون: ج:3، ص:52 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ زمخشری متوفی 538ھ لکھتے ہیں:

عزیز مصر کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔

(الکشاف: ج:2، ص:456 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا سے زلیخا کا حسن و شباب و بینائی لوٹ آنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ یا خالق باری تعالیٰ اس کا حسن و شباب اور اس کی بینائی لوٹا دے تو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لوٹا دیا اور وہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

زلیخا بوڑھی ہو چکی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں رو رو کر نابینا ہو چکی تھی اور اپنے شوہر کے مرنے کے بعد بھیک مانگتی پھرتی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ اس کا شباب اس کا حسن اور اس کی بینائی لوٹا دے، اللہ تعالیٰ نے اس کا شباب اس کا حسن اور اس کی بینائی لوٹا دی بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو گئی اور اس دعا کا قبول کرنا حضرت یوسف علیہ السلام کے اکرام کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے دور رہے تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9، ص:187 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو محل میں دیکھ کر کلام کرنا

زلیخا کو کوئی حاجت پیش آئی تو اس سے کسی نے کہا کہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جا کر اپنی حاجت کا ذکر کرو تو

زلیخا نے لوگوں سے مشورہ کیا تو لوگوں نے منع کیا کہ تم سے ہمیں خطرہ ہے تو زلیخا نے کہا مجھے اس سے کوئی اندیشہ نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے پھر زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کو شاہی محل میں دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے غلاموں کو اپنی اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنایا۔

امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی متوفی 320ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عزیز مصر کی بیوی کو ایک حاجت لاحق ہوئی۔

تو اس سے کہا گیا کہ

تو اس حاجت کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو اور ان سے سوال کر۔

پس عزیز مصر کی بیوی نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا۔

تو لوگوں نے کہا:

ایسا نہ کر ہمیں تجھ پر خطرہ ہے۔

اس نے کہا:

ایسا ہرگز نہیں ہوگا مجھے اس سے کوئی اندیشہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ پس وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئی۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو شاہی محل میں دیکھا۔

تو اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے غلاموں کو اپنی اطاعت کی وجہ سے بادشاہ بنایا۔

اس نے اپنے آپ پر نظر کی۔

تو کہا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنی معصیت کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام بنایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تمام ضروریات کا بندوبست کر دیا۔

(نوادر الاصول: باب فی طلب الخیر: ص:223 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا کو گناہ سے نکاح کو بہتر فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام کا جب زلیخا سے نکاح ہو گیا تو آپ علیہ السلام کے پاس جب وہ آئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ بہتر نہیں ہے اس سے (یعنی گناہ سے) جس کا تو ارادہ کرتی تھی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

اطفیر ان راتوں میں ہلاک ہوا اور بادشاہ ریان نے اس کی بیوی راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئی۔
تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:
کیا یہ بہتر نہیں ہے اس سے جس کا تو ارادہ کرتی تھی۔
(جامع البیان: ج:13، ص:10 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو حسین وجمیل ہونے کا جواب دینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ بہتر نہیں ہے اس سے جس کا تو ارادہ کرتی تھی تو زلیخا نے کہا اے صدیق مجھے ملامت نہ فرمایئے کیونکہ میں تو حسین وجمیل عورت تھی اور دنیا وملک میں ناز ونعم سے رہتی تھی میرا خاوند عورتوں کے پاس نہیں جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حسن وجمال کا پیکر بنایا ہے لہٰذا میں آپ علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی اور میرا نفس مجھ پر غالب آ گیا۔
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ
علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ
اس (زلیخا) نے کہا:
اے صدیق! مجھے ملامت نہ کر کیونکہ میں ایک حسین وجمیل عورت تھی اور دنیا وملک میں ناز ونعم کے ساتھ رہتی تھی اور میرا خاوند عورتوں کے پاس نہیں جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو بھی حسن وجمال کا پیکر بنایا ہے پس (میں آپ علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی اور میرا نفس مجھ پر غالب آ گیا)۔
(جامع البیان: ج:13، ص:11 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب حضرت یوسف علیہ السلام اس کے پاس خلوت میں گئے۔
تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا:
کیا یہ اس سے بہتر نہیں جس کا تم مجھ سے پہلے ارادہ کرتی تھی۔
اس نے کہا:
اے بہت سچے انسان! مجھے ملامت نہ کرو میں ایک حسین جوان عورت تھی اور میرا شوہر عورت کی خواہش پوری کرنے پر قادر نہ تھا اور آپ علیہ السلام (کیا) غیر معمولی حسن وجمال کے مالک تھے پس مجھ پر میرا نفس غالب آ گیا اور آپ علیہ السلام پر میری شہوت قوی ہوگئی اور تمہارے ساتھ جو میری محبت تھی وہ میری عقل کو کنٹرول نہ کر سکی۔
(معالم التنزیل: ج:2، ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
جب آپ علیہ السلام زلیخا کے پاس آئے۔
تو ارشاد فرمایا کہ
کیا یہ بہتر نہیں اس سے تو جو چاہتی تھی۔
زلیخا نے کہا:
اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے، میں ایک حسین و جمیل عورت تھی جیسا کہ تو نے دیکھا اور دنیا اور بادشاہی کی وجہ سے نعم میں پرورش ہوئی تھی اور میرا خاوند وہ تھا جو عورتوں کے پاس آیا ہی نہ تھا اور آپ علیہ السلام حسن و جمال کے مرقع تھے اس مجھ پر آپ علیہ السلام کی محبت غالب آ گئی۔
(الدر المنثور: ج: 4، ص: 46 مطبوعہ مکتب العلمیہ بیروت)
امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی متوفی 320ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے فرمایا:
کیا یہ صورت بہتر نہیں ہے اس سے جو تو چاہتی تھی۔
اس عورت نے کہا:
اے اللہ عزوجل کے نبی! میں آپ علیہ السلام کی وجہ سے چار چیزوں کے ساتھ آزمائی گئی تھی۔
آپ علیہ السلام تمام لوگوں میں سے حسین و جمیل تھے۔
اور میں اپنے زمانے کی عورتوں میں سے خوبصورت تھی۔
میں باکرہ تھی۔
جبکہ میرا خاوند نامرد تھا۔
(نوادر الاصول: باب فی طلب الخیر: ص: 223 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو باکرہ پایا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا اور ان کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو باکرہ پایا۔
حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
علماء نے فرمایا ہے کہ
زلیخا کو آپ علیہ السلام نے کنوارہ پایا۔
(الدر المنثور: ج: 4، ص: 46 مطبوعہ مکتب العلمیہ بیروت)
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو اس حال میں پایا کہ وہ کنواری تھی۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج: 9، ص: 187 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو کنواری پایا۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی سے نکاح کیا تو اسے آپ علیہ السلام نے باکرہ (یعنی کنواری) پایا اس کا خاوند نامرد تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے اس کو کنواری پایا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:11 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو الشیخ نے حضرت عبد العزیز بن منبہ عن ابیہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے نکاح کیا تو اسے کنواری پایا اس کا پہلا خاوند عورتوں کے قریب نہیں جاتا تھا۔

- اور امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی متوفی 320ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے اس سے نکاح کیا تو اسے کنواری پایا۔

(نوادر الاصول: باب فی طلب الخیر: ص:223 مطبوعہ دار صادر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کب ہوا؟

حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح عزیز مصر کے فوت ہونے کے بعد ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ آٹھ ماہ بعد ہوا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

چند دن بعد عزیز مصر قطفیر فوت ہو گیا تو اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح زلیخا سے کیا گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:32 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا کے بطن سے دو بیٹے ہوئے

زلیخا کے بطن اطہر سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

زلیخا کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

1-افرائیم

2-میشا

(الدر المنثور: ج:4، ص:46 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

زلیخا سے آپ علیہ السلام کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

1-افرائیم

2-اور میشا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:11 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس سے دو بیٹے ہوئے۔

1-افرائیم بن یوسف

2-میشا بن یوسف

(معالم التنزیل: ج:2، ص:364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

افرائیم بن یوسف سے نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع علیہ السلام کے والد محترم ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے افرائیم سے نون پیدا ہوئے جن کے والد محترم حضرت یوشع علیہ السلام ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

افرائیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع علیہ السلام کے والد ہیں اور ایک بیٹی رحمت نامی پیدا ہوئی جنہیں حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:833)

قرآن مجید میں زلیخا نام کیوں نہ ذکر کیا گیا

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی 1223ھ لکھتے ہیں:

وہ زلیخا تھی جس کا نام صراحتاً نہیں لیا گیا کیونکہ عورت کا نام عموماً بغیر قصد کے لینا بہتر نہیں ہے پردہ زیادہ مناسب ہوتا ہے اور اس میں ادب کی تعلیم بھی عطا فرمائی گئی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ادب کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو نام لے کر نہ پکارے بلکہ ایسے الفاظ سے خطاب کرے جن میں واضح طور پر نام کا ذکر نہ ہو۔ قرآن مجید میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے سوا کسی عورت کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔

(حاشیۃ الصاوی علی الجلالین: ج:3، ص:191)

حضرت یوسف علیہ السلام کے عدل وانصاف کی وجہ سے تمام مصر والوں کا محبت کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں عدل وانصاف قائم کیا حتیٰ کہ مصر کے تمام مرد اور عورتیں آپ علیہ السلام سے محبت کرنے لگیں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے لوگوں میں عدل وانصاف قائم کیا اور مصر کے تمام مرد اور عورتیں آپ علیہ السلام

سے محبت کرنے لگے۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:264 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس غلہ لینے جانا

جب قحط سالی عروج کو پہنچی تو ہر آدمی کے پاس غلہ ختم ہو گیا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس غلہ لینے آ گئے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کے بھائی بھی غلہ لینے آ گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ (یوسف:58)

اور یوسف کے بھائی (غلہ خریدنے مصر) آئے تو ان کے پاس گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو پہچاننا اور بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لینے گئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا مگر بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ○ (یوسف:58)

پس یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ اس کو نہ پہچان سکے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو پہلی نظر میں پہچان لیا

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب بھائی گئے تو آپ علیہ السلام نے انہیں پہلی نظر میں پہچان لیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں پہلی نظر میں پہچان لیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:298 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائی چالیس سال کے بعد ملے

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بھائیوں نے کنویں میں پھینکا تھا تو اس عرصہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے تک چالیس سال کا عرصہ گزر گیا تھا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چالیس سال کے بعد ملے جس کی وجہ سے وہ آپ علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب سے انہوں نے آپ علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا تھا اور اب جبکہ وہ آپ علیہ السلام کے پاس گئے ان کے درمیان

چالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اس لیے نہ پہچانا تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:298 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی وجوہات

بھائیوں نے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا اس کی وجوہات یہ تھیں کہ آپ علیہ السلام تخت شاہی پر جلوہ فرماتے اور آپ علیہ السلام کے سر پر شاہی تاج تھا اور ایک وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام نے بادشاہوں والا ریشمی لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور آپ علیہ السلام کے گلے میں سونے کا طوق تھا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

انہوں نے آپ علیہ السلام کو نہ پہچانا تھا کیونکہ آپ علیہ السلام تخت شاہی پر جلوہ فرماتے اور آپ علیہ السلام کے سر پر شاہی تاج تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ

نہ پہچاننے کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام نے بادشاہوں والا ریشمی لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور آپ علیہ السلام کے گلے میں سونے کا طوق تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:298 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے گلے میں سونے کا طوق پہنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب بھائی آئے تو آپ علیہ السلام نے گلے میں سونے کا طوق پہنا ہوا تھا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کے گلے میں سونے کا طوق تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:298 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے

مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ اس بارے میں متعدد احادیث مبارکہ ہیں چند درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:5356)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار پھینک دیا۔

اور ارشاد فرمایا:
تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کرتا ہے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا۔
جاؤ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے نفع حاصل کرو۔
اس نے کہا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو اس کو میں کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5358)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس چیزوں کو برا جانتے تھے۔
1- زردی یعنی مرد کو خلوق استعمال کرنا
2- سپید بالوں میں سیاہ خضاب کرنا
3- تہبند لٹکانا
4- سونے کی انگوٹھی پہننا
5- بے محل عورت کا زینت کو ظاہر کرنے یعنی شوہر اور محارم کے سوا دوسروں کے سامنے اظہار زینت۔
6- پانسا پھینکنا یعنی چوسر اور شطرنج وغیرہ کھیلنا
7- جھاڑ پھونک کرنا مگر معوذات سے یعنی جس میں ناجائز الفاظ ہوں ان سے جھاڑ پھونک منع ہے۔
8- تعویز باندھنا یعنی وہ تعویز باندھنا جس میں خلاف شرع الفاظ ہوں۔
9- پانی کو غیر محل میں گرانا یعنی وطی کے بعد منی کو باہر گرانا کہ یہ آزاد عورت میں بغیر اجازت ناجائز ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے اس سے مراد لواطت ہو۔
10- بچہ کو فاسد کر دینا مگر اس دسویں کو حرام نہیں کیا یعنی بچہ کے دودھ پینے کے زمانے میں اس کی ماں سے وطی کرنا کہ اگر حاملہ ہوگئی تو بچہ خراب ہو جائے گا۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4222)
ایک اور روایت میں ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا۔
پھر یہ فرمایا کہ
یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 57)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی (یہ ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے) اور کسم کے رنگے ہوئے کپڑے اور سونے کی انگوٹھی سے اور رکوع میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 29)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اس کو پہنتے وقت اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کر لیا کرتے تھے سو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور اس میں انگوٹھی کو اتار دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس انگوٹھی کو پہنتا تھا تو نگینہ کا رخ اندر کی طرف کر لیتا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

بخدا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا پھر لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(صحیح مسلم: 3559)

اور در مختار میں ہے۔

سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے۔

(درمختار ورد المحتار: کتاب الحظر والاباحۃ: فصل فی اللبس: ج:9، ص:593)

حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں سونے کا جواز

یہ جو روایت ذکر کی گئی ہے کہ آپ علیہ السلام کے گلے میں سونے کا طوق تھا اس سے یہ ہو سکتا ہے کہ شریعت یوسفی میں جائز ہو۔ نبی سے کبھی ناجائز فعل نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ حرام کا ارتکاب کرے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے گلے میں سونے کا طوق پہنا وہ آپ علیہ السلام کی شریعت میں جواز پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو مصر روانہ فرمانا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ملک مصر میں تو پہلے ہی سب کو معلوم تھا کہ عزیز مصر غلہ دیتے ہیں اردگرد کے علاقوں، ملکوں میں کہیں اعلان کرایا گیا کہ خود ہی پتہ لگ گیا ہر آنے والے کے ہاتھ افراد خانہ کے متعلق پوچھ گچھ کر کے سال کے لئے ایک اونٹ بوجھ (دو بوری) کم ناپ کر فروخت کی جاتی نہ کم نہ زیادہ اور یہ سب کچھ نہایت احتیاط سے ہوتا جس کے نگران اعلیٰ خود حضرت یوسف علیہ السلام یہاں تک کہ خبر پہنچتے پہنچتے تقسیم اول کے چھٹے ماہ کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو یا پہلے ان کے بیٹوں کو یہ خبر پہنچی کہ

وہاں بھی تھا اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بلایا۔
اور فرمایا کہ
جاؤ تم بھی اپنے اور گھر والوں کے لئے گندم خرید لاؤ۔
بیٹوں نے عرض کیا کہ
وہاں کے حکمران جابر اور عوام ظالم ہیں ہم کو نقصان نہ پہنچائیں۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے علم غیب کے ذریعہ فرمایا کہ
نہیں اب وہاں پہلے والے دور جہالت کے حالات نہیں ہیں۔
چنانچہ نہایت تیاریوں کے ساتھ والد گرامی کی پند ونصائح سن کر ملک مصر کی طرف چل پڑے جو کنعان سے اٹھائیس (28) منزل دور تھا ایک منزل تین کوس یعنی نو میل کی ہوتی تھی گویا صرف تقریباً سارا فاصلہ اسی (80) کوس یا بہتر (72) کوس بنتا ہے۔ جب مصر میں داخل ہوئے تو ان پر عوام یا اہل دربار نے جاسوسی کا شبہ کیا کیونکہ اتنا بڑا وفد ایک ہی علاقہ کا اس سے پہلے نہیں آیا تھا پھر ان کی زبان غیر تھی ان کی آپس کی گفتگو لوگوں کو شک میں ڈال دیتی تھی پولیس پیچھے لگ گئی یہاں تک کہ دربار شاہی کے پاس آگئے وہاں تفتیش ہوئی انہوں نے قسمیں کھا کر یقین دہانی کرائی کہ ہم جاسوس نہیں بلکہ قحط زدہ ہیں غلہ لینے آئے ہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:34 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں سے گھر کے تمام احوال پوچھنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب بھائی آگئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے گھر کے تمام احوال پوچھے اور اپنے بھائی کے بارے میں بھی پوچھا:
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں دیکھا اور انہوں نے آپ علیہ السلام سے عبرانی زبان میں کلام کی۔
تو آپ علیہ السلام نے پوچھا:
بتاؤ تم کون ہو اور تمہارا مدعا کیا ہے میں تو تمہارے کام کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔
انہوں نے کہا:
ہم شام سے آئے ہیں اور ہم جانور چراتے ہیں ہم سخت تکلیف میں مبتلا ہیں ہم آپ علیہ السلام کے پاس خوراک لینے آئے ہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
شاید تم میرے شہروں کو غیر محفوظ سمجھتے ہو۔
انہوں نے کہا:

نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہم تمام آپس میں بھائی ہیں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ہمارے بوڑھے اور سچے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی ہیں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تم کتنے بھائی ہو؟

انہوں نے کہا:

ہم بارہ تھے اور ہمارا ایک چھوٹا بھائی جنگل کی طرف گیا تھا اور ہلاک ہو گیا تھا۔ وہ ہمارے والد صاحب کو بہت پیارا تھا۔

پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا:

اب تم یہاں کتنے آئے ہو۔

انہوں نے کہا:

دس۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

گیارہواں بھائی کہاں ہے۔

انہوں نے کہا:

وہ ہمارے والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ اس کا ماں کی طرف سے بھائی ہلاک ہو گیا ہے اس لیے ہمارے والد صاحب اس سے تسلی اور سکون حاصل کرتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے پوچھا:

کیسے پتہ چلے گا کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔

انہوں نے کہا:

اے بادشاہ سلامت! ہم ایسی جگہ پر ہیں جہاں کوئی واقف نہیں ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:298 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے اپنی ذات کے متعلق پوچھا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے اپنی ذات کے متعلق پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی یوسف (علیہ السلام) بھائی تھا جس کو تم کنویں میں پھینک آئے تھے تو بھائی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگ گئے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب آپ علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا لیکن آپ علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ بادشاہ کا وہ پیالہ لایا گیا جس میں وہ پانی پیتا تھا وہ آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں رکھ دیا

پ علیہ السلام اسے ٹھوکر مارتے تو وہ بجنے لگ جاتا پھر ٹھوکر مارتے تو بجنے لگ جاتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہ جام مجھے تمہارے متعلق خبر دے رہا ہے۔کیا تمہارا کوئی علاتی بھائی تھا جس کا نام یوسف (علیہ السلام) تھا اس کا باپ تمہاری بنسبت اس سے زیادہ محبت کرتا تھا تم اس کو لے کر گئے تھے اور اسے کنویں میں پھینک دیا تھا اور تم نے اپنے باپ کو خبر دی تھی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے اور تم اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے تھے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگ گئے اور حیران ہو گئے کہ یہ جام تو ان کے متعلق سب کچھ بتا رہا ہے اسے کہاں سے پتہ چل گیا ہے۔

(جامع البیان:ج:12،ص:192 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو جاسوس فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں سے احوال پوچھا تو فرمایا کہ تم مجھے جاسوس لگ رہے ہو۔

حضرت ابی الجلد سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا۔

تمہارا معاملہ مجھے شک میں ڈال رہا ہے تم مجھے جاسوس لگتے ہو۔

انہوں نے کہا:

اے عزیز! ہمارا باپ بوڑھا ہے اور صدیق ہے اور ہم سچے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو زندہ فرماتا ہے جس طرح آسمان کی بارش سے زمین کو زندہ فرماتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں برتن تھا۔آپ علیہ السلام اسے کھٹکھٹا رہے تھے گویا یہ تمہارے متعلق خبر دے رہا ہے کہ تم جاسوس ہو۔

(جامع البیان:ج:13،ص:12 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائی بنیامین کے متعلق پوچھنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے حال واحوال پوچھتے وقت اپنے بھائی کے متعلق بھی پوچھا:

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

تم کتنے بھائی ہو۔

انہوں نے کہا:

ہم بارہ تھے اور ہمارا ایک چھوٹا بھائی جنگل کی طرف گیا تھا اور ہلاک ہو گیا تھا۔وہ ہمارے والد صاحب کو بہت پیارا تھا۔

پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا:

اب تم یہاں کتنے آئے ہو۔

انہوں نے کہا:

دس۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

گیارہواں بھائی کہاں ہے۔

انہوں نے کہا:

وہ ہمارے والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ اس کا ماں کی طرف سے بھائی ہلاک ہو گیا ہے اس لیے ہمارے والد صاحب اس سے تسلی اور سکون حاصل کرتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔

انہوں نے کہا:

اے بادشاہ سلامت: ہم ایسی جگہ پر ہیں جہاں ہمارا کوئی واقف نہیں ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:398 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام بھائیوں کو ہر اونٹ پر غلہ دیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب سب گھر کے احوال پوچھ لیے تو تمام بھائیوں کو ہر اونٹ پر غلہ دیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراالبغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان میں سے ہر ایک کو اونٹ کا بوجھ عطا فرمایا اور انہیں سامان خوراک مہیا کر دیا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:298 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا غلہ دینے کے بعد اپنے بھائی بنیامین کو لے کر آنے کا فرمانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام بھائیوں کو غلہ دے دیا تو فرمایا کہ اپنے باپ شریک بھائی کو میرے پاس لے آنا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ○ (یوسف:59)

اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا تم اپنے باپ شریک بھائی کو میرے پاس لے کر آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو لے کر آنے پر مزید ایک اونٹ دینے کا فرمانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو غلہ دے دیا تو فرمایا کہ اپنے بھائی کو لے کر آنا میں خوش ہو کر تمہیں تمہارے بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ دوں گا۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب آپ علیہ السلام نے ان کو سامان رسد وخوراک مہیا کردیا۔
تو ارشاد فرمایا:
اپنے بھائی کو ساتھ لے کر آنا اگر تم سچے ہو میں تم سے خوش ہو کر تمہیں تمہارے بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ دوں گا اور میں تمہیں مزید عزت سے نوازوں گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کتنا پورا پیمانہ دیتا ہوں اور کچھ کمی نہیں کرتا، میں کتنا مہمان نواز ہوں اور آپ علیہ السلام نے ان کی خوب ضیافت کی تھی یہ مجاہد کا قول ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:299 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کا سگا بھائی تھا

بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کا سگا بھائی تھا اور قرآن مجید میں جو باخ کا لفظ فرمایا گیا اس سے مراد سگا بھائی تھا جو کہ بنیامین ہے۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
باخ سے مراد بنیامین ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے۔
(جامع البیان: ج:13،ص:13 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں سب سے زیادہ مہمان نواز

حضرت یوسف نے بھائیوں کو جب غلہ دے دیا تو فرمایا کہ میں مصر میں سب سے زیادہ مہمان نواز ہوں۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
میں مصر کے مہمان نوازوں میں سے بہتر ہوں۔
(جامع البیان: ج:13،ص:12 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

مہمان نوازی عظیم نعمت

مہمان نوازی کرنا ایک عظیم نعمت ہے کہ جس سے مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کی ہے۔ مہمان نوازی کے ثبوت پر کثیر دلائل ہیں مگر چند عرض کیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 81)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 82)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 84)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا۔

میں فاقہ سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا۔

انہوں نے کہا:

اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا انہوں نے بھی اسی طرح کہا حتیٰ کہ سب نے یہی کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔

بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اس کو آج رات مہمان بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو میں مہمان بناؤں گا۔ وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔

اور بیوی سے پوچھا:

تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔

بیوی نے کہا:

صرف بچوں کا کھانا ہے۔

اس نے کہا:

بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں۔ جب وہ کھانا کھانے لگے تو تم چراغ کے پاس جا کر اس کو بجھا دینا پھر وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا جب صبح کو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے جو مہمان کے ساتھ (حسن) سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش ہوا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5242)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک انصاری کے پاس ایک مہمان نے رات گزاری۔ اس انصاری کے پاس صرف اپنا اور اپنے بچوں کا کھانا تھا۔

اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

بچوں کو سلا دو اور چراغ بجھا دو اور تمہارے پاس جو کھانا ہے وہ مہمان کے آگے رکھ دو۔

تب یہ آیت نازل ہوئی۔

جو لوگ محتاج ہونے کے باوجود اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5243)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور مہمان آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی مہمانی کے لئے کچھ نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا کوئی شخص اس کو مہمان نہیں بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔ انصار میں سے ابو طلحہ نام کے ایک شخص اٹھے اور وہ مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5244)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اور میرے دونوں ساتھی آئے اس وقت (مسلسل) مشقت کرنے سے ہماری سماعت اور بصارت جاتی رہی تھی خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پیش کرتے لیکن ہم کو کوئی قبول نہیں کرتا تھا پھر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں پر تین بکریاں تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمارے سامنے ان کا دودھ نکالو ہم ان کا دودھ نکالتے اور ہر شخص اپنا حصہ پی لیتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ اٹھا کر رکھ دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے جس طرح سے کوئی سونے والا بیدار نہ ہو اور جاگنے والا سن لے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جا کر نماز پڑھتے پھر اپنے حصہ کا دودھ پیتے۔ ایک رات کو شیطان میرے پاس آیا، اس وقت میں اپنے حصہ کا دودھ پی چکا تھا۔

اس نے کہا:

(سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انصار کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کو ان کی ضروریات کے مطابق ہدیے اور تحفے دیتے ہیں اور یہ جو دو چار گھونٹ دودھ پڑا ہے اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا حاجت ہوگی سو میں نے جا کر اس دودھ کو پی لیا اور جب وہ دودھ میرے پیٹ میں سما گیا اور میں نے جان لیا کہ اب اس کی کوئی سبیل نہیں ہے تو شیطان نے مجھے نادم کرنا شروع کر دیا۔

اور کہا:

تم پر افسوس ہے! یہ تم نے کیا کیا۔ تم نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دودھ پی لیا۔ اب جب وہ آئیں گے اور ان کو دودھ نہیں ملے گا تو وہ تم پر دعا ضرور کریں گے پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تمہاری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

میرے پاس ایک چادر تھی میں اگر اس کو پیروں پر ڈالتا تو سر کھل جاتا اور اگر سر پر ڈالتا تو پیر کھل جاتے مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اور میرے دونوں ساتھی سو رہے تھے انہوں نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے کیا تھا آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول سلام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ کے پاس آئے برتن کھولا تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھایا میں نے دل میں سوچا اب میرے لیے دعائے ضرر فرمائیں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! جو مجھے کھلائے اس کو کھلا اور جو مجھے پلائے اس کو پلا یہ سن کر میں نے چادر کو مضبوط باندھا اور چھری لے کر چلا کہ جو موٹی سی بکری ہو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کروں میں نے دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں بلکہ سب بکریوں کے تھن بھرے ہوئے ہیں میں نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کے برتنوں میں سے وہ برتن لیا جس میں وہ دودھ دوہتے تھے پھر میں نے اس میں دودھ دوہا حتیٰ کہ وہ جھاگ سے بھر گیا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم نے رات کو اپنے حصہ کا دودھ پی لیا تھا۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پی لیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پی لیا پھر مجھے دیا۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرمالیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرما کر پھر مجھے دیا۔ جب میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے ہیں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو پالیا ہے تو میں کھلکھلا کر ہنس پڑا اور ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے مقداد (رضی اللہ عنہ) یہ تمہاری ایک بری خصلت ہے۔
میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور میں نے ایسے ایسے کیا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ دودھ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت تھا تم نے مجھے اس وقت کیوں نہیں بتایا میں تمہارے دو ساتھیوں کو بھی جگا دیتا اور وہ بھی اس رحمت سے حصہ لے لیتے۔
میں نے عرض کیا:
قسم اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جب یہ دودھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پی لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے بھی پی لیا تو اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی اور اس دودھ کو پئے یا نہ پئے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5245)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سو تیس آدمی تھے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے۔
ہمارے ساتھ ایک شخص تھا اس کے پاس تقریباً ایک صاع (چار کلو گرام) آٹا تھا وہ آٹا گوندھا گیا پھر ایک پراگندہ بالوں والا دراز قد مشرک آیا جو اپنی بکریوں کو چرا رہا تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ بکریاں فروخت کرو گے یا یونہی بطور عطیہ ہبہ دو گے۔
اس نے کہا:
نہیں بلکہ فروخت کروں گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری لے لی اس کا گوشت تیار کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کلیجی بھونے کا حکم دیا۔
حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایک سوتیس آدمیوں میں سے ہر شخص کو اس کلیجی سے ایک حصہ دیا جو شخص موجود تھا اس کو حصہ دے دیا اور جو موجود نہیں تھا اس کا حصہ رکھ لیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت دو پیالوں میں ڈالا اور ہم سب نے اس میں سے کھایا اور سیر ہو گئے ان پیالوں میں کھانا پھر بھی بچ گیا میں نے اس کو اونٹ پر رکھ لیا یا جس طرح راوی نے بیان کیا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5247)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اصحاب صفہ فقراء لوگ تھے۔
ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ (ان میں سے) تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو بھی لے جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین کو لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے کر گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین کو لائے تھے۔
حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا:
(گھر میں) میں میرے والد (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور میری والدہ تھیں۔
راوی نے فرمایا ہے کہ
مجھے یاد نہیں شاید انہوں نے کہا تھا اور میری بیوی تھی اور ایک خادم تھا جو میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر مشترک تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شام کا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی جاتی پھر واپس لوٹتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرتے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ لیتی پھر جب رات کا آدھا حصہ گزر گیا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر آئے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی نے کہا:
آپ مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں رہ گئے تھے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا آپ لوگوں نے ان کو کھانا نہیں کھلایا۔
بیوی نے کہا:
انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا۔ ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا مگر وہ نہیں مانے۔
حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
میں (ڈر سے) بھاگ کر چھپ گیا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
او جاہل! اللہ تعالیٰ تیری ناک کاٹ ڈالے اور مجھے برا بھلا کہنے لگے اور مہمانوں سے فرمایا کھانا کھاؤ۔ اللہ کرے تمہارے لیے یہ کھانا خوش گوار نہ ہو۔
اور ارشاد فرمایا:
بخدا میں (یہ کھانا) اب کبھی بھی نہیں کھاؤں گا۔
حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
بخدا ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے نیچے سے اور نکل آتا تھا اور کھانا پہلے سے زیادہ ہو جاتا تھا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے سے زیادہ ہو گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب کھانے کو دیکھا تو وہ پہلے جتنا بلکہ اس سے زیادہ تھا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا۔
اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا ہے۔
انہوں نے کہا:
میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کھانے میں سے کھایا۔
اور فرمایا:
ان کا وہ قسم کھانا محض شیطانی فعل تھا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کھانا لے گئے آپ کے پاس صبح تک وہ کھانا رہا ان دنوں ہمارا ایک قوم سے معاہدہ تھا اور اب وہ مدت ختم ہو چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بارہ افسر مقرر کیے اور ہر افسر کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ جانے ان کی کتنی تعداد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھانا ان کے پاس بھیج دیا اور ان سب نے وہ کھانا کھایا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:5248)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہمارے گھر کچھ مہمان آئے اور میرے والد رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے تھے وہ

چلے گئے۔
اور مجھ سے فرمایا:
اے عبدالرحمان (رضی اللہ عنہ) اپنے مہمانوں کی خدمت کرنا۔
جب شام ہوئی تو ہم نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا۔
انہوں نے کہا:
جب تک گھر والے ہمارے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گے ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔
میں نے کہا:
وہ (میرے ابو) بہت تیز مزاج آدمی ہیں اگر تم نے کھانا نہیں کھایا تو مجھے خدشہ ہے کہ مجھے ان کی ڈانٹ سننی پڑے گی لیکن وہ نہیں مانے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو سب سے پہلے انہوں نے مہمانوں کے متعلق پوچھا:
کیا تم مہمانوں کو کھلا کر فارغ ہو گئے۔
گھر والوں نے کہا:
بخدا ابھی ہم فارغ نہیں ہوئے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
کیا میں نے عبدالرحمان (رضی اللہ عنہ) کو اس کے متعلق نہیں کہا تھا۔
حضرت عبدالرحمان (رضی اللہ عنہ) نے کہا:
میں ایک طرف ہٹ گیا۔
انہوں نے آواز دی۔
اے عبدالرحمان! (رضی اللہ عنہ) میں کھسک گیا۔
پھر انہوں نے کہا:
اے بیوقوف! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو آجا۔
حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
میں آ گیا۔
میں نے کہا:
بخدا میرا کوئی قصور نہیں ہے یہ آپ کے مہمان موجود ہیں ان سے پوچھ لیجئے میں ان کے پاس کھانا لایا تھا انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔
کیا سبب ہے تم نے ہمارا پیش کیا ہوا کھانا کیوں نہیں کھایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا۔
مہمانوں نے کہا:
بخدا ہم بھی نہیں کھائیں گے آپ کے بغیر۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
آج سے بدتر رات میں نے کبھی نہیں دیکھی تم لوگوں پر افسوس ہے تم لوگ ہماری دعوت کیوں نہیں قبول کرتے۔
پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:
میرا قسم کھانا شیطانی کام تھا چلو کھانا لاؤ۔
حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ
پھر کھانا لایا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ صبح کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔
اور عرض کیا۔
مہمانوں کی قسم تو پوری ہوگئی اور میری قسم پوری نہیں ہوئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پورا واقعہ سنایا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نہیں! تمہاری قسم سب سے زیادہ پوری ہوئی اور تم سب سے بہتر ہو۔
حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ
مجھے یہ یاد نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا کفارہ دیا تھا یا نہیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 5249)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک انصاری جن کی کنیت ابوشعیب تھی۔
انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ
اتنا کھانا پکاؤ جو پانچ شخصوں کے لئے کفایت کرے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مع چار اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے دعوت کروں گا۔ تھوڑا سا کھانا تیار کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے آئے۔ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ابوشعیب ہمارے ساتھ یہ شخص چلا آیا اگر تم چاہو اسے اجازت دو اور چاہو تو نہ اجازت دو۔
انہوں نے عرض کیا:

میں نے ان کو اجازت دی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5461)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے ایک دن رات اس کا جائزہ ہے اور ضیافت تین دن ہے اور تین دن کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ اس کے یہاں ٹھہرا رہے کہ اسے حرج میں ڈال دے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6138)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوالاحوص جشمی اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ
میں نے عرض کیا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فرمائیے کہ جس ایک شخص کے یہاں گیا اس نے میری مہمانی نہیں کی اب وہ میرے یہاں آئے تو اس کی مہمانی کروں یا بدلہ دوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بلکہ تم اس کی مہمانی کرو۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2013)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سنت یہ ہے کہ مہمان کو دروازہ تک رخصت کرنے جائے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3358)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مہمان نوازی تین دن ہے اور جائزہ (خاطر مدارات) ایک دن ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنے دن قیام کرے کہ اس کو گناہ میں مبتلا کرے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اس کو گناہ میں کیسے مبتلا کرے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
وہ اس کے پاس ایسی حالت میں قیام کرے کہ اس کے پاس اس کی مہمان نوازی کے لئے کچھ نہ ہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:4435)
قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:
جائزہ کا معنیٰ ہے مہمان کو تحفہ وغیرہ پیش کرنا۔
ایک قول یہ ہے کہ
تین دن مہمان کو کھانا کھلانے کے بعد اس کو روانہ کرے اور اس کے سفر کے لئے ایک دن ایک رات کا زادراہ پیش کرے یہ جائزہ ہے۔
تین دن سے زیادہ مہمان کا ٹھہرنا اس لیے حرام ہے کہ میزبان اس کی ضیافت کے لئے کسی ناجائز ذریعہ کو تلاش نہ کرے یا تنگ آ کر مہمان سے کوئی ناجائز بات نہ کرے۔
ایک قول یہ ہے کہ
مہمان کے لئے تین دن سے زیادہ قیام کرنا اس وقت حرام ہے جب اس کو یہ علم ہو کہ میزبان کے پاس تین دن سے زیادہ اس کو کھلانے کے جائز وسائل نہیں ہیں۔ اور اس کی وجہ سے میزبان کسی حرام کام میں مبتلا ہو جائے گا۔
تین دن سے زیادہ کی مہمان نوازی ضرورت مند پر صدقہ ہے اور جو غنی ہو اس کے لئے میزبان کی رضا اور خوشی کے بغیر مزید قیام کرنا حرام ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:6،ص:21 تا 22 مطبوعہ دارالوفاء بیروت)
علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہئے اور اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ تمام مسلمانوں کا مہمان نوازی کرنے پر اجماع ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ اور جمہور علماء کرام کے نزدیک مہمان نوازی سنت ہے واجب نہیں ہے اور لیث اور امام احمد کے نزدیک ایک دن اور ایک رات کی مہمان نوازی کرنا واجب ہے۔
ایک دن اور ایک رات کی مہمان کی خوب خاطر مدارات کرنی چاہئے اور حسب توفیق اس کو ہدیے وغیرہ دیئے جائیں اور دوسرے اور تیسرے دن اس کو معمول کے مطابق کھانا کھلائے۔ مہمان تین دن سے زیادہ قیام نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے زیادہ قیام کی وجہ سے میزبان اس کی غیبت کرے یا اس کی وجہ سے مہمان کے معمولات میں خلل ہو، مہمان کی مصروفیات کی وجہ سے میزبان کو ضرر پہنچے یا وہ اس کے متعلق بدگمانی کرے اور گناہ میں مبتلا ہو۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے۔
اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات:12)
زیادہ گمان کرنے سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

یہ اس صورت میں ہے جب مہمان، میزبان کے مطالبہ کے بغیر تین دن سے زیادہ قیام کرے لیکن اگر میزبان نے خود اس کو زیادہ قیام کے لئے کہا یا اس کو علم ہو یا گمان ہو کہ اس کا زیادہ قیام میزبان پر بار نہیں ہے بلکہ وہ اس پر خوش ہے تو پھر اس کے قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(شرح مسلم: ج:8،ص:4758 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

بعض نے کہا کہ مہمان نوازی واجب ہے اور ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (مختلف مہمات پر) روانہ کرتے ہیں، (بعض اوقات) ایسے لوگوں کے پاس قیام کرنا پڑتا ہے جو ہماری ضیافت نہیں کرتے (اس صورت میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم لوگوں کے پاس جاؤ اور وہ تمہاری معمول کے مطابق مہمان نوازی کریں (تو فبھا) اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے اس قدر وصول کرلو جتنا مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6137)

حضرت ابو کریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک رات تو مسلمان پر مہمان کا حق ہے جو شخص کسی مسلمان کے گھر رہے تو وہ اس مسلمان پر قرض ہے اب مہمان چاہے تو میزبان سے قرض وصول کرے اور چاہے چھوڑ دے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:3750)

حضرت ابو کریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو اور صبح تک وہ مہمان محروم رہے تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر حق ہے حتیٰ کہ اس مہمان کی ضیافت اس قوم کے مال اور ان کے کھیت سے وصول کرلی جائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:3751)

یہ احادیث امام احمد اور لیث کے دلائل ہیں کہ ایک رات کی مہمان نوازی کرنا میزبان پر واجب ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی 544ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ احادیث مبارکہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں جب بالعموم مسلمان تنگ دست تھے اس وقت لوگوں پر یہ واجب تھا کہ مسافروں اور مہمانوں کی ضیافت کریں اور اگر وہ ضیافت نہ کریں تو مہمان کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ بقدر ضیافت ان سے وصول کرلے اور جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مال غنیمت کے ذریعہ مسلمانوں کو اس سے مستغنی کردیا تو یہ حکم ساقط ہو گیا

خصوصاً اس آیت مبارکہ سے

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ:188)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث اضطرار کی حالت پر محمول ہے یعنی جب مہمان یا مسافر کو کھانے کے لئے کچھ نہ ملے اور نہ کھانے کی صورت میں اس کو موت کا خطرہ ہو تب وہ اتنی مقدار جبراً بھی لے سکتا ہے جس سے اس کی جان بچ جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

پہلے اہل ذمہ پر یہ شرط لگائی گئی تھی کہ جب مجاہدین ان کے علاقے سے گزریں تو ان پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کی ضیافت کریں اور یہ ان علاقوں میں شرط تھی جن کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جو علاقے فتح کیے گئے تھے ان میں یہ شرط تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:6، ص:23 مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ نے ان احادیث کو استحباب کی تاکید پر محمول کیا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے ہر بالغ پر غسل جمعہ واجب ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ

جو لوگ مہمان کی ضیافت نہ کریں ان کی مذمت کرنا مباح ہے۔

اور تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ

یہ احادیث مبارکہ اضطرار کی حالت پر محمول ہیں اور قاضی عیاض کے باقی جوابوں کا رد کیا ہے۔

(شرح مسلم: ج:8، ص:4759 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی ایک دن اور ایک رات مہمان نوازی کی

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ایک دن اور ایک رات شاہی مہمان خانے میں بٹھایا اور خوب مہمان نوازی کی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دن ایک رات ان کو ٹھہرایا اور عزت افزائی کی بہترین مہمان خانے میں بٹھایا بہت اچھے عمدہ کھانے اور پھل کھلائے حالانکہ خود حضرت یوسف علیہ السلام ان قحط کے سات سالوں میں روزے رکھتے رہے اور سحری افطار بھی بالکل معمولی فرماتے بادشاہ اور اہل دربار کو صرف چوبیس گھنٹے میں دوپہر کا کھانا دیا جاتا باقی رعایا کو دو وقت مگر تین تہائی کے حساب سے ماہانہ خوراک ملتی اور دیگر مہمانوں کو عام لنگر خانے سے پوری خوراک دو وقت ملتی لیکن ان کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے شاہی مہمان خانے میں رکھا گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:41 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کو نہ لانے پر حضرت یوسف علیہ السلام کا غلہ نہ دینے کا کہنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کو غلہ دے دیا تو فرمایا کہ اپنے باپ شریک بھائی کو میرے پاس لے کر آنا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں اگر تم ان کو میرے پاس نہ لائے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی غلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ۝ (یوسف:60)

پس اگر تم اس کو میرے پاس نہیں لائے تو میرے پاس تمہارے لیے بالکل غلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے

جس سامان کے بدلہ میں بھائیوں نے غلہ خریدا وہ سامان واپس چپکے سے حضرت یوسف علیہ السلام نے بوریوں میں رکھوا دیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی عزت و احترام کیا اور انہوں نے جس سامان کے بدلہ میں غلہ خریدا حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے وہ سامان دوبارہ بوریوں میں رکھوا دیا تاکہ یہ دوبارہ غلہ خریدنے آئیں۔

حافظ ابن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

جب بھائی واپسی کی تیاری کرنے لگے تو آپ علیہ السلام نے اپنے کارندوں سے کہا کہ جس سامان کے عوض انہوں نے غلہ خریدا ہے وہ ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو اس طرح کہ انہیں محسوس تک نہ ہو تا کہ یہ اسے لے کر دوبارہ لوٹ سکیں۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:835)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بوریوں میں غلہ کے عوض کا سامان دوبارہ کیوں رکھوایا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جس سامان کے عوض غلہ دیا تھا کہ وہ سامان کیوں رکھوایا تھا اس کی چند وجوہات ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

فرمایا گیا کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ اندیشہ تھا کہ ان کے پاس اور سامان نہیں ہوگا جس کے عوض غلہ خریدنے کے لئے یہ دوبارہ آ سکیں۔

بعض نے کہا:

آپ علیہ السلام نے اپنے باپ اور بھائیوں سے غلہ کا معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ

آپ علیہ السلام کا خیال یہ تھا کہ جب وہ غلہ کھولیں گے اور اس میں یہ چیزیں پائیں گے تو انہیں اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں سمجھیں گے اور ضرور واپس کرنے کے لئے لوٹیں گے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:835.....)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائی کی قید ضروری کیوں لگائی

تفسیر نعیمی میں ہے۔
علماء کرام فرماتے ہیں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے بِاَخٍ لَّكُمْ فرمایا باخیکم نہ فرمایا تا کہ پتہ لگے کہ تمہارا ایک اور بھائی ہونا تمہارے قول کے اوپر ہے نہ معلوم سچ ہے یا جھوٹ اس لیے اس کو لانا ضروری ہے دو وجہ سے۔
ایک وجہ یہ ہے کہ
غلہ صرف قحط زدہ لوگوں کو دیا جاتا ہے تم لوگوں کے علاقہ میں قحط ہے یا نہیں اس کا علم تو تم کو ہے مگر ثبوت دینا پڑے گا جس کا طریقہ یہ ہے کہ تم نے اپنے بھائی کا ذکر کیا ہے اس کو لاؤ اگر یہ بات سچی ثابت ہوئی تو باقی باتیں بھی سچی ثابت ہو جائیں گی اگر یہ ہی جھوٹی ہوئی تو باقی باتیں قحط زدہ ہونے کی وغیرہ وغیرہ بھی غلط ہوں گی اس لیے پھر تم کو کچھ نہ ملے گا اور جھوٹے ہونے کی بنا پر تم میرے قرب خاص اور شاہی مہمان بننے کے لائق نہ رہو گے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ
اس دفعہ تم لوگوں کے کہنے کی بناء پر ان لوگوں کا غلہ بھی تم کو دیا گیا جو یہاں آئے نہیں اور یہ صرف تمہاری خصوصیت ہے ورنہ اور کسی شخص کسی قافلے والے کے ساتھ نہ ایسا حسن سلوک کیا گیا نہ غیر موجود کا حصہ دیا گیا اس لیے ہماری اس رعایت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانا بلکہ آئندہ اپنے بھائی کو لے کر آنا تا کہ آئندہ کا حصہ اور سابقہ کا ثبوت مہیا ہو۔ اور کسی بھی معترض کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے اگر چہ کسی کو اعتراض کی مجال تو نہیں مگر انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ دامن عدل بے داغ ہونا چاہیے۔
(تفسیر نعیمی: ج: 13، ص: 42 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کو لانے کا وعدہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم بنیامین کو نہ لائے تو میں آئندہ تمہیں غلہ نہیں دوں گا تو بھائیوں نے کہا ہم اس بارے میں اس کے باپ کو راضی کریں گے اور ہم یہ ضرور کرنے والے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ○ (یوسف: 61)
انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق باپ کو راضی کریں گے اور ہم یہ ضرور کرنے والے ہیں۔

اعتراض

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بنیامین سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اس کی جدائی میں ان کو بہت رنج اور قلق ہو گا تو انہوں نے بنیامین کو اپنے باپ کے پاس سے بلوانے کے لئے کیوں اقدام کیا اور اپنے باپ کو رنج اور قلق میں ڈالنے کا کیوں انتظام کیا؟

جواب

اس اعتراض کے چند جوابات ہیں۔

1- ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہو کہ وہ بنیامین کو بلوائیں اور انہوں نے اتباع وحی میں یہ اقدام کیا تا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مزید رنج وغم میں مبتلا ہوں اور اس طرح ان کا ثواب اور زیادہ ہو۔

2- ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارادہ ہو کہ اس کاروائی سے حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے پر متنبہ ہو جائیں کیونکہ خصوصیت سے بنیامین کو بلوانے والے حضرت یوسف علیہ السلام ہی ہوسکتے تھے دونوں سگے بھائی تھے۔

3- حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارادہ ہو کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اچانک دونوں بیٹے ملیں گے تو ان کو بہت زیادہ خوشی ہوگی۔

4- حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو صرف ملاقات کے لئے بلایا تھا۔

اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ۔

اس کو مستقل اپنے ساتھ رکھ لیں گے اور جانے نہیں دیں گے لیکن جب بنیامین کی حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دونوں نے اپنا اپنا حال سنایا تو بنیامین نے واپس جانے سے انکار کردیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہنے پر اصرار کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

تم کو روکنے کی یہی صورت ہے کہ تم پر چوری کا الزام لگوادیا جائے۔

بنیامین نے کہا:

مجھے منظور ہے۔

(زادالمسیر: ج:4،ص:249 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

ضمانت کے طور پر شمعون کو روکنا

جب بھائیوں نے کہا کہ ہم بنیامین کو ضرور لائیں گے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اس کی ضمانت میں ایک بھائی چھوڑ جاؤ تو انہوں نے قرعہ اندازی کر کے شمعون کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس چھوڑ دیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

تب سب بیک آواز بولے اسی وقت یا کچھ دیر علیحدہ مشورہ کرنے کے بعد سب کی طرف سے ایک شخص بولا کہ اچھا ہم کوشش کر دیکھیں گے یا اس طرح کہ صاف صاف یہ سب گفتگو بتادیں جس سے وہ مجبور ہو جائیں بھیجنے پر یا اس طرح کہ ہم ان سے اپنی بھی خواہش ظاہر کریں کہ ہاں واقعی بھیجنا چاہئے یا کوئی اور تدبیر سوچیں گے جس سے اس بھائی کے بارے میں اس کے باپ کو ہم بہلا پھسلا سکیں اور بے شک ہم اے عزیز مصر ہم سب مل کر اس کام کو کر ڈالیں گے۔ ہمیں یقین ہے۔

تفاسیر میں ہے کہ
اس بات کو سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
اپنی بات کرنے کے لئے تم ضمانت کے طور پر ایک بھائی کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ تو انہوں نے قرعہ ڈالا کئی بار نام شمعون کا نکلتا رہا یہ شمعون دوسرے نمبر پر بڑا بھائی تھا عمر میں بڑا بھائی سب سے روبیل تھا۔ شمعون شروع سے ہی (حضرت) یوسف علیہ السلام کا خیر خواہ تھا اسی نے مشورہ دیا تھا کہ قتل مت کرو کنوئیں میں ڈال دو اب قرعہ میں بھی اسی کا نام نکلا لہٰذا اس کو روک لیا گیا اور اس کا غلہ بھیج دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:42 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا پیسوں کی تھیلی سامان میں رکھوانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامان میں پیسوں کی تھیلی رکھوائی تا کہ واپس لوٹ آئیں۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (یوسف:62)
یوسف نے اپنے کارندوں سے کہا ان کے پیسوں کی تھیلی ان کے سامان میں رکھ دو تا کہ جب یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں تو اس کو پہچان لیں شاید وہ (پھر) واپس آجائیں۔

بھائیوں کا ثمن چمڑا تھا

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
وہ ثمن چمڑا تھا۔
بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ
وہ مقل (گوگل) کے ستو کی آٹھ بوریاں تھیں۔
امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
پہلا قول اصح ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:299 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے پیسے واپس سامان میں کیوں رکھے؟

حضرت یوسف علیہ السلام کو جو بھائیوں نے پیسے دیئے تھے وہ واپس رکھوا دیئے۔ علماء کرام نے ان پیسوں کو واپس رکھنے کی چند وجوہات بیان کی ہیں۔
1- شاید وہ لوٹانے کا حق پہچان لیں اور دونوں بدلوں کو لوٹانے کی تکریم کے حق کو پہچان لیں جب وہ مصر کی طرف واپس آئیں۔

2-بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے احسان اور نیکی اور ان کی عزت کی خاطر ان کے پیسے واپس لوٹا دیئے تھے تاکہ دوبارہ آنے کی انہیں زیادہ ترغیب ملے یعنی
لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ
تاکہ وہ ہمارے اپنی عزت پہچان لیں۔
3-بعض علماء کرام فرماتے ہیں۔
جب آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ باپ اور بھائیوں سے ان کی حاجت کے باوجود ان سے قیمت وصول کرنا باعث ملامت اور اخلاق عالیہ کے خلاف ہے تو آپ علیہ السلام نے ان کی رقم واپس کردی اور پھر مہربانی کرتے ہوئے اس طرح واپس کی انہیں پتہ بھی نہ چلا۔
4-الکلبی نے کہا ہے کہ
اس خوف سے واپس کی کہ والد صاحب کے مزید دراہم نہ ہوں گے جو یہ دوبارہ لے کر آئیں گے۔
5-بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ علیہ السلام کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی دیانت انہیں پیسے لوٹانے پر برانگیختہ کرنے کی غلطی کو دور کرنے کے لئے اور اس کو وہ اپنے پاس رکھنا حلال نہ سمجھیں گے (اور پیسے واپس لوٹنے ضرور آئیں گے)

(معالم التنزیل: ج:3، ص:300 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

6-امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کارندوں سے کہا کہ
انہوں نے غلہ کی جو قیمت دی ہے وہ ان کی بوریوں میں رکھ دو اور اس طرح رکھو کہ ان کو بالکل پتا ہی نہ چلے تاکہ جب گھر لوٹیں تو اس رقم کو دیکھ کر دوبارہ آجائیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے کسی حکمت کی وجہ سے وہ تھیلی ان کی بوریوں میں رکھوائی تھی۔
اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں۔
1-جب وہ گھر جا کر بوریاں کھولیں گے اور ان کو اپنی قیمت واپس مل جائے گی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرم اور آپ علیہ السلام کی سخاوت سے متاثر ہوں گے اور دوبارہ جانے کے لئے راغب ہوں گے جب کہ انہیں غلہ کی طلب بھی تھی۔
2-حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خطرہ تھا کہ شاید ان کے والد محترم کے پاس مزید غلہ خریدنے کے لئے رقم نہ ہو اس لیے انہوں نے وہ قیمت بوریوں میں رکھ دی۔
3-حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا کہ وہ قحط کا زمانہ ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے والد محترم کا ہاتھ تنگ ہو تو وہ اس طرح باپ کی کچھ خدمت کردیں۔

4- ایام قحط میں جبکہ ان کے بھائیوں اور باپ کو غلہ کی سخت ضرورت تھی تو ایسے حالات میں انہوں نے ان کو قیمتاً غلہ دینا کرم کے خلاف اور برا جانا اس لیے چپکے سے وہ رقم واپس کر دی۔

5- حضرت یوسف علیہ السلام کا گمان تھا کہ جب ان کے بھائی سامان میں رقم کی تھیلی دیکھیں گے تو یہ خیال کریں گے کہ شاید سہو اور نسیان سے ان کی یہ رقم ہماری بوریوں میں آ گئی ہے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد ہیں اور وہ ضرور اس رقم کو واپس کرنے آئیں گے یا یہ معلوم کرنے آئیں گے کہ آخر کس سبب سے ہماری بوریوں میں یہ رقم کی تھیلی آ گئی۔

6- حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہا اور ایسے طریقہ سے کہ ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کا احسان ظاہر ہو اور نہ ان کو عار محسوس ہو۔

7- حضرت یوسف علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ ان کے والد کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے بیٹوں پر کریم ہیں تاکہ وہ اپنے بیٹے کو ان کے پاس بھیجنے میں خطرہ محسوس نہ کریں۔

8- حضرت یوسف علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ وہ یہ جان لیں کہ میں جو ان کے بھائی کو بلوا رہا ہوں تو اس پر ظلم کرنے کے لئے نہیں بلا رہا اور نہ غلہ کے دام چڑھانے کے لئے بلا رہا ہوں۔

9- چونکہ یہ تنگی کا زمانہ تھا اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ ان کی کچھ مدد کی جائے اور چونکہ چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ تھا اس لیے اس رقم کو بوریوں میں چھپا کر رکھ دیا۔

10- حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اس کے ساتھ انتہائی ظالمانہ اور بے رحمانہ سلوک کیا تھا جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور فیاضانہ سلوک کریں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سب سے افضل عمل بتائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عقبہ (رضی اللہ عنہ) جو شخص تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو جو تم کو محروم کرے اس کو عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2406)

امام ابن النجار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص تم سے تعلق توڑے تو اس سے تعلق جوڑو اور جو تم سے برا سلوک کرے تم اس سے اچھا سلوک کرو اور حق بات کہو خواہ وہ تمہارے خلاف ہو۔

(کنز العمال: رقم الحدیث: 6929)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق کیا

حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیے آپ علیہ السلام کو پہلے کنویں میں ڈالا پھر قافلے والوں کے ہاتھ فروخت کیا اور آپ علیہ السلام کو مارا بھی اور قتل کی دھمکی بھی دی الغرض حضرت یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم وستم کیے مگر آپ علیہ السلام نے برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا بلکہ اپنے ان ظلم کرنے والے بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق کیا جب بھائی آپ علیہ السلام کے پاس آئے تو اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور ان کو شاہی مہمان خانے میں رکھا اور اعلیٰ سے اعلیٰ مہمان نوازی کی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بھائیوں کا اتنا ظلم کرنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اخلاق کرنا آپ علیہ السلام کی شان نبوت ہے کہ نبی اپنی قوم پر شفیق ہوتا ہے۔

حسن اخلاق کی تاکید

حسن اخلاق ایک عظیم عمل ہے جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب خاص حاصل کر لیتا ہے تو اس کی دنیا وآخرت کامیاب ہو جاتی ہے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی میں رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کرنے پر بے شمار فرامین ہیں چند درج ذیل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری وصیت اس وقت کی جب میں گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 1716)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے آسان کام کو اختیار کرتے تھے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام سے سب سے زیادہ دور ہونے والے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حدود توڑی جائیں اگر اللہ تعالیٰ کی حدود توڑی جاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3560)

حضرت علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ فضول اور بے مقصد باتوں اور کاموں کو ترک کر دے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث. 2318)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت سعید بن مسیب نے روایت کیا ہے کہ
کیا میں تم کو اس کام کی خبر نہ دوں جس میں نماز اور صدقہ سے بہت زیادہ خیر ہے۔
لوگوں نے کہا:
کیوں نہیں۔
انہوں نے کہا:
دو آدمیوں میں صلح کرانا اور تم بغض رکھنے سے اجتناب کرو یہ نیکیوں کو کاٹ ڈالتا ہے۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:1722)
حضرت یحییٰ بن سعید نے روایت کیا ہے کہ
مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ
انسان اپنے حسن اخلاق سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کے اجر کو پالیتا ہے۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4798)
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں تم میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ حسن اخلاق کو مکمل کر دوں۔
(مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:1723)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کو مارنے کے لئے جھپٹے۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:
اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک یا دو ڈول پانی بہا دو کیونکہ تم آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:6128)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جب تم کسی گناہ کے بعد کوئی نیک کام کر لو گے تو وہ اس گناہ کو مٹا دے گا اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق کے ساتھ پیش آؤ۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1987)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کے بندوں میں سے ایک ایسے بندہ کو پیش کیا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا:

تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟

اس نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! تو نے مجھے اپنا مال عطا فرمایا تھا اور میں لوگوں میں خرید و فروخت کرتا تھا اور میرا خلق یہ تھا کہ میں لوگوں سے درگزر کرتا تھا میں امیر آدمی کے لئے آسانی کرتا تھا اور غریب آدمی کو مہلت دیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں تمہاری بہ نسبت درگزر کرنے کا زیادہ مستحق ہوں۔

(پھر فرشتوں سے فرمایا)

میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3480)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومنین میں سے سب سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہو اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کا اپنی بیویوں کے ساتھ خلق سب سے بہتر ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1162)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں جنت کے وسط میں اس شخص کے گھر کا ضامن ہوں جو اپنا موقف برحق ہونے کے باوجود جھگڑے کو ترک کر دے اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں گھر کا ضامن ہوں کہ وہ خواہ مذاق کر رہا ہو، جھوٹ نہ بولے اور اس شخص کے لئے جنت میں سب سے بلند درجہ میں گھر کا ضامن ہوں جس کا خلق سب سے اچھا ہو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4800)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں صالح اخلاق کو پورا کردوں۔
(مستدرک: ج:2، ص:613)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
قیامت کے دن میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ میری مجلس کے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے اور میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ میری مجلس سے دور وہ لوگ ہوں گے جو تکلف سے زیادہ باتیں کرتے ہوں گے اور فصاحت و بلاغت بگھارتے ہوں گے اور اپنے فضائل کا اظہار کر کے تکبر کرتے ہوں گے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2018)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ
کس چیز کی وجہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے ڈر اور حسن خلق کی وجہ سے۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ
کس چیز کی وجہ سے زیادہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
منہ اور شرم گاہ کی وجہ سے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2004)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
(مجھ کو رخصت کرتے وقت) جب میرا پاؤں رکاب میں تھا تو سب سے آخر میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی اس میں ارشاد فرمایا:

اے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔

(موطا امام مالک: رقم الحدیث: 1716)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بری باتوں کے کرنے والے سے بغض رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2002)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق سب سے اچھا تھا ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا۔

میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں چلا گیا حتیٰ کہ میں بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر مجھے گدی سے پکڑا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم پر بے حد درود و سلام)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے انس (رضی اللہ عنہ) وہاں جاؤ جہاں جانے کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔

میں نے کہا:

جی ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جا رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں سات سال یا نو سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا مجھے علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے متعلق یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں کیا یا کسی کام کے متعلق یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4773)

حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق تمام اولین و آخرین سے بڑھ کر ہے حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی

کرہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق کیا اور ان کی مہمان نوازی کی جبکہ وہ آپ علیہ السلام کے خونی رشتہ دار بھائی تھے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہے خونی رشتہ دار تھے یا غیر تھے حتیٰ کہ کفار کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اخلاق کیا اور ہمیشہ کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق پر بے شمار احادیث مبارکہ ہیں مگر میں چند حصول رضا الٰہی عزوجل کے لئے نقل کرتا ہوں۔

ہشام بن عامر سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

اے ام المومنین رضی اللہ عنہا! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق بتائیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

کیا تم قرآن مجید نہیں پڑھتے؟

میں نے کہا:

کیوں نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 746)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے **قد افلح المومنون** سے لے کر دس آیتیں پڑھیں۔

اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق سب سے اچھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت میں سے جو بھی بلاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے:

لبیک اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ○ (القلم: 4)

بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔

جو بھی عمدہ اخلاق تھے وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو اسی لیے عظیم کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق کے جامع تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

(موطا امام مالک: رقم الحدیث: 1677)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھ سے اف نہیں کہا اور میں جو کام کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور میں نے جس کام کو ترک کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں ترک کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے اور کوئی ریشم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ ملائم نہیں تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے بڑھ کر کسی مشک اور عطر کی خوشبو نہیں سونگھی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6911)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً فحش گفتار تھے نہ تکلفاً اور نہ بازار میں بلند آواز سے باتیں کرتے تھے اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2016)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا ما سوا جہاد فی سبیل اللہ کے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کسی عورت کو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2328)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی اجازت طلب کی اس وقت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ اپنے قبیلہ کا برا شخص ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی جب وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بہت نرمی سے بات کی جب وہ چلا گیا۔

تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق وہ فرمایا تھا جو فرمایا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بہت نرمی سے بات کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جس کو لوگ اس کی درشت کلامی (بدگفتاری) کی وجہ سے چھوڑ دیں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6032)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ہم نشینوں کے ساتھ سیرت کے متعلق سوال کیا۔
تو انہوں نے کہا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت رہتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت نرم مزاج تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنا بہت سہل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدمزاج اور سخت دل نہ تھے نہ بدگفتار تھے نہ لوگوں کے عیوب بیان کرتے تھے نہ بخل کرتے تھے۔ فضول باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی امید لے کر آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مایوس نہیں کرتے تھے اور کسی کو نامراد نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے تین چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحث و تکرار، زیادہ باتوں اور بے مقصد کاموں میں نہیں پڑتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے بھی تین چیزیں چھوڑ دی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کی نہ مذمت کرتے تھے اور نہ اس کا عیب نکالتے تھے اور نہ کسی کی پوشیدہ چیز معلوم کرتے تھے اور صرف اسی معاملہ میں بات کرتے تھے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب کی امید ہوتی تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس اس طرح اپنے سروں کو جھکا لیتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوتے تب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات میں بحث نہیں کرتے تھے اور جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا تو سب اس کی بات ختم ہونے تک خاموش رہتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرکائے مجلس ہنستے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے تھے اور جس چیز پر وہ تعجب کرتے آپ بھی اس پر تعجب کرتے تھے۔ جب کوئی اجنبی شخص سختی سے بات کرتا یا سوال کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرتے تھے حتیٰ کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اس پر سختی کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔
جب تم دیکھو کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو طلب کر رہا ہے تو تم اس کے ساتھ نرمی کرو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر نوازش اور عطا کے اپنی تعریف کو قبول نہیں کرتے تھے۔ ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو کچھ عطا کرتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول کر لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے کلام کو منقطع نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ شخص حق سے تجاوز کرتا تو اس کی بات کاٹ کر اس کو روکتے یا اٹھ جاتے۔
(شمائل ترمذی: رقم الحدیث: 352).
ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے مانگنے پر نہیں نہ فرمایا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6034)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے مہینہ میں کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ قرآن مجید دہراتے تھے اور جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3220)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کچھ عطا فرمائیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں ہے لیکن تم میری ضمانت پر خرید لو میرے پاس مال آیا تو میں ادا کروں گا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر چکے ہیں اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قادر نہیں ہیں اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکلف نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ناپسند کیا۔
پھر انصار کے ایک شخص نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیجئے اور عرش والے سے مال میں کمی کا خوف نہ کریں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوئی۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔
(شمائل ترمذی، رقم الحدیث: 356)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ربیع بن معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک خوشا اور کچھ ککڑیاں یا جو لے کر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دونوں ہاتھوں میں زیورات اور سونا دیا۔ (شمائل ترمذی: 357)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کے جواب میں ہدیہ دیتے تھے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2585)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر مجھے ایک پائے کی دعوت بھی دی جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1338)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند کرتے تھے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2754)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور پرانے گھی کی دعوت دی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول فرما لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تاحیات چھڑا نہیں سکے۔
(شمائل ترمذی: رقم الحدیث: 4610)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔
اور کہنے لگی کہ
مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم مدینہ منورہ کے جس راستہ میں چاہو بیٹھ جاؤ میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4818)
ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بلواتے اور میں آ کر وحی لکھتا اور ہم جب کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر کرتے۔

(شمائل ترمذی: رقم الحدیث: 344)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص تھا جس کے کپڑوں پر زعفران کے رنگ کے نشان تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے منہ پر ایسی بات نہیں کہتے تھے جو اس کو ناگوار ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

تم اس شخص سے کہو کہ وہ ان نشانات کو دھولے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4182)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے اندر جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا معمولات تھے۔

انہوں نے کہا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت کے تین حصے کرتے تھے۔

ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے

ایک حصہ گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے

اور ایک حصہ اپنی ذات کے لئے

پھر جو حصہ اپنی ذات کے لئے تھا اس کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے پس اپنے خصوصی فیوض کو خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وسیلہ سے عام مسلمانوں تک پہنچادیتے اور ان سے کوئی چیز روک کر نہ رکھتے اور جو وقت کا حصہ امت کے لئے تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب فضیلت کو گھر میں آ کر ملاقات کرنے کی اجازت دیتے اور ان کی دینی فضیلت کی ترتیب کے اعتبار سے ان پر وقت کو تقسیم کرتے ان میں سے کسی کو ایک چیز کی ضرورت ہوتی کسی کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی اور کسی کی بہت ضروریات ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ضروریات پوری کرنے میں مشغول ہوتے اور ان کو ان کی اپنی اور باقی امت کی اصلاح کے کاموں میں مصروف رکھتے اور ان سے ان کے مسائل معلوم کرتے اور ان کے حسب حال ان کو ہدایات دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔
تم میں سے حاضر، غائب تک یہ ہدایات پہنچادے اور تم میرے پاس ایسے شخص کی حاجت بھی پہنچادیا کرو جو اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جو شخص کسی ایسے انسان کی حاجات صاحب اختیار تک پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی ہی چیزوں کا ذکر کیا جاتا تھا اس کے علاوہ اور کسی (فضول) بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول نہیں کرتے تھے۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم کی طلب لے کر آتے تھے اور جب واپس جاتے تھے تو علم کا ذائقہ چکھ چکے ہوتے تھے اور نیکی کے رہ نما بن چکے ہوتے تھے۔
پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے پوچھا:
گھر سے باہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا معمولات تھے؟
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف بامقصد کلام کرتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تالیف کرتے تھے اور ان سے انسیت رکھتے تھے ان کو متنفر نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم کے معزز آدمی کی تکریم کرتے اور اس کو اس کی قوم کا حاکم بنا دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈراتے اور لوگوں کے شر سے خود کو محفوظ رکھتے۔ اپنے اصحاب کے حالات کی تفتیش کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ عام لوگ کس حال میں ہیں۔ اچھی چیز کی تحسین اور تقویت کرتے اور بری چیز کی مذمت کرتے اور اس کو کمزور کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میانہ روی سے کام لیتے اور مسلمانوں کے احوال سے غافل نہ رہتے مبادا وہ غافل اور سست ہو جائیں یا اکتا جائیں ہر حالت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکمل تیاری ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق بات میں تقصیر کرتے نہ تجاوز کرتے۔ مسلمانوں میں سے بہترین لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس ہوتے جو شخص لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے درجہ والا ہوتا۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے پوچھا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کیسی ہوتی تھی۔
انہوں نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نشست برخواست کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی تھی وہاں بیٹھ جاتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بھی اسی کا حکم دیتے تھے۔ اور اپنے ہم نشینوں میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہم نشین یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس سے زیادہ معزز ہے۔ جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا تو جب تک وہ خود نہ چلا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی حاجت پیش کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے عذر بیان کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشادہ پیشانی اور خوش اخلاقی سب لوگوں کے لئے عام تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کے لئے بہ منزلہ باپ تھے اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب لوگوں کے حقوق یکساں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و[illegible]
مجلس علم، حیاء، صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ اس میں نہ آوازیں بلند ہوتی تھیں اور نہ کسی پر عیب لگایا جاتا تھا۔ اگر بالفرض [illegible]
سے غلطی ہو جائے تو اس کو آشکارا نہیں کیا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام مجلس والے برابر تھے بلکہ ان کو تقو[illegible]
وجہ سے دوسروں پر برتری حاصل ہوتی تھی وہ سب منکسر اور متواضع تھے۔ مجلس میں بڑوں کی تعظیم کرتے تھے اور چھوٹوں [illegible]
شفقت کرتے تھے۔ ضرورت مندوں کے لئے ایثار کرتے تھے اور مسافر کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2754)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لے کر آئی جس کے کناروں پر بنائی کی ہوئی تھی۔

اس نے کہا:

میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہناؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر کی
ضرورت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے وہ چادر لے لی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہ طور تہبند باندھ کر
آئے۔ ایک شخص نے اس چادر کی تحسین کی۔

اور کہا:

یہ بہت اچھی چادر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر مجھے دے دیں۔

مسلمانوں نے اس شخص سے کہا۔

تم نے اچھا نہیں کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے اس چادر کو پہنا تھا پھر تم نے آپ صلی اللہ علیہ و[illegible]
سے وہ چادر مانگ لی حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔

اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے پہننے کے لئے یہ چادر نہیں مانگی میں نے تو اپنا کفن بنانے کے لئے یہ چادر مانگی ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر وہ چادر اس کا کفن بن گئی۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1277)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا۔

السام علیکم (تم پر موت آئے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

تم پر موت آئے اور تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) رک جاؤ تم نرمی کو لازم رکھو اور تم موجب عار باتوں اور بدکلامی سے اجتناب کرو۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا تھا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے ان کی بات ان پر لوٹا دی تھی اور ان کے متعلق میری دعا قبول ہوگی اور میرے متعلق ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6030)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی وہاں لے جاتی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6072)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آ گئے۔ ایک وادی جس میں بہت زیادہ درخت تھے وہاں سب کو نیند آ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی اور ہم لوگ سو گئے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے اور اس وقت اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس اعرابی نے مجھ پر تلوار سونت لی میں بیدار ہوا تو وہ برہنہ تلوار لیے ہوئے کھڑا تھا۔
اس نے کہا:
تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔
میں نے تین بار کہا۔
اللہ تعالیٰ۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2910)
ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس الا[قرع] بن حابس تمیمی بھی بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے کہا:

میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5997)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حاجت طلب کی جاتی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔

تم (اس کی) سفارش کرو تم کو اجر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1432)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے۔ ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا میں نے دیکھا کہ اس چادر کو سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر نشان پڑ گئے تھے۔

پھر اس اعرابی نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے اس سے مجھے دینے کا حکم دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6088)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز پسند ہوتی تو آپ [صلی] اللہ علیہ وسلم اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3563)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو سوا اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور جب بھی کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ کی حرمات اور اس کی حدود کو کسی نے پامال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے لئے انتقام لیتے تھے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2328)

ایک اور روایت میں ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
ایک دن انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنگ احد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن آیا تھا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ اٹھائی ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف یوم عقبہ (جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کی گھاٹیوں میں جا کر تبلیغ کی تھی) کو اٹھائی تھی اس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا میں جو کچھ کہتا تھا اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا پھر میں انتہائی افسردگی کے ساتھ چل پڑا میں اس وقت قرن الثعالب میں تھا اور میرا غم ابھی دور نہیں ہوا تھا میں نے سر اوپر اٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا تھا میں نے دیکھا تو وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔
انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا:
بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو کیا پیغام سنایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں اس کو حکم دیں پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا۔
پھر کہا۔
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تو میں ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالوں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3231)
ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مشرکین کے خلاف دعا کیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا مجھے تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2599)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں مزاح بھی کرتا ہوں لیکن میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔
(مجمع الزوائد: رقم الحدیث 14201)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرماتے تو ہم دل میں کہتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت دور ہو جاتی تو میں دیکھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ کشادہ رو سب سے زیادہ خوش طبع اور سب سے زیادہ حسین لگتے۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 2477)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں کنواری لڑکی کے چہرے سے زیادہ شرم وحیاء ہوتی تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے جان لیتے تھے۔
(مجمع الزوائد: رقم الحدیث: 14205)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میرے اوپر آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا اور وہ اسرافیل ہیں اور ان کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

انہوں نے کہا:

للسلام علیك یا محمد ۔
میں آپ کے پاس آپ کے رب عزوجل کا پیغام لانے والا ہوں مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو نبی اور عبد رہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا انہوں نے تواضع کرنے کا اشارہ کیا۔
پس اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:
اگر میں نبی بادشاہ کہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 13309)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا کپکپا رہا تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا:
تم آرام اور اطمینان سے کھڑے رہو کیونکہ میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت سکھا کر کھاتی تھی۔
(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1282)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی رات کے وقت بھی جو کی روٹی کھانے کے لئے بلاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جاتے تھے۔
(معجم الصغیر: رقم الحدیث: 41)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کی طرف گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی ٹھیک کرنے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ سے جوتی لے لی۔
اور ارشاد فرمایا:
یہ خود پسندی اور خود کو دوسرے پر ترجیح دینا ہے اور میں خود پسندی کو پسند نہیں کرتا۔
(مسند البزار: رقم الحدیث: 2468)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ اپنے اونٹ پر سفر کر رہے تھے جس نے ان کو تھکا دیا تھا (یعنی وہ تیز نہیں چل رہا تھا) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے چھوڑنے کا ارادہ کیا۔

وہ کہتے ہیں کہ

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آ ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اس اونٹ پر ایک ضرب لگائی پھر وہ اس قدر تیز چلنے لگا کہ اس طرح کوئی اونٹ نہیں چل رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے یہ اونٹ چالیس دراہم کے عوض فروخت کر دو۔

میں نے کہا:

نہیں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا قیمت لے لیں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ

مجھے فروخت کر دو تو میں نے چالیس دراہم کے عوض اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کر دیا اور میں نے اس پر سوار ہو کر مدینہ اپنے گھر تک جانے کا استثناء کر لیا پس جب میں اپنے گھر پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ لے گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی نقد قیمت ادا کر دی اور ایک قیراط زیادہ دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھیج کر مجھے بلوایا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اونٹ خریدنے کے لئے تمہیں قیمت کم دی ہے جاؤ یہ اونٹ لے جاؤ اور یہ دراہم بھی لے جاؤ

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 715)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہ بکریاں عطا فرما دیں پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا۔

اور کہنے لگا کہ

اے میری قوم! اسلام لے آؤ کیونکہ خدا کی قسم! بے شک (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ فقر و غربت کا خوف نہیں رہتا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2312)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں رہنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء فرمانے والے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ

کوئی چیز ناپسند ہوتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے جان لیتے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2320)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس الاقرع بن حابس تمیمی بھی بیٹھا ہوا تھا۔
اس نے کہا:
میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:
جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5997)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
گویا کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے ان کی قوم نے ان کو زدوکوب کیا اور ان کا چہرہ خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے دعا کر رہے تھے کہ اے میرے رب عزوجل! میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6929)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی مذمت نہیں کی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز پسند ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3563)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان کے ساتھ اپنا منہ لگایا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس اپنا سر ہٹا لیا حتیٰ کہ وہ خود سر ہٹا تا تھا اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ہو حتیٰ کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑا لیتا تھا۔
اور امام ترمذی کی روایت میں ہے۔

جب کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے حتیٰ کہ وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ہاتھ چھڑا لیتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے چہرہ نہیں پھیرتے تھے حتیٰ کہ وہ شخص خود اپنا چہرہ پھیر لیتا تھا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:4794)(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2490)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک عورت نے مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کسی راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی حاجت پیش کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ام فلاں! تم مدینہ کی گلیوں میں سے کسی گلی میں بھی بیٹھ جاؤ میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا اس عورت نے ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ اس کی حاجت پوری کر دی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2326)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کرتے تھے جنازہ کے ساتھ جاتے تھے خادم کی دعوت قبول کر لیتے تھے اور دراز گوش پر سوار ہو جاتے تھے۔ میں نے خود جنگ خیبر کے دن دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار تھے اس کی لگام خشک گھاس کی تھی۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:1017)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش کی ننگی پشت پر سوار ہوتے تھے اور خادم کی دعوت کو قبول فرما لیتے تھے اور زمین پر سوتے تھے اور زمین پر بیٹھ جاتے تھے اور زمین پر (بیٹھ کر) کھاتے تھے۔

اور فرماتے تھے کہ

اگر مجھے بکری کے ایک پائے کو کھانے کی بھی دعوت دی گئی تو میں چلا جاؤں گا اور اگر مجھے بکری کی ایک دستی کی بھی دعوت دی گئی تو میں اس کو قبول کر لوں گا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث:1338)

حضرت یوسف علیہ السلام نے رقم کجاووں میں رکھوائی یا بوریوں میں

حضرت یوسف علیہ السلام کو غلہ کے عوض جو بھائیوں نے رقم دی تھی وہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بوریوں میں دو

لکھوائی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کارندوں سے فرمایا کہ
ان لوگوں کی قیمت میں دی ہوئی پونجی ڈال دو ان ہی کے سامان میں یا گندم کی بوریوں میں جس کو وہ سی رہے تھے یا ان کے کجاووں، بستروں میں۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ کجاوے اور بستر بھائیوں کے قبضے میں تھے اور بوریاں ابھی کارندوں کے پاس تھیں اور قیمت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اگر بستروں یا کجاووں میں قیمت واپس رکھی جاتی تو یا اسی وقت پتہ لگ جاتا یا راستے میں جب کبھی بستر کھولتے جبکہ گندم کی بوریاں گھر ہی جا کر کھلنی تھیں اور منشاء یوسفی بھی یہی تھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:51 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو بنیامین ساتھ لے جانے کا کہنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی واپس گھر پہنچ گئے تو انہوں نے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں غلہ لینے سے دوبارہ روک دیا گیا ہے آپ علیہ السلام ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تا کہ ہم دوبارہ غلہ لے آئیں۔اور ہم اس کی حفاظت بھی کریں گے۔
قرآن مجید میں ہے:
فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○
(یوسف:63)
پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمیں (آئندہ) غلہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لا سکیں اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

سامان کھولنے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا کہنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی گھر جاتے ہی اور سامان کھولنے سے پہلے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ورنہ ہمیں غلہ نہیں ملے گا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
جب وہ نو بھائی مصر سے واپس اپنے شہر اور اپنے گھر لوٹے تو جاتے ہی گھر میں گھستے ہی سب کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا جان ہم آئندہ سال کے لئے غلہ لینے سے منع کر دیئے گئے ہیں۔
روایتوں میں ہے کہ
ابھی سامان بھی نہیں کھولا تھا کہ یہ پیغام سنا دیا یا اس لیے کہ دربار یوسفی کی گزری ہوئی چند گھڑیاں عزت افزائی، دعوتیں. محبت بھری گفتگو اتنی یاد آ رہی تھیں کہ جلد از جلد دوبارہ حاضری کے لئے دل بیقرار ہو رہے تھے اور محبت پھوٹی پڑ رہی تھی۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:52 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا شمعون کے متعلق پوچھنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے شمعون کو حاضر نہ پایا تو ارشاد فرمایا کہ شمعون کہاں ہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
والد محترم نے پوچھا:
شمعون کہاں ہے تو سارا واقعہ سنا دیا کہ ہم نے جب حاضری دی تو اہل مصر اور وہاں کی انتظامیہ نے ہم پر جاسوسی کی تہمت لگا کر عزیز مصر کی عدالت میں پیش کر دیا انہوں نے چھان بین کی تو ہم نے بتا دیا کہ ہمارا ایک بھائی اور بھی ہے جو گھر میں بوڑھے والد محترم کی خدمت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔
عزیز مصر نے کہا کہ
اگر تم سچے ہو تو اس کو لے کر آنا اور اس دفعہ ہم کو اسی بھائی کا حصہ اور آپ کا حصہ بھی دیا گیا ہے لیکن آئندہ سال جب تک بنیامین کو لے کر نہیں جائیں گے اس وقت بالکل گندم نہ ملے گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہم کو جھوٹا سمجھا جائے اور دھوکہ دہی کے الزام میں قید ہی کر لیا جائے لہٰذا ابا جان تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو بھیج دینا ضرور ضرور اور پہلی غلطی کو مد نظر مت رکھنا اب ایسی غلطی نہ ہوگی بلکہ بے شک ہم اس کی خوب حفاظت کرنے والے ہوں گے اگر یہ بھائی چلے تو ہم غلہ ناپ تول سے پا سکتے ہیں۔
(تفسیر نعیمی ج 13 ص 52 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو اعتبار یوسف علیہ السلام کی مانند اعتبار کا جواب دیا

جب بیٹوں نے کہا کہ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ورنہ ہم کو دوبارہ غلہ نہیں ملے گا ہم اس کی خوب حفاظت کریں گے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا کہ میں اس کے متعلق تم پر اس طرح اعتبار کروں گا جس طرح میں اس سے پہلے اس کے بھائی کے متعلق تم پر اعتبار کر چکا ہوں۔
قرآن مجید میں ہے:

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (یوسف:64)

(ان کے باپ نے) کہا کیا اس کے متعلق میں تم پر اس طرح کروں جس طرح میں اس سے پہلے اس کے بھائی کے متعلق تم پر اعتبار کر چکا ہوں پس اللہ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب سے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

یہ تو خیر ہوئی کہ اللہ اس کی حفاظت فرمانے والا ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو خیر ہوئی کہ اللہ اس کی حفاظت فرمانے والا ہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا:
اب بیٹو کیا اب پھر تم پر اعتماد کرلوں اس بنیامین کے بارے میں ویسا ہی جیسا کہ میں نے ایک دفعہ پہلے تم پر اعتبار کر لیا تھا کے بھائی یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں یہ تو خیر ہوئی کہ اللہ اس کی حفاظت فرمانے والا ہے اور وہی اللہ سبب ماں باپ، دوست احباب، رشتے داروں وغیرہ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو اب بھی اللہ ہی اچھا ہے حفاظت کرنے والا ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:52 نعیمی کتب خانہ لاہور)

سامان کھولتے وقت پیسوں کی تھیلی پانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سامان کھولا تو انہوں نے سامان میں پیسوں کی تھیلی پائی۔
قرآن مجید میں ہے:
وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ (یوسف:65)
اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اس میں انہوں نے اپنے پیسوں کی تھیلی دیکھی جو ان کی طرف لوٹا دی گئی تھی۔

بوری میں دی ہوئی رقم اوپر رکھی ہوئی تھی

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سامان کھولا اور بوریوں کو کھولا تو ہر بوری میں دی ہوئی قیمت اوپر ہی رکھی ہوئی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
گفت وشنید کے بعد اپنے سامان کی طرف متوجہ ہوئے یا خود والد محترم نے ان سے فرمایا کہ اچھا سامان کھولو تا کہ گھر میں جانے سے پہلے برکت کی دعا کی جائے سامان ابھی تک باہر اونٹوں پر ہی لدا ہوا تھا وہاں سے اٹھا کر لائے اور جب بوریوں کو کھولا ہر بوری میں اس کی دی ہوئی قیمت اوپر رکھی ہوئی تھی۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:61 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ان کا رقم کی تھیلی پا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو مزید یقین دلانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے رقم کی تھیلی ہر بوری میں پائی تو بہت خوش ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہنے لگے اے ہمارے والد محترم اس سے بڑھ کر اور ہمیں کیا چاہئے کہ ہماری رقم کی تھیلی واپس کر دی گئی ہے ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت بھی کریں گے اور ایک اونٹ پر لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ○ (یوسف:65)
انہوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمیں اور کیا چاہئے! یہ ہماری رقم کی تھیلی ہمیں لوٹا دی گئی ہے ہم اپنے گھر والوں

کے لئے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ پر لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے اور (بادشاہ کے لئے) یہ تو معمولی مقدار ہے۔

ہمیں رقم بھی واپس کردی گئی

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو مزید یقین دلایا کہ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بھیج دیں اس سے بڑھ کر اور ہم کیا چاہتے ہیں کہ ہمیں رقم بھی واپس کردی گئی ہے اور ہمیں پورا پورا پیمانہ دیا گیا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

(انہوں نے کہا)

اور ہم کیا چاہتے ہیں ہمارے پیسے بھی واپس کردیئے گئے ہیں اور ہمیں پورا پورا پیمانہ دیا گیا ہے ہم ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لائیں گے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:17 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جانا دو وجہ سے ضروری ہوا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جانا دو وجہ سے ضروری ہوا ایک غلہ لانا دوسرا شمعون کو چھڑانا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

چونکہ ہمیں جانا ضروری ہے دو وجہ سے۔

ایک یہ کہ

غلہ لانا ہے جس کے بغیر گزارہ نہیں۔

دوسرا یہ کہ

اپنے بھائی شمعون کو چھڑانا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:61 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر بیٹوں سے عہد لینا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو ساتھ بھیجنے پر بیٹوں سے یہ عہد لیا کہ ان کو واپس ضرور لے آؤ گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ (یوسف:66)

(ان کے باپ نے) کہا میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتیٰ کہ تم اللہ کو گواہ کر کے مجھ سے یہ عہد نہ کرو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس لے کر آؤ گے ماسوا اس کے کہ تم کسی مصیبت میں گھر جاؤ۔

ں کا عہد پورا کرنے پر حامی بھرنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے عہد لیا کہ تم بنیامین کو واپس ضرور لاؤ گے تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عہد کرلیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ○ (یوسف:66)

جب انہوں نے اپنے باپ سے عہد کرلیا تو اس نے کہا ہم جو عہد کررہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔

عہد کا معنیٰ اور اقسام

عہد کا معنیٰ ہے قول، اقرار اور معاہدہ وغیرہ۔

علامہ راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

کسی چیز کی حفاظت اور اس کی بتدریج رعایت کرنے کو عہد کہتے ہیں اور جس چیز کا عہد کیا جائے اس کو پورا کرنا لازم ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○ (بنی اسرائیل:34)

اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

عہد کی کئی قسمیں ہیں۔

1-اللہ تعالیٰ کا عہد کبھی ہماری عقلوں میں مرکوز اور ہماری فطرت میں پیوست ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا عہد ہماری عقلوں مرکوز ہے۔

2-اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی وساطت سے کتاب اور سنت کے ذریعہ ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس کے تمام احکام پر عمل کریں گے۔

3-کبھی کوئی عبادت ابتداءً ہم پر لازم نہیں ہوتی ہم نذر مان کر اس عبادت کو اپنے اوپر فرض کرلیتے ہیں یہ نذر بھی ہمارا عہد ہے۔

4-دو عقد کرنے والے آپس میں کوئی بات طے کرلیتے ہیں اور اس کو وثیقہ یا اسٹامپ پیپر پر لکھ لیتے ہیں۔

5-مسلمان حکومتیں کافر حکومتوں سے باہمی حکومتوں سے باہمی دلچسپی کا کوئی معاملہ طے کرلیتی ہیں مثلاً تجارت یا صنعت و حرفت اور ثقافت سے متعلق امور۔

6-مسلمان حکومت اہل کتاب سے جزیہ لے کر ان کے جان و مال کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتی ہے اس کو بھی عہد کہتے ہیں عہد کی ان تمام اقسام کا پورا کرنا لازم ہے۔

(المفردات: ج:2، ص:455 مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ)

عہد کو پورا کرنے کا حکم

عہد کو پورا کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل:34)
اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

مومنوں کا اللہ تعالیٰ سے عہد

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:
کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر صبح وشام اللہ تعالیٰ سے عہد کرے۔
پوچھا گیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ ہر صبح اور شام کو یہ کہے کہ اے اللہ عزوجل! آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے، غیب اور شہادت کو جاننے وا[لے] میں تیری طرف اس دنیا کی زندگی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں یہ شہادت دوں گا کہ تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو وا[حد] ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں تو مجھے میرے [نفس] کی طرف نہ سونپ دینا کیونکہ اگر تو نے مجھے میرے نفس کی طرف سونپ دیا تو وہ مجھے خیر سے دور اور شر سے قریب کر دے گا [اور] میں تیری رحمت کے سوا اور کسی چیز پر اعتماد نہیں کرتا پس تو میرے لیے اپنے پاس عہد کر لے جس کو تو قیامت کے دن پورا کر[ے] بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پس جب وہ یہ کلمات پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ ان کلمات پر مہر لگا کر ان کو عرش کے نیچے [رکھ] دے گا اور جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ تعالیٰ کے پاس عہد ہے پھر وہ [لوگ] کھڑے ہو جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔
(مستدرک: رقم الحدیث:3418)

عہد شکنی پر وعیدیں

جس نے کسی سے عہد کیا اسے پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ عہد کے متعلق بروز قیامت پوچھا جائے گا عہد شکنی کے متعلق احادیث مبارکہ ہیں مگر چند نقل کرتا ہوں۔
حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے نوکروں اور بال [بچوں کو] جمع کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

عہد شکن کے لئے قیامت کے دن جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص سے بیعت کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت ہے اور میرے علم میں اس سے بڑی عہد شکنی نہیں ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرے اور پھر اس سے جنگ کرنا شروع کر دے اور مجھے تم میں سے جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ اس شخص سے بیعت توڑ رہا ہے اور اس بیعت کو قائم نہیں رکھا رہا میرے اور اس کے درمیان تعلق منقطع ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7111)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن عہد شکن کے لئے جھنڈا بلند کیا جائے گا۔

اور فرمایا جائے گا کہ

یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6177)

بیٹوں نے رب محمد عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے عہد لیا کہ تم ان کو واپس ضرور لاؤ گے تو انہوں نے رب محمد عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی۔

تفسیر نعیمی میں ہے کہ

والد محترم کی یہ بات سن کر سب نے بڑے زوردار اور پرخلوص جذبات کے ساتھ قسمیں کھائیں۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ

انہوں نے آخر میں کہا کہ

ہم کو رب محمد (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم۔

تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کا قلبی خلوص اور جذبۂ محبت محسوس فرمالیا یہ جذبہ اور خلوص اس وقت نہ تھا جبکہ واقعہ یوسف پیش آیا خلوص قلبی کی شان ہی جداگانہ ہے خلوص ہو تو اشاروں کنایوں سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے اسی خلوص کو دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی باتوں کو بیٹوں کی باتوں کے ساتھ شامل فرما کر ایک درجہ دیتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ۝

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:62 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو الگ الگ دروازے سے داخل ہونے کا فرمانا

جب بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عہد کرلیا کہ ہم بنیامین کو واپس ضرور لے آئیں گے تو آپ علیہ السلام فرمایا کہ تم ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازے سے داخل ہونا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ قَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ (یوسف:67)

اور اس نے کہا اے میرے بیٹو (شہر میں) تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے نظر لگنے کی وجہ سے الگ الگ دروازے سے داخل ہونے کا فرمایا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو الگ الگ دروازے سے داخل ہونے کا اس لیے فرمایا کہ ان کو نظر لگنے سے بچایا جائے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیٹوں پر نظر لگنے کا خطرہ تھا اس لیے انہوں نے علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کا حکم فرمایا تھا۔

(جامع البیان: ج:13،ص:17 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نظر لگنے کی تحقیق

نظر لگنا برحق ہے اور اس کے متعلق کئی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ جن سے نظر لگنے پر تصریح ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نظر برحق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھورنے سے منع فرمایا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5740)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نظر بد کے دم کرانے کا حکم فرمایا تھا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5738)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ تمہارے باپ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام بھی دم کرتے ہوئے فرماتے تھے میں (تم کو) شیطان، ہر زہریلے کیڑے اور نظر لگانے والی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3371)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ سہل بن حنیف نے خرار (مدینہ کی ایک وادی) میں غسل کیا اور انہوں نے اپنا جبہ اتارا اور عامر بن ربیعہ ان کو دیکھ رہے تھے اور سہل گورے رنگ کے بہت خوبصورت شخص تھے۔

عامر بن ربیعہ نے انہیں دیکھ کر کہا۔
اتنے گورے رنگ کا اتنا خوبصورت شخص میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ سہل کو اس وقت بخار چڑھ گیا پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بتایا کہ سہل کو بہت تیز بخار چڑھ گیا ہے اور وہ آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہل کے پاس تشریف لے گئے۔
اور سہل نے بتایا کہ
اس طرح مجھے عامر نے نظر بھر کر دیکھا تھا پھر مجھے بخار چڑھ گیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر سے فرمایا کہ
تم کیوں اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو اور تم نے یہ کیوں نہیں کہا۔
تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ ۔
(جب دیکھنے والا کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو اس کی نظر نہیں لگے گی)
بے شک نظر کا لگنا برحق ہے تم اس کے لئے وضو کرو عامر نے ان کے لئے وضو کیا پھر وہ بالکل تندرست ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے۔
سنن ابن ماجہ میں ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ
اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے اور گھٹنوں کو اور ازار کے اندر جسم کا حصہ دھوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے غسالہ کو سہل کے اوپر بہایا جائے۔
(مؤطا امام مالک: 1747، سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3509)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جعفر کی اولاد پر نظر بہت جلد لگتی ہے کیا میں اس پر دم کرایا کروں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے۔
(سنن الترمذی: رقم الحدیث:2059)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ (اس کا رنگ سرخی مائل سیاہ تھا یا زرد تھا بہر حال اس کے چہرے کا رنگ اصل رنگ کے خلاف تھا)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس پر دم کراؤ کیونکہ اس پر نظر لگی ہوئی ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5739)

ان احادیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ نظر کا لگنا برحق ہے اور نظر کبھی انسان کو قتل بھی کر دیتی ہے جیسا کہ مؤطا کی حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتے ہو اس پر تمام امت کے علماء کا اجماع ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے بعض بدعتی فرقوں نے نظر لگنے کا انکار کیا ہے لیکن احادیث صحیحہ، امت کا اجماع اور مشاہدہ ان کے انکار کو رد کرتا ہے کتنے لوگ ایسے ہیں جو نظر لگنے کی وجہ سے اپنی جان کھو بیٹھے تاہم نظر لگنا یا نہ لگنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے اذن پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (البقرہ:102)
اور وہ اللہ کے اذن کے بغیر اس جادو سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے۔
اصمعی نے کہا:
میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی نظر بہت لگتی تھی اس نے سنا کہ ایک گائے بہت زیادہ دودھ دیتی ہے اس کو یہ بہت اچھا لگا۔

اس نے پوچھا:
وہ کون سی گائے ہے۔
لوگوں نے کوئی اور گائے بتائی اور اس کو مخفی رکھا لیکن وہ دونوں گائیں مر گئیں۔
اصمعی نے کہا:
میں نے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب مجھے کوئی اچھی چیز لگتی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے ایک

کی حرارت خارج ہوتی ہے۔
ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس کو کوئی چیز اچھی لگے تو یہ کہے۔
تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ
ترجمہ: ''اللہ برکت والا ہے جو سب سے حسین پیدا کرنے والا ہے اے اللہ! اس چیز میں برکت دے۔''
جب کوئی شخص کسی اچھی چیز کو دیکھ کر یہ کہے گا تو پھر اس کی نظر نہیں لگے گی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو ارشاد فرمایا تھا۔
جس شخص نے یہ کلمات نہیں کہے اور اس کی نظر لگ گئی تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے۔ اور اگر وہ غسل نہ کرے تو اس کو غسل کرنے پر مجبور کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر وجوب کے لئے ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ جب اس شخص کی ہلاکت کا خطرہ ہو جس پر اس کی نظر لگی ہے اور کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کو نفع سے روکنا اور اس کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے اور غسل کے بعد اس شخص کا غسالہ اس پر بہایا جائے جس پر نظر لگی ہے۔ جس شخص کی نظر کا لگنا مشہور ہو اس کو لوگوں کے پاس جانے سے روک دیا جائے تا کہ لوگوں کا ضرر نہ ہو۔
بعض علماء نے کہا کہ
قاضی یا حاکم کو چاہئے کہ اسے اس کے گھر میں بند کر دے اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس کو سرکاری طور پر رزق بھی مہیا کرے اور لوگوں کو اس کی اذیت سے بچائے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
اس کو شہر بدر کر دیا جائے لیکن مؤطا امام مالک کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے کہ وہ ان اقوال کو مسترد کرتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو گھر میں بند کیا تھا نہ شہر بدر کیا تھا بلکہ کبھی کسی نیک آدمی کی بھی نظر لگ جاتی ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ ہی اس کی وجہ سے کسی کو فاسق کہا جا سکتا ہے۔ بعض احادیث مبارکہ میں نظر لگ جانے کے بعد دم کرانے کا ارشاد ہے اور بعض احادیث مبارکہ میں جس کی نظر لگی ہے اس کو غسل کرا کر اس کے غسالہ کو اس پر ڈالنے کا حکم ہے جس کو نظر لگی ہے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کس کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیا جائے۔
(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:197 تا 199 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سوال

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کسی شخص کے دیکھنے سے دوسرے شخص کو ضرر کیوں کر پہنچ جاتا ہے حالانکہ وہ اس کے جسم تک کو نہیں چھوتا جس کی وجہ سے ضرر کا حکم لگایا جائے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے طبائع اور ان کے بدنوں کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کی آنکھ سے زہر نکل کر دوسرے کے بدن میں پہنچ جاتا ہے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ

جس شخص کو آشوب چشم ہو اور تندرست آدمی اس کو دیکھے تو اس کو بھی بیماری لگ جاتی ہے اس طرح بعض بیماریوں تندرست آدمی بیماریوں کے پاس بیٹھے تو اس کو وہ بیماری لگ جاتی ہے اگر کسی آدمی کو جمائیاں آ رہی ہوں تو اس کے پاس ہوئے شخص کو بھی جمائیاں آنے لگتی ہیں اسی طرح افعیٰ (سانپ) کے ساتھ نظر ملانے سے بھی اس کا زہر سرایت کر جاتا ہے اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ کسی شخص کی نظر سے ضرر کا پہنچنا اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے اور اس کے اذن اور اس کی مشیت پر موقوف ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر دوران خطبہ ارشاد فرمایا:

سفید دھاری دار سانپ اور دم بریدہ سانپ کو قتل کر دو کیونکہ یہ دونوں بصارت کو زائل کر دیتے ہیں اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3297)

اس حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ سفید دھاریوں والے سانپ کے دیکھنے سے بصارت چلی جاتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے اس طرح بعض افاعی (سانپ) ایسے ہیں کہ ان کی نظر سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ اسی طرح انسان کا بعض لوگوں سے اس نوع کا تعلق ہوتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے انسان کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو جاتا ہے اور بعض لوگوں سے انسان اس قدر خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ ان کے دیکھنے سے اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور یہ سب نظر کی تاثیرات ہیں اسی طرح بعض لوگوں کے دیکھنے سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے اور بعض کو دیکھنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ روح کی تاثیرات ہیں اور ارواح مختلف ہوتی ہیں۔ بعض روحوں کے طبائع، کیفیات، قوتیں اور خواص بہت جلد تاثیر کرتی ہیں کیونکہ وہ روح بہت خبیث ہوتی ہے اور محض کسی شخص کو دیکھتے ہی اس میں تاثیر کرتی ہے اور بعض روحیں دوسرے شخص کے بدن کے ساتھ اتصال کے بعد تاثیر کرتی ہیں اور اس کی آنکھوں سے ایک معنوی تیر نکل کر دوسرے کے جسم میں پیوست ہو جاتا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی مشیت کے بغیر یہ تاثیر نہیں ہوتی۔

اور اس کا علاج یہ ہے کہ

اگر معلوم ہو کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے تو اس کو غسل کرا کر اس کا غسالہ نظر لگنے والے شخص پر ڈالا جائے ورنہ یہ دعا کر کے اس پر دم کیا جائے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامة من کل شیطان وهامة ومن کل عین لامة۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3371)

میں ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے اور ہر نظر بد سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(فتح الباری: ج: 3، ص: 200 تا 201 مطبوعہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان پر نظر لگنے کا اندیشہ تھا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو مختلف دروازوں سے داخل ہونے کا اس لیے فرمایا کہ آپ علیہ السلام کو ان پر نظر لگنے کا اندیشہ تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن کعب سے روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام کو ان پر نظر لگنے کا اندیشہ تھا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:19 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں پر نظر لگنے کا خوف تھا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو مختلف دروازوں سے داخل ہونے کا اس لیے فرمایا کہ آپ علیہ السلام کو اپنے بیٹوں پر نظر لگنے کا خوف تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہیں اپنے بیٹوں پر نظر کا خوف تھا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:19 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا فرماتے ہیں۔

اپنے بیٹوں پر آپ علیہ السلام کو نظر لگنے کا خوف تھا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:18 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے انتہائی خوبصورت تھے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے انتہائی خوبصورت تھے اس لیے ان پر نظر لگنے کے خوف کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کا فرمایا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے انتہائی خوبصورت تھے پس آپ علیہ السلام کو خطرہ لاحق ہوا کہ انہیں نظر نہ لگ جائے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:18 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علیحدہ علیحدہ دروازے سے داخل ہونے کے فرمانے کی دوسری وجوہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جو علیحدہ علیحدہ دروازے سے داخل ہونے کا فرمایا مفسرین نے ان کی

دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی سے خلوت میں ملاقات کرسکیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام نے متفرق دروازوں سے جانے کا حکم اس لیے دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی سے خلوت میں ملاقات کرسکیں۔

(سنن لسعید بن منصور: ج:5، ص:401 مطبوعہ دار العصمی الریاض)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونے کا حکم دینا اس کی اصل حکمت اور وجہ تو یعقوب علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مگر مفسرین نے تین وجہیں بیان کی ہیں۔

1- یا اس لیے کہ یہ اس وقت مع بنیامین دس بھائی ہیں جب یہ چار دروازوں سے مختلف ہو کر تین تین جائیں گے تو یقیناً بنیامین اکیلا ایک دروازے سے جائے گا جو محل کے سرا کا قریبی دروازہ ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جلدی خلوت میں پہنچ جائے گا کیونکہ کنعانی دروازہ محل کے قریب تھا یہ قول تفسیر خازن اور تفسیر کبیر نے بیان کیا اس توجیہ سے علم غیب کا ثبوت ملتا ہے۔

2- یا یہ وجہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب بیٹے نہایت وجیہہ، خوبصورت، دراز قد تھے تو آپ علیہ السلام نے اکٹھے ایک والد کی اولاد ہونے کی وجہ سے نظر بد سے بچنے کے لئے یہ حکم فرمایا اس لیے کہ نظر لگ جانا حق ہے اس کا ثبوت قرآن مجید کی سورہ نون والقلم میں آیت سے ہے۔ لَيُزْلِقُونَكَ بِاَبْصَارِهِمْ (الخ)

اور متعدد احادیث مبارکہ سے بھی ہے۔

آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کے لئے یہ دعا پڑھ کر پھونکتے تھے۔

اُعِيذُكُماَ بِكَلِماَتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ

اسی طرح نظر لگ جانے کے بعد نظر اتارنے کے لئے عملیات کی کتابوں میں بہت طریقے اور تعویز رائج ہیں جن سے واقعی فائدہ ہوتا ہے۔

مشہور ہے کہ چار شخصوں کی نظر بہت لگتی ہے۔

1- جو الٹا پیدا ہو۔

2- جس کی زبان کالی ہو۔

3- بھینگا آدمی۔

4- دو یا تین دن کا بھوکا آدمی۔

شریعت نے چار چیزوں کو برحق فرمایا۔

1- نظر

2- جادو

3-شگون لینا
4-نورانی تعویزات
حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہلے اس لیے پابندی نہ لگائی کہ پہلے ان سے کوئی واقف نہ تھا اور ان کے جتھے پر جاسوسی کا الزام لگ گیا تھا اس لیے یہ پکڑے ہوئے دربار یوسفی میں لائے گئے تھے کسی کی نظر نے ان کے حسن و وجاہت پر غور نہ کیا تھا اور نظر لگنے کے لئے یہ قانون ہے کہ کسی عیب میں ملوث نہ ہو مجرم کو نظر نہیں لگتی کیونکہ دیکھنے والے کا دھیان اس کے عیب کی طرف ہے مگر تفسیری توجیہہ زیادہ مضبوط نہیں اگر چہ یہ مفسرین کا اغنی سے دلیل لیتے ہیں مگر مَا کَانَ یُغْنِیْ سے ان کی دلیل ٹوٹ گئی۔

3-تیسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں تاکہ سابقہ عزت افزائی کی بناء پر کوئی حسد نہ کرے اور عزیز مصر کے سامنے ان کو آتا دیکھ کوئی جھوٹے الزامات اتہامات کی پہلے جعل سازی نہ کر دے جس سے عزیز نظر میں یہ لوگ بے عزت نہ ہوں جیسا کہ پہلے تے ہوتے بچا تھا جب یہ متفرق ہوں گے تو کسی کو ان کے آنے کا پتہ نہ چلے گا مگر یہ بھی اتنی مضبوط توجیہہ نہیں کیونکہ ما یغنی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہو گیا جس کو حضرت یعقوب علیہ السلام ظاہراً نہ چاہتے تھے یعنی بنیامین کا باخیریت واپس آ جانا چاہتے اور روکا جانا نہ چاہتے تھے۔ لہٰذا پہلی توجیہہ زیادہ مضبوط ہے۔ دوسری وجہیں اس لیے نادرست ہیں کہ نہ کسی کو نظر لگی نہ حسد ہوا۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:72 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے نہ بچانے کا قول

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ تم ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:
وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ (یوسف:67)
اور میں تم کو اللہ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا حکم تو صرف اللہ کا چلتا ہے۔

تقدیر کے معانی و تعریفات

علماء کرام تقدیر کے کئی معانی اور تعریفات بیان کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔
علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:
تقدیر کا معنیٰ ہے کسی چیز کی مقدار کو معین کرنا۔
اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا معنیٰ ہے۔
کسی چیز کو حکمت کے تقاضے سے مخصوص مقدار، مخصوص صفت اور مخصوص مدت کے لئے بنانا۔
اور اس کی دو قسمیں ہیں۔
1-کسی چیز کو دفعۃً اور ابتداءً کامل بنانا بایں طور کہ اس میں بعد میں زیادتی کمی یا تبدیلی نہ ہو۔

مثال کے طور پر
سات آسمان۔
2-اس چیز کے اصول موجود بالفصل ہوں اور اس کے اجزاء موجود بالقوۃ ہوں اور اس کو اس انداز سے بنایا جائے کہ اس سے وہ چیز موجود نہ ہو کہ کوئی اور چیز جیسے کھجور کی گٹھلی کو اس انداز سے بنایا کہ اس سے کھجور ہی پیدا ہوگی سیب پیدا نہیں ہوگا اور انسان کی مٹی کو اس انداز سے بنایا کہ اس سے انسان ہی پیدا ہوگا کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوگا۔

(المفردات: ج:2، ص:511 مطبوعہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

علامہ المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
احادیث مبارکہ میں تقدیر کا ذکر بہت زیادہ ہے۔
اس کا معنیٰ ہے۔
اللہ تعالیٰ نے جس کام کو کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کا حکم کر دیا۔

(النہایہ: ج:4، ص:20 دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی مصری متوفی 711ھ لکھتے ہیں:
تقدیر کے کئی معانی ہیں۔
1-کسی چیز کو بنانے اور تیار کرنے میں غور و فکر کرنا۔
2-کسی چیز کو ختم کرنے کے لئے علامات مقرر کرنا۔
3-دل میں کسی چیز کو سوچنا اور قیاس کرنا۔
القدریہ وہ فرقہ ہے جو تقدیر کا انکار کرتا ہے۔
اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ
تقدیر اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کا نام ہے، انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو انسان کا علم تھا اس کو علم تھا کہ کون انسان کفر کرے گا اور کون انسان ایمان لائے گا۔ اس نے اپنے اس علم سابق کو لکھ دیا اور جس کے لئے جو لکھا ہے وہ اس پر آسان کر دیا۔
ابو منصور ماتریدی نے کہا:
اللہ تعالیٰ کو ہر انسان کے متعلق اندازہ (پیشگی علم) تھا کہ وہ جنتی ہوگا یا دوزخی ہوگا اور اسے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا سو اس نے اپنے اس پیشگی علم کو لکھ دیا اور یہی تقدیر ہے۔

(لسان العرب: ج:12، ص:37 مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبح، نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدت حیات)، اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔

(شرح مواقف: ص:643 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

تقدیر کی اقسام

تقدیر کی دو اقسام ہیں۔

1- تقدیر معلق

2- تقدیر مبرم

تقدیر معلق بدلتی رہتی ہے اس میں محو اور اثبات ہوتا رہتا ہے۔

اور تقدیر مبرم اٹل اور محکم ہے اس میں تبدیلی محال ہے مثلاً ایک شخص کی قسمت میں اولاد نہیں ہے اور تقدیر معلق ہے لیکن مرد خدا کے دعا سے اس کے لئے اولاد مقدر کر دی جاتی ہے پہلے اس کی قسمت میں لاولد لکھا تھا اگر کسی مرد خدا نے دعا کر دی تو لاولد کو مٹا کر صاحب اولاد لکھ دیا جاتا ہے اور اگر کسی نے دعا نہیں کی تو وہ لاولد اسی طرح ثابت رہتا ہے اور یہ تقدیر معلق ہے جس کی طرف یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ میں اشارہ ہے اور تقدیر مبرم کا مرتبہ جس کی طرف عِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتَاب سے اشارہ ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ لاولد یا صاحب اولاد ہے اور اس کے علم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اسی طرح انسان اگر ماں باپ یا رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرے تو اس کی عمر بڑھ جاتی ہے یا اس کے رزق میں وسعت ہو جاتی ہے اور اگر ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو پھر عمر میں یا رزق میں اضافہ نہیں ہوتا مثلاً اس کی عمر پچاس سال لکھی ہوئی ہے اس نے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کی تو پچاس مٹا کر اس کی عمر ساٹھ سال لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ ان کے ساتھ نیکی نہ کرے تو اس کی عمر اسی طرح پچاس سال لکھی رہتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے ان کے ساتھ نیکی کرنی ہے یا نہیں کرنی اور انجام کار اس کی عمر پچاس سال ہوگی یا ساٹھ سال اور ام الکتاب میں اس کی وہ عمر لکھی ہوئی ہوتی ہے اور یہی تقدیر مبرم ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق اقوال علماء کرام

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کے کثیر اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں۔

امام رازی متوفی 606ھ یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے اس کے متعلق حکم خشک ہو چکا ہے تو پھر لوح میں کسی کے مٹانے اور اس کو ثابت رکھنے کا کیا مطلب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس محو اور اثبات کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور اس کی قضاء میں یہ پہلے سے تھا کہ کس چیز کو مٹانا ہے اور کس چیز کو باقی رکھنا ہے اور اس آیت میں ام الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص:210 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ قرطبی 668ھ لکھتے ہیں:

عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور یہ محو اور اثبات قضاء میں پہلے سے تھا اور جو کچھ قضاء میں مقر

ہو چکا ہے وہ حتمی طور پر واقع ہونا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ام الکتاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے
علامہ آلوسی 1270ھ لکھتے ہیں:
بعض افاضل نے تقدیر کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر چیز میں تغیر اور تبدل ممکن ہے حتیٰ کہ قضاء ازلی میں بھی تغیر اور تبدل ممکن ہے۔
ان کے بعض دلائل یہ ہیں۔
حدیث مبارکہ میں ہے:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی۔
تو نے جو قضا کی ہے اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔
اس دعا میں قضاء ازلی کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہے اور اگر قضاء ازلی میں تغیر ممکن نہ ہوتا تو اس سے محفوظ رہنے کی طلب صحیح نہیں تھی نیز جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے لئے نہ آنے کا عذر بیان کیا۔
تو ارشاد فرمایا:
''مجھے یہ خدشہ ہے کہ تراویح تم پر فرض کر دی جائے گی اور تم اس کے پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔''
کیونکہ اگر قضاء ازلی میں اس کا فرض ہونا تھا تو یہ ہر حال میں فرض ہوتی اور قضاء سابق میں اس کی فرضیت نہیں تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح پڑھاتے رہتے تب بھی اس کا فرض ہونا محال تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تراویح کی فرضیت کا جو خدشہ تھا وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو۔ نیز شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی اور ان کے علاوہ نماز فرض نہیں ہوگی اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدشہ تھا کہ تراویح فرض نہ ہو جائے اور یہ خدشہ بھی صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو۔ نیز جب سخت آندھی آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوتا کہ کہیں قیامت نہ آ گئی ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تھی کہ قیامت آنے سے پہلے مہدی کا ظہور ہوگا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا خروج ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور ان علامتوں کے ظہور سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے آنے کا خوف دامن گیر ہونا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو۔ اسی طرح جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دے دی تھی وہ بھی دوزخ سے بہت ڈرتے تھے۔
حتیٰ کہ بعض یہ کہتے تھے کہ
کاش میری ماں نے مجھ کو جنا نہ ہوتا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ
اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ ایک شخص کے سوا سب جنت میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ گمان ہوگا کہ وہ ایک میں ہوں اور مخبر صادق ان کے جنتی ہونے کی خبر دے چکے ہیں تو ان کے گمان کی صرف یہ وجہ ہے کہ قضاء میں تغیر ممکن ہے نیز اگر قضاء میں

نہ ہو تو پھر دعا کرنا لغو اور عبث ہوگا کیونکہ اگر وہ کام ہونا ہے تو دعا کرے یا نہ کرے وہ کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہونا تو دعا بے سود ہے اور اس کام کو طلب کرنا محال کو طلب کرنا ہے حالانکہ دعا کرنے کا حکم ہے اور اس کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ محض عبودیت کے اظہار اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کو بیان کرنے کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

نیز امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

تقدیر سے ڈرنے سے فائدہ نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ دعا کے سبب جو چاہتا ہے تقدیر سے مٹا دیتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت "یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ" کے متعلق سوال کیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس آیت کی تفسیر کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کروں گا اور میرے بعد میری امت کی آنکھیں تم ٹھنڈی کرنا، صحیح طریقہ سے صدقہ کرنا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا اور نیکی کے کام کرنا، شقاوت کو سعادت سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفت سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس حدیث کا معنیٰ اسی وقت درست ہوگا جب قضاء میں تغیر ممکن ہو اور تقدیر میں تغیر اور تبدل کے متعلق اس قدر زیادہ احادیث اور آثار ہیں جو شمار سے باہر ہیں لیکن اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ قضاء میں تغیر اور تبدل کے متعلق جس قدر احادیث مبارکہ اور آثار ہیں ان سب کا رجوع قضاء معلق کی طرف ہے اور قضاء میں تغیر اور تبدل کے بعد جو کچھ ہونا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے اور وہی تقدیر مبرم ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر اور تبدل ممکن نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا۔

تعالَى الله عن ذالك علوًا كبيرًا .

(روح المعانی: ج:13، ص:170 تا 171 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تقدیر کے متعلق احادیث مبارکہ

تقدیر کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت پر اور

اس پر کہ ہر اچھی اور بری چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 8)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اہل حق کے نزدیک تقدیر ثابت ہے اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا اندازہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ چیزیں مخصوص صفات پر مخصوص اوقات میں واقع ہوں گی سو اسی علم کے موافق یہ چیزیں واقع ہوتی ہیں اور قدریہ نے اس کا انکار کیا۔

اور کہا:

اللہ تعالیٰ کو مخصوص صفات کے ساتھ چیزوں کے وقوع کا پیشگی علم نہیں ہوتا بلکہ چیزوں کے وقوع کے بعد ان کا علم ہوتا ہے۔

ابن قتیبہ اور امام نے کہا:

اہل حق تقدیر کو مانتے ہیں اور افعال کی تخلیق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور یہ جاہل قوم افعال کی تخلیق کی نسبت اپنی طرف کرتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا:

اکثر لوگ قضاء اور قدر کا یہ معنیٰ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر اور اپنی قضاء پر عمل کرنے کے لئے بندوں کو مجبور کر دیا لیکن قضاء قدر کا یہ معنیٰ نہیں ہے۔ قدر کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ ہے یعنی ازل میں اللہ تعالیٰ کا علم اور قضاء کا معنیٰ ہے اپنے علم کے موافق چیزوں کو پیدا کرنا۔

(صحیح مسلم: شرح النووی: ج: 1، ص: 447 تا 449 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اور آپ سب سے زیادہ سچے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کی تخلیق اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی صورت میں رہتی ہے پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتی ہے پھر چالیس دن گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں رہتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ کو چار کلمات دے کر بھیجتا ہے پس وہ اس کا عمل لکھتا ہے اور اس کی مدت حیات لکھتا ہے اور اس کا رزق لکھتا ہے اور یہ لکھتا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید ہے۔ (دوزخی ہے یا جنتی) پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے سو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ (کا فاصلہ) رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کے سے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص اہل دوزخ کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ (کا فاصلہ) رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6614)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ دوزخ میں لکھ دیا گیا ہے یا اس کا ٹھکانہ جنت میں لکھ دیا گیا ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اس لکھے ہوئے پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عمل کرتے رہو ہر شخص کے لئے اس چیز کو آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے جو شخص اہل سعادت میں سے ہے اس کے لئے اہل سعادت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہے اس کے لئے اہل شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں پڑھیں۔
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰى ○ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ○ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ○ (اللیل:5 تا 10)
رہا وہ شخص جس نے عطا کیا اور اپنے رب سے ڈرا اور اس نے ہر نیکی کی تصدیق کی تو ہم عنقریب اس کے لئے نیک کاموں کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی برتی اور اس نے ہر نیکی کی تکذیب کی تو ہم عنقریب اس کے لئے معصیت کا راستہ آسان کر دیں گے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4949)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مزینہ کے دو شخصوں نے آکر کہا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بتائیں کہ آج جو شخص عمل کرتے ہیں اور اس میں مشقت اٹھاتے ہیں آیا یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان کے لئے مقدر کر دی گئی ہے یا جو کچھ ان کو ان کے نبی نے بتایا ہے یہ اس پر از خود عمل کر رہے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ وہ چیز ہے جو پہلے سے ان پر مقدر کر دی گئی ہے۔
اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے۔
وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ○ (الشمس:7 تا 8)
نفس کی قسم اور اس کو درست بنانے کی پھر اس کو بدکاری کی سمجھ دی اور اس سے بچنے کی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2650)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نوجوان شخص ہوں اور مجھے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہے اور میرے پاس اتنا مال نہیں جس سے میں عورتوں سے شادی کرلوں گویا کہ وہ خصی ہونے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔

مین نے دوبارہ کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ خاموش رہے۔ میں نے سہ بار کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش رہے میں نے چوتھی بار کہا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جو کچھ تم نے کرنا ہے اس کو قلم (تقدیر) لکھ کر خشک ہو چکا ہے سو تم خصی ہو یا اس عمل کو چھوڑ دو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5076)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔

اور اس سے ارشاد فرمایا:

لکھ۔

اس نے پوچھا:

کیا لکھوں؟

ارشاد فرمایا:

تقدیر لکھ۔

تو اس نے لکھ دیا جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2155)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو خزامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دم کراتے ہیں اور دوا سے علاج کراتے ہین اور ڈھال وغیرہ کے ذریعہ حملوں سے بچتے ہیں کیا یہ چیزیں تقدیر کو ٹال دیتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3437)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے۔
اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔
میں نے عرض کیا:
اے اللہ تعالیٰ کے نبی! ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم پر خطرہ ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہاں! بے شک تمام دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے ان دلوں کو پلٹتا رہتا ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2140)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے مستقبل میں پیش آنے والے امور کا ذکر کر رہے تھے۔
اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر دینا اور جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی پیدائشی عادت بدل گئی ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ وہ اپنی فطرت پر ہی لوٹ جائے گا۔
(مسند احمد: ج: 6، ص: 443)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
القدریہ اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔
(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4691)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اہل قدر (تقدیر کے منکر) کی مجلس میں نہ بیٹھو اور نہ ان سے (سلام کی) ابتداء کرو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4720)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چھ اشخاص پر میں نے لعنت کی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعا ہوتا ہے۔

1- کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔

2- اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی تکذیب کرنے والا۔

3- قوت کے بل پر غلبہ پاکر حکومت اور اقتدار حاصل کرنے والا تاکہ عزت والوں کو ذلیل کرے اور ذلت والوں کو عزت دے۔

4- اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں کو حلال کرنے والا۔

5- میری عترت (اہل بیت) میں ان کاموں کو حلال کرنے والا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

6- میری سنت کو ترک کرنے والا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2154)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے دو فرقے ایسے ہیں کہ ان کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے مرجۂ اور قدریہ۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 73)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ کہتے ہیں کہ نیکی اور بدی ہمارے اختیار میں ہے ان کو میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا نہ میں ان سے ہوں اور نہ وہ مجھ سے ہیں۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 4706)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس چیز پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قسم کھاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ اس کو

تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:8)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم جانتے ہو یہ کیسی دو کتابیں ہیں۔
ہم نے عرض کیا:
نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ماسوا اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے موافق فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں تھی یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے اس میں اہل جنت کے اور ان کے آباء اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے پس اس میں کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ اس میں کوئی کمی کی جائے گی کبھی بھی، پھر اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں ہاتھ میں تھی یہ رب العلمین کی طرف سے کتاب ہے اس میں دوزخ کے اور ان کے آباء کے اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے پس اس میں نہ کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ اس میں کوئی کمی کی جائے گی کبھی بھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:
پھر اگر تمام کاموں سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر عمل کس لیے کیا جائے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم ٹھیک ٹھیک اور صحیح کام کرتے ہو کیونکہ جنتی شخص کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر کیا جائے گا خواہ اس نے کوئی عمل کیا ہو اور دوزخی شخص کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر کیا جائے گا خواہ اس نے کوئی عمل کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑ دیئے۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارا رب عزوجل بندوں سے فارغ ہو چکا ہے ایک فریق جنت میں ہے اور ایک فریق دوزخ میں ہے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:2141)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر قریش تقدیر کے متعلق بحث کرنے لگے۔
تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ٥ اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ٥ (القمر:48،49)

جس دن وہ آگ میں اوندھے منہ گھسیٹتے جائیں گے دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 83)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت ہم تقدیر کے متعلق بحث کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں میں انار کے دانے کھل گئے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم کو اس میں بحث کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا میں اس میں بحث کرنے کے لئے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تم سے پہلی امتیں اس وقت ہلاک کر دی گئیں جب وہ اس میں بحث کر رہی تھیں میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم اس میں بحث مت کرو۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2133)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے تقدیر میں بحث کی اس سے قیامت کے دن اس کے متعلق سوال ہوگا اور جس نے بحث نہیں کی اس سے اس کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 84)

ایک اور روایت میں ہے۔

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ

میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔

اور کہا:

میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے مجھے تقدیر کے متعلق کوئی حدیث بیان فرمائیے۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو نکال دے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا:

اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان والوں کو اور تمام زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہے اور اگر رحم فرمائے تو اس کا رحم لوگوں کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ تعالیٰ اس اس وقت تک تم سے قبول نہیں فرمائے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور جب تک تم یہ یقین نہ رکھو کہ تم پر جو مصیبت آئی ہے وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت تم سے ٹل چکی ہے وہ تم تک پہنچ نہیں سکتی تھی اور اگر تم اس عقیدہ کے خلاف پر مرے

دوزخ میں داخل ہو گے پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی جو اس کی مثل تھی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4699)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام مین مباحثہ ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا۔

تم ہی وہ شخص ہو جس نے اپنے ذنب (اجتہادی خطا) کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے نکالا اور ان کو بدنصیب بنایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا:

اے موسیٰ (علیہ السلام)! تم ہی وہ شخص ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے سرفراز فرمایا۔ کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے مجھ پر لکھ دیا تھا۔

یا کہا۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے پہلے میرے لیے مقدر کر دیا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ پالیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4738)

تقدیر معلق کے متعلق احادیث مبارکہ

تقدیر معلق کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں لیکن میں چند پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی ہے اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے۔

(جامع ترمذی: ص: 312 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے اور تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے اور انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ص: 10 مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس کو رزق کی کشادگی یا عمر میں زیادتی سے خوشی ہو وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔
(صحیح بخاری: ج:1، ص:277 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

تقدیر مبرم کے متعلق احادیث مبارکہ

تقدیر مبرم کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں مگر میں چند عرض کرتا ہوں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے۔
(صحیح البخاری: ج:2، ص:976 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا:
اور آپ بہت سچے ہیں، بہ خدا تم میں سے کوئی شخص دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی شخص جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔
(صحیح البخاری: ج:2، ص:976 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کے اقوال

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق کثیر محدثین کے اقوال ہیں مگر میں چند عرض کرتا ہوں۔
علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
بعض احادیث مبارکہ میں جو نیک اعمال کی وجہ سے رزق اور عمر میں زیادتی کا ذکر ہے یہ فرشتوں اور لوح محفوظ کے اعتبار سے ہے مثلاً فرشتوں کے لئے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے البتہ اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی چالیس سال سے زیادہ کر دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ واقع میں اس کی عمر کتنی ہوگی۔ اور قرآن مجید کی آیت یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ سے یہی مراد ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے اس کی عمر میں کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ زیادتی محال ہے اور مخلوق پر جو لوح محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے زیادتی ہے اور یہی حدیث میں

ہے۔
(شرح صحیح مسلم: ج:2،ص:315 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا اور جو چیز مخلوق کے علم میں ہے اس کے اعتبار سے تغیر اور تبدل جائز ہے اس علم کا تعلق کراماً کاتبین اور دیگران فرشتوں سے ہوتا ہے جو انسانوں کے ساتھ موکل ہوتے ہیں اور اسی علم میں محو اور اثبات واقع ہوتا ہے مثلاً علم کا زیادہ اور کم ہونا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس میں کوئی محو اور اثبات نہیں ہے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔
(فتح الباری: ج:11،ص:488 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:
حافظ ابو موسیٰ مدینی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے آیا تو اس کے پاس اس کے باپ کی نیکی آئی اور اس نے ملک الموت کو واپس کر دیا۔
انہوں نے کہا:
یہ حدیث بہت حسن ہے۔
نیز انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے ابن آدم اپنے رب عزوجل سے ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر اس سے تیری عمر میں اضافہ ہوگا، تیری آسانیاں (مزید) آسان ہوں گی، تیری مشکلات دور ہوں گی اور تیرا رزق آسان ہوگا۔
اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
صلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے۔
اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عمر میں زیادتی صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتی ہے اور رزق میں زیادتی صرف صلہ رحمی سے ہوتی ہے۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:
يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
صحیح طریقہ سے صدقہ دینا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، نیک کام کرنا اور صلہ رحمی کرنا بری تقدیر کو اچھی تقدیر سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔
بعض روایات میں یہ بھی اضافہ ہے کہ
جس شخص نے ان میں سے ایک نیکی بھی کر لی اللہ تعالیٰ اس کو تینوں درجے عطا کرتا ہے۔
اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک انسان صلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) عمر میں سے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال (30) زیادہ کر دیتا ہے اور ایک آدمی قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق منقطع) کرتا رہتا ہے اور ابھی اس کی (مقرر کردہ) عمر میں تیس سال (30) باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں۔
پھر کہا۔
یہ حدیث حسن غریب ہے۔
اور انہوں نے داؤد بن عیسیٰ سے روایت کیا کہ
تورات میں لکھا ہے کہ
صلہ رحمی، حسن اخلاق اور رشتہ داروں سے نیکی کرنا، گھروں کو آباد رکھتا ہے۔ مال میں اضافہ کرتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے اگرچہ لوگ کافر ہوں۔
پھر کہا۔
یہ حدیث حسن غریب ہے۔
اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو تورات کے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ
رزق اور عمر تقدیر میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے پھر اس میں یہ کمی اور زیادتی کس طرح متصور ہو گی۔
علامہ ابو الفرج نے اس کے پانچ جواب دیتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔
1- رزق میں زیادتی سے مراد رزق کی وسعت اور عمر میں زیادتی سے مراد صحت بدن ہے کیونکہ غنیٰ کو حیات اور فقر کو موت کہا جاتا ہے۔
2- انسان کی زندگی سو سال لکھی گئی اور اس کی نیکی کی زندگی کے اسی (80) سال لکھے گئے اور جب اس نے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیئے یہ دونوں جواب علامہ ابن قتیبہ نے دیئے ہیں۔

3-عمر میں یہ زیادتی بھی ازل میں مقرر تھی لیکن اس اضافہ کو بہ طور انعام کے صلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا یوں لکھا گیا تھا کہ فلاں شخص پچاس سال زندہ رہے گا اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال زندہ رہے گا۔

4-یہ زیادتی لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے (یعنی لوح میں پچاس سال مٹا کر ساٹھ سال لکھ دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کے مغائر ہے سو اللہ تعالیٰ کو جو انسان کی عمر کی انتہاء معلوم ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی عمر کو کبھی مٹا کر بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اس کو برقرار رکھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو انجام کار اس کی عمر کا جو علم ہے وہ حتمی اور قطعی ہے اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہے اگر یہ اشکال ہو کہ جب انسان کی حتمی عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی تو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی عمر میں کمی اور بیشی کا کیا فائدہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

معاملات ظواہر پر مبنی ہیں اور معلوم باطن (اللہ تعالیٰ کا ازلی علم) مخفی ہے اس پر کوئی حکم معلق نہیں ہے پس یہ جائز ہے کہ لوح محفوظ کے لکھے گئے میں زیادتی اور کمی اور محو اور اثبات ہوتا کہ یہ کمی بیشی شارع علیہ السلام کی ترجمانی سے انسانوں تک پہنچے اور اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور سعادت اور ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت اور نحوست کا علم ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اس زیادتی اور کمی کا ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ تعلق ہو اور انہیں انسان کی عمر کو برقرار رکھنے اور اس میں تبدیلی کرنے کا حکم دیا جائے اور حتمی اور قطعی حکم پر ملائکہ علیہم السلام کا اجماع نہ ہو۔

5-عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں کی توفیق دینا اور کم عمر میں اپنی ان مہمات اور مقاصد کو انجام تک پہنچانا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بہ مشکل پہنچا سکتے ہیں۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کا ذکر خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا گویا کہ یہ مرا نہیں زندہ ہے۔

اور حکیم ترمذی نے کہا:

اس سے مراد برزخ میں کم عرصہ کا قیام ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:11، ص:181 تا 182 مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

تقدیر کے متعلق اہل سنت کا موقف

تقدیر کے متعلق علماء اہل سنت کے کثیر اقوال ہیں مگر میں چند عرض کرتا ہوں۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے بنانے سے پہلے اس کی مقدار اور اس کے احوال کا علم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازل کے موافق اس چیز کو پیدا کیا پس عالم علوی اور سفلی میں ہر چیز اس کے علم اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اور اس میں مخلوق کو کوئی دخل نہیں ہے اور مخلوق کو صرف ایک قسم کا کسب حاصل ہوتا ہے اور مخلوق جو کسب کرتی ہے اور کام انجام دیتی ہے وہ ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی قدرت اور اس کے الہام سے

حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے جیسا کہ قرآن اور سنت میں اس کی تصریح ہے اور منکرین تقدیر کا یہ قول باطل ہے کہ اعمال کو ہم خلق کرتے ہیں اور ہماری اجل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:17، ص:135 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے ہر چیز کو تقدیر (اندازے) سے حکمت کے تقاضے پر مرتب کر کے پیدا کیا ہے یا ہر چیز کو اس کے وقوع سے پہلے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اور مقدر کر دیا ہے۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی: ج:9، ص:40 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمود القونوی الحنفی متوفی 1195ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ مخلوق اس معین اندازہ پر مبنی ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہے جس حکمت پر تخلیق موقوف ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے کیونکہ علم کلام میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی تخلیق میں حکمت کی رعایت رکھی ہے لیکن حکمت کی اس پر واجب نہیں ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ حکمت اور مصلحت ہمیں معلوم ہو کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ کفار کو پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہے اور بدکاروں کے لئے دوزخ کو پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہے پس کفار اور دوزخ کو پیدا کرنے میں ضرور کوئی مصلحت ہے خواہ ہم کو وہ مصلحت معلوم نہیں ہے۔

علامہ بیضاوی کی دوسری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ

ہر چیز کے واقع ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے مجرموں کی سزا کے متعلق بھی اس میں لکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہمیں اس کا علم بھی ہے لیکن محض اس کے علم کی وجہ سے ان پر سزا واجب نہیں ہوگی تب واجب ہوگی جب وہ مجرم پیدا ہو جائیں گے اور اپنے اختیار سے کفر اور گناہ کبیرہ کریں گے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق قدیم ہے اور ان کے افعال کے وقوع کے ساتھ تعلق ہے۔

(حاشیۃ القونوی علی البیضاوی: ج:18، ص:339 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر ثابت ہے اور تقدیر کا معنیٰ یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا قدریہ (تقدیر کے منکروں) نے ان کا انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا۔ ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کو ان کا علم ہوتا ہے اس فرقہ کو قدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے۔

متکلمین نے کہا کہ

یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے اور اب اہل قبلہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے البتہ بعد میں قدریہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تقدیر کے معتقد ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر کی جانب سے ہے اہل حق تمام افعال

اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور قدریہ افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔

امام الحرمین نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشبیہ اس لیے دی ہے کہ مجوس دو خدا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر اسی طرح قدریہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں۔

یہ امام الحرمین اور امام ابن قتیبہ کا کلام ہے۔ امام الحرمین نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ

بہت لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور قدر کا یہ معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے۔

تقدیر کا معنیٰ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اختیار اور ارادہ سے کیا کام کرے گا اور کیا کام نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خیر اور شر میں سے کیا کیا پیدا کیا ہے۔

(شرح مسلم: ج: 1، ص: 27 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

فقیر نے تقدیر کا موضوع طویل اس لیے کیا ہے کہ ایک تو موقع مناسب تھا دوسرا اکثر لوگوں کو تقدیر کے حقیقی فیصلے کا علم نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں عجیب طرح کے عقائد رکھتے ہیں بعض دفعہ تو کفر کی حد تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھ سے اگر کہیں غلطی ہوگئی ہو تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا توکل کرنے کا قول

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازے سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں ہے:

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ (یوسف:67)

میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہیے۔

توکل نعمت عظمیٰ

توکل ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خاص کرم و رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ پھر کسی سے شکایت نہیں کرتا بلکہ ہر وقت خالق باری تعالیٰ کی جانب نظریں جمائے رکھتا ہے۔

امام بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

سہل بن تستری نے کہا کہ

توکل یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہو جیسے غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں مردہ ہوتا ہے وہ جس طرح چاہے اس کو الٹتا ہے پلٹتا ہے۔

نہرجوری نے کہا:

حقیقت میں متوکل وہ شخص ہے جو مخلوق سے تعلق نہ رکھے وہ اپنے حال کی کسی سے شکایت نہ کرے اور اگر اس کو کوئی شخص کچھ نہ دے تو اس کی مذمت نہ کرے کیونکہ اس کا یقین ہے کہ دینا اور نہ دینا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

اور ابو یزید سے پوچھا گیا کہ

بندہ متوکل کب ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا:

جب وہ اپنے دل کو ہر موجود اور مفقود سے منقطع کر لیتا ہے۔

عامر بن عبد قیس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی تین آیات مبارکہ ایسی ہیں جو انسان کو تمام مخلوقات سے کفایت کرتی ہیں اور اس کو ان سے مستغنی کر دیتی ہیں

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ (یونس:107)

اور اگر تجھے کوئی ضرر پہنچے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے لیے کسی خیر کا ارادہ کرلے تو اس کے سوا کوئی اوداس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔

(دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا)

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (فاطر:2)

اللہ لوگوں کے لئے جو رحمت کھولتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز کو وہ روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

(ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ

مُّبِیْنٍ○

(ھود:6)

اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سپرد کیے جانے کی جگہ کو جانتا ہے سب کچھ روشن کتاب میں ہے۔

اصمعی بیان کرتے ہیں۔

ایک اعرابی اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا۔

اے بھائی! تم طالب بھی ہو اور مطلوب بھی، تم کو وہ طلب کرتا ہے جو فوت ہونے والا نہیں ہے اور تم اس چیز کو طلب کرتے جس سے تم مستغنی کر دیئے گئے ہو۔

اے بھائی!

تم دیکھتے ہو کہ کئی حریص لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور کئی بے رغبت لوگ نواز دیئے جاتے ہیں۔

(شعب الایمان: ج:2، ص:109 تا 113 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ لکھتے ہیں:

توکل کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور اسی پر توکل کرے۔

توکل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے چلنے کے لئے جو راستہ بیان کیا ہے جب اس کے سامنے وہ راستہ ظاہر ہو تو وہ اسی راستہ پر چلیں اور اس کی مراد تک پہنچنے کا سبب حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں کہ وہ ان کو ان کی کوششوں میں کامیاب فرمائے گا اور انہیں ان کی مراد تک پہنچائے گا اور جس نے توکل کو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسباب سے خالی کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے طریقہ پر نہیں چلا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ایک رات نماز میں کسی چیز نے ڈنک مارا انہوں نے اس پر دم کیا۔

ان سے حصین نے پوچھا:

آپ کو دم کرنے پر کس نے برانگیختہ کیا۔

انہوں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صرف نظر لگنے یا ڈنک مارنے پر دم کیا جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیا جائے گا جو صبح کے وقت بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ
اس حدیث مبارکہ میں کسب اور رزق کو طلب کرنے کی نفی نہیں ہے کیونکہ پرندے صبح سے شام تک رزق کی طلب میں پھرتے رہتے ہیں۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
رزق کی طلب تاخیر نہ کرو کیونکہ اس وقت تک کوئی بندہ مر نہیں سکتا جب تک اسے اس کا آخری رزق نہ پہنچ جائے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق حلال کو اچھی طرح سے طلب کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے تنگی اور فقر کی شکایت کی۔
اور اس نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے گھر والوں کے پاس سے آیا ہوں میرے پاس کوئی چیز نہیں جس کو میں ان کے پاس لے کر جاؤں حتیٰ کہ ان میں سے بعض مر جائیں گے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جاؤ دیکھ کر آؤ گھر میں کیا چیزیں ہیں؟
وہ ایک چادر اور ایک پیالہ لے آیا۔
اس نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس چادر کے بعض کو ہم بچھا لیتے ہیں اور بعض کو ہم اوڑھ لیتے ہیں اور اس پیالہ سے پانی پیتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان کو مجھ سے کون ایک درہم میں خریدے گا۔
ایک شخص نے عرض کیا:
میں۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک درہم سے زیادہ کون دے گا۔
ایک اور شخص نے کہا:
میں ان کو دو درہموں میں خریدوں گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا:

ایک درہم سے کلہاڑی خرید لو اور دوسرے درہم سے اپنے اہل کے لئے کھانا خرید واس نے ایسا ہی کیا پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹو اور پندرہ دن سے پہلے میرے پاس نہ آنا وہ پندرہ دن کے بعد آیا۔

تو اس نے عرض کیا:

میرے پاس دس درہم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ درہم سے اپنے اہل کے لئے طعام خریدو اور پانچ درہم سے اپنے اہل کے لئے کپڑے خریدو۔

اس شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس چیز کا حکم دیا تھا اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی برکت دی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن آؤ اور تمہارے چہرے پر سوال کرنے کی وجہ سے خراشیں پڑی ہوں، سوال کرنا صرف تین شخصوں کے لئے جائز ہے جو سخت بیمار ہو یا قرض میں ڈوبا ہوا ہو یا ہلاکت خیز تنگی میں مبتلا ہو۔

(الجامع الصحیح للترمذی کتاب البیوع، باب: 11 ماجاء فی بیع المدبر، السنن الکبریٰ، للبیہقی: ج:7، ص:45)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس حدیث مبارکہ میں کسب اور محنت کرنے کی دلیل ہے اور جو شخص کمانے پر قادر ہو اس کو سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص غنی اور تندرست ہو اس کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

(شعب الایمان: ج:2، ص:78 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

توکل کا معنیٰ ہے ضامن ہونا۔

حدیث مرفوع میں ہے۔

جو شخص دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیان متوکل ہوا میں اس کے لئے جنت کا متوکل (ضامن) ہوں یعنی جس نے اپنے منہ کو حرام کھانے اور فرج کو حرام کاری سے بچایا میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں اور توکل کا معنیٰ پناہ میں دینا بھی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

مجھے پلک جھپکنے کے لئے بھی غیر کے توکل (پناہ) میں نہ دے یا غیر کے سپرد نہ کر اور توکل کا معنیٰ اعتماد کرنا اور سپرد کرنا ہے اور کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد

کیا جائے۔

(النہایہ: ج:5،ص:221 مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جب انسان پر منکشف ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی فاعل نہیں ہے اور خلق ہو یا رزق ہو، دینا ہو یا روکنا ہو، زندہ کرنا ہو یا مارنا ہو، فنا ہو یا فقر ہو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر وہ اپنی ضرورتوں میں غیر کی طرف نہیں دیکھے گا اس کے دل میں اسی کا خوف ہوگا اور اسی سے امید ہوگی اسی پر بھروسہ ہوگا اور اسی پر اعتماد ہوگا کیونکہ صرف وہی مستقل فاعل ہے اور باقی چیزیں اس کے مسخر اور تابع ہیں۔ آسمان اور زمین میں سے کوئی ذرہ خود بہ خود حرکت نہیں کر سکتا اور جو شخص سبزہ اور فصل کی پیداوار میں بادل، بارش اور ہواؤں پر اعتماد کرتا ہے وہ فاعل حقیقی سے غافل ہے اور ایک قسم کے شرک میں مبتلا ہے۔

(احیاالعلوم: ج:5،ص:120 تا 121 مطبوعہ دار الخیر بیروت)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

توکل کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی مساعی کو مہمل چھوڑ دے جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم نہ دیتا بلکہ توکل یہ ہے کہ انسان اسباب ظاہرہ کی رعایت کرے لیکن دل سے ان اسباب پر اعتماد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت، اس کی تائید اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے اعراض کرنے میں رغبت دلائی جائے۔

(تفسیر کبیر: ج:3،ص:83 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری التوفی 465ھ لکھتے ہیں:

سہل بن عبداللہ تستری نے کہا:

متوکل کی تین علامتیں ہیں۔

1-وہ خود سے سوال نہیں کرتا۔

2-کسی کی دی ہوئی چیز کو رد نہیں کرتا۔

3-کسی کی دی ہوئی چیز کو جمع نہیں کرتا۔

بایزید سے پوچھا گیا۔

توکل کی کیا تعریف ہے۔

انہوں نے پوچھا:

تمہارے نزدیک توکل کی کیا تعریف ہے؟

سائل نے کہا:
ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ
توکل یہ ہے کہ
اگر تمہارے بائیں اور دائیں درندے اور اژدھے ہوں تو تمہارے دل میں خوف نہ پیدا ہو۔
بایزید نے کہا:
ہاں یہ بھی درست ہے لیکن اگر اہل جنت کو جنت میں ثواب ہورہا ہو اور اہل دوزخ کو دوزخ میں عذاب ہورہا ہو اور تم ان میں تمیز کررہے ہو تو تم متوکلین میں سے نکل جاؤ گے۔
سہل بن عبداللہ نے کہا:
توکل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہو جس طرح مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔
امام قشیری فرماتے ہیں کہ
توکل کا محل قلب ہے اور اس کی ظاہری حرکت قلب کے توکل کے منافی نہ ہو اور اس کے نزدیک تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اگر کوئی چیز مشکل ہو تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور اگر کوئی چیز آسان ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی پر سوار ہو کر آیا۔
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ
اونٹنی کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں یا اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2344)
ابراہیم خواص بیان کرتے ہیں کہ
وہ ایک دیہات میں جارہے تھے انہوں نے ایک آواز سنی انہوں نے مڑ کر دیکھا تو ایک اعرابی جارہا تھا۔
اس نے کہا:
اے ابراہیم! ہمارے نزدیک توکل یہ ہے کہ جب تم کسی شہر میں جاؤ تو شہر والوں سے تمہاری یہ امید نہ ہو کہ وہ تمہیں کھانا کھلائیں گے بلکہ اللہ پر توکل ہو۔
ابوتراب نخشبی نے کہا کہ
توکل یہ ہے کہ تم اپنے بدن کو عبادت میں مشغول رکھو اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق رکھو اور قدر ضروری پر مطمئن رہو اگر تم کو کچھ دیا جائے تو شکر کرو اور نہ دیا جائے تو صبر کرو۔
حمدون قصار سے توکل کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو اس نے کہا:

اگر تمہارے پاس دس ہزار روپے ہوں اور تم پر ایک روپے کا قرض ہو تو تم موت سے بے خوف نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تم پر وہ قرض رہ جائے اور تمہارے اوپر دس ہزار روپے قرض ہو اور تمہارے پاس اس کی ادائیگی کے لئے رقم نہ ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے مایوس نہ ہو کہ وہ تمہارے قرض کی ادائیگی کی سبیل کر دے گا۔

استاذ ابوعلی دقاق یہ کہتے ہیں کہ

متوکل کے تین درجات ہیں۔

1- التوکل

2- پھر تسلیم

3- پھر تفویض

اللہ تعالیٰ کے وعدے پر مطمئن ہونا توکل ہے اور اس کے علم پر قناعت کرنا تسلیم ہے اور اس کے حکم پر راضی رہنا تفویض ہے توکل ابتداء ہے تسلیم متوسط ہے اور تفویض انتہاء ہے۔

نیز استاذ ابوعلی دقاق کہتے تھے کہ

توکل مومنین کی صفت ہے۔ تسلیم اولیاء کی صفت ہے اور تفویض موحدین کی صفت ہے یا توکل عوام کی صفت ہے اور تسلیم خواص کی صفت ہے اور تفویض خواص الخواص کی صفت ہے۔

نیز وہ کہتے تھے کہ

توکل عام انبیاء کرام علیہم السلام کی صفت ہے اور تسلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت ہے اور تفویض ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ: ص: 200 تا 204 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

بہت سے علماء کرام نے توکل کی یہ تعریف کی ہے انسان جس کام کا مالک ہو اور اس کے نفع اور ضرر پر قادر ہو اس کام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے یہ توکل ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ

انسان پر کوئی ایسی مصیبت ٹوٹ پڑے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے دور کر سکتا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اس مصیبت کو دور نہ کرے تو یہ توکل ہے۔

مثال کے طور پر

وہ جھوٹی گواہی پیش کر کے کسی الزام سے بچ سکتا ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ایسا نہ کرے تو یہ توکل ہے۔

اور بعض علماء نے کہا:

یہ توکل کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

بعض عارفین سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔
1- انسان کسی چیز کے سبب کو حاصل کر کے اس کو طلب کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اس چیز سے مخلوق کو نفع پہنچائے گا۔
2- انسان کسی چیز کے حصول کے اسباب سے صرف نظر کرے نہ اس چیز کو طلب کرے نہ اس چیز کی حرص کرے اور اپنے آپ کو فرائض و واجبات کی ادائیگی میں مشغول رکھے۔
3- انسان کسی چیز کو طلب نہ کرے اور اس کے حصول کے لئے کوئی کوشش نہ کرے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو مہمل نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے اور اس کی تقدیر سے فارغ ہو چکا ہے اور اس نے ہر چیز کے حصول کو ایک وقت مقرر کے لئے مقدر کر دیا ہے پس متوکل وہ شخص ہے جس نے غور وفکر کرنے اور اشیاء کے اسباب کو تلاش کرنے سے اپنے نفس کو آرام اور راحت کے ساتھ رکھا ہوا ہے اور وہ اسی کا منتظر ہے کہ تقدیر سے اس کے لئے کیا چیز ظاہر ہوتی ہے اور اس کو یہ یقین ہے کہ طلب کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور توکل اس کو منع نہیں کرے گا اور جب وہ اپنے آپ کو اسباب کی غلامی سے نکال لے گا اور وہ اپنے توکل میں اللہ تعالیٰ کے حق کے سوا اور کسی چیز کا لحاظ نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر مہم میں کافی ہوگا۔

(روح المعانی: جز: 19، ص: 205 تا 206 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:
حق توکل کا معنی یہ ہے کہ
انسان کو یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کام کو کرنے والا نہیں ہے اور مخلوق میں سے جو چیز بھی موجود ہے اس کو وہی رزق دیتا ہے وہی عطا کرتا ہے وہی منع کرتا ہے وہی زندگی دیتا ہے وہ موت دیتا ہے وہی غنی کرتا ہے اور وہی فقیر کرتا ہے اور جو چیز بھی موجود ہے اس کا وجود اللہ تعالیٰ سے ہی ہے پھر وہ اچھے طریقہ سے اپنے مطلوب کی طلب میں کوشش کرے اس کو پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں پھر وہ اپنی روزی اور رزق کی تلاش کرتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

امام ابو حامد غزالی نے کہا ہے کہ
بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ توکل کا معنی ہے بدن سے کسب اور کوشش کو ترک کرنا اور دل سے تدبیر کو ترک کرنا اور انسان زمین پر اس طرح پڑا رہے جیسے زمین پر کپڑے کا ٹکڑا پڑا ہو یا گوشت کی بوٹی پڑی ہو اور یہ جاہلوں کا گمان ہے اور ایسا توکل کرنا شریعت میں حرام ہے اور شریعت نے توکل کرنے والوں کی تعریف کی ہے تو جو شخص حرام کام کرے گا وہ کیسے تعریف اور تحسین کا مستحق ہوگا۔

اور توکل کا معنی یہ ہے کہ
بندہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے عمل کو بروئے کار لائے اور سعی اور جدوجہد کرے۔

(الکاشف عن حقائق السنن: ج: 6، ص: 362 تا 363 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگواتے ہوں گے دم کرتے ہوں گے اور نہ بدفالی نکالتے ہوں گے اور صرف اپنے رب عزوجل پر توکل کرتے ہوں گے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6472)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام عبداللہ المازری نے کہا ہے کہ

اس حدیث سے استدلال کر کے بعض علماء نے کہا کہ

دوا اور علاج کرنا مکروہ ہے اور جمہور علماء اس کے خلاف ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ کثرت احادیث مبارکہ میں دواؤں کے اور کھانے پینے کے فوائد بیان کیے ہیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دواؤں سے علاج کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوا کرنے اور دم کرنے سے شفاء کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ کثرت احادیث منقول ہیں۔

اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بچھو کے کاٹے ہوئے پر دم کرنے کی اجرت لی اور جب یہ چیزیں ثابت ہیں تو پھر اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ حق توکل کے منافی وہ لوگ ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دوائیں اپنی طبیعت سے نفع دیتی ہیں اور وہ شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض نہیں کرتے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اکثر شارحین حدیث نے اس تاویل کو اختیار کیا ہے لیکن یہ تاویل درست نہیں ہے کہ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی زائد فضیلت کا ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور اگر یہ تاویل درست ہوتی تو پھر یہ لوگ اس فضیلت کے ساتھ مخصوص نہ ہوتے کیونکہ تمام مومنوں کا یہی عقیدہ ہے اور جس کا عقیدہ اس کے خلاف ہے وہ کافر ہے اور علماء اور اصحاب المعانی نے اس مسئلہ میں کلام کیا ہے۔

اور علامہ ابوسلیمان خطابی وغیرہ نے کہا ہے کہ

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اور اس کی تقدیر اور اس کی نازل کی ہوئی بیماری پر راضی رہتے ہوئے علاج اور دم کرانے اور دیگر اسباب کو ترک کر دیتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا:

یہ مؤمنین کاملین کے بلند درجات میں سے ہے اور بہت علماء کا یہ مذہب ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

یہ اس حدیث مبارکہ کا ظاہر معنیٰ ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ داغ لگوانے، دم کرانے اور طب کی باقی انواع میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب حق توکل کے منافی ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
حدیث مبارکہ کا ظاہر معنیٰ وہی ہے جس کو علامہ خطابی نے اختیار کیا ہے اور حق توکل کرنے والے وہی لوگ ہیں جو اسباب ترک کردیں اور رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کرنا تو وہ بیان جواز کے لئے ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو داغ لگوانے سے منع بھی فرمایا ہے (پہلے زمانہ میں درد کی جگہ پر لوہے کو گرم کر کے داغ لگا دیتے تھے اور یہی علاج کی ایک قسم ہے)
توکل کی حقیقت میں متقدمین اور متاخرین علماء کرام کا اختلاف ہے۔
ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ
توکل کے اسم کا وہ ہر شخص مستحق ہے جس کے دل میں غیر اللہ کا خوف بالکل نہ ہو اس کو کسی درندہ کا خوف نہ ہو نہ کسی دشمن کا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد کرتے ہوئے رزق کے طلب کرنے کو بھی چھوڑ دے۔
ایک جماعت نے کہا:
توکل کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ اس کی تقدیر نافذ ہوگی اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے سعی اور جدوجہد کرنے میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا خصوصاً کھانے پینے میں اور دشمنوں سے حفاظت کے معاملہ میں جیسا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ سنت ہے۔
قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
اول الذکر بعض متصوفہ اور اصحاب علم القلوب والاشارات کا مذہب ہے اور ثانی الذکر عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے۔
اور صوفیاء میں سے محققین نے توکل کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ
اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے لیکن جب انسان صرف اسباب پر قناعت کرے اور مطمئن ہو جائے تو یہ توکل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کی حکمت کے مطابق اسباب کو اختیار کرے اور اس کا یہ یقین ہو کہ یہ اسباب کسی نفع کے حصول یا ضرر کو دفع کرنے میں مستقل اور موثر نہیں ہیں اور نفع اور ضرر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادہ سے ہی ظاہر ہوگا یہ تمام کلام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم: ج:1، ص:601 تا 604 مطبوعہ دارالوفاء بیروت)
(صحیح مسلم بشرح النووی: ج:2، ص:1099 تا 1100 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)
یہ اقوال تو توکل کے متعلق تھے اب توکل کے متعلق چند احادیث مبارکہ نقل کرتا ہوں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مجھ پر امتیں پیش کی گئیں ایک نبی اور دو نبیوں کے ساتھ (دس سے کم لوگوں کی) ایک جماعت تھی اور بعض نبی ایسے تھے کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا حتیٰ کہ میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی میں نے سوچا یہ کون سی جماعت ہے۔ کیا یہ میری امت ہے۔

کہا گیا۔

بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کی امت ہے۔

اور کہا گیا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم افق کی طرف دیکھئے تو ایک جماعت نے افق کو بھر لیا تھا۔

پھر مجھ سے کہا گیا۔

ادھر ادھر آسمان کے کناروں میں دیکھئے تو ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے تمام کناروں کو بھر لیا تھا۔

کہا گیا کہ

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار (70000) جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ میں) داخل ہو گئے اور یہ نہیں بیان فرمایا (کہ وہ ستر ہزار کون ہیں) لوگ (اس حدیث میں) بحث تحمیص کرنے لگے۔

انہوں نے کہا:

اس کا مصداق ہم لوگ ہیں ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہم ہیں یا ہماری اولاد ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی کیونکہ ہم جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بحث پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ وہ لوگ ہیں جو (زمانہ جاہلیت) منتر نہیں کرتے تھے اور نہ پرندوں سے بدشگونی نکالتے تھے اور نہ (حصول شفا میں) داغ لگانے پر اعتماد کرتے تھے اور صرف اپنے رب عزوجل پر توکل کرتے تھے (اسباب کو مسببات پر مرتب کر کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے)

حضرت عکاشہ بن محصن نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی ان میں سے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں۔

ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کیا:

میں بھی ان میں سے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر عکاشہ نے سبقت کر لی۔

(صحیح البخاری: ج:3، ص:83 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرو تو تم کو اسی طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

(مسند احمد: ج: 1 ص: 52)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کو تنگی اور فقر لاحق ہو اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے اس کا فقر و فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جس شخص کو فقر و فاقہ لاحق ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت بیان کرے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد یا بہ دیر رزق عطا فرمائے گا۔

(شعب الایمان للبیہقی: ج: 2 ص: 120)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر مسئلہ کا ضامن ہوتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو دنیا کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے سپرد کر دیتا ہے۔

(شعب الایمان: ج: 2 ص: 29 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت مطلب بن حطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے مجھے جن کاموں کا حکم دیا تھا میں نے تمہیں ان تمام کاموں کا حکم دے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جن کاموں سے منع کیا تھا میں نے تمہیں ان تمام کاموں سے منع کر دیا ہے اور بے شک الروح الامین نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا حتیٰ کہ وہ اپنے رزق کو پورا کر لے پس تم اچھی طرح طلب کرو۔

دوسری روایت میں ہے۔
حلال کو طلب کرو اور حرام کو ترک کر دو۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 1186، 1187)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
رزق بندہ کو اس طرح طلب کرتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو طلب کرتی ہے۔
(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:3227)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اہل یمن حج کرتے تھے اور زادِ راہ نہیں لے جاتے تھے۔
اور کہتے تھے کہ
ہم توکل کرنے والے ہیں اور جب مکہ مکرمہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے تھے۔
تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرہ:197)
اور زادِ راہ (سفر خرچ) لیا کرو بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1523)
میں کہتا ہوں کہ
توکل کا معنیٰ اسباب کو ترک کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے لئے پوری کوشش کی جائے اس کے تمام اسباب مہیا کیے جائیں اور پھر اس کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو شخص کسی چیز کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اس کو وہ چیز حاصل ہو جائے کیونکہ کئی متوکلین مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں مگر پھر بھی وہ اپنی نظریں اللہ تعالیٰ کی جانب جمائے رکھتے ہیں اور اس کو حقیقی کارساز سمجھتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ مجھ بدکار و خطاکار کو بھی توکل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ پر توکل کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم!

بیٹوں کا دروازوں سے داخل ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو جن دروازوں سے داخل ہونے کا فرمایا بیٹے انہی دروازوں سے داخل ہوئے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف:68)
اور جب وہ وہاں سے داخل ہوئے جہاں سے داخل ہونے کا ان کے باپ نے حکم دیا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بالکل نہیں بچا سکتا تھا مگر وہ یعقوب کے دل کی خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی، بے شک وہ صاحب علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم عطا کیا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

...نوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی چھان بین کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بازاروں سڑکوں سے گزر کر دربار یوسفی میں پہنچے تو دربانوں نے ان کی چھان ...ی کی کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو پھر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بتایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جب یہ دس بھائی بنیامین وغیرہ بازاروں سڑکوں سے گزرتے ہوئے دربار یوسفی میں پہنچے اور دربانوں نے پورا پتہ لے کر ...ان ہو کہاں سے آئے ہو حضرت یوسف علیہ السلام کو مطلع کیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:80 نعیمی کتب خانہ لاہور)

...ضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو بلانا اور رہائش کے لئے کمرے عطا کرنا

جب دربانوں نے ان بھائیوں کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کو مطلع کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنے ...س بلایا اور ان کو کمرے رہائش کے لئے عطا فرمائے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنے پاس بلایا تو پہلے ان کو رہائش کے لئے کمرے عطا کیے اور حکم دیا کہ ایک کمرے ...ں دو شخص رہیں اور خود حضرت یوسف علیہ السلام نے ہی چناؤ کیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

...ئیوں کا اپنے کمرے خود چننا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کمروں میں رہائش کے لئے کمروں کو خود چنا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک قول ہے کہ

بھائیوں نے جن میں شمعون بھی شامل ہو گئے تھے خود ہی اپنے آپ کو کمروں کے لئے چنا۔

...مین کا اکیلے رہنا اور رونا

جب تمام بھائیوں نے اپنے کمروں کا چناؤ کر لیا تو بنیامین اکیلے رہ گئے اور رونے لگ گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک قول ہے کہ

بھائیوں نے جن میں شمعون بھی شامل ہو گئے تھے خود ہی اپنے آپ کو کمروں کے لئے چنا تو بنیامین اکیلے رہ گئے اور رونے ...گئے۔ (تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

...مین کے رونے پر حضرت یوسف علیہ السلام کا وجہ پوچھنا اور بنیامین کا بتانا

جب بنیامین اکیلے رہ گئے تو رونے لگ گئے حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کیوں روتے ہو تو انہوں نے دو بھائی

ہونے کا ذکر کیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

کیوں روتے ہو۔

عرض کیا کہ

ہم بھی دو بھائی تھے ایک میرا بہت ہی پیارا حسین وجمیل نیک طیب طاہر بھولا بھالا بھائی تھا جن کو یہ بھائی جنگل میں لے گئے تھے اور شام کو خون آلود کرتہ لاکر کہا تھا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا اگر آج وہ ہوتا تو میں اکیلا نہ ہوتا مجھے میرا بھائی ہر وقت یاد آتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کا احوال بیان کرتے وقت بے ہوش ہونا اور گلاب چھڑک کر ہوش میں لانا

جب بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کو تمام احوال بیان کر رہے تھے تو اسی اثناء میں بے ہوش ہو گئے تو ان پر گلاب چھڑک کر ان کو ہوش میں لایا گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت بنیامین اتنا روئے کہ بے ہوش ہو گئے گلاب چھڑک کر ہوش میں لایا گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو ساتھ رکھنے کا فرمانا

جب بنیامین نے تمام احوال بیان کر دیئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ رہو گے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اچھا تم میرے ساتھ رہو گے پھر خلوت میں کچھ باتیں ہوئیں یہی مطلب ہے فرمان مقدس کا کہ اور جب سب داخل ہوئے یوسف (علیہ السلام) کے دربار میں تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مصر میں آکر بنیامین کا تین بار رونا

جب بنیامین مصر میں آئے تو تین بار روئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

مصر میں آکر تین دفعہ حضرت بنیامین روئے۔

1۔ پہلی بار جب دروازہ مصر میں داخل ہونے لگے تو شام کا وقت تھا اور باقی دوسرے بھائی تین تین ہو کر دو دروازوں کی طرف چل پڑے بنیامین اکیلے اجنبی شام کا اداس وقت تن تنہا اس وقت بھائی یوسف (علیہ السلام) کو یاد

ئے کہ اگر (حضرت) یوسف (علیہ السلام) ہوتا تو مجھ کو اس طرح اکیلا نہ چھوڑتا۔

2-دوسری بار یہ کمروں کی تقسیم کے وقت۔

3-تیسری بار پہلی دفعہ سب بھائی کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک ایک پلیٹ میں دو دو آدمی (کے) کھانے کا اہتمام تھا یہ دس ائی دو دو ہو گئے اور یہاں بھی بنیامین اکیلے رہ گئے تو رو پڑے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

اے بنیامین کیوں روتے ہو۔

عرض کیا۔

کاش آج یوسف (علیہ السلام) ہوتے میں اکیلا نہ رہتا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

نیامین کا اکیلے دروازے سے داخل ہونا

جب مصر کے دروازوں سے تمام بھائی داخل ہونے لگے تو تین تین بھائیوں کا گروہ بن گیا اور بنیامین اکیلے بچ گئے، اور کیلے ہی دروازے سے داخل ہوئے۔ بنیامین کے رونے کی وجوہات میں اکیلے داخل ہونے کی وجہ رقم ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پہلی بار جب دروازہ مصر میں داخل ہونے لگے تو شام کا وقت تھا۔ اور باقی دوسرے بھائی تین تین ہو کر دوسرے دروازوں ی طرف چل پڑے بنیامین اکیلے اجنبی شام کا اداس وقت تن تنہا اس وقت بھائی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو یاد کر کے وئے کہ اگر میرا بھائی یوسف (علیہ السلام) ہوتا تو مجھ کو اس طرح اکیلا نہ چھوڑتا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ضرت یوسف علیہ السلام کی بنیامین سے اکیلے دروازے میں داخل ہوتے ہی ملاقات

بنیامین جب اکیلے دروازے سے داخل ہونے لگے تو اسی دروازے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بنیامین سے ملاقات ہوئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ

یہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات تنہائی میں ہو گئی تھی کیونکہ یہ دروازہ محل شاہی کے قریب تھا اور حضرت یوسف علیہ سلام اس طرف آئے ہوئے تھے کہ اتفاقی ملاقات ہوئی جس کی غیبی خبر کا اشارہ حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے فرما چکے تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین سے شادی ہونے کے متعلق پوچھنا

جب کمروں کی تقسیم ہونے لگی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین سے شادی ہونے کے متعلق بھی پوچھا تمہاری شادی ہو چکی ہے تو بنیامین نے کہا ہاں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔
اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بھی پوچھا کہ
اے بنیامین! تمہاری شادی ہو چکی ہے۔
عرض کیا۔
ہاں! تین لڑکے سات لڑکیاں ہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کا اپنے بیٹوں کے نام حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے مطابق رکھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے شادی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اثبات میں جواب دے کر یہ بھی (کہا) کہ میں نے اپنے بیٹوں کے نام اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کے مطابق رکھے ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بھی پوچھا کہ
اے بنیامین! تمہاری شادی ہو چکی ہے۔
عرض کیا۔
ہاں! اور تین لڑکے اور سات لڑکیاں ہیں۔ اور میں نے اپنے بیٹوں کے نام اپنے بھائی کے واقعے کے مطابق رکھے ہیں
ایک کا نام ذئب رکھا ہے کیونکہ کہا گیا تھا کہ ذئب نے کھایا ہے۔
ایک کا نام دم رکھا ہے کیونکہ دم یعنی خون ہی قمیص پر لگا کر لائے تھے۔
تیسرے کا نام یوسف ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائی کے محبت بھرے نام رکھے ہوئے سن کر رونا

جب بنیامین نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے مطابق رکھے ہوئے اپنے بیٹوں (کے) نام سنائے تو حضرت یوسف علیہ السلام رونے لگ گئے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
یہ سن کر (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کے مطابق رکھے ہوئے نام) بھی رونے لگ گئے اور دل میں سو(چنے) لگے کہ جب بھائی کو اتنا غم ہے تو والد محترم کو کتنا غم ہوگا۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

کھانا کھاتے وقت بنیامین کا رونا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا پاس آ کر بیٹھنا

جب بھائی کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک ایک پلیٹ میں دو دو بیٹھ گئے اور بنیامین اکیلے رہ گئے اور رونے

حضرت یوسف علیہ السلام پاس آ کر بیٹھ گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پہلی دفعہ سب بھائی کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک ایک پلیٹ میں دو دو آدمی (کے) کھانے کا اہتمام تھا یہ دس بھائی دو دو ہو گئے اور یہاں بھی بنیامین اکیلے رہ گئے تو رو پڑے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اے بنیامین کیوں روتے ہو؟

عرض کیا۔

کاش آج (حضرت) یوسف (علیہ السلام) ہوتے تو میں اکیلا نہ رہتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام پاس آ کر بیٹھ گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو بھائی بن جانے کا فرمانا

جب بنیامین نے اکیلے ہونے کی حضرت یوسف علیہ السلام کو وجہ بتائی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں تمہارا بھائی بن جاؤں تو کیسا ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پاس آ کر بیٹھ گئے۔

اور (ارشاد) فرمایا:

مجھے تیرا بار بار غمزدہ ہونا اور رونا نہیں دیکھا جاتا اگر میں تیرا بھائی بن جاؤں تو کیسا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بننے کے فرمان پر بنیامین کا قول

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں تمہارا بھائی بن جاؤں تو کیسا ہے تو بنیامین نے کہا بھائی بننے پر کس کو ناز نہیں ہوگا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولدیت اور راحیل کا لخت جگر ہونا تو آپ علیہ السلام کو میسر نہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(بنیامین نے) عرض کیا۔

آپ (علیہ السلام) کے بھائی بننے پر کس کو ناز نہ ہوگا مگر یعقوب کی ولدیت اور راحیل کا لخت جگر ہونا تو آپ (علیہ السلام) کو میسر نہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کے ساتھ کھانا تناول فرمانا

جب بنیامین نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائی بننے کی وجوہات بتادیں تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(بنیامین نے) عرض کیا۔

آپ (علیہ السلام) کے بھائی بننے پر کس کو ناز نہ ہوگا مگر (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کی ولدیت اور راحیل کا لخت جگر ہونا تو آپ (علیہ السلام) کو میسر نہیں اس کے بعد حضرت یوسف (علیہ السلام) نے ساتھ کھانا شروع کیا یہ وقت تھا جب حضرت یوسف (علیہ السلام) بنیامین کے بہت قریب ہوئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

کھانا تناول فرماتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرہ مقدس کو بنیامین کا تک تک کر دیکھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام بنیامین کے ساتھ کھانا تناول فرمانے لگے تو بنیامین آپ علیہ السلام کے چہرہ مقدس کو تک تک کر دیکھنے لگے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اب بنیامین نے جب غور سے دیکھا تو دیکھتے ہی چلے گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:81 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو کھانا تناول کرنے کا فرمان

جب بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کو تک تک کر دیکھنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اے بنیامین کھانا کھاؤ مجھے کیا دیکھے جا رہے ہو۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اے بنیامین کھانا کھاؤ مجھے کیا دیکھے جا رہے ہو۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کا فرمانا کہ مجھے آپ کا چہرہ اپنے بھائی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے ملتا جلتا نظر آتا ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے بنیامین کھانا کھاؤ مجھے کیا دیکھے جا رہے ہو تو بنیامین نے کہا اے عزیز مجھے آپ کا چہرہ اپنے بھائی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے ملتا جلتا نظر آتا ہے۔ اس لیے جی بھر کے یہ چہرہ دیکھ دیجئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(بنیامین نے) عرض کیا۔

اے عزیز اے بادشاہ۔ اے محسن مجھے آپ (علیہ السلام) کا چہرہ اپنے بھائی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے کچھ ملتا جلتا نظر آتا ہے اس لیے جی بھر کے یہ چہرہ دیکھ لینے دیجئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کا قول سن کر حضرت یوسف علیہ السلام تڑپ گئے

جب بنیامین نے کہا اے عزیز مصر مجھے آپ کا چہرہ اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے کچھ ملتا جلتا نظر آتا ہے اس لیے جی بھر کے دیکھ لینے دیجئے تو حضرت یوسف علیہ السلام تڑپ گئے مگر ضبط کیا اور فرمایا اے بنیامین کھانا کھاؤ۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(بنیامین نے) عرض کیا۔

اے عزیز مصر اے بادشاہ اے محسن! مجھے آپ کا چہرہ اپنے بھائی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے کچھ ملتا جلتا نظر آتا ہے اس لیے جی بھر کے یہ چہرہ دیکھ لینے دیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام تڑپ گئے مگر ضبط کیا۔

اور (ارشاد) فرمایا:

اے بنیامین کھانا کھاؤ۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا رب تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں جدائی کو ختم کرنے کی دعا کرنا

جب دونوں بھائیوں یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کھانا تناول فرما چکے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا کی کہ یا اللہ عزوجل دکھوں اور غموں والی جدائیوں کو ختم فرما دے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

کھانے کے بعد آپ (علیہ السلام) نے نہایت آہستہ سے دعا مانگی کہ الٰہی (عزوجل) ان دکھوں اور غموں والی جدائیوں کو ختم فرما دے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی عزوجل ان دکھوں اور غموں والی جدائیوں کو ختم فرما دے تو آپ علیہ السلام کو القاء ہوا کہ اے یوسف علیہ السلام تمہاری دعا قبول ہے جدائی ختم ہوئی اور خود کو بنیامین پر بھائی ظاہر کر دے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

روایت ہے کہ

پھر ربی القاء ہوا کہ اے یوسف (علیہ السلام) صابروں کے سردار تمہاری دعا قبول ہے جدائی ختم اب اپنا آپ صرف اپنے

بھائی پر ظاہر کرو اور کسی کو ابھی نہ بتانا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین پر بھائی ہونے کو ظاہر فرمانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا کی کہ یا اللہ عزوجل ان دکھوں اور غموں والی جدائیوں کو ختم فرمادے تو آپ علیہ السلام کو القاء ہوا کہ اے یوسف علیہ السلام تمہاری دعا قبول ہے اب خود کو بنیامین پر بھائی ظاہر کردے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین پر خود کو بھائی ہونا ظاہر فرمادیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝

(یوسف:69)

جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا اور بتایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں سو تم اس بدسلوکی پر غمگین نہ ہونا جو یہ کرتے رہے تھے۔

بھائیوں کا بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس لے کر جانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو یہ فرمایا تھا کہ تم واپس ضرور آنا اور بنیامین کو لے کر آنا تو بھائی بنیامین کو لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس لے گئے اور کہا ہم بنیامین کو لے کر آئے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اور عرض کیا۔

یہ ہمارا وہ بھائی ہے جس کے متعلق آپ علیہ السلام نے کہا تھا کہ اس کو لے کر آنا اب ہم اس کو لے کر آئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تم نے اچھا کیا اور درست کیا اور تم کو عنقریب اس پر انعام ملے گا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:20 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کی ضیافت کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی ضیافت کی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

(روایت کے آخری حصے کو نقل کرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کو نقل کیا کہ) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں تمہاری ضیافت اور تکریم کرنا چاہتا ہوں پھر آپ علیہ السلام نے دو دو کو کھانے پر بٹھایا اور ان کو عمدہ کھانے پیش کیے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:20 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل فرمانا

جب تمام بھائیوں کو کھانا عطا فرما دیا تو بنیامین اکیلے رہ گئے پھر آپ علیہ السلام نے ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل فرما لیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

پھر بنیامین کے متعلق ارشاد فرمایا:

یہ اکیلا رہ گیا ہے اس کو میں اپنے ساتھ بٹھا لیتا ہوں۔

(جامع البیان: ج:13، ص:21 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 255ھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے دو دو کو ایک ساتھ دستر خوان پر بٹھایا اور بنیامین کو اکیلا بٹھایا وہ رونے لگے۔

اور کہا:

اگر میرا بھی بھائی ہوتا تو آپ مجھے اس کے ساتھ بٹھاتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اس کو اکیلا دیکھ رہا ہوں سو میں اس کو اپنے ساتھ بٹھا لیتا ہوں۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:255 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

دو دو بھائیوں کو ایک کمرہ دینا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بہت پیاری تقسیم یوں فرمائی کہ دو دو بھائیوں کو ایک کمرہ دیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے دو دو کو ایک کمرے میں ٹھہرایا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:21 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 255ھ لکھتے ہیں:

پھر جب رات ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے دو دو کو ایک کمرہ دیا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:255 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو اپنے کمرے میں ٹھہرانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی رہائش کے متعلق بھی بہت پیاری تقسیم فرمائی دو دو بھائیوں کو ایک کمرہ دیا اور بنیامین کو اپنے کمرے میں ٹھہرایا گویا ہر کمرے میں دو دو بھائی قیام پذیر ہوئے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

پھر بنیامین کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

بنیامین کو میں اپنے کمرہ میں ٹھہرالیتا ہوں۔

(جامع البیان: ج:13،ص:21 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 255ھ لکھتے ہیں:

بنیامین اکیلے رہ گئے۔

تو ارشاد فرمایا:

اس کو میں اپنے ساتھ کمرے میں رکھ لیتا ہوں۔

(زادالمسیر: ج:4،ص:256 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کمرے میں جا کر بنیامین کو اپنا سگا بھائی بتایا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے کمرے میں رکھا تو وہاں آپ علیہ السلام نے یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ میں تمہارا سگا بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہوں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے تنہائی میں بنیامین کو بتایا کہ

میں تمہارا سگا بھائی ہوں تمہارے یہ بھائی جو کچھ بدسلوکی کرتے رہے ہیں تم اس پر غم نہ کرنا۔

(جامع البیان: ج:13،ص:21 مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 255ھ لکھتے ہیں:

تنہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تمہارا کوئی ماں شریک بھائی ہے۔

اس نے کہا:

ہاں! میرا ایک ماں شریک بھائی تھا۔ وہ ہلاک ہوگیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہارے اس ہلاک شدہ بھائی کے قائم مقام میں تمہارا بھائی بن جاؤں۔

بنیامین نے کہا:

اے بادشاہ! آپ جیسا بھائی کس خوش نصیب کا ہوگا۔ لیکن آپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے پیدا نہ ہوئے نہ راحیل (والدہ محترمہ) سے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام رونے لگے اور اس کو گلے لگالیا۔

اور ارشاد فرمایا:

میں تمہارا (سگا) بھائی ہوں اور تم اب غم نہ کرنا یعنی وہ جو ہم پر حسد کرتے رہے تھے اور ہمارے باپ کی توجہ اپنی طرف پھیرنے کی جو کوشش کرتے رہے تھے اس پر اب تم غم نہ کرنا۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:256 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا خلوت میں بنیامین کا نام پوچھنا

حضرت یوسف علیہ السلام جب خلوت میں بنیامین کو لے گئے تو آپ علیہ السلام نے بنیامین سے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے کہا بنیامین، آپ علیہ السلام نے فرمایا کون سا بنیامین تو اس نے کہا جن کی ماں ان کے پیدا ہونے کے بعد فوت ہوگئی تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب خلوت ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اس (بنیامین) سے اس کا نام پوچھا:

تو اس نے کہا:

بنیامین۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

کون سا بنیامین؟

اس نے کہا:

جس کی ماں اس کے پیدا ہونے کے بعد فوت ہوگئی تھی۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

کیا تو پسند کرتا ہے کہ میں تیرا بھائی بن جاؤں اس کی جگہ جس کی محبت تجھ مضطرب کیے ہوئے ہے۔

بنیامین نے کہا:

اے بادشاہ! تیسرے جیسا بھائی کون پائے گا لیکن تو میرا بھائی کیسے ہوگا جبکہ تجھے حضرت یعقوب علیہ السلام اور راحیل نے جنا ہی نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر رونے لگے اور اٹھ کر بنیامین سے معانقہ کیا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:305 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا سگا بھائی ہونا سن کر بنیامین پر نیم غشی طاری ہونا

جب بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ میں تمہارا سگا بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہی ہوں تو بنیامین پر نیم غشی جیسی کیفیت طاری ہوگئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بس اس اچانک خوشخبری سے بنیامین پر نیم غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کا حضرت یوسف علیہ السلام سے اب جدا نہ ہونے کا قول

جب نیم غشی طاری ہونے کے بعد افاقہ ہوا تو بنیامین نے کہا اب تو میں تم سے جدا نہ ہوں گا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جب افاقہ ہوا تو بنیامین نے عرض کیا:

اب تو میں تم سے جدا نہ ہوؤں گا کیونکہ مجھے ان سے یہ خطرہ ہے کہ جب آپ (علیہ السلام) سے والد محترم نے محبت کی انہوں نے آپ (علیہ السلام) کو نقصان پہنچایا اب آپ (علیہ السلام) نے کل سے مجھ پر مہربانی فرمائی ہے جس کو یہ بھائی دیکھ رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کو پھر حسد لگ جائے اور یہ مجھ پر بھی راستے میں ظلم کریں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو غم نہ کرنے کا قول

جب بنیامین نے کہا کہ یہ راستے میں مجھ پر ظلم کریں گے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے بنیامین تم اس کا غم نہ کرو جس طرح یہ پہلے کرتے رہے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اے بنیامین تم اس کا غم نہ کرو جو یہ پہلے کرتے رہے اور ابھی اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اس کا بھی ابھی وقت نہیں میں تم کو ابھی روک نہیں سکتا ورنہ کوئی وجہ بتانی پڑے گی اور راز فاش ہونے کا اندیشہ ہے ہاں رب العزت مسبب الاسباب ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی آپس میں ملاقات کے وقت عمر مبارک

حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی آپس میں ملاقات کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک اکتالیس (41) سال تھی اور بنیامین کی عمر تقریباً سینتیس (37) سال تھی اور بنیامین چار سال چھوٹے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اس وقت (یعنی ملاقات کے وقت) حضرت یوسف (علیہ السلام) کی عمر (مبارک) اکتالیس (41) سال تھی بنیامین تقریباً 37 (سینتیس) سال تھی۔ آپ (علیہ السلام) چار سال تقریباً چھوٹے تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی جدائی کے وقت عمر مبارک کیا تھی

حضرت یوسف علیہ السلام کی بنیامین سے جدائی کے وقت گیارہ سال عمر مبارک تھی اور بنیامین کی سات سال عمر مبارک تھی

تفسیر نعیمی میں ہے۔
جدائی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام گیارہ سال بنیامین سات سال کے تھے۔
واللہ اعلم بالصواب ۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کا واپس بھائیوں کے ساتھ جانے سے انکار کرنا

جب بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا سگا بھائی ہونا بتا دیا تو بنیامین نے کہا میں اب تم سے جدا نہیں ہوں گا کیونکہ آپ نے مجھ پر مہربانی فرمائی ہے ہوسکتا ہے ان کو حسد لگ جائے اور راستے میں مجھ پر ظلم کریں لہٰذا میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
بنیامین نے عرض کیا:
اب تو میں تم سے جدا نہ ہوؤں گا کیونکہ مجھے ان سے یہ خطرہ ہے کہ جب آپ سے والد محترم نے محبت کی تو انہوں نے آپ کو نقصان پہنچایا اب آپ نے کل سے مجھ پر مہربانی فرمائی ہے جس کو یہ بھائی دیکھ رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کو پھر حسد لگ جائے اور یہ مجھ پر بھی راستے میں ظلم کریں۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو فرمایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔
تو بنیامین نے کہا:
میں تم سے جدا نہ ہوں گا۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:306 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم کی وجہ سے نہ روکنے کا قول

جب بنیامین نے کہا کہ میں اب آپ علیہ السلام سے جدا نہیں ہوں گا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں ابھی تم کو نہیں روک سکتا کیونکہ میری وجہ سے والد محترم کو بہت زیادہ غم ہے اور اگر آپ کو روکا تو والد محترم کا غم اور زیادہ ہو جائے گا۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
میرے والد محترم کو جو میرا غم تھا اس کا تو تجھے علم ہے اگر میں تجھے یہاں روک لوں گا تو ان کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:306 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا) میں تم کو ابھی روک نہیں سکتا ورنہ کوئی وجہ بتانی پڑے گی۔

اور راز فاش ہونے کا اندیشہ ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائی کو روکنے کا عمل

حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو روکنے کے لئے یہ عمل کیا کہ بنیامین کے خورجین میں اپنا پیالہ چھپا دیا تاکہ چوری کا الزام لگوا کر بنیامین کو روک لیا جائے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد محترم کو جو میرا غم تھا اس کا تو تجھے علم ہے اگر میں تجھے یہاں روک لوں گا تو ان کے غم میں اضافہ ہو جائے گا اور یہ میرے لیے تب ممکن ہے جبکہ میں تمہاری طرف ایسے فعل کو منسوب کروں جو محمود نہیں ہے اور تجھے ایک امر مکروہ کے ساتھ مشہور نہ کروں۔

بنیامین نے کہا:

مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے جو چاہیں آپ علیہ السلام کریں میں آپ علیہ السلام کو کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

پھر آپ کی خورجین میں اپنا پیالہ چھپا دیتا ہوں پھر تم پر چوری کی منادی کروں گا تاکہ آپ کا لوٹنا میری طرف ممکن ہو جائے۔

حضرت بنیامین نے کہا:

تم ایسا کرو تو آپ علیہ السلام نے ایسا کر دیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:306 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کی بوری میں پیالہ رکھنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو روکنے کے لئے ان کی بوری میں پیالہ رکھ دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ (یوسف:70)

پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کیا تو اس نے (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔

پیالے کے متعلق اقوال

پیالے کے متعلق مختلف اقوال ہیں کہ وہ کس قسم کا تھا اور کس چیز کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:
حضرت حسن بصری، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہم سے روایت ہے کہ
یہ پانی پینے کا برتن تھا۔
(جامع البیان: ج:13،ص:22 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)
نیز مزید راقم ہیں۔
جَعَلَ السِّقَایَةَ یعنی بادشاہ کا وہ پیالہ جس سے وہ شراب پیتا تھا۔
وہ فِیۡ رَحۡلِ اَخِیۡهِ اپنے بھائی کی خورجین میں رکھ دیا۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
السِّقَایَةَ سے مراد جام ہے اور ہر وہ چیز جس میں کوئی چیز پی جائے وہ صواع کہلاتی ہے۔
اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
وہ فرماتے ہیں۔
سقایہ اور صواع ایک ہی چیز ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پانی پیتے تھے۔
نیز مزید راقم ہیں کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
صواع الملک سے مراد وہ چاندی کا پیالہ ہے جس میں لوگ پانی پیتے ہیں۔
اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ
انہوں نے فرمایا:
سقایہ سے مراد صواع ہے اور یہ علماء کے قول کے مطابق سونے کا پیالہ ہوتا تھا۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت نافع بن الازرق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے صواع الملک کے متعلق پوچھا:
تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
صواع اس پیالہ کو کہتے ہیں جس میں پانی پیا جاتا ہے۔
حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:
کیا عرب اس کے معنی کو جانتے ہیں۔
ارشاد فرمایا:
ہاں! کیا تو نے الاعشی کا قول نہیں سنا۔
له درمك فی راسه و مشارب
وقدر و طباخ وصاع و دیسق

نیز مزید راقم ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صواع الملک سے مراد وہ پیالہ ہے جس کی دونوں طرفیں ملی ہوئی ہوتی ہیں اور اس میں عجمی لوگ پانی پیتے ہیں۔

اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

صواع الملک یعنی بادشاہ کا پیالہ چاندی کا تھا۔

ایک اور روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ

بادشاہ کا پیالہ تانبے کا تھا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:21 تا 26 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بعض نے کہا:

اس سے پہلے بادشاہ پانی پیا کرتا تھا پھر ان قحط کے ہنگامی دنوں میں ادھر استعمال ہونے لگا مگر یہ اس لیے نہیں غلط ہے ا
اگلاس انسانی پینے کے لئے نہیں یہ تو پوری بالٹی برابر تھا بالٹی سے کون پیتا ہے۔

بعض نے کہا:

یہ جانوروں کو پلانے کے لئے تھا پھر ناپنے کے لئے استعمال ہونے لگا مگر یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ جانوروں کا برتن
بصورت اور قیمتی نہیں ہوتا اور پھر گم ہونے پرا تنا ڈھونڈا بھی نہ جاتا نہ عملے کو پریشانی ہوتی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:83 نعیمی کتب خانہ لاہور)

پیالہ میں حضرت یوسف علیہ السلام پانی نوش فرماتے تھے

جو پیالہ بنیامین کی خورجین میں رکھا گیا اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پانی نوش فرماتے تھے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سقایہ اور صواع ایک ہی چیز ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام پانی نوش فرماتے تھے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:23 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چاندی کا پیالہ تھا

جو پیالہ بنیامین کی خورجین میں رکھا گیا وہ چاندی کا تھا۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ

بادشاہ کا پیالہ چاندی کا تھا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:26 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پیالہ کی تلاش کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قافلہ کچھ دور چلا گیا تو پیالے کی تلاش ہونے لگی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
برادران یوسف (علیہ السلام) کا قافلہ مع دیگر لوگ اس راستے کے اہل قافلہ کے ساتھ چل پڑا اور کارندے دوسرے خریداروں سے بات چیت، لین دین میں مشغول ہو گئے جب دوسروں کو ناپ کر دینے کا وقت آیا تو وہ گلاس پیالہ ڈھونڈے نہ ملا تب اس شاہی پیانے اور عزیز مصر کے خوف سے کارندے دوڑ پڑے کہ ہو نہ ہو یہی لوگ خوبصورت اور قیمتی ہیروں یا موتیوں جڑا گلاس چرا کر چھپا کر لے گئے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:83 نعیمی کتب خانہ لاہور)

منادی کا قافلہ والوں کو چور ہونے کا اعلان کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قافلہ کچھ دور چلا گیا تو ایک منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو۔
قرآن مجید میں ہے:
ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ○ (یوسف:70)
پھر منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلہ والو! بے شک تم ضرور چور ہو۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
پھر قریب پہنچ کر آواز دی ایک آواز دینے والے نے جو اس عملے کا ذمہ دار افسر تھا۔
اے اونٹوں کے قافلے والو! کیا بے شک تم ہی چور ہو۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:83 نعیمی کتب خانہ لاہور)

پیالہ پر شاہی مہر کا لگا ہونا

پیالہ بہت مضبوط وخوبصورت بنوایا گیا تھا اس پر شاہی مہر بھی لگی ہوئی تھی۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
بادشاہی گلاس جو اسی ناپنے کے لئے بہت بڑا مضبوط اور قیمتی خوبصورت بنوایا گیا تھا اس پر شاہی مہر بھی لگی ہوئی تھی ایک صاع گندم اس میں آتی تھی یعنی ساڑھے چار سیر آج کل تقریباً چار کلوگرام پینے والے گلاس کی شکل کا تھا اس لیے اس کو سقایہ کہا جاتا تھا۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:82 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قافلہ والوں کا پوچھنا کہ تمہاری کیا چیز گم ہوئی ہے

جب منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلہ والو تم بے شک ضرور چور ہو تو قافلہ والوں نے کہا کہ تمہاری کیا چیز گم ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ٥ (یوسف:71)

انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے۔

کارندوں نے کہا بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے

جب قافلہ والوں نے پوچھا کہ تمہاری کیا چیز گم ہوئی ہے تو کارندوں نے کہا بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (یوسف:72)

کارندوں نے کہا بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے۔

پیالہ دینے پر غلہ سے لدا ایک اونٹ کے انعام کا اعلان

کارندے نے کہا جو اس پیالے کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں اس کا خود ضامن ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ٥ (یوسف:72)

اور جو اس کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

وہ سب کارندے جو پیالہ گم ہو جانے کی وجہ سے عزیز مصر کے خوف سے انتہائی پریشان تھے بولے ہم بادشاہ کا صاع گم پاتے ہیں اب ہم کس سے ناپ کر دیں گے اور قیمتی بھی بہت زیادہ ہے تم ہی لوگ آئے ہو مہربانی دوستو اگر تم میں سے کوئی وہ گلاس ہم کو خود بخود دیدے تو انعام میں ایک غلہ اونٹ اس کو دیا جائے گا اور پہلا اعلان کرنے والا افسر بولا یہ انعام دلوانا میری ذمے داری ہے خواہ مجھ کو اپنے پاس سے خرید کر دینا پڑے میں معتبر اور ذمہ دار افسر ہوں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:83 نعیمی کتب خانہ لاہور)

کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے فریب کا کام کیا ہے؟

تفسیر نعیمی میں ہے۔

تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پیالہ چھپایا یہ کام فریب ہے جو شان نبوت کے خلاف ہے۔

جواب

جَعَلَ کی چند تفسیریں ہیں۔

ایک یہ بھی ہے جو معترض نے بیان کی اگر اس تفسیر کو تسلیم کیا جائے تب یہ اعتراض پڑتا ہے۔

اور جواب یہ ہے کہ

فریب وہ ہوتا ہے جس کا خاص کر فریب خوردہ کو پتہ نہ ہو مگر یہاں جس کو اس کام کا نقصان ہونا ہے اس کو پتہ ہے اس

مرضی سے ہو رہا ہے لہٰذا جائز ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:84 نعیمی کتب خانہ لاہور)
میں کہتا ہوں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے فریب نہیں کیا اور نبی کبھی فریب کر ہی نہیں سکتا بلکہ نبی کے متعلق فریب کا تصور ہی نہیں ہو سکتا جب تصور ہی نہیں ہو سکتا تو پھر نبی پر فریب کا الزام لگانا بھی جائز نہیں۔

کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے جھوٹا بہتان لگوایا تھا؟

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اعتراض!

تفاسیر میں ہے کہ
حضرت یوسف (علیہ السلام) کے حکم سے افسر نے آواز دی کہ
اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ
تم چور ہو۔
یہ جھوٹا بہتان، تہمت اور بیگناہوں کو ستانا ہے جو سراسر ظلم ہے۔

جواب

امام ابن ابی بکر رازی نے اس کے تین جواب دیئے ہیں۔
پہلا یہ (ہے) کہ
یہ سب کام حیلہ شرعی ہے اور جائز ہے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے ان کی بیوی کے سو کوڑوں کی قسم پوری کرنے کے لئے رب تعالیٰ نے جھاڑو مار دینے کا حکم فرمایا اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنی بیوی کو بہن کہہ دینا اسی طرح شریعت اسلامیہ میں کسی کو بچانے کے لئے یا خود بچنے کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے۔
دوسرا جواب یہ (ہے) کہ
یہ کام اعلانچی نے خود کیا حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اس کا حکم نہ دیا تھا۔
تیسرا جواب یہ (ہے) کہ
حضرت یوسف (علیہ السلام) نے ان کے سابقہ ظلموں کی مشابہت دیتے ہوئے یہ سارقون کا لفظ توریۃً کہلوایا یعنی تمہارے تمام کام چوروں جیسے ظالمانہ ہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:85 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قافلہ والوں کا کہنا کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے

قافلہ والوں نے کہا اللہ کی قسم ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ (یوسف:73)

انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے۔

قافلہ والوں کا کہنا ہم چور نہیں ہیں

قافلہ والوں نے کہا کہ ہم چور نہیں ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ٥ (یوسف:73)

اور نہ ہم چور ہیں۔

بھائیوں کا اپنی پاکدامنی بیان کرنا

جب کارندوں نے چور ہونے کا کہا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنی پاکدامنی بیان کی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

برادران یوسف بولے اللہ (عزوجل) کی قسم کتنا تعجب ہے کہ تم نے البتہ بے شک ابھی تک کے ہمارے تمام ظاہری حالات کو جان لیا ہے کہ کسی دفعہ بھی نہیں آئے ہم کہ فساد پھیلاتے ہم زمین میں یہ تو ہماری ظاہری عادتیں اور خصلتیں تم نے آج تک مشاہدہ کیں کہ ہم نے اپنے اونٹوں کے منہ تک باندھ دیئے تھے جب کبھی شہر، بستی، باغات وغیرہ سے گزرتے رہے تاکہ ہمارے جانور بھی کسی دکان یا باغ یا کسی کی چھوٹی موٹی کھیتی میں منہ نہ ماریں اور ہماری باطنی حالت یہ ہے کہ ہم کبھی بھی نہ چور ہوئے نہ ہیں نہ ہوں گے۔

(تفسیر نعیمی، ج:13، ص:91 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی زادہ (علیہ السلام) ہونے کی وجہ سے متقی تھے

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی زادہ (علیہ السلام) ہونے کی وجہ سے متقی اور عبادت گزار تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

تاریخوں میں آتا ہے کہ

برادران یوسف نبی زادہ (علیہ السلام) ہونے کی وجہ سے بہت ہی نیک، متقی اور عبادت گزار تھے اگرچہ قحط سالی کی وجہ سے عام کھیت نہ تھے مگر اونٹ عموماً درختوں پر منہ مارتے ہیں اس لیے انہوں نے تمام اونٹوں کے منہ باندھ دیئے تھے۔ یہ ان کا انتہائی زہد تھا۔

بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ

اسی چکر میں برادران یوسف وہ ساری رقم واپس لے آئے تھے جو پہلے ان کی بوریوں میں نکلی تھی اس لیے کہہ رہے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ ہم نہ فسادی ہیں نہ چور ہم نے تمہاری رکھی ہوئی رقم بھی تم کو لا کر واپس کر دی اب بھی تم پر تعجب ہے کہ تم ہم کو چور

رہے ہو۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:91 نعیمی کتب خانہ لاہور)

کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو کیا سزا ہونی چاہیے؟

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنی پاکدامنی بیان کر چکے تو کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیے۔

قرآن مجید میں ہے: قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ○ (یوسف:74)

کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چور کی سزا خود مقرر کی

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چور کی سزا خود مقرر کی کہ جس کی بوری سے پیالہ نکلا اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو اس پیالہ کے بدلہ میں رکھ لیا جائے کیونکہ ظالموں کی یہی سزا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ○ (یوسف:75)

انہوں نے کہا جس کی بوری سے وہ (پیالہ) برآمد ہوا اس کی سزا یہ ہے کہ اسی کو رکھ لیا جائے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چور کی سزا چور کو غلام بنانا تھی

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چور کی سزا چور کو غلام بنانا تھی۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ فرمایا ان کے بارے میں فیصلہ تم دے دو جو چور ہیں۔

انہوں نے کہا:

جس کی خورجی میں پایا گیا وہی اس کی جزاء ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے دور میں یہ فیصلہ ہوتا تھا کہ جس نے چوری کی ہے وہ غلام بنالیا جائے اس کا جس کی اس نے چوری کی ہے۔

نیز مزید راقم ہیں۔

حضرت الکلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے وہ فیصلہ بتایا جو چور کے متعلق ان کے شہر میں کیا جاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ چوری کرنے والا غلام بنالیا جاتا تھا۔

انہوں نے کہا:

جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ

اس کی سزا یہ ہے کہ

جس کے سامان میں یہ پیالہ دستیاب ہو وہی اس کی جزاء ہے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:30 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ

اس زمانہ میں ہر چور کو اس کی چوری کے جرم میں غلام بنا لیا جاتا تھا اور ان کی شریعت میں چور کو غلام بنانا اس کے ہاتھ کاٹنے کے قائم مقام تھا۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:477 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بولے اس چوری کا بدلہ وہی شخص ہے پائی جائے وہ چوری شدہ چیز جس کے سامان میں سے تو وہ چور ہی اس چوری کے جرم کا بدلہ ہے ہم تو اپنے قانون اپنی شریعت میں اسی طرح ظالموں کو مجرموں اور چوروں کو سزا دیتے ہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام صاحب شریعت رسول مکرم تھے اور آپ (علیہ السلام) کی شریعت میں چور کی سزا چور کو غلام بنانا تھا یعنی جس کی چوری کی ہے۔ عدالت کا فیصلہ یہ ہوتا تھا کہ چور اسی کی غلامی میں ساری زندگی گزار دے۔ اور اس کو بیچا بھی جا سکتا تھا گویا کہ غلامیت پورے حقوق کے ساتھ ہوتی تھی۔

روح البیان نے فرمایا کہ

ایک سال کی غلامیت ہوتی تھی مگر یہ غلط ہے کیونکہ غلامیت نام ہے ملکیت تامہ کا اور ملکیت مقتضی ہے پورے کی جس میں بیچنا بھی شامل ہے ایک سال کی غلامیت میں بیچا نہیں جا سکتا اور پھر جس کا مال چوری ہو گیا اس کو کیا فائدہ ہوا الٹا اس کو ایک سال تک کھلانا پلانا، رہائش، لباس کا خرچہ پڑ گیا مکمل غلامیت میں کم از کم اس کو بیچ کر اپنا نقصان تو پورا کر سکتا ہے یا اس سے کاروبار کرا کر اپنا مال نکلوا سکتا ہے۔

بعض نے فرمایا کہ

ایسے غلام بیچنا منع تھا صرف خدمت لے سکتا تھا یہ سب شریعت یعقوبی کے قانون تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:92 نعیمی کتب خانہ لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں چور کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○

(المائدہ:38)

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے
اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک تعزیر ہے اور اللہ بہت غالب نہایت حکمت والا ہے۔

چوری کی حد اور اس کا نصاب

چوری کی حد اور اس کے نصاب کے متعلق احادیث مبارکہ اور فقہاء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4285)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4287)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ
صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4288)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم پر نہیں کاٹا گیا اور یہ (یعنی ڈھال) قیمت والی چیز ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4291)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے عوض ایک چور کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 4293)

ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ چوری کرنے والے پر لعنت فرمائے وہ ایک بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث 4295)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی 204ھ لکھتے ہیں:

جب چور کسی چیز کو چرائے تو اس چیز کی قیمت کا اس دن سے لحاظ کیا جائے گا جس دن اس نے چوری کی تھی اگر اس کی قیمت چوتھائی دینار کو پہنچ گئی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا ورنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(الام: ج:6، ص:147 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6789)

واضح رہے کہ چوتھائی دینار تین درہم کے مساوی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹو اور اس سے کم میں نہ کاٹو اور ان دنوں میں چوتھائی دینار تین درہم کے برابر تھا اور دینار بارہ درہم کا تھا اور اگر چوری چوتھائی درہم سے کم ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا نہ کہتی۔

(مسند احمد، بتحقیق احمد شاکر: ج:17، رقم الحدیث: 24396 طبع قاہرہ)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام سحنون بن سعید التنوخی مالکی متوفی 256ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ

اگر کوئی شخص آج تین درہم کی چوری کرے اور وہ چوتھائی دینار کے برابر آج نہ ہوں کیونکہ دینار کی قیمت بڑھ گئی ہو تو آپ کے قول کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہاں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جبکہ اس نے اس دن تین درہم کی مالیت کی چوری کی ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔

(المدونۃ الکبریٰ: ج:6، ص:265 مطبوعہ مطبعہ السعادۃ مصر)

امام مالک کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہما اصبحی متوفی 179ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

(الموطا امام مالک: رقم الحدیث:1572)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کے نزدیک نصاب سے کم چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ حضرت حسن بصری، حضرت داؤد ظاہری، حضرت امام شافعی کے نواسے اور خوارج کا قول یہ ہے کہ

قلیل چیز کی چوری ہو یا کثیر کی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ارشاد ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ:38)

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے وہ رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے نیز قلیل چیز کی چوری کرنے والا بھی حرز (جس جگہ کی حفاظت ہو) سے چیز چراتا ہے تو کثیر چیز کی چوری کی طرح اس پر بھی اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صرف تین چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور اجماع کی وجہ سے آیت کے عموم میں تخصیص کی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس رسی پر ہاتھ کاٹا جائے جس کی مالیت ربع دینار ہو اور بیضہ سے مراد مرغی کا انڈا نہ ہو بلکہ لوہے کا بیضہ یعنی خود مراد ہو۔

امام احمد سے نصاب سرقہ میں مختلف روایات ہیں۔

ابو اسحاق جوز جانی سے ربع طلائی دینار یا تین چاندی کے درہموں کی روایت ہے یا جو ان کی مالیت ہو۔ امام مالک اور

اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور اثرم سے یہ روایت ہے کہ اگر سونے یا چاندی کے علاوہ کسی چیز کی چوری کی ہے تو چوتھائی دینار تین درہم کی مالیت نصاب ہے اور ان میں سے کم تر مالیت کو نصاب مانا جائے گا لیث اور ابو ثور سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے، عمر بن عبدالعزیز، اوزاعی، امام شافعی اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔

اور عثمان بتی نے کہا کہ

ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

چار درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صرف پانچ درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

سلیمان بن یسار، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا بھی یہی قول ہے۔

جوزجانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس ڈھال کے عوض ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔

عطاء، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ قول ہے کہ

ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ حجاج بن ارطاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے عوض ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا اس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔

اور نخعی سے روایت ہے کہ

چالیس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا:

یہ حدیث اس بات میں صحیح ترین حدیث ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کی جو پہلی حدیث (جس میں ایک دینار یا دس درہم کی ڈھال پر قطع ید کا ذکر ہے) اس پر دلالت نہیں کرتی کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹا جا

نہیں کیونکہ جو تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹتے ہیں وہ دس کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹتے ہیں۔

(المغنی: ج:9،ص:95،94 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ڈھال کی قیمت کے ماسوا میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے اور ان دنوں اس کی قیمت دس درہم کے برابر تھی۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ

چور کا ہاتھ کاٹنے کے لئے سرقہ میں نصاب معتبر ہے۔

پھر نصاب کی مقدار میں اختلاف ہے۔

ہمارے علماء کرام نے کہا:

یہ نصاب دس درہم یا ایک دینار ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

چوتھائی دینار ہے۔

امام مالک نے کہا:

تین درہم ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

چالیس درہم ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چوتھائی درہم یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس لیے کہ ان کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔

اور ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہے اور اختلاف کے وقت اس کی کم سے کم قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اور کم سے کم قیمت جو منقول ہے وہ تین درہم ہے اس لیے امام مالک نے سرقہ کا نصاب تین درہم قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دینار کی قیمت بارہ درہم تھی تو تین درہم چوتھائی دینار ہو گئے اور ہمارے علماء کرام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ

ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں مشہور ہے کہ

دس درہم سے کم میں حد نہیں ہے اور دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

اور ایمن بن ابی ایمن، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹا گیا تھا وہ دس درہم کی تھی اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کی طرف رجوع کرنا زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ مجاہد میں سے تھے اور ہتھیاروں کی قیمت اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔

اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ

ڈھال کی اس قیمت کا اعتبار کرنا چاہئے جو کم سے کم ہو کیونکہ چوری شدہ مال کی کم قیمت اس لیے لگائی جاتی ہے تا کہ حد کو ساقط کیا جاسکے اور یہاں حد کو ساقط کرنا اس وقت متحقق ہوگا جب ڈھال کی قیمت زیادہ سے زیادہ لگائی جائے۔

اور روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس کی چوری دس درہم کے مساوی نہیں ہے پھر اس کپڑے کی قیمت معلوم کی گئی تو اس کی قیمت آٹھ درہم ڈالی گئی تو اس شخص سے حد ساقط کردی گئی۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نصاب سرقہ کا دس درہم ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان معروف اور مشہور تھا نیز نصاب حد کو نصاب مہر پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ کم از کم مہر دس درہم ہے اور نکاح اور ہاتھ کاٹنے دونوں میں ایک عوض پر تصرف کیا جاتا ہے جو شریعت میں تصرف کرنے سے محفوظ اور مامون ہے اس لیے اس تصرف کا استحقاق مال کثیر کے بغیر نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چوتھائی دینار کی جو حدیث مروی ہے اس میں بہت زیادہ اضطراب ہے اور اکثر محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مشہور قول یہ ہے کہ

کسی معمولی چیز کے عوض ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا بلکہ ڈھال کی قیمت کے عوض ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا ہو بعد میں دس درہم کو نصاب سرقہ مقرر کر کے چوتھائی دینار کے حکم کو منسوخ کردیا تا کہ ناسخ حکم منسوخ حکم سے خفیف اور آسان ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل لے آتے ہیں۔

(المبسوط: ج:9، ص:136 تا 138 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ سرخسی کی اس مفصل عبارت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب آ گیا ہے تاہم علامہ سرخسی نے جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے وہ حدیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ روایت کرتے ہیں۔

ایمن بیان کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ڈھال کی قیمت میں ہاتھ کاٹا ہے اور اس دن ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔ امام نسائی نے اس حدیث کو چھ مختلف سندوں سے روایت کیا ہے۔

حضرت ہارون بن عبداللہ کی روایت میں ہے۔

اس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 4963، 4962، 4961)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ڈھال کی قیمت اس دن دس درہم تھی۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 4966)

امام نسائی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں۔

ڈھال کی قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دس درہم تھی۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث: 4971)

از عمر بن شعیب از والد خود از جد خود سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دس درہم سے کم میں قطع ید (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے۔

(مسند احمد: بتحقیق احمد شاکر: ج:6، رقم الحدیث: 6900)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی 211ھ روایت کرتے ہیں کہ

قاسم بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اس کی قیمت لگاؤ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی آٹھ درہم قیمت لگائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

(المصنف: ج:10، ص:234 تا 235 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
(مصنف عبدالرزاق: ج:10، ص:433)
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
(سنن دارقطنی: ج:3، رقم الحدیث:3398)
امام محمد بن حسن شیبانی متوفی 189ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابراہیم نخعی نے کہا کہ
ڈھال سے کم قیمت میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور اس سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا۔
(کتاب الآثار: ص:137 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)
ابن مسیب بیان فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب چور اس قدر (مال کی) چوری کرے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔
(مصنف عبدالرزاق: ج:10، ص:233 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

چور کا دایاں ہاتھ پہنچے سے کاٹا جائے

جس شخص نے چوری کی ہے اس کا دایاں ہاتھ پہنچے سے کاٹا جائے گا تاکہ چور کو چوری کرنے کی سزا مل جائے اور مسلمانوں کے اموال کو محفوظ رکھا جائے کہ بعد والوں کو عبرت حاصل ہو۔
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ
ہماری قرأت میں ہے۔
فاقطعوا ایمانهما
چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو۔
(سنن کبریٰ للبیہقی: ج:8، ص:270 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)
امام دارقطنی متوفی 385ھ روایت کرتے ہیں۔
از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود حضرت صفوان بن امیہ بن خلف مسجد میں سوئے ہوئے تھے ان کے سرہانے کپڑے تھے ایک چور آ کر وہ کپڑے لے گیا وہ اس چور کو پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اس نے

اقرار کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا عرب کے ایک شخص کا میرے کپڑوں کے عوض ہاتھ کاٹا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میرے پاس پکڑ کر لانے سے پہلے یہ عرب نہیں تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تک مجرم حاکم کے پاس نہ پہنچے تم شفاعت کر سکتے ہو اور جب وہ حاکم تک پہنچ گیا پھر اس کو معاف کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ پہنچے (ہتھیلی اور کلائی کا جوڑ) سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

(سنن دار قطنی: ج:3، رقم الحدیث:3430 دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عدی بیان کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چور کا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دیا۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ چور کا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے کاٹ دیتے تھے۔

(سنن کبریٰ: ج:8، ص: 271 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

ملا نظام الدین متوفی 1161ھ فتاویٰ عالمگیری میں لکھتے ہیں:

1- جو چیز دار الاسلام میں مباح یا خسیس اور حقیر ہو اس کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مثال کے طور پر

افتادہ لکڑی، گھاس پھوس، سرکنڈا، مچھلی، ہڑتال اور چونا وغیرہ۔

2- سونا، چاندی اگر مٹی یا پتھر میں محفوظ ہو اور اس کو اس شکل میں چرایا جائے تو اس پر حد سرقہ نہیں ہے۔

3- جو چیز جلد خراب ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر

دودھ، گوشت اور تازہ پھل ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔

4- جو پھل درخت پر لگے ہوں یا گندم کھیت میں ہو اس کے چرانے پر حد نہیں ہے۔

5- قحط کے ایام میں طعام کی چوری پر حد نہیں ہے۔ خواہ طعام جلد خراب ہونے والا ہو یا نہ ہو۔ حفاظت میں رکھا گیا ہو یا نہ

ہو اور قحط کا سال نہ ہو لیکن جس طعام کو چرایا ہے وہ جلد خراب ہونے والا ہے پھر بھی حد نہیں ہے اور اگر طعام جلد خراب ہونے والا نہ ہو لیکن غیر محفوظ ہو پھر بھی حد نہیں ہے۔

6- مٹی کی دیگچی کی چوری میں حد نہیں ہے۔

7- درخت کو باغ سے جڑ سمیت چرانے پر حد نہیں ہے۔

8- ہاتھی کے دانت کی چوری میں حد نہیں ہے بشرطیکہ اس سے کوئی چیز بنائی نہ گئی ہو۔

9- شیشہ کی چوری میں حد نہیں ہے۔

10- جن جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے ان کے چرانے پر حد نہیں ہے خواہ وہ وحشی ہوں یا غیر وحشی، بری ہوں یا بحری ہوں۔

11- مہندی، سبزیوں، تازہ پھلوں، گھاس، پانی، گٹھلی اور جانوروں کی کھالوں کے چرانے میں حد نہیں مگر یہ کہ کھال سے مصلیٰ یا کوئی اور چیز بنائی گئی ہو۔

12- خمر، خنزیر، باقی پرندوں، وحشی جانوروں، کتے، چیتے، مرغی، بطخ اور کبوتر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔

13- طنبور، دف، مزمار اور باقی گانے بجانے کے آلات چرانے میں حد نہیں ہے۔

14- طبل اور بربط اگر لہو ولعب کے لئے تو ان کے چرانے میں حد نہیں ہے اور اگر جہاد کا طبل ہے تو اس میں اختلاف ہے۔

15- پنیر اور روئی کے چرانے میں حد نہیں ہے۔

16- شطرنج اور چوسر خواہ سونے کی بنی ہوئی ہوں ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔

17- مصحف (قرآن مجید) کے چرانے میں حد نہیں ہے۔

18- فقہ، نحو، لغت اور شعر وادب کی کتابوں کے چرانے میں بھی حد نہیں ہے۔

19- تیر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔

20- سونے یا چاندی کے صلیب یا بت کے چرانے میں حد نہیں ہے البتہ سونے اور چاندی کے جن سکوں پر تصویریں ہوں ان پر حد ہے۔

21- بڑی عمر یا سمجھ دار غلام کے چرانے میں حد نہیں ہے۔

22- جس شخص نے اپنے مقروض سے دس درہم غیر مؤجل قرض لینا ہو اور وہ اس سے اتنی مالیت کی چیز چرالے تو حد نہیں ہے اور اگر قرض مؤجل ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حد ہو اور استحسان کا تقاضا ہے کہ حد نہیں ہے۔

23- اگر نابالغ بیٹے کے مقروض کے مال سے چوری کی تو حد نہیں ہے۔

24- اگر چاندی کے برتن میں نبیذ یا جلد خراب ہونے والی کوئی چیز (مثلاً دودھ) تھی اس کو چرالیا تو حد نہیں ہے۔

25- جس برتن میں شراب تھی اس کو چرالیا تو اس میں حد نہیں ہے۔

26-اگر قبر سے دراہم، دینار یا کفن کے علاوہ کوئی اور چیز چرائی تو اس پر حد نہیں ہے۔
27-کفن چرانے پر حد نہیں ہے۔
28-مال غنیمت یا مسلمانوں کے بیت المال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔
29-جس چیز پر ایک بار حد لگ چکی ہو اس کو دوبارہ چرانے پر حد نہیں ہے۔
30-حربی متامن کے مال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔
علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:
31-مسجد کا سامان مثلاً چٹائیاں اور قندیل چرانے پر حد نہیں ہے۔
32-کعبہ کے پردوں کو چرانے پر حد نہیں ہے۔
33-جن کاغذوں پر کچھ لکھا ہوا یا چھپا ہوا ہو ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔
34-اگر کسی شخص نے امانت میں خیانت کی تو اس پر حد نہیں ہے۔
35-لٹیرے اور اچکے پر حد نہیں ہے۔
36-اگر کوئی شخص اپنے شریک کے مال سے چوری کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔
37-ماں، باپ، اولاد یا دیگر محارم کے مال سے چوری پر حد نہیں ہے۔
38-اگر محرم کے گھر سے کسی اور کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
39-اگر زوجین میں سے کسی ایک نے دوسرے کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
40-غلام یا لونڈی نے اپنے مالک کا مال چرایا یا لونڈی نے اپنی مالکہ کے خاوند کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
41-اگر مالک نے اپنے مکاتب کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
42-حمام یا جس گھر میں جانے کا اذن عام ہو اس میں چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔
(فتاوی عالمگیری: ج:2، ص:175 تا 179 مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر)

زمانہ جاہلیت میں بھی چور کے ہاتھ کاٹے گئے

زمانہ جاہلیت میں بھی چور کے ہاتھ کاٹے گئے۔
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
زمانہ جاہلیت میں بھی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا، زمانہ جاہلیت میں جس کا سب سے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا وہ ولید بن مغیرہ تھا۔
(الجامع الاحکام القرآن: ج:3، ص:111 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسلام میں سب سے پہلے جن چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے

اسلام میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں خیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کا ہاتھ کاٹا اور

عورتوں میں سب سے پہلے مرہ بنت سفیان بن عبد الاسد کے ہاتھ کاٹے گئے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اسلام میں جس چور کا سب سے پہلے مردوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا وہ خیار بن عدی بن نوفل بن مناف تھے اور عورتوں میں جس چور کے سب سے پہلے ہاتھ کاٹے گئے وہ مرہ بنت سفیان بن عبد الاسد تھیں ان کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا جس نے ہار چرایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن ... کے بھائی کا ہاتھ کاٹا تھا۔ ان واقعات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:3، ص:111 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

چور کی سزا ان کو غلام بنانا

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چور کی سزا یہ تھی کہ اس چور کو غلام بنا لیا جاتا تھا اسی لیے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ جس کی بوری سے پیالہ برآمد ہو سو اس کی سزا یہ ہے کہ اسی کو رکھ لیا جائے ہم ظالموں کو اسی طرح دیتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اس زمانہ میں ہر چور کو اس چوری کے جرم میں غلام بنا لیا جاتا تھا اور ان کی شریعت میں چور کو غلام بنانا اس کے ہاتھ کاٹنے کے قائم مقام تھا۔

(جامع البیان: ج:3، ص:28 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

مصر میں چور کی سزا

مصر کے بادشاہ کا قانون چور کو غلام بنانا نہیں تھا بلکہ بادشاہ کا قانون اور تھا جن کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بادشاہ کے قانون میں چور کو غلام بنانا نہیں تھا۔

اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بادشاہ مصر کا قانون یہ تھا کہ جو کسی کی چوری کرتا تو اس سے چوری شدہ مال بھی لیا جاتا تھا اور اس کی مثل اس کے مال سے مزید لے کر مسروق (جس کی چوری ہو جاتی تھی) کو دیا جاتا تھا۔

اور حضرت الکلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بادشاہ کا یہ قانون تھا کہ جو چوری کرے اس سے چوری شدہ مال سے دوگنا جرمانہ وصول کیا جائے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:32 تا 33 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور تفسیر نعیمی میں ہے۔

اور اس وقت مصر کا قانون بھی کچھ سزا مار پیٹ اور ملک بدر کرنا تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:92 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قافلہ والوں کو کارندوں کا واپس لانا

جب کارندوں نے کہا بے شک تم ضرور چور ہو تو قافلہ والوں نے کہا ہم چور نہیں ہیں اور نہ زمین میں فساد کرنے آئے ہیں۔ کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہئے تو انہوں نے کہا جس کی بوری سے پیالہ برآمد ہوا اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو غلام بنالیا جائے تو کارندوں نے اسی بات کو پختہ کر کے کہ چور کو غلام بنالیا جائے قافلہ والوں کو واپس لے آئے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

وہ خادم انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف لوٹا کر لے گیا پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے تفتیش کرنے کا حکم دیا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:308 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

کارندوں نے یہ بات تسلیم کر لی اور سب کو واپس لے آئے۔ برادران یوسف کے علاوہ لوگوں کو بھی (واپس لے آئے)

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:92 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قافلہ والوں کی بوریوں سے تلاشی لینا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ فیصلہ طے کر دیا کہ جس کی بوری سے وہ پیالہ نکل آیا تو اس کو غلام بنالیا جائے تو کارندوں نے کہا اب تمہاری تلاشی لینی ضروری ہوگئی ہے اور تمہارے سامان کی تلاشی بھی بادشاہ خود ہی لے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جب قافلہ والے پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائی کی بوریوں سے پہلے قافلہ والوں کی بوریوں سے تلاشی لینی شروع فرما دی۔

قرآن مجید میں ہے:

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ (یوسف:76)

تو یوسف نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے ان کی بوریوں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

سامان کی تلاشی لینے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا

جب تلاشی لینی شروع ہوگئی تو کھولنے والے نے جس سامان سے تلاشی لینی ہوتی تھی تو وہ سامان کھولنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے فرمایا:
فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ
ہمیں بتایا گیا ہے کہ
وہ جب بھی کسی کا سامان کھولتا تھا تو اپنے اس فعل پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا حتیٰ کہ بنیامین کا سامان باقی بچ گیا۔
تو تلاشی لینے والے نے کہا:
میں گمان کرتا کہ اس نے کوئی چیز اٹھائی ہوگی۔
سب نے کہا:
واقعی یہ ایسا ہے پس اس نے اس کو سچا سمجھا۔
(جامع البیان: ج:13، ص:30 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بنیامین کے سامان کی تلاشی سے پہلے بھائیوں کا ضرور تلاشی لینے کا کہنا

جب بنیامین کے علاوہ تمام قافلہ والوں کی تلاشی ہوگئی تو بنیامین کی تلاشی لینے سے پہلے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس نے پیالہ اٹھایا ہوگا۔ بنیامین کے بھائیوں نے کہا ہم یہاں سے نہیں جائیں گے حتیٰ کہ آپ بنیامین کے سامان کی تلاشی لے کیونکہ یہی چیز ہمارے اور تمہارے لیے بہتر ہے۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
ہمیں بتایا گیا ہے کہ
سامان کھولنے والا سامان نہیں کھولتا تھا مگر پہلے اس گناہ کی معافی مانگتا تھا جو انہوں نے چور کہہ کر کیا تھا حتیٰ کہ جب صر بنیامین کا سامان باقی رہ گیا۔
تو اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ اس نے وہ پیالہ اٹھایا ہوگا۔
بھائیوں نے کہا:
ہم نہیں جائیں گے یہاں تک کہ آپ اس کے سامان کی تلاشی لے لیں کیونکہ یہ چیز ہمارے اور تمہارے لیے بہتر اور پاکیزگی کا باعث ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:308 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بنیامین کی بوری سے پیالہ برآمد ہونا

جب بنیامین کے سامان کی تلاشی لی گئی تو ان کی بوری سے پیالہ برآمد ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ (یوسف:76)

پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کی بوری سے برآمد کر لیا۔

بھائیوں کا بنیامین کو برا بھلا کہنا

جب بنیامین کی بوری سے پیالہ نکل آیا تو بھائی بنیامین کو برا بھلا کہنے لگ گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے بھائی بنیامین کی بوری سے وہ گلاس برآمد کر لیا اب تو ان کے ہوش اڑ گئے اور شرمندگی سے ان کے سر جھک گئے کسی کو اتنا ہوش نہ رہا کہ اب اپنے بھائی کی بیگناہی ثابت کرتے ہوئے یہ کہہ دیں کہ جناب بوریوں کو تو ہم نے ہاتھ بھی نہ لگایا تھا تم نے خود ہی بھر بھر کر ہم کو دی تھیں تم نے خود ہی بھول کر یا جان کر یہ گلاس رکھا ہوگا۔ بس بنیامین کو برا بھلا کہنے لگے اور خوب بے عزتی کی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:92 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کے قانون کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا کہ جس کی بوری میں پیالہ برآمد ہوا اسی کو غلام بنالیا جائے گا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے قول و قانون کے مطابق بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

بنیامین کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے بھائیوں کے سامان کی تلاشی شروع ہوئی آخرکار پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہو گیا اب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق بنیامین کو اپنے پاس روک لیا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:838)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خفیہ تدبیر بتائی تھی

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح خفیہ تدبیر بتائی۔

قرآن مجید میں ہے:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ (یوسف:76)

ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے ہم جس کو چاہتے ہیں درجات کی بلندی عطا کرتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑھ کر ایک عظیم علم والا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

بادشاہ کا یہ قانون نہیں تھا کہ جو چوری کرتا اسے ہی رکھ لیا جاتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کے لئے یہ تدبیر فرمائی حتیٰ کہ گفت وشنید ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اپنے قول کے مطابق بنیامین کو پکڑ لیا۔ یہ بادشاہ کے قانون میں نہیں تھا۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خاطر ایسی تدبیر فرمائی۔

(جامع البیان: ج:13، ص:33 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اسی طرح ہم نے طریقہ تدبیر اور ارادہ اختیار فرمایا اپنے صابر صدیق نبی یوسف (علیہ السلام) کے لئے۔ یا یہ تدبیر کہ پیالہ ہی ہماری قدرت سے رکھا گیا یا کہ قافلہ دور یا گھر پہنچنے سے پہلے ہی پکڑا گیا یا یہ کہ وہ برادران خود سزا تجویز نہ کرتے اور (حضرت) یوسف علیہ السلام کو خود اپنے ملک کی سزا دینی پڑتی یا معاف کرتے یا یہ کہ وہ معافی معذرت مانگ لیتے یا یہ کہ پہلے ہی بنیامین کا سامان دیکھ لیا جاتا اور قافلے والوں کو شک گزر جاتا کہ کوئی سوچی سمجھی سکیم ہے یا یہ کہ بھائی کہہ دیتے کہ بوری میں سے پیالہ نکلنا ہمارا کام نہیں یا یہ کارندے پریشان ہو کر نہ دوڑتے اور خود ان سے سزا جزا کے متعلق نہ پوچھتے اگر یک لخت یہ ساری تدابیر حسنہ جمع نہ ہو جاتیں ایک بات بھی رہ جاتی تو البتہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتے بادشاہی دین کے قانون میں مگر یہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ بلند فرمائیں ہم مرتبے اپنے جس بندے کے چاہیں ہر لحاظ سے اور دنیا جان گئی کہ ان تمام علم عقل تدبیر کرنے والوں سے اوپر زیادہ علم والا ہی ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے علیم بنایا وہ اپنی ہر شان میں ہر وقت بلند ہی رہا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:92 تا 93 نعیمی کتب خانہ لاہور)

اللہ تعالیٰ بلند علم والا ہے

اللہ تعالیٰ تمام علم والوں سے بہت زیادہ علم والا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بلند علم کی بہت سی دلیلیں ہیں چند حصول رضا الٰہی عزوجل کے لئے پیش کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبہ:15)

اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے۔

اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (التوبہ:16)

اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خوب خبر رکھتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ کُلُّ اُنۡثٰی وَمَا تَغِیۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَکُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَہٗ بِمِقۡدَارٍ ○ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ الۡکَبِیۡرُ الۡمُتَعَالِ ○ (الرعد:8تا9)

ہر مادہ کے حمل کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ہر رحم میں جو کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کو بھی وہی جانتا ہے اور ہر چیز کا اس کے نزدیک ایک اندازہ ہے وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔ سب سے بڑا نہایت بلند ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ ؕ (الانعام:73)

یعنی جو چیزیں تم سے غائب ہیں اور جو چیزیں تمہارے سامنے حاضر ہیں وہ ان سب کا جاننے والا ہے۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ (النحل:77)

اور آسمانوں اور زمینوں کا (سب) غیب (کا علم) اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ ○ (لقمان:16)

بے شک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات واجبہ، ممکنہ اور معدومات ممکنہ اور ممتنعہ کا علم ہے۔

اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی چیزوں کا علم ہے اور ان غیر متناہی چیزوں میں سے ہر چیز کا غیر متناہی وجوہ سے علم ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:7، ص:15 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص دوسرے سے زیادہ عالم ہوتا ہے اس سے زیادہ ایک اور علم والا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عالم سے بلند و برتر ہے۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے تو انہوں نے ایک حدیث بیان فرمائی۔

پھر ایک شخص نے کہا:

وَفَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تو نے بری بات کی ہے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اور وہی ہر عالم سے بلند علم والا ہے۔

مزید راقم ہیں۔
حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر عالم کے علم سے بلند ہے۔
مزید راقم ہیں۔
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک سے زیادہ جاننے والا ہے۔
مزید راقم ہیں۔
ابوالشیخ نے الحسن سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ
ہر عالم سے بلند علم والا ہوتا ہے حتیٰ کہ علم کی انتہاء اللہ تعالیٰ تک ہوتی ہے اس سے علم کا آغاز ہوتا اور اسی کی طرف علم لوٹتا ہے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:35 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق لکھتے ہیں:
اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے۔

اول
علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔
دوم
علم کا غنا کہ کسی آلہ وجارحہ وتدبیر وفکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔
سوم
علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔
چہارم
علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔
پنجم
علم کا ثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق، تفاوت کا امکان نہ ہو۔
ششم
علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوال لازمہ، مفارقہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، آتیہ، موجودہ، ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔ ان چھ وجوہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ میں سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الٰہی

کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرہ کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔

(الصمصام: ص: 7،6 مطبوعہ بزم عاشقان مصطفیٰ لاہور)

ذی علم اور علیم میں گیارہ طرح کا فرق

ذی علم اور علیم میں گیارہ طرح کا فرق ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

علماء کرام فرماتے ہیں۔

ذی علم اور علیم میں گیارہ طرح فرق ہے۔

1-ذی علم پڑھ کر یا کسی وسیلے سے علم لینے والا۔

علیم وہ جو بن پڑھے عالم ہو۔

2-ذی علم وہ جو ظاہری علم رکھے۔

علیم وہ جو ظاہری باطنی اشیاء کو جانے۔

3-ذی علم وہ جو عطا سے علم پائے۔

علیم وہ جو ذاتی علم کا مالک ہو اس معنیٰ میں علیم رب تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔

4-ذی علم وہ جو معلومات سے علم پائے۔

علیم وہ جو صفات سے علم پائے۔

5-ذی علم وہ جو علم لے سکے۔

علیم وہ جو علم دے سکے۔

6-ذی علم وہ جو عالم ہو۔

علیم وہ جو معلم ہو۔

7-ذی علم وہ جس کی محنت علم ہو۔

علیم جس کی صفت علم ہو۔

8-ذی علم وہ جو مخلوق سے علم لے۔

علیم وہ جو خالق سے علم لے۔

9-ذی علم وہ جو بلوغت کے بعد علم حاصل کرے۔

علیم وہ جو بطن مادر میں علم پالے۔

10-ذی علم وہ جس کے علم کو فنا ہو جائے۔

علیم وہ جس کے علم کو فنا نہ ہو بقا ہی بقا ہو۔

11-ذی علم وہ جس کے علم کی کوئی حد ہو۔
علیم وہ جس کے علم کی کوئی حد نہ ہو۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:93 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو اپنے ساتھ ملانا

جب چوری کا ثبوت ظاہر ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو پکڑ لیا اور اپنے ساتھ ملا لیا۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حتیٰ کہ اس نے (حضرت یوسف علیہ السلام) بھائی کو پکڑ لیا اور اپنے ساتھ ملا لیا اور اس کے درمیان اور اس کے بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:308 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اعتراض

اس مقام پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک عظیم اور جلیل القدر نبی ہیں اور انہوں نے ایک حیلہ کر کے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا اور اس حیلے کے نتیجے میں ان کے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام آیا اور یہ اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث ہوا اور ان کے دوسرے بھائیوں کو اس پر طعن کا موقع ملا اور انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے تو ایک نبی کی شان کے یہ کس طرح لائق ہے کہ وہ محض اپنی محبت کی تسکین کی خاطر اپنے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام لگوانے کا سامان مہیا کریں جس کے نتیجہ میں وہ بھی رسوا ہوا اور اس کے فراق میں اس کا باپ بھی زیادہ غم زدہ ہوا۔

جواب

اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں۔
1-حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی وحی کی اتباع میں تھا اور اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ اپنی مخلوق میں جیسا چاہے تصرف کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○ (الانبیاء:23)
اللہ جو کام کرتا ہے اس کے متعلق اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور ان سب (بندوں) سے سوال کیا جائے گا۔
البتہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں حکمتیں ہوتی ہیں وہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہو جائیں گی۔
2-رہا یہ سوال کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دل کی تسکین کے لئے بے قصور بھائی پر چوری کا الزام لگوا دیا اور باپ کو غمزدہ کیا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنی یہ خواہش نہیں تھی کہ بنیامین ان کے پاس رہے بلکہ خود بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس رہنا چاہتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مسلسل منع کرنے کے باوجود نہیں مانے۔

اس کے ثبوت میں یہ روایت ہے۔

امام ابومحمد حسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت کعب نے بیان کیا ہے کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے فرمایا:

میں تمہارا بھائی ہوں۔

تو بنیامین نے کہا:

میں اب آپ علیہ السلام سے جدا نہیں ہوں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تم کو معلوم ہے کہ والد میری وجہ سے پہلے ہی کتنے غمگین ہیں اگر اب تم بھی یہاں رہ گئے تو ان کا غم اور زیادہ ہوگا اور تمہارا یہاں رہنا اس وقت تک ممکن نہیں ہوگا جب تک کہ میں تم کو ایک خلاف اولیٰ کام سے منسوب نہ کروں اور تمہاری طرف ایسی چیز منسوب نہ کروں جو لائق شرم ہے۔

بنیامین نے کہا:

مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے آپ جو مناسب جانیں وہ کریں میں آپ علیہ السلام سے بالکل جدا نہیں ہوں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اپنا پیمانہ (پیالہ) تمہارے سامان میں چھپا دوں گا پھر میں تمہارے خلاف چوری کا اعلان کروں گا تاکہ تمہاری روانگی کے بعد میرے لیے تم کو واپس لانا ممکن ہو۔

بنیامین نے کہا:

آپ علیہ السلام جس طرح چاہتے ہیں کریں۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:368 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

3-اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی۔ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اپنے بھائی کو رکھنے کے سلسلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اقدام کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے اور اس کی وحی سے کیا تھا اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی اپنی رائے اور اجتہاد کا کوئی دخل نہیں تھا لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام پر کوئی اعتراض وطعن نہ ہوا۔

اعتراض

اگر کوئی یہ کہے کہ ہر ذی علم والے سے اوپر ایک عالم ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ذی علم ہے پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر

بھی ایک عالم ہو۔

جواب

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

ذی علم سے مراد مخلوق ہے یعنی مخلوق میں ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے اور اب ہر ذی علم کے عموم میں اللہ تعالیٰ داخل نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں ہے اور جو قاعدہ آپ نے بیان کیا ہے وہ اس قاعدے کے عموم سے اللہ تعالیٰ سے خارج ہے اور یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ اعتراض و جواب یوں لکھتے ہیں:

ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ذی علم ہے پس لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اوپر بھی ایک عالم ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس قاعدہ کے عموم سے اللہ تعالیٰ خارج ہے اور یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:489 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ نے اس جواب علاوہ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ

ذی علم سے مراد مخلوق ہے یعنی مخلوق میں ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے اور اب ہر ذی علم کے عموم میں اللہ تعالیٰ داخل نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں ہے۔

(انوار التنزیل مع الکازرانی: ج:3، ص:302 مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے۔

اس سے لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل کے اوپر بھی ایک عالم ہو اور یہ ظاہر البطلان ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

مخلوقات میں سے ہر ذی علم کے اوپر ایک عالم ہے کیونکہ یہاں گفتگو مخلوق میں ہو رہی ہے۔

اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ

علیم مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنیٰ ہے:

جو ہر ذی علم سے زیادہ جاننے والا ہے۔

پس متعین ہو گیا کہ

علیم سے مراد اللہ تعالیٰ ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں جو ذی علم ذکر کیا گیا ہے وہ ذی علم لازماً مخلوقات میں سے ہوگا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ عام مخصوص البعض ہے۔

(روح المعانی: ج:7:13، ص:44، 45 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھائیوں کا قول کہ بنیامین کے بھائی نے بھی اسی طرح چوری کی

جب بنیامین پر چوری ثابت ہو گئی تو بھائیوں نے پہلے تو بنیامین کو ڈانٹ ڈپٹ کی پھر انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ (یوسف:77)

انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو (کوئی نئی بات نہیں ہے) اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف چوری کی نسبت کرنا

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ کہا کہ اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے بھائیوں نے یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام پر بہتان کے طور پر لگائی کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے چوری نہیں کی تھی۔ چوری کے متعلق بھائیوں نے جو بہتان لگایا اس کے متعلق روایات ہیں جس سے چوری ثابت ہوتی ہی نہیں اور نہ چوری کی تعریف صادق آتی ہے۔

روایات ملاحظہ فرمائیں۔

1-حضرت سعید بن جبیر نے کہا:

حضرت یوسف علیہ السلام کا نانا کافر تھا اور وہ بتوں کی عبادت کرتا تھا بچپن میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی ماں نے کہا کہ

وہ ان بتوں کو چرا کر توڑ دیں اسی چوری کی طرف ان کے بھائیوں نے نسبت کی تھی۔

2-بچپن میں ان کے گھر کوئی سائل آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے گھر سے کوئی چیز اٹھا کر سائل کو دی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا:

وہ انڈا تھا۔

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

وہ بکری تھی۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے کہا:

وہ مرغی تھی۔

3-حضرت عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

بھوک کے ایام میں حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بچپن میں باپ کے دستر خوان سے کچھ چیزیں اٹھا کر مانگنے والوں کو دے دیتے تھے۔

4-ابن ابی نجیح نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی گود میں پرورش پائی اور وہ آپ علیہ السلام سے محبت کرتی تھی جب وہ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو اپنی بہن سے طلب کیا۔

انہوں نے کہا:

میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

بخدا میں اس کو اب نہیں چھوڑ سکتا پھر ان کی پھوپھی نے حضرت اسحاق علیہ السلام کا متبرک پٹکا (کمر پر باندھنے کی پٹی) حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے باندھ دیا۔

پھر انہوں نے کہا:

حضرت اسحاق علیہ السلام کا منطقہ گم ہو گیا تلاش کرو اس کو کس نے لیا ہے پھر وہ پٹکا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے برآمد ہوا پھر انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر دی۔

اور اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اب یوسف (علیہ السلام) میری ملکیت ہے اب میں جو چاہوں اس کے ساتھ کروں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

ٹھیک ہے۔

پھر جب تک حضرت یوسف علیہ السلام کی پھوپھی زندہ رہیں حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنے پر قادر نہ ہو سکے۔ سو یہ ہے وہ چیز جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کی طرف چوری کی نسبت کرتے تھے۔

(جامع البیان: جز:13، ص:38 تا 39 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر اور حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام کے نانا کا ایک بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے خفیہ طریقہ سے وہ اٹھایا اور اس کو توڑ کر راستہ میں پھینک دیا تاکہ اس کی عبادت نہ کی جائے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:310 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مزید رقم ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس ایک سائل آیا تو آپ علیہ السلام نے ایک انڈا گھر سے لے کر اسے دے دیا۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ
آپ علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر سے ایک مرغی پکڑی اور سائل کو دیدی۔
حضرت وہب فرماتے ہیں کہ
آپ علیہ السلام فقراء کے لئے کھانا دسترخوان سے چھپا لیتے تھے۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:310 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بنیامین کا بھائیوں کو چور کہنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے تو بنیامین نے کہا اگر میں چور ہوں اور میرا بھائی چور تھا تو تم سب سے بڑے چور ہو تم سب نے پہلی بار درہم چرا کر اپنی اپنی بوریوں میں رکھ لیے تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
جب انہوں نے بھائی کو بھی تہمت اور چوری میں شامل کیا۔
تو بنیامین نے کہا:
اگر میں چور ہوں اور میرا بھائی چور تھا تو تم بھی بڑے چور ہو تم سب نے پہلی دفعہ درہم چرا کر اپنی اپنی بوری میں چھپائے تھے تب وہ بھائی خاموش ہوئے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:103 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین کو اپنے پاس رکھنے پر بھائیوں کا غصہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پکڑ لیا تو دوسرے بڑے غصہ ہوئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد جب غصے میں آتی تو پھر ان کا مقابلہ مشکل ہوتا۔ روبیل جب غصے میں آتا تو کوئی چیز اس کے غصے کے سامنے قائم نہ رہتی جب وہ چیخ مارتا تو حاملہ عورت بچہ گرا دیتی اور پھر جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا فرد اسے چھوتا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا۔
بعض نے کہا ہے کہ
یہ شمعون کی صفت تھی جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔
روایت ہے کہ
شمعون نے بھائیوں سے پوچھا:
مصر کے کتنے بازار ہیں۔
انہوں نے کہا:
دس۔

اس نے کہا:

تم بازاروں کی طرف سے میری کفایت کرو میں بازاروں کی طرف سے تمہاری کفایت کرتا ہوں، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے۔

تو روبیل نے کہا:

تم ہمارا بھائی واپس کر دو یا میں ایسی چیخ ماروں گا کہ ہر حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا۔ روبیل کے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا اور کپڑوں سے باہر نکل آیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کہا۔

روبیل کے پہلو میں کھڑا ہو جا اور اسے چھو۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس لے آ، بچہ گیا اور اس کو چھوا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

روبیل نے کہا:

یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا کوئی اثر ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے موجود ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

وہ دوبارہ غصے ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس کی طرف بڑھے اور اپنے پاؤں سے اسے ٹھوکر لگائی اور اسے گریبان سے پکڑ کر وہیں پر گرا دیا۔

اور فرمایا:

تم عبرانی گروہ ہو اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم پر کوئی غالب نہیں جب انہوں نے یہ صورت دیکھی تو سمجھ گئے کہ اب تو ہماری خلاصی کا کوئی راستہ نہیں رہا پس فوراً عجز و انکساری کا راستہ اختیار کیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:311 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ روایات بیان کی گئی ہیں تفسیر نعیمی میں ان روایات کو اسرائیلی روایات کہا گیا ہے۔

چنانچہ تفسیر نعیمی میں ہے۔

برادران یوسف کے متعلق یہودیوں نے اپنی اسرائیلیات میں بہت کچھ لکھا ہے۔

لکھا ہے کہ

برادران کو جب غصہ آتا تو اتنی زور سے چیخیں مارتے کہ دہشت سے حاملہ کا حمل گر جاتا۔ جب بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور سزا رکھ لیا تو بھائیوں نے دھمکی دی کہ بنیامین کو چھوڑ دیا جائے ورنہ ہم چیخیں ماریں گے اور مصریوں کو قتل کریں

گے، حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دھمکی سنی پھر یوسف (علیہ السلام) نے روبیل کو ٹھوکر ماری روبیل اور بھائی لڑنے پر آمادہ ہوئے تو (حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے روبیل کا گریبان پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا جس سے باقی بھائی بھی ڈر گئے۔

اسرائیلیات میں ہی ہے کہ

اولاد یعقوب کو جب غصہ آتا تھا تو کوئی اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا اور جب تک اولاد یعقوب میں سے ہی کوئی اس کو ہاتھ نہ لگاتا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا جب کوئی ولد یعقوبی کا فرد ہاتھ لگا دیتا تو غصہ باقی رہتا تھا نہ جوش وقوت۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی یہ بات معلوم تھی جب شمعون کو غصہ آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے افرائیم سے کہا کہ

پیچھے جا کر اس کو ہاتھ لگا کر آ جا۔

جب اس نے ایسا کیا تو اس کا غصہ یکدم ختم ہو گیا اور پھر نہ آسکا۔

سب بھائیوں نے آپس میں کہا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی اولاد یعقوب میں سے ہے کیونکہ اس کے سوا غصہ ختم نہ ہوتا تھا مگر حیران ہو کر خاموش رہے۔

ہمارے مفسرین نے بھی بلا سوچے سمجھے اس طرح کی باتیں لکھ ڈالی ہیں مگر یہ سب غلط ہیں روایتوں سے کہیں ثابت نہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:102 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کے متعلق کی روایات اسرائیلی ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام پر جو بھائیوں نے چوری کے بہتان لگائے اور جو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق چوری کی روایات ہیں وہ اسرائیلیات میں سے ہیں جن کو تفسیر نعیمی میں اسرائیلی روایات کہا گیا ہے۔

چنانچہ تفسیر نعیمی میں ہے۔

اسرائیلیات میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف بچپن کی تین چوریاں منسوب ہیں۔

پہلی یہ (ہے) کہ

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کا نانا وابل کافر تھا ایک گھریلو بت کو پوجتا تھا حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اس کو چھپ کر اٹھا لیا اور توڑ کر راستے میں پھینک دیا خود اپنی مرضی سے یا اپنی والدہ راحیل کے کہنے سے اور مشہور ہو گیا کہ یوسف (علیہ السلام) نے بت چرایا اور توڑ دیا۔

دوسری یہ (ہے) کہ

آپ (علیہ السلام) کو بھوکوں فقیروں سے بہت محبت تھی جب کوئی دروازے پر بھوکا آتا تو آپ (علیہ السلام) بغیر پوچھے اور بتائے دکھائے تھوڑا سا کھانا بھوکے کو کھلا دیا کرتے تھے اس کو بھی چوری سمجھا گیا۔

تیسری یہ (ہے) کہ

حضرت یوسف (علیہ السلام) کو (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) بھی پیار کرتے تھے اور آپ (علیہ السلام) کی پھوپھی

یعنی یعقوب (علیہ السلام) کی بہن دونوں چاہتے تھے کہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) ہر وقت میرے پاس رہے تو پھوپھی نے قانونی طور پر اپنے پاس رکھنے کے لئے یہ چال چلی کہ اپنا ایک موروثی قیمتی پٹکا (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی کمر سے لپیٹ دیا اوپر سے باقی کپڑے پہنا دیئے اور اس کی ڈھونڈائی شروع کر دی بہت تلاش کرنے لگے تو کسی نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے کپڑوں کے نیچے دیکھ لیا اس طرح چار سالہ یوسف (علیہ السلام) چور بن گیا اور چور کا بدلہ خود چور کے قانون سے پھوپھی نے اس کو غلام بنا لیا آج یہ بھائی اسی چوری کا طعنہ دے رہے ہیں۔ مگر پہلا قول صحیح ہے روایت میں بھی آیا ہے لیکن دوسرا قول یہودی سازش ہے انجیل میں پیدائش میں تو (حضرت) یوسف علیہ السلام کو معاذ اللہ چغل خور بھی کہا گیا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:102 تا 103 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا چور کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کا بردباری اختیار فرمانا

جب بھائیوں نے کہا اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کا بھائی یوسف (علیہ السلام) بھی چوری کر چکا ہے تو آپ علیہ السلام نے بردباری اختیار فرمائی اور اس بات کو دل میں رکھ لیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ (یوسف: 77)

سو یوسف نے اس بات کو دل میں چھپا لیا اور ان پر ظاہر نہیں کیا۔ اس نے (دل میں) کہا تم خود بدتر خصلت کے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپا لیا اور ان کے سامنے ظاہر نہ کیا اس بات کو کہ تم بہت بری جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے (دل) میں فرمایا:

تم بہت بری جگہ ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو۔

(جامع البیان: ج:13، ص:39 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام علم کے پہاڑ، بردبار، صابر و شاکر نبی نے کمال متانت سے اس بات کو دل میں اگرچہ محسوس کیا مگر پی لیا اور کسی کو بھی ظاہری باطنی طریقہ سے ان پر ظاہر نہ ہونے دیا نہ رویہ بدلا نہ چہرے پر شکن آنے دی۔

بس دل میں کہا کہ

تم اب بھی شر پسند ہو۔ رہی تمہاری بات کی حقیقت تو اس وقت اس کا کیا جواب دیا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو خوب جانتا ہے جو تم حسد و بغض کے جذبے سے کہتے ہو۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:102 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کی جگہ کسی دوسرے بھائی کو پاس رکھنے کی التجا

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ اے عزیز مصر ان کا والد محترم بہت بوڑھا ہے اور وہ اس سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہے لہٰذا اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں آپ بہت نیک لوگوں میں سے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ o (یوسف:78)

انہوں نے کہا! اے عزیز! اس کا باپ بہت بوڑھا ہے آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں ہماری رائے میں آپ بہت زیادہ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

سب بھائیوں کا مدعا ایک تھا

پہلے تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تعارف کرایا پھر سب نے یہی مدعا ظاہر کیا کہ ان کے والد محترم بہت بوڑھے ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں لہٰذا ان کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پہلے تعارف کرایا کہ ہم سب ایک ماں کی اولاد ہیں اور نیک چال چلن، پاکدامن ہیں یہ بنیامین دو بھائی دوسری ماں سے تھے ہم اور یہ والد میں سگے ہیں والدہ میں سوتیلے، ہماری والدہ زندہ ہیں اس کی والدہ اس کی ولادت سے قبل فوت ہوگئی تھی اس لیے والد کو ان سے بہت پیار ہے وہ سب بولے کہ اے عزیز بے شک اس کا والد بوڑھا عمر رسیدہ ہے یہ اس کی زندگی کا پیارا سہارا ہے اس کو نہ پکڑو بلکہ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو چوری کی سزا میں پکڑ لیجئے ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ دردمندانہ التجا قبول ہوگی بے شک ہم نے شروع سے آپ کو بہت احسان کرنے والوں میں سے پایا کہ آپ نے ہم مسکینوں، غریبوں، بھوکوں، پیاسوں، مسافروں کی ایسی عزت مہمان نوازی کی جس کی مثال نہیں ملتی لہٰذا اب بھی یہ کرم نوازی فرمایئے یا یہ کہ آپ بنیامین کو چھوڑ کر ہم میں سے کسی کو لے لیں تب ہم آپ کو محسنین میں سے جانیں گے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:103 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے قانون کی خلاف ورزی نہ کی

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا چور کی سزا یہ ہے کہ اسی کو اس چوری کے بدلے غلام بنالیا جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے چوری کے ثابت ہونے پر بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا اب انہوں نے یہ کہا کہ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم نے جس کی بوری میں سامان پایا اس کے

بدلے کسی دوسرے کو رکھ لیں پھر تو ہم ظالم ٹھہرائے جائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ (یوسف:79)

یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! کہ ہم نے جس کی بوری میں اپنا سامان پایا ہے اس کے علاوہ ہم کسی اور کو رکھ لیں پھر تو ہم ظالم قرار پائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بالآخر اپنے پاس ہی رکھا

جب بھائیوں نے کہا اے عزیز مصر آپ بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ ہم اس کو کیسے پکڑ لیں جس کے سامان میں ہم نے اپنا سامان نہیں پایا۔ بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس ہی رکھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

فرمایا یوسف علیہ السلام نے کہا

یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تمہاری عزت خاطر تواضع سب سے زیادہ کی مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب تمہارے کہنے پر اللہ تعالیٰ کے شرعی قانون کی خلاف ورزی کر کے اس کو گرفتار کرلوں اور غلام بنالوں جس کے پاس سے جرم ثابت نہیں ہوا اور وہ بے گناہ ہے تو یہ نعوذ باللہ میں ایسا گناہ نہیں کر سکتا کہ ہم اس کے سوا کو پکڑ لیں جس کے پاس سے ہم نے اپنا سامان پایا ہے اگر خدا نہ کرے ہم ایسا غلط کام کر بیٹھے تو ہم یقیناً البتہ ظالم ہوں گے ہر گز ایسا مشورہ نہ دو (بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس ہی رکھا)

(تفسیر نعیمی ج13،ص:103 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا بنیامین کے واپس نہ ملنے پر غمزدہ و مایوس ہو کر دربار یوسفی سے باہر نکلنا

بھائیوں کو جب بنیامین کے واپس نہ ملنے پر پک ہو گیا تو وہ غمزدہ اور نا یوس ہو کر دربار یوسفی سے باہر چلے گئے اور کسی علیحدہ جگہ میں بیٹھ گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پھر جب کافی بحث و مباحثہ، حالات و دلائل بیان کرنے کے بعد بالکل ہی عزیز مصر کے فیصلہ بدلنے سے یا رحم کی درخواست قبول ہونے سے بنیامین کے واپس ملنے سے مایوس ہو گئے یعنی برادران یوسف نے دربار یوسفی میں ہر طرح کی چارہ جوئی کر لی مگر (حضرت) یوسف علیہ السلام نے شریعت کے فیصلہ میں بالکل لچک نہ پیدا ہونے دی اور قرآن مجید نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کی یہ استقامت بیان فرما کر قیامت تک مجرم کی سفارش کا دروازہ بند کر دیا اور ہر شخص پر شرعی قانون کی بالادستی کر دی کہ دنیا کے بادشاہی قانون بھی قانون شریعت الٰہیہ (عزوجل) کے سامنے ٹھکرائے جا سکتے ہیں اور بھائیوں نے بھی سمجھ لیا کہ یہ ہمارا ہی بیان کردہ شرعی قانون ہے اس کی اہمیت کا حال مسلم ہے اس لیے ردوبدل کی گنجائش نہیں دی جا سکتی لہٰذا وہ

سب دربار شاہی کی عدالت سے نکل کر کسی جگہ ایک کونے میں علیحدہ جا بیٹھے سب سے دور ہو کر اور وہ بہت آہستہ آپس میں صلاح مشورہ بات چیت کرنے لگے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا بنیامین کو دو سپاہیوں کے ہاتھ میں پکڑا ہوا دیکھ کر آبدیدہ ہونا

جب تمام بھائی دربار یوسفی سے نکل کر کسی ایک کونے میں جا بیٹھے تو انہوں نے بنیامین کو دیکھا کہ دو سپاہی بنیامین کو غلاموں کی طرح ہاتھوں اور گردن کو پکڑ کر دربار کے اندر لے گئے ہیں تو وہ بہت زیادہ آبدیدہ ہو گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

وہ سب دربار شاہی کی عدالت سے نکل کر کسی جگہ ایک کونے میں علیحدہ جا بیٹھے سب سے دور ہو کر اور بہت آہستہ آپس میں صلاح مشورہ بات چیت کرنے لگے ادھر ان کی آنکھوں کے سامنے ہی ظاہری جرم کی بناء پر مصری پولیس کے دو سپاہی بنیامین کو غلاموں کی طرح ہاتھوں کو اور گردن کو پکڑ کر دربار کے اندر کسی کمرے میں یا کسی طرف لے گئے جس کو دیکھ کر یہ سب آبدیدہ ہو گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

غم میں سب بھائیوں کا جگہ تبدیل کرنا

جس جگہ پر بیٹھے ہوئے بنیامین کو دو سپاہیوں کے ہاتھوں پکڑے ہوئے دیکھا تو غم کی وجہ سے وہ جگہ بھی تبدیل کر دی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اور انتہائی پریشانی، غم و فکر میں اس جگہ سے اٹھے۔

اور کہنے لگے کہ

جتنی پریشانی ہم کو آج پہنچی ہے ساری عمر کبھی نہیں (پہنچی)۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ایک بھائی کا بڑوں کو ستانے کی بات یاد کرنا

جب وہ غم کی وجہ سے بیٹھی ہوئی جگہ سے ہٹ گئے تو ان میں سے ایک بھائی نے کہا ہم نے بھی ہمیشہ بڑوں کو ستایا ہے جس کا بدلہ کچھ تو ملنا ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

تاریخوں میں آتا ہے۔

ایک بھائی نے کہا:

ہم نے بھائی ہمیشہ اپنے بڑوں کو ستایا ہی ہے جس کا بدلہ تو کچھ ملنا ہی ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ایک بھائی کا کہنا کہ آج پتہ چلا کہ کسی کے دل کا غم کیا ہوتا ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا غم انتہاء کو پہنچا تو وہ غم کی وجہ سے دوسرے کے غم بھی یاد کرنے لگے اور ان میں سے ایک نے کہا آج پتہ چلا کہ کسی کے دل کا غم کیا ہوتا ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک (بھائی) نے کہا کہ

آج پتہ لگا کہ کسی کے دل کا غم کیا ہوتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا تنہائی میں سرگوشی کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب حضرت یوسف علیہ السلام سے بنیامین کی واپسی سے مایوس ہو گئے تو دور جا کر تنہائی میں سرگوشی کرنے لگے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ (یوسف:80)

جب یوسف کے بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں سرگوشی کی۔

بھائیوں کا واپس گھر جانے کا پروگرام بنانا

تمام بھائی غم کے عالم میں نڈھال طرح طرح کی باتیں کرنے لگ گئے ان میں سے بڑے بھائی نے واپس جانے کے متعلق پوچھا:

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک بھائی نے کہا کہ

آج پتہ لگا کہ کسی کے دل کا غم کیا ہوتا ہے یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ان کے بڑے بھائی نے ادھر کی باتوں کا رخ موڑتے ہوئے آئندہ کے پروگرام کے متعلق کہا۔

بولا کہ

کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم سے تمہارے والد نے قسمیں لی ہوئی ہیں جیسا کہ تم نے آکر مجھ کو بتایا ہے اور اس سے پہلے یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں جو ظلم زیادتیاں کر چکے ہو وہ بھی یاد ہیں (کیا)۔

سب نے کہا: اب ہم کس منہ سے جائیں گے اس لیے ہم کوئی نہیں جائیں گے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑے بھائی کا واپس گھر جانے سے انکار کرنا

جب تمام بھائی بیٹھے ہوئے گھر کے متعلق مشورہ کرنے لگے تو بھائی نے کہا کیا تم جانتے نہیں کہ تمہارے والد محترم نے اللہ

تعالیٰ کی قسم لے کر تم سے پختہ عہد لیا تھا اور اس سے قبل تم یوسف (علیہ السلام) کے متعلق بھی غلطی کر چکے ہو میں تو اس ملک سے نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میرا باپ مجھے آنے کی اجازت دے دے یا اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی فیصلہ فرمادے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ (یوسف:80)

ان کے بڑے بھائی نے کہا کیا تم کو علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ نے اللہ کی قسم لے کر تم سے پکا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے معاملے میں تقصیر کر چکے ہو میں اس ملک سے ہرگز نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میرا باپ مجھے اجازت دے یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

بڑے بھائی سے کون سا مراد ہے؟

جس بڑے بھائی نے بھائیوں کو سمجھایا اور واپس جانے سے انکار کیا اس کے متعلق چند اقوال ہیں کہ بڑے بھائی سے کیا مراد ہے۔ بڑے بھائی سے مراد عقل اور دانش مندی میں بڑا مراد ہے یا عمر میں بڑا مراد ہے۔

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

زیادہ عقل مند شمعون تھا اور عمر میں بڑا روبیل تھا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہاں روبیل سے مراد ہے جو عمر میں بڑا تھا جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے لگے تھے تو اسی نے ان کو قتل کرنے سے منع کیا تھا۔

(زادالمسیر: ج:4،ص:266 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

یہ کہنے والا یہودا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت الکلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح لکھا ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ

عمر میں بڑا مراد ہے اور وہ روبیل تھا اسی نے بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل سے روکا تھا۔

حضرت قتادہ اور حضرت السدی اور حضرت الضحاک کا یہی قول ہے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وہ شمعون تھا اور اسے اپنے بھائیوں پر اقتدار حاصل تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:3 طبع دارالفکر بیروت)

اور تفسیر نعیمی میں ہے۔

وہ بڑا بھائی یا روبیل تھا کیونکہ وہ عمر میں بڑا تھا یا یہودا تھا کہ وہ عقل وعلم میں باقی نو سے زیادہ تھا اور اس کی بات مانی جا

تھی یا شمعون تھا کہ وہ امیر قافلہ تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

سب بھائیوں کا واپس گھر جانے سے انکار کرنا

جب بڑے بھائی نے والد محترم کی بات یاد دلائی اور پختہ عہد یاد دلایا کہ ہم ضرور بنیامین کو واپس لائیں گے اور حضر

یوسف علیہ السلام کے متعلق جو معاملہ کیا یاد دلایا تو انہوں نے کہا ہم واپس نہیں جائیں گے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

سب نے کہا واقعی اب ہم کس منہ سے جائیں گے اس لیے ہم کوئی نہیں جائیں گے سب کے سب یہیں کہیں منہ چھپا

پڑے رہو۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ایک بھائی کا واپس گھر جانے کا تین وجوہ سے مشورہ دینا

جب تمام بھائیوں نے واپس جانے سے انکار کیا تو ایک بھائی کو گھر کے حالات کا خیال آیا کہ گھر نہیں جائیں گے تو بہ

سارے کام خراب ہو جائیں گے اسی لیے اس نے تین وجوہ سے واپس گھر جانے کا مشورہ دیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پھر کسی نے کہا کہ

اس سے تو اور زیادہ خرابی پڑے گی (اگر ہم گھر نہ گئے تو)

ایک یہ کہ

وہاں گندم کا انتظار ہو رہا ہے گھر والے بھوکے ہیں۔

دوم یہ کہ

والد محترم سمجھیں گے شاید سب ہلاک ہو گئے تو انتہائی سخت غمزدہ ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ غم سے فوت ہو جائیں۔

سوم یہ کہ

گھر میں ہمارے علاوہ جوان مرد اور کوئی نہیں والد بوڑھے کمزور اور بیمار غمزدہ ہیں ہم نہ جائیں تو کاروبار، دکانیں ک

چلائے گا اور گھر کی دیگر ضروریات کون پوری کرے گا اس لیے چلنا ضرور چاہیے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑے بھائی کا پھر بھی گھر جانے سے انکار کرنا

جب ایک بھائی نے گھر نہ جانے کی خرابیاں بیان کر دیں تو بڑے بھائی نے پھر بھی گھر جانے سے انکار کر دیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔
بڑے نے کہا:
ٹھیک ہے تم سب جاؤ مگر میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک والد محترم مجھ کو خود اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے یا والد محترم پر وحی بھیج کر میرے لیے کوئی فیصلہ نہ فرمادے یا راہ ہموار نہ ہو جائے بنیامین کے نکالنے کی اور وہی اللہ تعالیٰ حاکموں میں سب سے اچھا حاکم ہے کہ اس کا فیصلہ ہمیشہ حق، مضبوط، عدل وشاندار ہوتا ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بڑے بھائی کا بھائیوں کو واپس حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جانے کا کہنا

بڑے بھائی نے خود تو واپس حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جانے سے انکار کر دیا مگر بھائیوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جانے کا کہا۔
قرآن مجید میں ہے:
اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ (یوسف:81)
(بڑے بھائی نے کہا) اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ۔
اور تفسیر نعیمی میں ہے۔
(بڑے بھائی نے کہا) اور اب تم باقی بھائی مجھے خدا (عزوجل) پر چھوڑ کر جلد از جلد لوٹ جاؤ سب ایک ساتھ اپنے والد کی خدمت میں جاؤ۔
(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:113 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف جانے کا فیصلہ

بڑے بھائی نے کہا میں تو اس ملک سے ہرگز نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میرا باپ مجھے اجازت دیدے یا اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی فیصلہ فرمائے مگر اے بھائیو تم ضرور واپس والد محترم کی طرف جاؤ اور عرض کرو اے ہمارے والد محترم بے شک آپ علیہ السلام کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم تو وہ گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہو اور ہم تو غیب کے نگہبان نہیں تھے اور آپ علیہ السلام اس بستی والوں سے بھی پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور قافلہ والوں سے بھی پوچھ لیجئے جن کے ساتھ ہم آئے ہیں بے شک ہم تو ضرور سچے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:
اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ○ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَاؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ○ (یوسف:81،82)
اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور کہو اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور آپ اس بستی والوں سے

پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے پوچھ لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔

غیب کے نگہبان کا مطلب

بھائیوں نے کہا ہم غیب کے نگہبان نہیں تھے اس کے متعلق مفسرین کے اقوال ہیں۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

ہم اس کی رات اس کے دن اور اس کے آنے جانے کی نگہبانی کرنے والے نہ تھے شاید رات کے وقت اس کے سامان میں چھپایا گیا تھا۔

حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ

ہم نے جب آپ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا اس وقت ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ علیہ السلام کا بیٹا چوری کرے گا اور ہم ایسی صورت حال سے دوچار ہوں گے اور تم ایسی مصیبت میں گرفتار ہو گے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے ہوئے تھے۔

ہم نے کہا تھا کہ

ہم اس کی حفاظت کریں گے جب تک ہمارا بس چلے گا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:314 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ کے تحت روایت ہے کہ

ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ چوری کرے گا۔

اور مزید راقم ہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ علیہ السلام کا بیٹا چوری کرے گا۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا:

ہم گمان بھی نہیں کرتے تھے کہ تمہارا بیٹا چوری کرے گا۔

(جامع البیان: ج:13،ص:45،46 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کون سی بستی مراد ہے؟

بستی سے مراد وہ بستی ہے جس میں انہیں منادی ملا تھا اور وہ اس بستی سے واپس مصر گئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
قریہ سے مراد وہ بستی ہے جس بستی میں انہیں منادی ملا تھا اور اس سے وہ مصر واپس گئے تھے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:314 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بڑے بھائی کو معلوم تھا کہ ان بھائیوں پر الزام لگے گا

جس بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں کو والد محترم کے پاس بھیجا تھا اسے معلوم تھا کہ ان پر الزام لگے گا کیونکہ وہ پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح معاملہ کر چکے تھے۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جس بھائی نے مصر میں اپنے آپ کو محبوس کر دیا تھا اسے معلوم تھا کہ جب یہ والد محترم کے پاس پہنچیں گے تو ان پر الزام ہو گا (کہ یہ جھوٹے ہیں) کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں وہ ایسے ثابت ہو چکے تھے اس لیے اس بھائی نے انہیں حکم دیا کہ اپنے باپ کو یہ کہنا کہ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ کہ ہم یقیناً سچے ہیں۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:314 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پاس بنیامین کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رکھا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پاس بنیامین کو اس لیے رکھا کیونکہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا۔
امام ابو الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں کیا اور اپنی رہائش گاہ کی خبر کیوں نہ دی اور اپنے بھائی کو محبوس کر لیا حالانکہ آپ علیہ السلام کو علم تھا کہ والد محترم ان سے انتہائی محبت رکھتے تھے۔ ان تمام امور میں والد پر ظلم، قطعیۃ الرحم اور قلت شفقت کا اظہار ہے۔
ہم کہتے ہیں۔
صحیح یہ ہے کہ یہ سب کچھ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی مصیبت میں اضافہ ہو تا کہ آپ علیہ السلام کا اجر کئی گنا ہو جائے اور اپنے آباء کرام کے درجہ تک پہنچ جائیں۔
بعض علماء کرام فرماتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا کیونکہ آپ علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کی سازش پر امن نہ تھا کہ کہیں پھر باپ سے یہ بات پوشیدہ نہ رکھیں پہلا اصح قول ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:315 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بڑے بھائی نے بھائیوں کو سب کچھ سکھا کر بھیجا

بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجنے سے پہلے سب کچھ سکھایا کہ اس طرح والد محترم

کے پاس جا کر اپنی صفائی پیش کرنی ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

لوٹ جاؤ سب ایک ساتھ اپنے والد کی خدمت میں اور تم سے میرے اور بنیامین کے بارے میں پوچھیں اور بنیامین کے بارے تو یقیناً پوچھیں گے یا تم خود ہی پہل کر کے کہہ دینا صاف صاف کہ ہمارے والد محترم بے شک تمہارے لاڈلے چہیتے پیارے بیٹے بنیامین نے چوری کی ہے کہ کسی کو پتہ تک نہ چلا اور شاہی پیالہ اس کے سامان میں پہنچ گیا خبر نہیں کس وقت کس مہارت سے اس نے ڈال دیا لیکن ہم نے یہ بات صرف اپنی ظاہری معلومات کی بنا پر کی ہے یہ ہماری شہادت نہیں ہے کیونکہ گواہی تو واقعہ کے مشاہدے سے ہوتی ہے ہم نے چوری کا مشاہدہ نہیں کیا نہ اقرار جرم سنا ہم تو وہ خبر آپ کو دے رہے ہیں جو ہم نے وہاں جانی کہ جب ہم بستی مصر سے نکل کر ایک قریبی گاؤں کے اندر سے گزر رہے تھے اور کنعان کے دیگر لوگوں کا قافلہ بھی ہمارے ساتھ تھا تو شاہی کارندوں نے چوری کا اعلان کر کے ہم سب کو گرفتار کر لیا واپس جا کر تلاشی لی تو سب سے آخر میں بنیامین کی گندم میں سے پیالہ، گلاس نکل آیا پھر عزیز مصر کی عدالت میں پیشی ہوئی تو بھی بنیامین نے اپنی صفائی میں اپنے جرم کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی ہم نے برا بھلا کہا سپاہیوں نے گلے سے پکڑ کر گرفتار کیا ہم نے تو بہت کچھ شور واویلا کیا مگر بنیامین کچھ نہ بولا جس سے ہم نے اس کی خاموشی سے اقرار جرم کا اندازہ لگا لیا ہم نے اس کی حفاظت کا وعدہ واقعی آپ سے کیا تھا مگر اس کی غائبانہ حرکتوں پر کیسے نظر رکھی جاتی یا ہو سکتا ہے پہلے بھی وہ گھر بازار میں چھوٹی موٹی چوری کر لیتا ہو ہم تو غیب کے محافظ نہیں ہیں یا یہ سب کچھ جو ہم کو معلوم ہوا ہے وہ تو ظاہری حالات کی وجہ سے ہے حقیقت میں ہو سکتا ہے وہ چور نہ ہو اور اس کی خاموشی ناگہانی آفت کے غم شدید کی بناء پر ہو لیکن ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اسی طرح ہے بے شک اگر آپ کو ہم پر یقین نہیں آتا تو اس بستی محلے والوں سے پوچھا جائے جس میں سے ہم کو واپس لے جایا گیا اور سب بازار والوں، گلی محلے والوں نے یہ نظارہ کیا یا مصر کی بستی سے پوچھیے پچھوا۔ اور نہیں تو اپنے محلے کے ان کنعانیوں سے پوچھ لیجئے جو قافلے میں ہمارے ساتھ تھے وہ بھی بتا دیں گے کہ ہم بے شک آپ سے کہہ رہے ہیں اور ہم سچے ہیں ظاہری بھی سچے باطنی بھی۔ آپ واقعات یوسف کو مدنظر رکھ کر ہم کو اب بھی جھوٹا خیال نہ فرمائیں ج تو ہمارے پاس اپنی سچائی پر بہت گواہ ہیں وہ قافلے والے، بستی والے، کارندے پولیس والے اور مصر کے بہت سے دیکھنے والے لوگ بلکہ خود عزیز مصر ہماری اس بیان کردہ سچائی پر گواہ ہیں آپ کسی کو بھیج کر پتہ لگا لیں غرض کہ انہوں نے خوب ہی مرچ مصالے لگا کر بڑھا چڑھا کر اس واقعے کو بیان کیا تاکہ بنیامین والد کی نظروں سے گر جائے ہم قابل عزت بن جائیں اور والد محترم کا نیا غم پیدا نہ ہو۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:113 تا 114 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو چور کی سزا خود بتانے کا فرمانا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا وہ چور کی سزا اسے غلام بنانا نہیں جانتا تھا مگر تم نے اسے خود ہی سزا بتائی ہوگی تو بیٹوں نے کہا ہم نے وہی بیان کیا جس کا ہمیں علم تھا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا۔
وہ شخص نہیں جانتا کہ چور ہی چوری کی وجہ سے پکڑ لیا جاتا ہے مگر تمہاری بات سے ہی اسے علم ہوا ہوگا۔
بیٹوں نے کہا:
ہم نے وہی کچھ بیان کیا جس کا ہمیں علم تھا ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ چور کی چوری کی وجہ سے پکڑ لیا جاتا ہے تو ہم جانتے تھے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:45 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے

جب بیٹوں نے بنیامین کی چوری کے متعلق بیان کر دیا اور اپنی صفائی بیان کر دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ (یوسف:83)
یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر جمیل فرمانا

جب بیٹوں نے اپنی تمام صفائی بیان کر دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے اب تو صبر جمیل ہی مناسب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ (یوسف:83)
اب تو صبر جمیل مناسب ہے۔

صبر جمیل کی تعریف

صبر جمیل یہ ہے کہ جس میں مخلوق کے سامنے شکوہ شکایت کا اظہار نہ کیا جائے۔

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت کرنا حرام ہے اور جب آدمی اپنے مرض یا مصیبت کا کسی کے سامنے اظہار کرتا ہے اور وہ اس مرض اور مصیبت کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے ناراض ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے فعل کی شکایت ہے اسی لیے یہ حرام ہے ہاں اگر اس پر قرائن ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فعل کو ناپسند نہیں کر رہا اور نہ اس پر ناراض ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ اور شکایت نہیں کر رہا بلکہ اپنے درد اور مصیبت کا اظہار کر رہا ہے تو پھر اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کرنا حرام نہیں ہے لیکن پھر بھی خلاف اولیٰ ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ مصیبت کا اظہار بالکل نہ کرے کیونکہ اس سے شکایت کا وہم ہوتا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا:

جس نے اپنی مصیبت کا اظہار کیا اس نے صبر نہیں کیا اور صبر جمیل کا معنیٰ یہ ہے کہ اس میں بالکل شکایت نہ ہو۔

(احیاء علوم الدین: ج:4،ص:255 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ

صبر جمیل وہ ہے جس میں مخلوق کے سامنے اظہار شکوہ شکایت نہ ہو یا غم کی حالت میں اپنا کسی کا نقصان نہ کیا جائے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:123 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرمانا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لیے صبر جمیل فرما کر یہ فرمایا کہ

عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بے شک وہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۝ (یوسف:83)

عنقریب اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بے شک وہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی غم کی وجہ سے آنکھیں سفید ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ۝ (یوسف:84)

اور ان سے پشت پھیر لی اور کہا ہائے افسوس یوسف (کی جدائی) پر اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم برداشت کرنے والے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو سو شہیدوں کا ثواب

امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت لیث بن ابی سلیم روایت کرتے ہیں کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا۔

تو ان سے فرمایا: اے مکرم فرشتے! کیا آپ علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم ہے۔

کہا۔

ہاں۔

پوچھا:
کیا حال ہے۔
کہا۔
آپ علیہ السلام کے غم میں ان کی بینائی جاتی رہی۔
پھر پوچھا:
انہیں کتنا غم ہے۔
کہا۔
ستر درجہ زیادہ غم ہے۔
پوچھا:
ان کو اجر بھی ملے گا۔
کہا۔
ہاں! ان کو سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج: 7، رقم الحدیث: 11884 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

حضرت یعقوب علیہ السلام مسلسل اسی (80) سال تک روتے رہے

حضرت یعقوب علیہ السلام (80) اسی سال تک روتے رہے۔
علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
حضرت یعقوب علیہ السلام مسلسل اسی (80) سال تک روتے رہے اور ان کی آنکھیں خشک نہیں ہوئیں اور جب سے ان کی بصارت چلی گئی تھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں تھا۔
(زاد المسیر: ج: 4، ص: 271 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدائی کی مدت اسی سال ہے اور اس عرصہ میں کبھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے غم دور نہ ہوا ہر وقت آپ علیہ السلام کے رخساروں پر آنسو بہتے رہتے تھے اور ہمیشہ روتے رہتے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! سطح زمین پر اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام۔۔۔ بڑا خلیفہ کوئی نہ تھا۔
(جامع البیان: ج: 13، ص: 60 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ستر ماؤں کے فوت شدہ بیٹوں جتنا غم

حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ستر ماؤں کے فوت شدہ بیٹوں جتنا غم تھا۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن ابی سلیم سے روایت ہے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے اسے پہچان لیا۔
اور کہا:
اے اللہ تعالیٰ کے معزز فرشتے! کیا تجھے یعقوب علیہ السلام کے متعلق بھی کوئی علم ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ہاں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
ان کی کیا حالت ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
آپ علیہ السلام کی جدائی کے غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئی ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
ان کو کتنا غم ہے؟
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
جتنا ان ستر ماؤں کو ہوتا ہے جن کے بچے فوت ہو گئے ہوتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
کیا اس پر ان کے لئے کوئی اجر بھی ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ہاں سو شہیدوں کا اجر ہے۔
(جامع البیان: ج:13، ص:58 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
مزید راقم ہیں۔
حضرت عبداللہ بن ابی جعفر سے روایت ہے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانہ میں گئے۔
تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے پوچھا:
اے جبرائیل (علیہ السلام)! میرے باپ کو کتنا غم لاحق ہوا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ایسی ستر عورتوں کا غم جن کے بچے فوت ہو گئے ہوں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
ان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کیا ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:
سو شہیدوں کا اجر ہے۔
(جامع البیان: ج:13، ص:59 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
مزید راقم ہیں۔
حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا:
اے صدیق! کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
میں ایسی پاکیزہ صورت دیکھ رہا ہوں پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں جو خطا کاروں کے خوشبو کے مشابہ نہیں ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
میں رسول رب العالمین ہوں میں الروح الامین ہوں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
آپ علیہ السلام کو اس مجرموں کے مدخل میں کس نے داخل کیا ہے آپ علیہ السلام تو پاکیزہ لوگوں میں سے پاکیزہ ترین ہیں آپ علیہ السلام تو مقربین کے سردار ہیں۔ رب العالمین کے امین ہیں۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
اے یوسف (علیہ السلام)! آپ علیہ السلام کو علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ گھروں کو انبیائے کرام کی پاکیزگی کی وجہ سے پاک فرماتا ہے اور وہ زمین جس میں تم داخل ہوتے ہو وہ پاکیزہ ترین زمین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی وجہ سے قید خانہ اور اس کے ماحول کو سب پاکیزہ لوگوں میں سے پاکیزہ ترین اور پاکیزہ لوگوں کے بیٹے کے ذریعے پاک کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی طہارت اور آپ علیہ السلام کے صالح اور مخلص آباء کی طہارت کی وجہ سے پاک کرتا ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
آپ علیہ السلام مجھے صدیقین کے اسماء کے ساتھ کیسے یاد کرتے ہیں اور آپ علیہ السلام مجھے مخلصین میں کیسے شمار کر رہے ہیں جبکہ میں مجرموں کی جگہ میں داخل ہوں اور میں ضالین اور مفسدین کا نام دیا گیا ہوں۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

آپ علیہ السلام کا دل غم سے دوچار نہیں ہوا اور نہ آپ علیہ السلام کی حریت غلامی سے گدلی ہوئی ہے اور نہ تو نے اپنے عزوجل کی نافرمانی میں اپنی مالکن کی اطاعت کی تھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا نام صدیقین کے نام کے رکھا ہے اور تجھے تیرے صالح بزرگوں کے ساتھ ملا دیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

کیا تجھے یعقوب علیہ السلام کے بارے کچھ علم ہے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

ہاں! اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر جمیل کی توفیق بخشی ہے اور انہیں غم میں مبتلا کیا تو وہ اپنے غم پر ضبط کیے ہوئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

ان کے غم کی حد کیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

(70) ستر ایسی عورتیں جن کے بچے فوت ہو گئے ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

انہیں اجر کیا ملے گا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

سو شہیدوں کا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:59 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا کتنا غم تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جتنا ستر ایسی عورتوں کا ہوتا ہے جن کے بچے فوت ہو گئے ہوں۔

پوچھا گیا۔

ان کا اجر کتنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سو شہیدوں کا۔ انہوں نے دن یا رات میں کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے متعلق برا گمان نہ کیا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:57 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے سلام عرض کیا۔
تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
اے بارگاہ رب عزوجل کے مکرم فرشتے! اے پاک خوشبو والے، اے طاہر لباس والے! کیا تجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق کچھ علم ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ہاں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
ان کا غم کتنا شدید ہے اور انہیں اس پر اجر کتنا ملے گا۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ان کا غم ستر ایسی عورتوں کے غم کے برابر ہے جن کی اولاد فوت ہو گئی ہو۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
کیا میری ان سے ملاقات ہوگی۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ہاں۔ اس سے حضرت یوسف علیہ السلام خوش ہوئے۔
(جامع البیان: ج:13، ص:60 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ستر شہداء کا اجر عظیم

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
مجھے بتایا گیا ہے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں انسانی شکل میں آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا آپ علیہ السلام استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔
اور فرمایا:
اے پاکیزہ خوشبو والے، اے پاکیزہ لباس والے، اے بارگاہ رب العزت کے معزز و مکرم فرشتے! کیا آپ علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق کچھ علم ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ہاں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

وہ کیسے ہیں؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

ان کی آنکھیں ضائع ہوگئی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

ان کی آنکھیں کس وجہ سے ضائع ہوئی ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

تیری جدائی کے غم کی وجہ سے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

اس پر انہیں کیا اجر ملے گا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

ستر شہداء کا اجر ملے گا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:58 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو تیس سال (30) غم یوسف (علیہ السلام)

سابقہ روایات میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم یوسف علیہ السلام اسی (80) سال بیان کیا گیا ہے مگر (30) سال کی روایت بھی ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ

حضرت یعقوب (علیہ السلام) کو تقریباً تیں (30) سال غم یوسف (علیہ السلام) کا ابتلاء رہا اور اسی غم میں اتار و... آنسوؤں کی گرمی اور مسلسل روانی سے آنکھوں پر سفیدی چھا گئی اور کالی پتلی بالکل سفیدی کے پردے میں چھپ گئی جس... کل سفید موتیا کہا جاتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:123 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کی خبر لانے تک حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہونے کو چھ سال گزر چکے تھے

جب بیٹے بنیامین کی خبر لائے تو اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہونے کو چھ سال گزر چکے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جب یہ بیٹے بنیامین کی خبر لائے تو اس وقت چھ سال بیت چکے تھے نابینا ہوئے اب یہ مزید دھچکا لگا تو سابقہ غم دوبالا... ابھرا اور بے اختیار دبی ہوئی آہیں نکل پڑیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:123 تا 124 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بیٹوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو غم یوسف (علیہ السلام) کرنے پر سخت بیمار ہونے کا کہنا

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں مسلسل روتے رہتے تھے بیٹوں نے کہا آپ علیہ السلام (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو ہی یاد کرتے رہیں گے آپ علیہ السلام تو اس طرح سخت بیمار ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ○ (یوسف:85)

بیٹوں نے کہا آپ یوسف کو (ہی) یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ سخت بیمار ہو جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بیٹوں کا وصال کر جانے کا قول

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے یہ معنیٰ روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہتے ہیں اور اس کی محبت تمہارے دل سے کمزور نہیں ہوتی حتیٰ کہ آپ علیہ السلام بوڑھے ہو جائیں گے یا وصال کر جائیں گے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:55 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بیٹوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم کی وجہ سے غم کرنا

جب بیٹوں نے دیکھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تو اور زیادہ محبت یوسف علیہ السلام میں گھرے جا رہے ہیں تو انہیں اب احساس وغم ہوا کہ ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اس طرح نہ کرنا چاہئے تھا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

آج بیٹے اس بات کا غم کر رہے ہیں کہ کاش ہم کو معلوم ہوتا کہ محبت یوسف (علیہ السلام) اور عشق محبوب کے اتنے گہرے نقوش ہوتے ہیں تو ہم کبھی بھی (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو جدا نہ کرتے ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ دو چار دن غم ہوگا پھر ہم سے یکتا محبت پدر ہوگی اب گویا مختلف قسم کے غموں میں سب گھر ہی مبتلا ہو گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:124 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں

جب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے والد محترم آپ علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ علیہ السلام سخت بیمار ہو جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:86)

یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے ہی کرتا ہوں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا پڑوسی کو غم سے دوچار ہونے کی شکایت کرنا اور وحی کا نازل ہونا

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آپ علیہ السلام کا پڑوسی آیا۔

اور اس نے عرض کیا:

اے یعقوب علیہ السلام! میں تجھے کیسے دیکھ رہا ہوں کہ آپ علیہ السلام بالکل ٹوٹ چکے ہیں اور فنا ہو چکے ہیں حالانکہ آپ علیہ السلام ابھی تو اس عمر کو نہیں پہنچے جس تک آپ علیہ السلام کے والد محترم پہنچا تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یوسف (علیہ السلام) کے غم سے دوچار کرنے کی آزمائش نے توڑ دیا ہے اور فنا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی! اے یعقوب (علیہ السلام)! اس میں شکایت میری مخلوق سے کر رہا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے رب عزوجل! مجھ سے خطا ہوئی ہے مجھے معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔

اس کے بعد جب آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ

مزید رقم ہیں کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا گیا کہ

اے حضرت یعقوب علیہ السلام! کس چیز نے تیری آنکھوں کی بینائی ختم کر دی ہے اور کس نے تیری کمر کو دوہرا کر دیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) پر رونے نے میری بینائی ختم کر دی ہے اور اس کے بھائی کے غم نے میری کمر ٹیڑھی کر دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا تو میری شکایت کر رہا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری تکلیف کو دور نہ کروں گا حتیٰ کہ تو میری بارگاہ میں فریاد کرے۔

تو اس وقت آپ علیہ السلام نے کہا:

اِنَّمَآ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ نے پھر وحی بھیجی کہ

مجھے اپنی عزت کی قسم اگر وہ دونوں مردہ بھی ہوتے تو میں ان دونوں کو تیری خاطر نکال لاتا۔

میں نے دیکھا کہ

تم نے ایک بکری ذبح کی تھی اور تمہارے دروازے پر مسکین تھا اور تم نے اسے کچھ بھی نہیں کھلایا تھا اور میرے نزدیک میری مخلوق سے محبوب ترین انبیاء (علیہم السلام)، پھر مساکین ہیں۔ پس اب کھانا کھاؤ اور اس پر مسکین کو دعوت دو آپ علیہ السلام نے کھانا پکایا پھر اعلان فرمایا جو روزہ دار ہو آج رات آل یعقوب کے پاس افطار کرے۔

روایت ہے کہ

اس کے بعد جب صبح ہوئی تو آپ علیہ السلام نے منادی کو حکم دیا کہ وہ ندا دے کہ جو صبح کھانا کھانا چاہتا ہے وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے پس آپ علیہ السلام صبح و شام مساکین کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:317 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام اسی (80) سال کیوں دور رہے

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیج کہ تو جانتا ہے کہ میں نے تجھے کیوں عتاب کیا ہے اور اسی (80) سال یوسف (علیہ السلام) کو کیوں تجھ سے دور رکھا ہے۔

آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

نہیں! یا اللہ عزوجل۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تو نے ایک بکری بھونی تھی اور اپنے پڑوسی پر کنجوسی کی تھی تو نے وہ بکری خود کھائی تھی اور پڑوسی کو نہیں کھلائی تھی۔

روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس تکلیف میں اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبتلا کیا تھا کہ آپ علیہ السلام نے ایک بچھڑا بچھڑے کی ماں کے سامنے ذبح کیا تھا اور وہ آواز نکال رہی تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:317 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ بن مصرف الایامی سے روایت ہے کہ

تین چیزوں کا ذکر نہ کر اور ان کے ذکر سے اجتناب کر، اپنی مرض کا شکوہ نہ کر، اپنی مصیبت کا شکوہ نہ کر اور اپنی خود تعریف نہ کر۔

فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ان کا پڑوسی گیا۔

تو اس نے کہا:

اے یعقوب (علیہ السلام)! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے نحیف و کمزور دیکھ رہا ہوں حالانکہ آپ علیہ السلام ابھی تک اپنے باپ کی عمر کو نہیں پہنچے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

میری یہ کیفیت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یوسف (علیہ السلام) کے غم کی وجہ سے آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو طرف وحی فرمائی۔

اے یعقوب (علیہ السلام)! تو میری شکایت میری مخلوق کے پاس کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے معاف فرمادے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں نے تجھے معاف کر دیا ہے اس کے بعد جب بھی آپ علیہ السلام سے پوچھا جاتا۔

تو آپ علیہ السلام فرماتے۔

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ

میں تو اپنی مصیبت اور دکھوں کا شکوہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔

(جامع البیان: ج:13، ص:58 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت حبیب بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑھاپے کی وجہ سے ان کے ابرو آنکھوں پر چھا گئے تھے وہ انہیں کپڑے کے ساتھ اوپر اٹھائے رکھتے تھے۔

آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ

آپ علیہ السلام کی یہ کیفیت کیوں ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

زمانے کی طوالت اور غموں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔

اے یعقوب (علیہ السلام)! کیا تو میری شکایت کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا:
یارب عزوجل! مجھ سے یہ خطا ہوئی ہے مجھے معاف فرمادے۔
اور حضرت نصر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پر جب حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم طویل ہو گیا اور آپ علیہ السلام کی آنکھیں غم کی وجہ سے ضائع ہو گئیں تو بیمار پرسی کرنے والے آپ علیہ السلام کے پاس آتے۔
اور کہتے۔
السلام علیک یا نبی اللہ
آپ علیہ السلام کیسے ہیں۔
آپ علیہ السلام فرماتے۔
بوڑھا آدمی ہوں آنکھیں ختم ہو چکی ہیں۔
اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔
اے یعقوب (علیہ السلام)! تو نے میری اپنے تیمارداروں کے سامنے شکایت کی ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا:
اے میرے رب عزوجل! مجھ سے یہ خطا ہوئی ہے آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔
اس کے بعد آپ علیہ السلام ہمیشہ یہی فرماتے تھے۔
اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَى اللّٰهِ
میں اپنے دکھوں اور حزن کا شکوہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔
(جامع البیان: ج:13، ص:58 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
امام عبدالرزاق سے روایت ہے کہ
ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ
حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کی۔
یارب عزوجل! تو نے میرا بچہ بھی لے لیا تو نے میری آنکھیں بھی لے لیں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
کیوں نہیں! لیکن میری عزت اور میرے جلال کی قسم! میں تجھ پر رحم کروں گا اور تیری بینائی اور تیرا بچہ تجھ پر لوٹا دوں گا میں نے تجھے اس مصیبت سے آزمایا ہے کیونکہ تو نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا پھر اسے بھونا تھا تیرے پڑوسی نے اس کی خوشبو محسوس کی تھی لیکن تو نے اسے وہ پیش نہیں کیا تھا۔
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک منہ بولا بھائی تھا۔
اس نے ایک دن آپ علیہ السلام سے کہا۔
اے یعقوب علیہ السلام! کس چیز نے تیری آنکھیں ضائع کردی ہیں اور کس چیز نے تیری کمر دوہری کردی ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
(حضرت) یوسف (علیہ السلام) پر رونے کی وجہ سے میری آنکھیں ضائع ہوگئی ہیں اور بنیامین کی جدائی کے غم نے میری کمر ٹیڑھی کردی ہے۔
اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا:
اے یعقوب علیہ السلام! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام دیتا ہے۔
اور فرماتا ہے۔
تو میرا شکوہ غیروں کے پاس کرتا ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:
اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَى اللّٰهِ
میں اپنے دکھ اور درد کا اظہار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا ہوں۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
اے یعقوب علیہ السلام! اللہ تعالیٰ تیرے شکوہ وشکایت کو جانتا ہے۔
پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:
کیا تو بوڑھے آدمی پر رحم نہیں کرتا تو نے اس کی آنکھیں سلب کرلی ہیں اور میری پیٹھ دوہری کردی ہے۔ میرے دونوں پھول مجھ پر لوٹا تاکہ میں موت سے پہلے انہیں سونگھ لوں پھر تو جو چاہے میرے ساتھ کر۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام پھر آپ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا:
اے یعقوب (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے۔
اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ
تو خوش ہو اور تیرا دل مسرور ہو۔ میری عزت کی قسم! اگر تیرے دونوں بچے مردہ بھی ہوئے تو میں انہیں زندہ کردیتا پس تو مساکین کے لئے کھانا تیار کر کیونکہ میرے محبوب بندے انبیاء (علیہم السلام) اور مساکین ہیں تجھے معلوم ہے میں نے تیری آنکھیں کیوں سلب کی ہیں اور تیری پیٹھ کیوں دوہری کی ہے اور یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ جو کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ایک بکری ذبح کی تھی پھر تمہارے پاس ایک روزہ دار مسکین آیا تھا تو تم نے اسے اس گوشت سے کچھ نہ دیا تھا۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام جب صبح کا کھانا کھانے لگتے تو ندا دینے والے کو حکم دیتے کہ وہ یہ ندا لگائے جو مسکین صبح کا کھانا کھانا چاہتا ہو وہ (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کے ساتھ کھانا کھائے اور جب روزے سے ہوتے

تو ندا کرواتے کہ جو مساکین میں سے روزہ دار ہوا سے یعقوب (علیہ السلام) کے ساتھ افطار کرنا چاہئے۔

(متدرک: ج:2، ص:379 بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو نہیں ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف:86)

اور مجھے اللہ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملاقات کا یقین دلانا

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب اور سدی رحمۃ اللہ علیہما نے کہا ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے۔

اور پوچھا:

اے صدیق اتم مجھے جانتے ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں تمہیں ایک پاکیزہ صورت اور پاکیزہ خوشبو والا دیکھتا ہوں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

میں رب العالمین کا رسول اور روح الامین ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

تمہیں گناہ گاروں کی جگہ میں کس نے داخل کیا ہے حالانکہ آپ علیہ السلام تو پاکیزہ میں سے پاکیزہ ترین اور مقربین کے سردار اور رب العالمین کے امین ہو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اے یوسف (علیہ السلام)! تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کی پاکیزگی کی وجہ سے گھروں کو پاک کرتا ہے اور وہ زمین جس میں انبیاء کرام علیہم السلام داخل ہوتے ہیں وہ تمام زمینوں سے پاکیزہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیری وجہ سے قید خانہ اور اس کے اردگرد کو پاک کر دیا ہے اسے پاکیزہ لوگوں میں سے پاکیزہ ترین اور اسے نیک چیدہ لوگوں کی اولاد۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میرا نام صدیقین کی فہرست میں کیسے آیا ہے اور تو نے مجھے مخلصین وطاہرین میں کیسے شمار کیا ہے حالانکہ میں مجرموں کی جگہ داخل کیا گیا ہوں اور مجھے فاسقین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے اپنے دل کو فتنہ میں مبتلا نہیں کیا تھا اور اپنے رب عزوجل کی معصیت میں اپنی مالکن کی اطاعت نہیں کی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے صدیقین میں تیرا نام رکھا ہے اور تجھے مخلصین میں شمار کیا ہے اور تیرے نیک آباؤ اجداد کے ساتھ تجھے لاحق کیا ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
اے روح الامین! کیا تجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ہاں! اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر جمیل عطا فرمایا ہے اور تیرے غم کے ساتھ آزمایا ہے درآں حالیکہ وہ ضبط کیے ہوئے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
ان کے غم کا اندازہ کیا ہے؟
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
جتنا ان عورتوں کو غم ہوتا ہے جن کی اولاد فوت ہو گئی تھی۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
ان کا اجر کتنا ہے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:
سو شہیدوں کا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
کیا میری ان سے ملاقات ہوگی۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:
ہاں۔
حضرت یوسف علیہ السلام بڑے خوش ہوئے اور فرمایا:
اگر میں انہیں دیکھ لوں تو مجھے ان تکلیفوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:317، 318 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت جبرائیل علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق پوچھنا

امام محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ
ملک الموت نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی زیارت کی۔
تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا:

اے میرے فرشتے! جس کی خوشبو بڑی پیاری اور صورت بڑی دلربا ہے کیا تو نے میرے بچے کی روح قبض کر لی ہے۔
تو ملک الموت نے کہا:
نہیں۔
حضرت یعقوب علیہ السلام کو قرار مل گیا اور ان کے دیدار کی امید کرنے لگے۔
بعض فرماتے ہیں۔
اس کا مفہوم یہ ہے کہ
میں جانتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچا تھا اور میں اور تم عنقریب اس کو سجدہ کریں گے۔
جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے نے بادشاہ کی سیرت کے متعلق بتایا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے نفس نے محسوس کیا اور امید کی اور فرمایا:
شاید وہ یوسف علیہ السلام ہو۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:317، 318 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
حضرت نضر بن عربی سے روایت ہے کہ
حضرت یعقوب علیہ السلام چوبیس (24) سال اس حالت میں رہے کہ آپ علیہ السلام کو علم نہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہے یا وصال فرما گیا ہے حتیٰ کہ ملک الموت انسانی شکل میں آئے۔
اور آپ علیہ السلام نے پوچھا:
تم کون ہو؟
اس نے کہا:
میں ملک الموت ہوں۔
تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میں تجھے خدا عزوجل کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تو نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی روح قبض کر لی ہے۔
ملک الموت نے کہا:
نہیں۔
اس وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا۔
(الدر المنثور: ج:4، ص:61 مطبوعہ العلمیہ بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو تلاش کرنے کا حکم دینا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ اے میرے بیٹو تم جاؤ یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے:

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (یوسف:87)

اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔

بیٹوں کا کہنا ہم یوسف (علیہ السلام) کو کہاں ڈھونڈیں

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو جاؤ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کو ڈھونڈ آؤ تو بیٹوں نے کہا ہم یوسف (علیہ السلام) کو کہاں ڈھونڈیں وہ تو کب کا مر گیا اور اس کو بھیڑیا کھا گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بیٹوں نے عرض کیا:

ہم یوسف (علیہ السلام) کو کہاں ڈھونڈیں وہ تو کبھی کا مر گیا اس کو تو بھیڑیا کھا گیا تھا اور بنیامین کا پتہ ہی ہے کہ کہاں ہے جس کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا یقیناً اس نے کھا ہی لیا ہوگا ایسے فوت شدہ کو ہم کیا ڈھونڈیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:133 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو فرمانا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

جب بیٹوں نے کہا ہم یوسف علیہ السلام کو کہاں سے ڈھونڈیں وہ تو مر گیا اس کو بھیڑیا کھا گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جاؤ ڈھونڈ لاؤ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو وہ کرم فرمادے گا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اے بیٹو نہ مایوس ہو تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی سے اس کی عجیب حکمت سے اللہ تعالیٰ کی فرحت، کشادگی اور دی ہوئی خوشیوں سے۔ یا نہ مایوس ہو تم اس کی قدرت کاملہ، صنعت غریبہ اور اسباب عجیبہ سے تم اپنے حواس کو درست کر کے نکلو تو سہی پھر دیکھنا اس کا فضل کیا کرم کرتا ہے۔ بے شک نہیں مایوس ہوتے اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل و قدرت سے مگر کافر ناشکرے اور بد عقیدہ انسان۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:133 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے سمجھانے پر بیٹوں کا مصر روانہ ہونا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو سمجھایا تو بیٹے مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے سمجھانے بجھانے یا ویسے ہی گندم کے لئے گھر سے مصر کی طرف نکل پڑے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:134 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف رقعہ لکھ دینے کی روایات

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ رقعہ کے الفاظ یوں لکھتے ہیں:

یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کی جانب سے عزیز مصر کے نام!

حمد الٰہی عزوجل کے بعد ہم وہ لوگ ہیں جو نسل در نسل مصائب میں مبتلا ہیں، میرے دادا کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تھا تاکہ وہ جل جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دے دی اور آگ کو ان پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا اور میرے باپ کے گلے پر چھری رکھی گئی تاکہ اس کو ذبح کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا فدیہ دے دیا اور رہا میں تو میرا جو سب سے محبوب بیٹا تھا اسے اس کے بھائی جنگل میں لے گئے پھر میرے پاس خون آلودہ قمیص لائے۔

اور کہا:

اس کو بھیڑیے نے کھا لیا میں جب سے اس کے فراق میں رو رہا ہوں اس کا ایک بھائی تھا جس سے مجھے تسلی رہتی تھی اس کے یہ بھائی اسے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے آ کر یہ بتایا کہ اس نے آپ کے ہاں چوری کی ہے اور آپ نے اس کی سزا میں اس کو رکھ لیا ہے ہم لوگ نہ خود چور ہیں اور نہ ہماری اولاد چور ہے۔ اگر آپ نے میرے اس بیٹے کو واپس کر دیا تو میں آپ کو دعا دوں گا اور اگر آپ نے اس کو واپس نہیں کیا تو میں آپ کے خلاف دعاء کروں گا جس کا اثر ساتویں پشت تک آپ کی اولاد کو پہنچے گا۔

والسلام۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص:503 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

تفسیر کبیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک رقعہ بھی ساتھ لکھ کر دیا جس میں عزیز مصر کا سابقہ سلوک پر شکریہ ادا کیا اور اپنا تعارف کرایا اور بنیامین کو چھوڑنے بری کرنے کا لکھا مگر یہ غلط ہے اور یہودیوں کی من گھڑت ہے صرف اس لیے کہ اس میں یعقوب علیہ السلام کے رقعے میں یہ غلط بات شائع ہو جائے کہ یعقوب علیہ السلام نے لکھا کہ میں اسحاق ذبیح اللہ کا بیٹا ہوں۔ ابر صابر ہوئے آگ میں جا کر اور خلیل ہوئے آگ گلزار بنا کر اسحاق صابر رہے چھری کے نیچے آ کر اور ذبیح اللہ ہوئے فدیہ لے کر حالانکہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:134 نعیمی کتب خانہ لاہور)

جس بڑے بھائی نے بھائیوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجا وہ مصر میں کیا کرتا رہا

جس بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں جن کو تفسیر نعیمی میں درج کیا ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بقول مفسرین بھائیوں کو واپس بھیج کر وہ بڑا بھائی بھی عزیز مصر کے پاس ہی چلا گیا تھا اور انہی کے مہمان خانے میں بصد

عزت لطف اندوز تھا۔

بعض کے قول میں مصر میں ہی کہیں مزدوری کرنے لگ گیا تھا بہر کیف مصر میں تھا۔

(تفسیر نعیمی: ج.13، ص:133 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچنا اور اپنی اور گھر والوں کی تکلیف کا بتانا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹو جاؤ یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوتے ہیں تو بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بات مان کر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے اور عرض گزار ہوئے اے عزیز مصر ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے۔ اور ہم آپ کے پاس حقیر پونجی لے کر آئے ہیں آپ ہمیں پورا پورا غلہ ماپ کر عنایت فرمائیں اور ہم پر صدقہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ۝ (یوسف:88)

سو جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم آپ کے پاس حقیر پونجی لے کر آئے ہیں آپ ہمیں پورا غلہ ماپ کر دے دیں اور ہم پر صدقہ کریں بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا رقعہ پڑھ کر رونا

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ مکتوب کے مندرجات لکھنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ مکتوب پڑھا تو بے اختیار آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بھائیوں نے پہچان لیا کہ یہ بادشاہ ہی دراصل یوسف (علیہ السلام) ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:5، ص:504 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یہ مکتوب وضعی اور جعلی ہے اور اسرائیلی روایات میں سے ہے کیونکہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور اس روایت کے پچھلے مندرجات جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے رقعہ لکھنے کا ذکر کیا تھا اس میں ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو کہا گیا ہے جو کہ وضعی اور یہودیوں کی من گھڑت ہے۔

بھائیوں کے بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ قول کے معانی

بھائیوں نے بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ کہا اس کے متعلق مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ سے مراد کھوٹے سکے ہیں۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرا قول یہ روایت ہے کہ

بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ کا مطلب پرانا مال، پرانی رسیاں، بورے وغیرہ ہیں۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیسرا قول یہ روایت ہے کہ

بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ سے مراد کھوٹے ردی سکے ہیں جو خرچ نہیں کیے جاتے حتیٰ کہ پھینک دیے جاتے ہیں۔

(جامع البیان: ج:13، ص:63 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ سے مراد کھوٹے دراہم ہیں۔

(سنن سعید بن منصور: ج:5، ص:406 مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن جبیر اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما سے دو معنی روایت ہیں۔

ایک نے اس کا معنیٰ ناقصہ اور دوسرے نے فلوس ردیہ کیا ہے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:63 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت عبداللہ بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس سے مراد دیہاتیوں کا سامان ہے مثلاً اون اور گھی۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس سے مراد حبۃ الخضراء صنوبر اور روئی ہے۔

اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس سے مراد اونٹنیاں اور کمزور گائیں ہیں۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اس سے مراد کھوٹے سکے ہیں۔

(جامع البیان: ج:13، ص:63 تا 65 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا پیش کیا تھا

جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے کیا پیش کیا تھا اس کے متعلق چند اقوال ہیں۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
پس جب داخل ہوئے دربار یوسفی میں تو بولے۔
اے عزیز! اس دفعہ تو ہم بہت برے حالوں آئے ہم کو بھی اور گھر میں باقی ماندہ اہل خانہ کو بہت تکلیف اور غربت پہنچی بڑا بھائی جو کاروباری تھا وہ شرم کے مارے گھر نہ گیا کاروبار بند، قحط سالی زوروں پر، نہ کچھ کھانے کو نہ کمانے کو جو تھوڑی بہت دولت درہم ودینار کی شکل میں تھا وہ لے آئے ہیں مگر وہ ایک تو تھوڑی ہے گندم کے بھاؤ سے پوری نہیں۔
دوسرے یہ کہ
پرانا سکہ ہے جو آج کل کسی بازار میں چلتا نہیں کبھی کا گھر میں پڑا ہوا تھا آج انتہائی ضرورت کے پیش نظر اس کو نکالا مگر اس کو کوئی لیتا نہیں ہر جگہ پر دکان سے آپ کا ہی آستانہ ہے جس پر آس لے کر آ گئے ہیں۔
ایک قول یہ ہے کہ
گھر کا ادھڑا پدھڑا سامان تھا بستر، کمبل، چمڑہ، دری، چٹائی۔
ایک قول ہے کہ
وہ علاقہ کنعان کا سکہ تھا مصر میں نہ چلتا تھا اس لیے یہاں کھوٹا اور مُزْجٰۃ تھا مگر یہ قول صحیح نہیں کیونکہ ہر علاقے کے سکے آ رہے تھے لیے جا رہے تھے تو اس میں کیا قباحت ہو سکتی ہے اور پھر پہلی دو مرتبہ لے لیا گیا تو اب کیا مزائقہ نیز پہلے زمانوں میں کاغذ یا لوہے پیتل کے سکے نہ ہوتے تھے بلکہ خالص چاندی کے سکے جس کو درہم اور خالص سونے کے سکے جس کو دینار کہا جاتا تھا اور اسی رواج کی بناء پر آج تک سونا چاندی ہی اصل قیمت اور ثمن قرار پائی گئی ہے اور وہ کبھی مُزْجٰۃ یعنی کھوٹا سکہ نہیں ہو سکتا نہ پہلے کبھی نہ اب۔
قول پہلا ہی درست ہے کہ
اے عزیز ہم سے کھوٹے سکے پرانے درہم ہی قبول کر لو اس کے بدلے حسب سابق ہم کو ہمارے حصہ کا غلہ پورا ناپ کر دے دیجئے اور ہماری قیمت نہ دیکھئے اپنے کرم، حسن خلق اور فضل ورحمت کا صدقہ ہم پر کیجئے کیونکہ ہم اس وقت بے بس بے کس، غریب، قحط زدہ، غمناک اور افسردہ ہیں اور آپ صاحب ثروت، مالک دولت، حامل مروت وارث اخلاق حمیدہ ہیں۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:134 تا 135 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں نے وہی درہم حضرت یوسف علیہ السلام کو دیئے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ کر حاصل کیے تھے

بھائیوں نے غلہ خریدنے کے لئے وہی درہم حضرت یوسف علیہ السلام کو دیئے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچ کر حاصل کیے تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔

تاریخوں میں ہے کہ
یہ وہی درہم تھے جو برادران یوسف نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو بیچ کر حاصل کیے تھے اور کچھ چھوڑے تھے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:134 نعیمی کتب خانہ لاہور)

کیا مصر کے سکوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کی تصویر ہوتی تھی

تفسیر نعیمی میں ہے۔
تفسیر معانی اور کبیر نے لکھا ہے کہ
اس وقت مصر کے سکے پر (حضرت) یوسف علیہ السلام کی تصویر ہوتی تھی۔ مگر یہ اسرائیلی خرافات ہے جاندار کی تصویر ہر شریعت میں شروع سے حرام رہی۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:134 نعیمی کتب خانہ لاہور)

تمام بھائی قحط کے چوتھے سال حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس غلام بن کر صدقہ وخیرات مانگ رہے ہیں

تفسیر نعیمی میں ہے۔
روایتوں میں ہے کہ
یہ قحط کا چوتھا سال تھا تمام وہ بھائی جنہوں نے کبھی (حضرت) یوسف علیہ السلام کو ذلیل وخوار کر کے غلام بنا کر بیچ دیا تھا آج منشاء قدرت سے اسی یوسف (علیہ السلام) کے سامنے انتہائی ذلیل وخوار ہو رہے ہیں گویا کہ غلام بن کر صدقہ وخیرات کی بھیک مانگ رہے ہیں یہی نہیں بلکہ علاقے کے سارے لوگ پہلے سال دولت درہم، دینار، دوسرے سال گھر کے زیورات، تیسرے سال گھر کا تمام سامان، چوتھے سال جانور، غلام وغیرہ، پانچویں سال اپنی بیوی بچوں کو بیچ کر غلام بنا کر غلہ لے کر گئے، چھٹے سال سب نے خود کو حضرت یوسف (علیہ السلام) کی غلامی میں بیچا، ساتویں سال سارا غلہ بھی ختم ہو گیا تو حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنا جمال دیکھا کر لوگوں کی بھوک پیاس مٹائی اللہ اکبر۔ ایسا حسن تھا کہ جو دیکھتا اس کی بھوک پیاس مٹ جاتی یہ تو شان حسن یوسف (علیہ السلام) تھی مگر ہمارے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام اور درود شریف کی شان یہ ہے بعض درود شریف بینائی بخشتے ہیں بعض درود شریف ٹھنڈک بخشتے ہیں بعض نور بعض سرور یہاں تک کہ عارفین کا تجربہ ہے کہ درود رحمت بھوک پیاس اور روزے کی شدت مٹا دیتا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
مجھ کو نہ سردی لگتی ہے نہ گرمی۔
کسی نے وجہ پوچھی۔
تو ارشاد فرمایا:
میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جلوہ دیکھا ہے جو شاید کسی نے نہ دیکھا ہو تب سے سردی گرمی ختم ہو گئی۔
ساتویں سال جب سب غلامی میں آ گئے اور نظارہ حسن یوسفی کر لیا تب دریاء رحمت پروردگار جوش کرم پر آئی اور خوب

بارش ہوئی بادشاہ مصر اپنی حکومت اور سب کچھ تاج وتخت شاہی آپ (علیہ السلام) کے سپرد کر کے گوشہ نشین ہو گیا۔
بعض نے فرمایا کہ
شاہ مصر چوتھے سال مومن بنا اور ساتویں سال فوت ہو گیا۔
واللہ اعلم بالصواب۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:135 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کی فریادیں اور مسکینی دیکھ کر آبدیدہ ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کی فریادیں التجائیں سنیں اور غربت ومسکینی دیکھی تو آبدیدہ ہو گئے اور جا[n] گئے کہ اب منشاء الٰہی عزوجل میں اب پردہ اٹھنے کو ہے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی یہ فریادیں التجائیں سنیں اور غربت ومسکینی دیکھی تو نہایت افسر[دہ] غمزدہ آبدیدہ ہوئے اور رہا نہ گیا کہ اب چھپایا جائے اور سمجھ گئے کہ اب یہ وقت منشاء الٰہی میں پردہ اٹھنے کا ہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:135 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو گزشتہ سلوک یاد دلانا

جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے گفتگو کر رہے تھے تو اسی دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں [یاد] ہے کہ تم نے یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جب تم جہالت میں تھے۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ○ (یوسف:89)
یوسف نے کہا کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم جہالت میں تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو ان کا سلوک کس موقع پر یاد دلایا

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
الکلبی فرماتے ہیں کہ
یہ کلام آپ علیہ السلام نے اس وقت فرمایا جب بھائیوں کے سامنے بیان ہوا۔
مالک بن عمرو نے کہا:
میں نے کنویں میں اس کیفیت کا غلام پایا تھا اور پھر میں نے اسے اتنے درہم میں خریدا تھا۔
تو بھائی کہنے لگے۔
وہ غلام ہم نے اسے بیچا تھا۔
یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے کارند[ے]

کے قتل کرنے کے لئے جا رہے تھے۔

تو یہودا نے پیچھے مڑ کر...۔

حضرت یعقوب علیہ السلام ہم میں سے ایک کے مفقود ہونے پر اتنے غم زدہ ہوئے کہ آنکھوں کی بینائی ختم کر بیٹھے۔ سارے بیٹے قتل ہو جائیں گے تو اس وقت ان کی حالت کیا ہوگی۔

بھائی کہنے لگے کہ

اگر آپ علیہ السلام ہمارے ساتھ ایسا کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا سامان فلاں جگہ ہمارے باپ کے پاس پہنچا دیں۔ یہ سن کر آپ علیہ السلام (حضرت یوسف علیہ السلام) کو رحم آ گیا اور پھر آپ علیہ السلام نے یہ کلام فرمایا (کیا تمہیں علم ہے جو سلوک تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا جب تم نادان تھے)

(معالم التنزیل: ج:3، ص:321 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور حضرت عبداللہ بن یزید بن ابی فروہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب بنیامین کے محبوس ہونے کی خبر پہنچی تو آپ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا۔ جب وہ تیسری مرتبہ غلہ لینے جا رہے تھے۔

خط کی عبارت یہ تھی۔

یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کی طرف سے بادشاہ مصر کی طرف!

ارشاد فرمایا:

ہم ایسے گھر والے ہیں جن پر آزمائش ڈالی گئی ہے میرا دادا ابراہیم کے ہاتھ پاؤں باندھ کر آگ میں ڈالا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ آگ سرد اور ٹھنڈی کر دی۔ میرے باپ کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے اور ان کے گلے پر چھری رکھی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ فدیہ دیا اور میں، میرا ایک بیٹا جو مجھے تمام بیٹوں سے زیادہ پیارا تھا اسے اس کے بھائی جنگل کی طرف لے گئے اور پھر اس کی قمیص خون سے لت پت کر کے لے آئے۔

اور کہا:

اسے بھیڑیا کھا گیا ہے پس رو رو کر میری آنکھیں ختم ہو گئی ہیں پھر میرا ایک اور بیٹا تھا اس کی اور اس پہلے بیٹے کی ماں ایک تھی۔ میں اس سے اپنے دل کو تسلی دیتا تھا اسے تو نے روک لیا ہے اور تیرا خیال ہے کہ اس نے چوری کی ہے۔ ہم اہل بیت نہ چوری کرتے ہیں اور نہ چوروں کو جنم دیتے ہیں اگر تو میرا بیٹا واپس کر دے تو فبہا ورنہ میں تیرے لیے ایسی بد دعا کروں گا جس کا اثر تیری ساتویں پشت تک ہوگا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خط پڑھا تو آپ علیہ السلام رونے لگے اور اپنے دل کی بات ظاہر کر دی۔

اور فرمایا:

تم نے یوسف اور اس کے بھائی کی لاعلمی کی وجہ سے کیا تھا وہ یاد ہے؟

یعنی تمہیں معلوم نہ تھا کہ معاملہ تو یوسف علیہ السلام کی طرف لوٹ جائے گا۔

بعض فرماتے ہیں۔

جٰهِلُوْنَ کا معنیٰ ہے جب تم مجرم وخطا کار تھے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب تم جوان تھے اور تم پر جوانی کا خمار تھا۔

(معالم التنزیل: ج:13، ص:321 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو ایذائیں یاد دلانا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

فرمایا اے آج انتہائی عاجز و مسکین بننے والے بھائیو کیا تم کو وہ سلوک معلوم ہے جو تم نے کبھی کیا تھا یوسف اور اس کے سگے بھائی بنیامین کے ساتھ ایک کو ستا کر ایک کو تڑپا کر ایک کو گم کر کے اور ایک کو طرح طرح کی طعن وتشنیع اور برائی کی ایذائیں دے کر یا ایک کو جسمانی ایذائیں دے کر اور ایک کو قلبی ایذائیں یا ایک کو غلام بنا کر ایک کو چور بنا کر اور یہ سب کام اس وقت اس وجہ سے کیے تھے کہ تم لڑکپن کی وجہ سے نادان تھے یا انجام سے بے خبر تھے یا سوتیلے پن کے تعصب سے تم جاہل بنے ہوئے تھے یا محبت پدری میں تم نے یوسف (علیہ السلام) کو والد اور بھائی بہن سے جدا کیا اور چاہا کہ ہم ہی صرف باپ کے پیارے بنے رہیں مگر یہ تمہاری جہالت تھی یا یہ کہ تم ان تمام ظلم کے کاموں کی اخروی سزا سے ناواقف ہو اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کیا سزا اور صابروں کو کیا جزاء دنیا و آخرت میں عطا فرماتا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:136 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا سلوک یاد دلاتے وقت اپنی بہن کا ذکر کیوں نہ کیا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

تاریخوں میں آتا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام زینب تھا فراق یوسفی کے وقت وہ موجود تھی مگر اب وہ فوت ہو چکی تھی اس لیے اس کا ذکر نہ کیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے چھوٹی بنیامین سے بڑی تھی۔ عربی قصوں میں بھی اس کا ذکر آتا ہے ایک قول میں وہ مصر آئی ہے اور اب تک زندہ تھی مگر مستورات کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں آیا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:136 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا کہنا کیا واقعی آپ ہی یوسف (علیہ السلام) ہیں

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو ان کا کیا ہوا سلوک یاد دلوایا تو انہوں نے کہا:

کیا واقعی آپ ہی یوسف (علیہ السلام) ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ (یوسف:90)

انہوں نے کہا کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں۔

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچاننا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا کیا ہوا سلوک یاد دلوایا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو پہچان لیا اس پہچاننے کے متعلق مفسرین کے چند اقوال ہیں کہ انہوں نے کس نشانی سے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچانا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت یوسف علیہ السلام ان سے پردے کے پیچھے سے کلام کرتے تھے۔ جب آپ علیہ السلام نے هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ فرمایا تو پردہ اٹھا دیا جب پردہ اٹھایا تو بھائی پہچان گئے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص: 321 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب آپ علیہ السلام نے یہ جملہ فرمایا تو آپ علیہ السلام مسکرا پڑے۔ بھائیوں نے آپ علیہ السلام کے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے دانت دیکھے تو انہوں نے بادشاہ مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی۔

حضرت عطار حمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو نہ پہچانا حتیٰ کہ آپ علیہ السلام نے اپنے سر مبارک سے وہی شاہی تاج اتار کر رکھ دیا جو آپ علیہ السلام کے سر مبارک میں ایک علامت تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام میں بھی وہ علامت تھی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام میں بھی ایسی علامت تھی اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی اسی کی مثل علامت تھی وہ شامہ کی مانند تھی پس انہوں نے اس علامت سے آپ علیہ السلام کو پہچان لیا۔

اور کہا:

تو یوسف (علیہ السلام) ہے۔

اور بعض علماء لکھتے ہیں:

انہوں نے یہ بطور توہم کہا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص: 321 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچاننے کی تین وجوہات

جن وجوہ سے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا اس کی تین وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں۔

1- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب حضرت یوسف علیہ السلام مسکرائے تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے کے دانتوں سے پہچان لیا۔

2- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے ماتھے پر تل کی طرح ایک نشانی تھی اور حضرت یعقوب، حضرت اسحاق علیہما السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ماتھے پر بھی اسی طرح کی نشانی تھی۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سر سے تاج اتارا تو بھائیوں نے اس تل کو دیکھ کر انہیں پہچان لیا۔

3- حضرت امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اور ان کے درمیان حجاب رکھا ہوا تھا اور اس وقت وہ حجاب اٹھا دیا تھا اس لیے ان کے بھائیوں نے ان کو پہچان لیا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:281 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو اپنا نام بتا دینا

جب بھائیوں نے کہا کیا آپ واقعی ہی یوسف (علیہ السلام) ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں ہی یوسف (علیہ السلام) ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (یوسف:90)

یوسف نے کہا میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بے شک اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک جو اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو تعارف کرانا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں واقعی میں یوسف (علیہ السلام) ہی ہوں۔ مزید تعارف یہ کہ یہ بنیامین میرا بھائی ہے جس کو تم نے مارا پیٹا کنویں میں پھینکا کھوٹے درہموں سے بیچا، غلام بنالیا اور بھگوڑا غلام ظاہر کیا میں وہی یوسف (علیہ السلام) ہوں اور جس کے قلب غمگین کو تم نے اپنے طعن و تشنیع، گالی گلوچ کے خنجروں سے اتنے سال زخمی کیا اور جس کے لئے تم نے صرف نفرتوں، حقارتوں کے بیج بوئے یہ وہی میرا بھائی ہے تم نے یہ سلوک کیا لیکن اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے ہم دونوں پر کیسا عظیم احسان کیا کہ

ظلم کے بعد رحمت

کنویں کے بعد ملک

غلامیت کے بعد آقائیت

قید کے بعد سلطنت

ابتلا کے بعد اخلاص

جدائی کے بعد ملاپ

وحشت کے بعد انسیت

غم کے بعد خوشی

عسر کے بعد یسر

محض اپنے کرم سے عطا فرمایا بندے کا کام صرف اتنا ہے کہ ہر کام ہر وقت ہر لحظہ اپنے رب عزوجل سے ڈرتا رہے اس طرح کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچے حرام سے دور رہے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضگی مولیٰ تعالیٰ سے خوف کھائے اس لیے کہ بے شک جو شخص بھی میں یا تم یا کوئی بھی ہر حال میں تقویٰ اختیار کرے گا اور تقویٰ کی بناء پر اگرچہ تکلیفیں، مصیبتیں بھی بھی آجائیں اور صبر کرے تو اللہ کریم ایسے نیک لوگوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرماتا، تعارف کراتے کراتے سبحان اللہ۔ کیا شاندار وعظ و نصیحت اور حمد باری تعالیٰ ہے گویا کہ آج صرف یوسف (علیہ السلام) ہونے کا تعارف نہیں کرایا بلکہ یوسف (علیہ السلام) ہونے، بھائی ہونے، مومن ہونے، صابر متقی ہونے اور اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہونے کا بھی تعارف کرادیا یہی مکمل تعارف ہے۔

تفسیر کبیر نے فرمایا:

بھائیوں کا پہلے یہ کہنا کہ "اِنَّ اللّٰہَ یَجۡزِی الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ "اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے اور یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزا دے گا اس لیے تھا کہ بھائی نہیں جانتے تھے کہ عزیز مصر مومن ہے یا کافر اگرچہ یہ قول کمزور ہے مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے پورا تعارف کرا کر یہ اندیشہ دور کردیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:145 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بھائیوں کا اپنی خطا تسلیم کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا تعارف کرادیا تو بھائیوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم خطا کار تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوۡا تَاللّٰہِ لَقَدۡ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیۡنَا وَ اِنۡ کُنَّا لَخٰطِئِیۡنَ ۝ (یوسف:91)

انہوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم خطا کار تھے۔

بھائیوں کا خطا تسلیم کرنے کا قول کس وقت ہوا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

یہ کلام انہوں نے (یعنی بھائیوں نے) اس وقت کیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنا تعارف کرایا وہ ایک حلیم الطبع شخص سے ملے جس نے اپنے کسی دردالم کا اظہار نہیں کیا تھا اور نہ انہیں ان کے اعمال پر سرزنش کی تھی۔

(جامع البیان: ج:13، ص:69 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بھائیوں کا خوش ہو کر اعتراف جرم کرنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح کرنا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

برادران یوسف اس تقریر دل پذیر اور تعارف دلگیر سے اتنے متاثر اور خوش ہوئے کہ بے ساختہ پکار اٹھے خدا کی قسم۔ آپ علیہ السلام بہت خوش قسمت ہو کہ البتہ بے شک آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر ہر طرح کئی درجے فضیلت دی کہ آپ علیہ السلام کو سارے زمانے کا مختار کل بنایا۔

امیر
غنی
دولت مند
سخی
خلیق
مہمان نواز
خوش باش
صحت مند
خوب صورت
متقی
صابر
حاکم ملک
عالم
علیم
محسن
حلیم
مشکل کشا
حاجت روا

دردمند
غمگسار
بادشاہ بنایا پھراس کے باوجود انتہائی نرم دل بنایا اور ہر حال میں اپنے رب عزوجل کو یاد کرنے والا بنایا۔اے پیارے یوسف (علیہ السلام) آج ہمیں اعتراف ہے کہ شروع سے بے شک ہم ہی البتہ غلطیاں کرنے والے تھے اور ہر لحہ ہم سے خطائیں سرزد ہوتی رہیں واقعی ہم نے ظلم وحسد میں کوئی وقت کوئی موقعہ خالی نہ جانے دیا بڑا ابڑا اثر پایا رلایا دکھ پہنچایا۔اے یوسف (علیہ السلام) اب ہم اقراری بن کر مجرمانہ حیثیت سے در پر حاضر ہیں پکڑے گئے ہیں ہم سے وہی سلوک فرمایئے جس کے ہم لائق ہیں۔اللہ اکبر۔

(تفسیر نعیمی، ج:13،ص:146،145 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو معاف فرمانا

جب بھائیوں نے اعتراف جرم کرلیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف فرمادیا۔
قرآن مجید میں ہے:
قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (یوسف:92)
یوسف نے کہا آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین کو معاف فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کیا مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو معاف کیا جو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نعوذ باللہ) قتل کے درپے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو گھوڑوں پر سوار کرا کر روانہ کیا (الی قولہ)
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:
جو شخص اپنے گھر میں بیٹھ گیا اس کو امان ہے اور جس نے ہتھیار ڈال دیے اس کو امان ہے قریش کے سردار کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے اور ان سے جگہ تنگ ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ کے دونوں چوکھٹ پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت اسلام کرنے لگے۔

اور اسی سند کے ساتھ یہ روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ پر آئے اور دروازہ کی چوکھٹ کے دونوں بازو کو پکڑ کر کھڑے ہوگئے اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے (مشرکین مکہ سے) ارشاد فرمایا:
تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان کرتے ہو۔
انہوں نے عرض کیا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے برادرزادا ور عم زاد ہیں۔
انہوں نے یہ تین مرتبہ کہا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں اس طرح فرماتا ہوں جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝
ترجمہ: آج تمہیں کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔
پھر مشرکین مکہ تیزی سے اسلام میں داخل ہونے لگے جیسے ان کی پیروں کی بیڑیاں کھول دی گئی ہوں۔
(سبل الہدیٰ والرشاد: ج:5،ص:242 مطبوعہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان اور ہند کو معاف فرمانا

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی متوفی 630ھ روایت کرتے ہیں۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو ابوسفیان بن الحارث اور عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی سفارش کی۔
ابوسفیان نے کہا:
اگر مجھے باریاب ہونے کی اجازت نہیں ملی تو میں اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر زمین میں نکل جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نرم ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔
ایک قول یہ ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا۔
تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی طرف سے جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کہنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا۔
اللہ تعالیٰ کی قسم!
اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم ہی قصور وار تھے۔
انہوں نے اسی طرح کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قریب بٹھایا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ابو سفیان نے اپنی پچھلی تمام زیادتیوں پر معافی مانگی۔
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو سفیان فخر کو پسند کرتا ہے اس کو کوئی ایسی چیز عنایت فرمائیے جس کی وجہ سے یہ اپنی قوم میں فخر کرے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ٹھیک ہے جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے اور جو شخص مسجد میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔
(الکامل فی التاریخ: ج:2، ص:164 تا 166 مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)
جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہند کو پیش کیا گیا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ ہند ہے۔
ہند نے کہا:
میں ہند ہوں۔
اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ میری پچھلی باتوں کو معاف کر دیجئے ہند کے ساتھ اور بھی عورتیں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، بدکاری نہیں کریں گے، اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کسی بے قصور پر بہتان نہیں باندھیں گی، کسی نیک کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کریں گی۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
ان سے بیعت لو اور ان سب کے لئے مغفرت کی دعا کی۔
ابو سفیان نے متعدد بار مدینے پر حملے کیے تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں لگا رہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان پر قابو پا کر ان کو معاف فرما دیا۔ ہند نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی معاف فرما دیا اور معاف فرما کر یہ عظیم درس جاری فرما دیا کہ بڑے سے بڑے مجرم کو بھی معاف کر دینا چاہیے۔ قربان جائیں اس مقدس و عظیم ہستی پر جن کے سہارے دنیا قائم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہبار بن الاسود کو معاف فرما دینا

ہبار بن الاسود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کو پشت میں نیزہ مارا

تھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں آپ رضی اللہ عنہا اونٹ سے گریں اور آپ رضی اللہ عنہا کا حمل مبارک ساقط ہو گیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالم شخص کو بھی معاف فرمادیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو اذیت دی تھی۔

امام محمد بن عمرو واقدی متوفی 207ھ روایت کرتے ہیں۔

ہبار بن اسود کا یہ جرم تھا کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کو پشت میں نیزہ مارا تھا اس وقت وہ حاملہ تھیں وہ گرگئیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہبار بن اسود آگیا وہ بہت فصیح اللسان تھا۔

اس نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا اس کو برا کہا گیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام کا اقرار کرنے آیا ہوں پھر اس نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اسلام قبول کر لیا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز سلمہ آئیں اور انہوں نے ہبار سے کہا۔

اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کرے تو وہی ہے جس نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں کام کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسلام نے ان تمام کاموں کو مٹا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا کہنے اور اس کے پچھلے کام گنوانے سے منع فرمایا۔

(کتاب المغازی للواقدی: ج:2، ص:857 تا 858 مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفوان بن امیہ کو معاف فرما دینا

صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب کو مدینہ منورہ بھیجا تا کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانی دشمن کو بھی معاف فرمادیا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ

صفوان بن امیہ (یہی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے عمیر بن وہب کو مدینہ منورہ بھیجا تھا) جدہ جانے کے لئے مکہ مکرمہ سے نکلا تا کہ جدہ سے یمن چلا جائے۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف سے بھاگ رہا ہے تا کہ اپنے آپ کو سمندر میں گرا دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو امان دے دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو امان ہے۔

انہوں نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی چیز عنایت کیجئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امان دے دی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا جس کو پہن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عمیر وہ عمامہ لے کر گئے اور ان کو جدہ میں پالیا اس وقت وہ جہاز میں سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے۔
انہوں نے کہا:
اے صفوان! اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی بجائے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو دیکھو یہ امان ہے جو میں تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آیا ہوں۔
صفوان نے کہا:
تم چلے جاؤ۔
حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا:
وہ سب سے زیادہ افضل، سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ حلیم اور سب سے اچھے ہیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔
صفوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔
اس کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امان دے دی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس نے سچ کہا۔
صفوان نے کہا:
مجھے اسلام لانے کے لئے دو ماہ کی مہلت دیجئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میں تمہیں چار ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔
(جامع البیان: ج:2 ص:338 تا 339 مطبوعہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وحشی کو معاف فرما دینا

وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں شہید کر دیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانی دشمن کو بھی معاف فرما دیا۔
حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔
وحشی نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کس طرح اپنے دین کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ میں نے شرک کیا ہے قتل کیا ہے اور زنا کیا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ (الفرقان:68 تا 69)

''اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا پائے گا قیامت کے دن اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا۔''

جب وحشی نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمادی۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان:70)

لیکن جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

وحشی نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بہت سخت شرط ہے کیونکہ اس میں ایمان لانے سے پہلے کے گناہوں کا ذکر ہے، ہوسکتا ہے۔ مجھ سے ایمان لانے کے بعد گناہ ہو جائیں تو پھر ایمان لانے کے بعد اگر میری بخشش نہ ہو تو پھر میرے ایمان لانے کا کیا فائدہ۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء:48)

بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ جو گناہ ہو اسے جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

وحشی نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس آیت میں تو مغفرت اللہ تعالیٰ کے چاہنے پر موقوف ہے ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بخشنا نہ چاہے پھر ایمان لانے کا کیا فائدہ۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (الزمر:53)

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتیاں کر چکے ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک وہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

وحشی نے کہا:

اب مجھے اطمینان ہوا، پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یہ بشارت آیا صرف وحشی کے لیے ہے یا سب کے لئے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب کے لئے ہے۔

حضرت ابن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

وحشی امان طلب کر کے آیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام قبول کرنے کے متعلق یہی شرائط پیش کیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جوابات عطا فرمائے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج:26،ص:262 تا 263 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکرمہ بن ابی جہل کو معاف فرما دینا

عکرمہ بن ابی جہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع بہ موقع طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف فرما دیا۔

امام ابن اثیر شیبانی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ بن ابی جہل بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگوں میں پیسہ صرف کرنے میں اپنے باپ کی مثل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا تو اس کو اپنی جان کا خوف ہوا اور وہ یمن کی طرف بھاگ گیا لیکن اس کی بیوی ام حکیم بنت الحارث مسلمان ہو گئیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عکرمہ کے لئے امان طلب کی اور اپنے ساتھ ایک رومی غلام لے کر اس کو ڈھونڈنے نکلیں۔ انہوں نے عرب کے بعض قبیلوں کی مدد سے عکرمہ کو پا لیا۔ اس وقت عکرمہ سمندر کے سفر کا ارادہ کر رہے تھے۔

ام حکیم نے کہا:

میں تمہارے پاس اس شخص کے ہاں سے آئی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، سب سے زیادہ حلیم ہیں اور سب سے زیادہ کریم ہیں اور انہوں نے تم کو امان دے دی ہے جب عکرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے پھر عکرمہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے لئے استغفار کریں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے استغفار کیا۔

(الکامل فی التاریخ: ج:2،ص:168 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن عساکر متوفی 751ھ روایت کرتے ہیں۔
جب عکرمہ کشتی میں سوار ہوئے تو سخت تیز ہوا چلی انہوں نے اس وقت لات اور عزیٰ کو پکارا۔
کشتی والوں نے کہا:
اس موقع پر اخلاص کے ساتھ اللہ وحدہ لاشریک کو پکارا جائے اور کسی کو پکارنا جائز نہیں۔
عکرمہ نے سوچا۔
اگر سمندر میں صرف اسی کی الوہیت ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو پھر خشکی میں بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر دل میں عہد کیا کہ وہ ضرور (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر رجوع کریں گے سو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔
(مختصر تاریخ دمشق: ج:17، ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف فرمایا ہے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ایک مجرم کو معاف فرمایا ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن معافی کا اعلان فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجرموں کو بہت زیادہ معاف فرمانے والے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی کرم نوازی

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ کرم نوازی تھی کہ انہوں نے جب آپ علیہ السلام کو پہچانا اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا کہ جناب آپ علیہ السلام صبح و شام ہمیں کھانے پر بلاتے ہیں جبکہ ہم سے آپ علیہ السلام کے بارے میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس کی وجہ سے ہمیں شرم محسوس ہو رہی ہے۔
تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اہل مصر مجھے پہلی نظر سے دیکھتے ہیں۔
اور کہتے ہیں۔
پاک ہے وہ ذات جس نے بیس درہموں سے خریدے ہوئے غلام کو اس عظیم مقام پر پہنچایا یقیناً میں نے تمہاری وجہ سے شرف پایا ہے اور ان کی نظروں میں تمہاری وجہ سے عظیم بنا ہوں کیونکہ اب انہیں پتہ چلا ہے کہ تم میرے بھائی ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو۔
(تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ: ج:5، ص:75 مطبوعہ العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو شکر بجالانے کا فرمانا

تفسیر نعیمی میں ہے۔
(بھائیوں کے) جسم سرد ہیں نگاہیں ندامت سے نیچی ہیں سارے دربار پر فرمان شاہی کے انتظار میں عجیب سناٹا طاری

ہے کہ اچانک نہایت ہی پیاری دھیمی میٹھی مترنم حمد وثناء میں ڈھلی ہوئی آواز بڑے جمال کے ساتھ ابھرتی ہے اے بھائیو نہ ڈرو نہ گھبراؤ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط آج تم پر کوئی قہر سزا بدلہ بلکہ ملامت تک نہیں۔ اپنا سر ندامت سے نیچا مت کرو بلکہ شکر الٰہی عزوجل سے بلند کرو کہ تمہارا بھائی صرف بادشاہ ہی نہیں نبی اور رسول بھی ہے۔ اس کی بارگاہ میں انتقام نہیں معافی ہے اس کے پاس بدلہ نہیں کرم ہے اور اے بھائیو صرف میری طرف سے معاف کرنا ہی نہیں بلکہ اپنے رحیم کریم رب جلیل سے بھی بخشش کے خزانے لے کر دوں گا وہ ضرور تم کو بخش دے گا اور وہی تو ساری کائنات سے سارے رحم والوں سے کہیں زیادہ رحم کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:146 نعیمی کتب خانہ لاہور)

یا اللہ عزوجل تو رحیم و کریم اور اپنے بندے کو بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے تو مجھ بدکار و خطا کار و مجرم سزاوار کو نہ دیکھ بلکہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ جس کے صدقے تو نے ساری کائنات بنائی۔ میں بدکار و خطا کار و گنا ہوں میں ڈوبا لتھڑا ہوا سزاوار کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرما۔ ہم اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہیں جو اپنی گناہ گار امت کی شفاعت فرماتے ہیں۔ ہم پر رحم فرما اور بخش دے اور ایمان پر خاتمہ فرمانا۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق پوچھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں معاف فرما دیا اور تعارف کرایا تو اپنے بھائیوں سے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے احوال کے متعلق پوچھا:

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنا تعارف کرایا اور ان سے اپنے والد محترم کے بارے میں پوچھا:

اور ارشاد فرمایا:

میرے بعد میرے والد صاحب کا کیا حال ہوا؟

انہوں نے کہا:

ان کی رو رو کر آنکھیں چلی گئی ہیں۔

تو آپ علیہ السلام نے انہیں اپنی قمیص عطا فرمائی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:322 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو اپنی قمیص دے کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو اپنی قمیص عطا فرما کر اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف روانہ فرمایا تا کہ اس کو میرے والد محترم کے چہرے پر ڈالیں اور ان کی آنکھیں دیکھنے لگ جائیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ (یوسف:93)

میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی۔

یہودا کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف قمیص لے کر جانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص عطا فرمائی تا کہ اس قمیص کو والد محترم کے چہرہ مقدسہ پر ڈالیں اور ان کی آنکھیں دیکھنے لگ جائیں تو یہودا نے کہا اس قمیص کو میں ہی لے جاؤں گا کیوں کہ میں ہی خون آلودہ قمیص کو لے کر والد محترم کی طرف گیا تھا اور ان کو غمگین کیا تھا آج میں ہی جا کر والد محترم کو خوش خبری دوں گا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی المعروف بابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

مطلب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ

یہودا نے کہا:

پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس میں خون آلودہ قمیص لے کر گیا تھا۔

اور میں نے کہا تھا کہ

یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھالیا اب اس قمیص کو بھی میں لے کر جاؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں جس طرح پہلے میں نے ان کو رنجیدہ کیا تھا اسی طرح اب میں جا کر ان کو خوش خبری دوں گا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، ص:2196 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو جنتی قمیص دی

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو وہ قمیص دی جو جنت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے لائی گئی تھی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو وراثت میں ملی پھر جب حضرت اسحاق علیہ السلام اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنائی۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ قمیص جنت کی بنی ہوئی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ

آپ علیہ السلام اپنی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجو اور یہ قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی یہ وہی قمیص تھی جو آپ علیہ السلام سے اتاری گئی تھی اور پھر آپ علیہ السلام کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا تو فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ریشمی قمیص لائے تھے اور آپ علیہ السلام کو پہنائی تھی تو یہ قمیص پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال کے

حضرت اسحاق علیہ السلام کو وراثت میں ملی جب آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملی جب حضرت یوسف علیہ السلام جوان ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان پر نظر بد کے لگنے کا خدشہ ہوا تو وہ قمیص آپ علیہ السلام نے ایک تعویز میں ڈال کر آپ علیہ السلام کے گلے میں ڈال دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو برہنہ کر کے کنویں میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور وہ قمیص اس تعویز سے نکال کر آپ علیہ السلام کو پہنا دی۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے۔

اور کہا:

اپنی قمیص والد صاحب کی طرف بھیج دو کیونکہ اس میں جنت کی خوشبو ہے۔ کسی مصیبت زدہ اور بیمار کے اوپر ڈالی جائے تو اسے عافیت ہو جاتی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ قمیص اپنے بھائیوں کو دی۔

اور ارشاد فرمایا:

اسے میرے والد محترم کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:322، 323 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے وراثتی پہنی ہوئی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجی

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو قمیص پہنی ہوئی تھی اور بھائیوں کو دے کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجی تھی وہ وراثتی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت یعقوب علیہ السلام تک وراثت بنی ہوئی تھی اس بات کا ثبوت اس روایت سے حاصل ہوتا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد رازی متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

مطلب بن عبداللہ نے فرمایا ہے کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت کی قمیصوں میں سے ایک قمیص پہنائی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ قمیص حضرت اسحاق علیہ السلام کو پہنائی اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنائی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنائی۔ پھر انہوں نے اس قمیص کو لپیٹ کر ایک چاندی کی نلکی میں رکھا اور اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا اور جب ان کو قید میں رکھا گیا اور جس وقت ان کے پاس ان کے بھائی آئے ان تمام اوقات میں وہ نلکی ان کے گلے میں تھی اور اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نلکی سے یہ قمیص نکال کر بھائیوں کے حوالے کی۔

اور فرمایا:

میری اس قمیص کو میرے والد محترم کے چہرے پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، ص:2196 مطبوعہ مکہ مکرمہ)

حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی جانب قمیص بھیجنے کا کہا

حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف قمیص بھیجنے کا کہا تھا۔

امام ابو محمد الحسن بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ آپ علیہ السلام اپنی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیج دیجئے......الخ

اس وقت (یعنی جب والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی روشنائی چلی جانے کی خبر سن کر) حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے۔

اور فرمایا:

اپنی قمیص والد صاحب کی طرف بھیج دو کیونکہ اس میں جنت کی خوشبو ہے کسی مصیبت زدہ اور بیمار کے اوپر ڈالی جائے اسے عافیت ہو جاتی ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:322 تا 323 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا گھر والوں کو ساتھ لے کر آنے کا حکم

جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے قمیص دے کر روانہ فرمایا تو اس وقت یہ بھی فرمایا کہ اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ۠ ○ (یوسف:93)

اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

مصر سے قافلہ کی روانگی کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کرنا

جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اگر تم مجھے بوڑھا سٹھیانہ کہو تو مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ○ (یوسف:94)

اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا گیا ہے تو مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے قول تُفَنِّدُوْن کے معانی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

لَوْ لَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ

اس لفظ کے پانچ معنیٰ بیان کیے گئے ہیں۔

1-حضرت مقاتل نے فرمایا:

اس کا معنیٰ ہے۔

اگر تم مجھے جاہل قرار نہ دو۔

2-حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل نے کہا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اگر تم مجھے بے وقوف قرار نہ دو۔

3-حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

اگر تم مجھے جھوٹا نہ قرار دو۔

4-حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر تم مجھے بڑھاپے کی وجہ سے زائل العقل نہ قرار دو۔

5-حضرت ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس کا معنیٰ ہے کہ

اگر تم مجھے ملامت نہ کرو۔

(زاد المسیر :ج:4،ص:285 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کتنی مسافت دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کرنے کی مسافت کے متعلق چند اقوال ہیں۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ایک مہینہ کی مسافت سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی مسافت سونگھ لی تھی۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

سات دن کی مسافت سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ لی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب قافلہ نکلا اور ہوا چلی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو محسوس ہوئی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اگر تم مجھے بے وقوف خیال نہ کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے آٹھ دنوں کی مسافت سے خوشبو سونگھ لی تھی۔

(جامع البیان: ج:13، ص:71 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ سے بادنسیم نے اجازت مانگ کر حضرت یعقوب علیہ السلام تک خوشبو پہنچائی

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

بادنسیم نے اللہ تعالیٰ سے یہ اذن طلب کیا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہلے پہنچا دے خوش خبری دینے والے کے پہنچنے سے پہلے۔

بعض فرماتے ہیں کہ

ہوا چلی تھی اور اس نے حضرت یعقوب علیہ السلام تک قمیص کی خوشبو پہنچائی تھی۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے جنت کی خوشبو پالی اور جان لیا کہ جنت کی خوشبو تو زمین پر اس قمیص میں ہی تھی۔

اس لیے فرماتے ہیں کہ

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:323 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہودا کی عرض گزاری اور کنعان کی طرف روانگی

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص بھائیوں کو دی۔ تو یہودا نے عرض کیا:

اے محترم یوسف (علیہ السلام)! یہ قمیص مجھ کو دے دیجئے کیونکہ میں وہ ہوں جو آپ علیہ السلام کی پہلی قمیص بھی خون آلود کر کے لے گیا اور میں نے ہی جھوٹی باتیں بنا کر وہ غم کی قمیص والد محترم کو دی تھی میں ہی وہ ہوں جس نے والد کو رلایا بھائی کو ستایا تھا میں ہی فراق ڈالنے والا تھا اس لیے میں ہی خوشی کی قمیص لے کر جاؤں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے چچہانے اور مسکرانے کو دیکھا تو آپ علیہ السلام بھی شکر الٰہی عزوجل سے مسرور ہوئے اور وہ قمیص یہودا کو ہی دی۔

ایک قول ہے۔

وہ شاہی جبہ تھا اور اونٹ بھی تازہ دم دے کر ان خوبصورت اونٹوں پر جاؤ اس خوشی میں نہ کسی کو کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا فوراً چل پڑے یہ بھائیوں کا تیسرا چکر تھا اس دفعہ بھی دو دن دو رات ٹھہرے تھے اور آج ہی قمیص دی گئی پھر ایک منٹ نہیں ٹھہرے۔ ادھر بھی وہ سب بھائی بستی مصر یا دربار مصر سے ذرا ہٹے ہی ہیں اور اونٹوں کا یہ عیر وقافلہ چلا ہی ہے ذرا سا فاصلہ ہوا ہی ہے کہ ادھر اسی (80) فرلانگ دور یعنی دو سو چالیس میل دور پیدل آٹھ راتوں کا سفر اونٹوں پر تین دن تین رات کا سفر تھا کہ

(ارشاد) فرمایا ان کے والد محترم نے کہ

اے گھر والو، بہو بیٹیو پوتے پوتیو! اگر تم مجھ کو بوڑھا بیوقوف نہ سمجھو تو یا مجھ کو سٹھیایا ہوا بہکی باتیں کرنے والا، پریشان خیالوں والا

یا نفسیاتی بیمار نہ کہو تو میں تم سے کہوں کہ میں آج اپنے یوسف (علیہ السلام) کی دل آویز خوشبو محسوس کر رہا ہوں میری قوت شامہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو سونگھ رہی ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:156 نعیمی کتب خانہ لاہور)

گھر والوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو پرانی محبت میں مبتلا کہنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آ رہی ہے تو گھر والوں نے کہا اللہ کی قسم آپ اپنی اسی پرانی محبت میں مبتلا ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ (یوسف:95)

گھر والوں نے کہا اللہ کی قسم آپ اپنی اسی پرانی محبت میں مبتلا ہیں۔

اعتراض

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے قریب کنویں میں تھے تو آپ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو نہیں آئی تو پھر اتنے فاصلہ سے آپ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو کیسے آ گئی۔

جواب

اس اعتراض کے چند جوابات ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے مخفی رکھا تھا تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام مکمل آزمائش میں رہیں اور اس پر صبر کرنے سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس آزمائش کا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی جدائی کا پورا پورا اجر ملے اور جب آزمائش و جدائی کے ایام ختم ہو گئے اور کشادگی اور فرحت کا دور آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے فاصلہ کے زیادہ ہونے کے باوجود آپ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دی۔

2- جیسا کہ پہلے بتایا تھا کہ وہ قمیض ایک چاندی کی نلکی میں تھی اور وہ نلکی حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں تھی جب اس قمیص کو اس نلکی سے نکالا تو جنت کی خوشبوئیں فضا میں پھیل گئیں اور جب وہ مانوس خوشبوئیں ہواؤں کے دوش پر سوار ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچیں تو آپ علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو ہے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں تھے تو وہ قمیص نلکی میں بندھی اور اس کی ہوائیں حضرت یعقوب علیہ السلام تک نہیں پہنچی تھیں۔

3- بادِ صبا نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تھی کہ خوش خبری دینے والے سے پہلے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا دے تو اللہ عزوجل نے اس کو اجازت دے دی یہی وجہ ہے کہ ہر غم زدہ تک جب بادِ صبا کے جھونکے پہنچتے ہیں تو اس کی روح کو تازگی محسوس ہوتی ہے۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:284 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

گھر والوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا چالیس سال قبل وصال فرمانے کا کہنا

گھر والوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ ابا جان یوسف (علیہ السلام) تو چالیس سال قبل وصال فرما گئے اور آپ علیہ السلام تو ابھی تک ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

آپ علیہ السلام (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے جب یہ خبر گھر والوں کو سنائی تو سب غمزدہ لہجے میں افسوسناک غمناک انداز میں بولے خدا کی قسم اے ابا جان بے شک آپ (علیہ السلام) تو ابھی تک اسی پرانی محبت والفت میں ڈوبے ہوئے ہو اس محبت نے آپ (علیہ السلام) کو ابھی تک اس حقیقت پر نہیں آنے دیا کہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) تو چالیس سال ہوئے کبھی کا مر چکا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ

گھر والوں نے بہت برا بھلا کہا بروایت قتادہ مگر یہ غلط ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:156 نعیمی کتب خانہ لاہور)

قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالنا اور فوراً حضرت یعقوب علیہ السلام کا بینا ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس طرح گھر والوں کو فرمایا کہ مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے وہ خبر ویسے ہی سچی ہوئی کہ خوش خبری سنانے والا آیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرۂ اقدس پر ڈالی تو حضرت یعقوب علیہ السلام فوراً دیکھنے والے ہو گئے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ (یوسف:96)

پھر جب خوش خبری سنانے والا آیا اور اس نے وہ قمیص اس کے چہرے پر ڈال دی تو وہ فوراً بینا ہو گئے۔

یہودا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر قمیص ڈالی

خوش خبری سنانے والا یہودا تھا اور اسی نے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر قمیص ڈالی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں بینا ہو گئیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

خوش خبری سنانے والے سے مراد یہودا ابن یعقوب ہے۔

(جامع البیان: ج:13، ص:77 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

وہ یہودا تھا۔

حضرت سدی فرماتے ہیں۔

یہودا نے کہا:

خون سے لت پت قمیص بھی میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گیا تھا۔

اور میں نے کہا تھا کہ

(حضرت) یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو آج بھی ان کے پاس قمیص لے جاتا ہوں انہیں بتایا ہوں کہ (حضرت) یوسف (علیہ السلام) زندہ ہیں پس میں ہی انہیں خوش کروں گا جیسے میں نے انہیں غمزدہ کیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

یہودا نے قمیص اٹھائی اور ننگے پاؤں ننگے سر دوڑ پڑا اور اس کے ساتھ سات روٹیاں تھیں اس نے ابھی تمام روٹیوں کو نہیں کھایا تھا کہ وہ اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا اور وہ (80) اسی فرسخ کی مسافت تھی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ

وہ خوش خبری دینے والا مالک بن وعر تھا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:324 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد جب آیا خوش خبری لانے والا اکیلا یا قافلہ کے ساتھ۔

دو قول ہیں۔

ایک یہ کہ

یہودا جب بستی کے قریب پہنچا تو اپنا اونٹ ذرا تیز دوڑا کر خوشی میں جلدی گھر آ گیا اور آتے ہی سب باتیں سنا کر وہ قمیص والد محترم کے چہرہ پاک پر ڈال دی بس پھر کیا ایک دم آنکھوں میں روشنی، چہرے پر بشاشت، جسم پر تراوٹ، دل میں سرور، آنکھوں میں نور آ گیا۔ ابھی گھر میں یہی خوشیاں اور حیرانیاں ہو رہی تھیں کہ باقی بھائی بھی ہنستے مسکراتے کھل کھلاتے داخل ہوئے بنیامین بھی ساتھ ہیں۔

ایک قول ہے کہ

سب ایک ساتھ ہی آئے اور بالکل اسی طرح نقشہ بنایا جیسے پہلے غم کی خبر لے کر آئے تھے کہ آگے آگے یہودا قمیص اٹھائے ہوئے پیچھے پیچھے باقی سب۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس وقت قمیص یوسفی جھوٹے خون میں لتھڑی ہوئی تھی آج قمیص خوشبو یوسفی میں بستی ہوئی وہ غم فراق کی قمیص تھی یہ سرور وصال کی۔ اس وقت سب بھائی جھوٹا رونا روتے آئے تھے آج سچی ہنسی ہنستے ہوئے والد محترم نے آج کافی زمانے کے بعد اپنی آنکھوں سے اپنے بیٹوں کے مسرور چہرے دیکھے سارے غم ڈھل گئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:157 نعیمی کتب خانہ لاہور)

<u>جس طرح بھائی خون سے لتھڑی جھوٹی موٹی قمیص لائے ویسے آج خوشبوؤں کے ساتھ سچی مچی قمیص لائے</u>

تمام بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر جھوٹی موٹی خون سے لتھڑی ہوئی قمیص حضرت یعقوب علیہ

السلام کے پاس لائے تھے مگر قدرت باری تعالیٰ تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ویسے ہی بھائیوں کے ہاتھوں سچی مچی خوشبو سے معطر و معتبر قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھجوائی۔ اس وقت تمام بھائی روتے روتے آئے تھے آج ہنستے کھل کھلاتے آئے۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کو جھوٹی خبریں دے رہے تھے آج سچ اور حقیقت بیان کر رہے تھے، اس وقت دل میں حسد تھا مگر آج محبت کی انتہاء ہے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی قدر نہ تھی مگر آج حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت و مقام کو سمجھے تھے، اس وقت تمام بھائی غمگین تھے مگر آج خوش تھے جس سے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ عظمت و مقام عطا فرمانا چاہے اس کا مقام و عظمت کوئی شخص نہیں کم کر سکتا اور نہ ہی ختم کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو جو مقام عطا فرمانا چاہتا ہے وہ مقام عطا فرما کر ہی رہتا ہے اگر چہ دنیا اس کی مخالف ہو جائے۔ جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو تمام مخالف ہو گئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بھی جان کے دشمن ہو گئے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و عظمت بلند فرمانا چاہا تو تمام کائنات والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر جھکا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبین کی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا گھر والوں کو عطا کردہ علم کا بتانا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کو بتایا کہ میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف:96)

یعقوب نے کہا کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ بے شک مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے۔

بیٹوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے کا عرض کرنا

بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرض کیا کہ اے ہمارے والد محترم ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم گناہ گار ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ ○ (یوسف:97)

بیٹوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم گناہ گار ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اور سب نے عرض کیا بیٹوں نے بھی اور گھر والوں نے بھی اے ابا جان آج ہم نے محسوس کیا ہے ہم سے آپ علیہ السلام کی شان میں بہت خطائیں ہوئیں بات بات پر آپ علیہ السلام کی خبروں کو جھٹلایا۔ طعنہ بازی کی، جھوٹ بول بول کر آپ (علیہ

السلام) کو ستایا، فراق یوسفی کی آگ میں جلایا، بنیامین کو رلایا، بارگاہ الٰہیہ کے خوف وخشیت کی بھی پرواہ نہ کی ہر طرف سے مجرم بنے، خطائیں کیں، ہم نے جرم وخطا میں کمی نہ کی۔ اے پیارے ابو جی اب آپ اپنے کریم رحیم غفار وستار اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش مانگئے اور بخشش مانگنے میں آپ (علیہ السلام) کمی نہ فرمایئے۔ ہم خود اس کی بارگاہ کے لائق نہیں رہے کس منہ سے آج اس کے سامنے روئیں اور اس جبار وقہار کا جلال ہماری نافرمانیوں پر نہ معلوم کس غضب میں ہے اس لیے اے ہمارے اباجان ہمارے وسیلۂ عظمیٰ بن جایئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:157 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرمانا میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہاری بخشش طلب کروں گا

جب بیٹوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم گناہ گار ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہاری بخشش طلب کروں گا بے شک وہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (یوسف:98)

یعقوب نے کہا! میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہاری بخشش طلب کروں گا بے شک وہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے بخشش طلب کرنے کو کیوں مؤخر کیا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہاری بخشش طلب کروں گا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت اپنے بیٹوں کے لئے دعا کیوں نہیں کی اور بیٹوں کے بخشش طلب کرنے کو کیوں مؤخر کیا حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ فوراً ہی اللہ تعالیٰ سے بیٹوں کی بخشش طلب کرتے اور فوراً ہی بیٹوں کو خوش خبری دیتے؟

جواب

اس سوال کے چند جوابات ہیں۔

1- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ حتیٰ کہ جمعہ کی رات آجائے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث:15149 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے۔

اور انہوں نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں۔ میرے سینے سے قرآن نکل جاتا ہے اور میں اس کو یاد رکھنے پر قادر نہیں ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوالحسن! (رضی اللہ عنہ) کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تم کو نفع پہنچائیں اور جن کو تم وہ کلمات سکھاؤ ان کو بھی کلمات نفع پہنچائیں اور جو کچھ بھی تم یاد کرو وہ تمہارے سینہ میں محفوظ رہے۔

میں نے کہا:

ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکھایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب جمعہ کی شب ہو اگر تم سے ہو سکے تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قیام کرو کیونکہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اس وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بھائی یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔

ان کی مراد یہ تھی کہ

حتیٰ کہ جمعہ کی رات آ جائے اگر تم سے ہو سکے تو اس رات کے وسط میں قیام کرو اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو اسی رات کے اول میں قیام کرو اور چار رکعات نماز پڑھو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ یٰسین پڑھو اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ الدخان پڑھو اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ الم السجدہ پڑھو اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورۃ تبارک الذی پڑھو اور جب ان رکعات سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کرو اور مجھ پر اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر اچھی طرح سے درود شریف پڑھو اور تمام مومنین و مومنات کے لئے استغفار کرو اور اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لیے دعا کرو۔

پھر آخر میں یہ دعا کرو۔

اے اللہ عزوجل! جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھے ہمیشہ گناہوں سے بچا کر مجھ پر رحم فرما اور فضول کاموں کی مشقت سے بچا کر مجھ پر رحم فرما۔ تو میرے جن کاموں سے راضی ہو مجھے ان میں حسن نظر عطا فرما۔ تو میرے جن کاموں سے راضی ہو مجھے ان میں حسن نظر عطا فرما۔ اے اللہ عزوجل آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے، اے جلال، اکرام اور غیر متصور غلبہ کے مالک۔ اے اللہ عزوجل۔ اے رحمٰن! میں تیرے جلال اور تیری ذات کے نور سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کے پڑھنے کے ساتھ میری آنکھوں کو منور کر دے اور اس کی تلاوت سے میری زبان کو رواں کر دے اور اس سے میرے دل میں کشادگی دے اور اس سے میرے سینے کو کھول دے اور اس سے میرے بدن کو صاف کر دے کیونکہ تیرے سوا میری حق پر کوئی مدد نہیں کر سکتا اور نہ تیرے سوا کوئی حق کو لا سکتا ہے اور گناہوں سے پھرنا اور نیکیوں کو کرنا اللہ تعالیٰ بلند و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اے ابوالحسن! تم تین یا پانچ یا سات جمعہ تک یہ عمل کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے تمہاری دعا قبول ہوگی۔ اس ذات کی قسم!

نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے یہ دعا کسی مومن سے تجاوز نہیں کرے گی۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
اللہ تعالیٰ کی قسم! پانچ یا سات جمعہ گزرے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی ہی ایک مجلس میں آئے۔
اور کہنے لگے۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے میں چار یا پانچ آیتیں بہ مشکل یاد کرتا تھا جب میں ان کو یاد کرتا تو وہ میرے سینے سے نکل جاتی تھیں اور اب میں چالیس یا اس سے زیادہ آیتیں حفظ کرلیتا ہوں اور جب میں ان کو زبانی پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے میرے سامنے کتاب اللہ موجود ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا تو میرے سینہ سے نکل جاتی تھی اور اب میں احادیث سنتا ہوں اور پھر ان کو بیان کرتا ہوں تو ان سے ایک لفظ بھی کم نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا:
رب کعبہ کی قسم! اے ابوالحسن! میں اس پر یقین کرتا ہوں۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3570 مطبوعہ الجیل بیروت)
2-ان سے جلدی دعا کرنے کا وعدہ کر کے ان کو اٹھا دیا۔
حضرت عطاء خراسانی نے فرمایا:
بوڑھوں کی بہ نسبت جوانوں سے حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔
کیا تم نہیں دیکھتے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔
اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
میں عنقریب اپنے رب عزوجل سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔
3-شعبی نے کہا:
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے دعا کو اس لیے مؤخر کر دیا تھا تا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھ لیں اگر انہوں نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تو وہ ان کے لئے استغفار کریں گے۔
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
انہوں نے کہا:
اے ہمارے باپ! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں معاف کر دیا تو ٹھیک ورنہ اس دنیا میں ہمارے لیے کوئی خوشی نہیں ہے پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا کی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے آمین کہی پھر بیس سال تک ان کی دعا قبول نہیں ہوئی۔
پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا:
اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اولاد کے متعلق آپ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی ہے اور ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا ہے

اور اس کے بعد ان سے نبوت کا عہد لیا گیا۔صحیح بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہیں تھے۔ کیونکہ نبی اعلان نبوت سے پہلے اور بعد تمام صغائر اور کبائر سے عمداً اور سہواً معصوم ہوتا ہے۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:277،278 مطبوعہ المکتب اسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں بینا ہوئیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اور بالوں سے بیماروں کو شفایابی حاصل ہوئی

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں بینا ہوئیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں اور بالوں اور نعلین مبارک سے بیماروں اور مریضوں کو شفا حاصل ہوئی اور قیامت تک شفا حاصل ہوتی رہے گی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ

میں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مطلقا ریشم کو حرام کہتے ہیں۔

تو انہوں نے کہا:

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے۔انہوں نے ایک طیالسیہ کسروانیہ جبہ نکالا جس میں ریشم کے پیوند لگے ہوئے تھے اور اس کے سامنے اور پیچھے کے چاک پر یا آستینوں پر ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب وہ فوت ہوگئیں تو میں نے اس پر قبضہ کرلیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے۔ہم بیماروں کے لئے اس کو دھوتے ہیں اور اس (کے غسالہ دھوون) سے ان کے لئے شفا طلب کی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2069)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ کو دھو کر اس کا دھوون بیماروں کو پلاتے تھے اور ان کے بدنوں پر ملتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے برکت حاصل کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفا عطا فرماتا تھا۔

(نسیم الریاض: ج:3،ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی 544ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

ابو القاسم بن میمون بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا ہم بیماروں کے لئے اس میں پانی ڈالتے تھے اور وہ اس سے شفا حاصل کرتے تھے۔

(الشفاء: ج:1،ص:246 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

بیمار اس پیالہ میں پانی ڈال کر پیتے تھے اور شفا طلب کرتے تھے اور اس کو پینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی برکت

سے ان کو شفا حاصل ہوتی تھی۔

(نسیم الریاض: ج:3،ص:134 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے گھر والوں نے ایک برتن میں پانی ڈال کر مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اسرائیل نے تین انگلیوں کو ملایا یعنی وہ چاندی سے ملمع کی ہوئی ایک چھوٹی سی ڈبیا تھی تین انگلی جتنی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں سے کچھ بال تھے۔ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا اس کو اور کوئی بیماری ہو جاتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیج دیتا۔ میں نے ایک گھنٹی کی شکل کی ایک ڈبیا دیکھی اس میں سرخ رنگ کے بال تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5896)

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے مراد یہ ہے کہ

جو شخص بیمار ہو جاتا وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک برتن بھیجتا وہ اس برتن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مبارک بالوں کو رکھتیں پھر اس برتن میں پانی ڈالتیں اور ان کا دھوون اس بیمار کو پلاتیں یا وہ آدمی شفا طلب کرنے کے لئے اس پانی سے غسل کرتا اور اس کو اس پانی کی برکت حاصل ہوتی۔

(فتح الباری: ج:10،ص:353 مطبوعہ لاہور)

امام حافظ احمد بن علی بن مثنی تمیمی متوفی 307ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عمرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بال منڈوائے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لینے کی طرف جھپٹے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے بالوں کی طرف سبقت کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لے کر ان کو اپنی ٹوپی میں رکھ لیا اور میں نے ان بالوں کو اپنی ٹوپی کے اگلے حصہ میں رکھا، اس کے بعد میں جس جنگ میں بھی گیا مجھے فتح حاصل ہوئی۔

(مسند ابی یعلیٰ: ج:13، رقم الحدیث:7183 مطبوعہ دار الثقافۃ العربیہ دمشق)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جنگ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس ٹوپی کو ڈھونڈو لوگوں کو وہ ٹوپی نہیں ملی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پھر کہا۔

اس ٹوپی کو تلاش کرو تو لوگوں کو وہ ٹوپی مل گئی وہ ایک پرانی ٹوپی تھی۔
حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور اپنا سر منڈوایا۔ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی طرف جھپٹے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے بالوں کی طرف سبقت کی اور ان بالوں کو میں نے اس ٹوپی میں رکھ لیا پھر میں جس جنگ میں بھی گیا یہ ٹوپی میرے ساتھ رہی اور مجھے فتح عطا کی گئی۔
(معجم الکبیر: ج:4، رقم الحدیث:3804 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں اور لعاب دہن سے برکت حاصل کرتے تھے حتیٰ کہ برکت حاصل کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر بھی مانگ لیا کرتے تھے۔
جیسا کہ روایت میں ہے۔
حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاشیہ والی بنی ہوئی ایک چادر لے کر آئی۔
اس عورت نے کہا:
میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہناؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے وہ چادر لے لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت اس چادر کی ضرورت بھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چادر باندھ کر ہمارے پاس آئے۔ ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی۔
اور کہنے لگا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بہت خوب صورت چادر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھے دے دیجئے۔
حاضرین نے کہا:
تم نے اچھا نہیں کیا۔ اس چادر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن لیا تھا درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر بھی تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔
اس شخص نے کہا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے پہننے کے لئے اس چادر کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اس چادر کا اس لیے سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے۔
حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:
پھر وہ چادر اس شخص کا کفن ہو گئی۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:1277)
حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 855ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
ابو غسان کی روایت میں ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو پہن لیا ہے اس لیے مجھے اس چادر سے

برکت کی امید ہے۔اس حدیث مبارکہ کے فوائد میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن خلق ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جود وسخا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ قبول فرمانا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً ہدیہ کے جواب میں ہدیہ عطا فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

ایک دوسرے کو ہدیہ دو ایک دوسرے سے محبت بڑھے گی۔اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ہدیہ نہیں دیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ جواباً ہدیہ دینا واجب نہیں ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہدیہ دیا ہو۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

کسی عمدہ لباس پہننے پر اس کی تحسین کرنی چاہئے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

جب کوئی شخص ایسا کام کرے جو بظاہر خلاف ادب ہو تو اس کو ملامت کرنا چاہئے اور اس حدیث میں صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

کسی چیز کو وقت ضرورت سے پہلے تیار کر کے رکھنا چاہئے اور کفن کو وقت سے پہلے تیار کرنا جائز ہے بلکہ قبر کھدوانا بھی جائز ہے۔

(فتح الباری: ج:3،ص:144 مطبوعہ لاہور)

روایات سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں اور بالوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برکت حاصل کرتے تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تو بالوں کی برکت سے جنگ سے فتح حاصل کر لیتے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے استغفار طلب کرنے کو کب تک مؤخر کیا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے گناہوں کے استغفار طلب کرنے کو جس وقت تک مؤخر کیا اس کے متعلق چند اقوال ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ کے متعلق پوچھا:

تو انہوں نے فرمایا کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو سحر ہونے تک مؤخر کیا۔

(جامع البیان: ج:13،ص:79 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ
آپ علیہ السلام (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کے لیے استغفار کو کیوں مؤخر فرمایا۔
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان کو سحری تک مؤخر کیا کیونکہ سحری کے وقت کی دعا مقبول ہوتی ہے۔
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے قول سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ کے متعلق فرمایا کہ جمعہ کی رات آئے گی تو میں تمہارے لیے استغفار کروں گا۔
(جامع البیان: ج:13، ص:79 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔
اور عرض کیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے سینے میں قرآن نہیں ٹھہرتا میں اسے یاد رکھنے پر قدرت نہیں رکھتا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے ابوالحسن! میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہیں نفع عطا فرمائے گا اور اسے بھی نفع عطا فرمائے گا جس کو تو یہ کلمات سکھائے گا اور جو تو سیکھے گا وہ تیرے دل میں ٹھہر جائے گا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کرم کیجئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب جمعہ کی رات ہو اور تمہیں طاقت ہو تو تم رات کے آخری (تیسرے) حصہ میں اٹھو کیونکہ وہ ایسی گھڑی ہے جس کی شہادت دی گئی ہے اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔
میرے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا۔
سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ
حتیٰ کہ جمعہ کی رات آجائے اگر تجھے اس کی طاقت نہیں ہے تو رات کے نصف میں اٹھو اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے رات کی ابتداء میں اٹھو اور چار رکعت نماز ادا کرو۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ یٰسین، دوسری رکعت میں فاتحہ اور تبارک المفصل تلاوت کرو۔ جب تشہد سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو اور مجھ پر اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر درود بھیجو مومن مردوں اور عورتوں کے لئے اور ایمان میں سبقت لے جانے والے بھائیوں کے لئے استغفار کرو۔
پھر آخر میں یہ کہو۔
اے اللہ عزوجل! جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھے ہمیشہ گناہوں سے بچا کر مجھ پر رحم فرما اور فضول کاموں کی مشقت سے

بچا کر مجھ پر رحم فرما تو میرے جن کاموں سے راضی ہو مجھے ان میں حسن نظر عطا فرما۔

اے اللہ عزوجل! آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے اے جلال، اکرام اور غیر متصور غلبہ کے مالک۔

اے اللہ عزوجل! اے رحمٰن! میں تیرے جلال اور تیری ذات کے نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کے حفظ کرنے پر میرے دل کو لازم کر دے جیسا کہ تو نے مجھے اس کتاب کی تعلیم دی ہے اور مجھے اس طرح اس کی تلاوت کی توفیق دے جس طرح تو راضی ہو۔ اے اللہ عزوجل! آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے، اے جلال، اکرام اور غیر متصور غلبہ کے مالک، اے اللہ عزوجل، اے رحمٰن میں تیرے جلال اور تیری ذات کے نور سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنی کتاب کے پڑھنے کے ساتھ میری آنکھوں کو منور کر دے اور اس کی تلاوت سے میری زبان کو رواں کر دے اور اس سے میرے دل میں کشادگی کر دے اور اس سے میرے سینے کو کھول دے اور اس سے میرے بدن کو صاف کر دے کیونکہ تیرے سوا میری حق پر کوئی مدد نہیں کر سکتا اور نہ تیرے سوا کوئی حق کو لا سکتا ہے اور گناہوں سے پھرنا اور نیکیوں کو کرنا اللہ بلند و برتر کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوالحسن! (رضی اللہ عنہ) یہ وظیفہ تین یا پانچ یا سات جمعہ کیا جائے تو قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مومن کی دعا رد نہیں جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچ یا سات مرتبہ یہ عمل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسی مجلس میں آئے۔

تو عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے میری یہ کیفیت تھی کہ میں چار آیات بھی یاد نہیں کر سکتا تھا۔ جب کبھی میں چار آیات پڑھتا تو وہ مجھے بھول جاتی تھیں اور اب میں چالیس آیات سیکھتا ہوں پھر زبانی پڑھتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے گویا کہ میری آنکھوں کے سامنے کتاب اللہ موجود ہے اور میں حدیث سنتا تھا پھر جب دوہراتا تھا تو وہ مجھے بھول چکی ہوتی تھی لیکن آج میں کئی احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور ان میں سے کوئی بھی مجھے نہیں بھولتی۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! رب کعبہ کی قسم! تو مومن ہے۔

(مستدرک: ج:1، ص:461، 462 مطبوعہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي کے تحت فرمایا ہے۔

یعنی میں تمہارے لیے رات کی نماز میں استغفار کروں گا۔

(جامع البیان: ج:13، ص:79 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دین کے متعلق پوچھنا

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ
حضرت یعقوب علیہ السلام نے خوش خبری دینے والے سے پوچھا:
(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کیسے ہیں۔
اس نے کہا:
وہ تو شاہ مصر ہیں۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
میں بادشاہی کو کیا کروں میں تو یہ پوچھ رہا ہوں کہ وہ کس دین پر ہیں۔
خوش خبری دینے والے نے کہا:
وہ اسلام کا پیرو ہے۔
تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اب نعمت کی تکمیل ہوئی۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے بیٹوں کی مغفرت تہجد کے وقت مانگنا اور قبول ہونا

جب وقت آیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے نماز تہجد ادا فرمائی پھر جب فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے۔
اور کہا:
اے اللہ عزوجل! حضرت یوسف علیہ السلام پر جو میں نے جزع وخزع کی اور جو میں نے قلب صبر کا اظہار کیا وہ معاف فرما اور میری اولاد کی بھی وہ لغزش معاف فرما جو انہوں نے بھائی یوسف علیہ السلام کے ساتھ ظالمانہ سلوک کر کے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی میں نے تجھے اور ان کو معاف کر دیا ہے۔
حضرت وہب فرماتے ہیں کہ
آپ علیہ السلام بیس سال (20) سے زیادہ ہر جمعہ کی رات ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہے۔
حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ
آپ علیہ السلام نے جمعہ کی رات سحری کے وقت تک مؤخر کیا تو عاشوراء کی رات کی موافقت ہوگئی۔
حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ
سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ط کا معنی یہ ہے کہ

میں پہلے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے تمہاری معافی طلب کروں گا پھر اپنے رب عزوجل سے تمہاری معافی کی خواستگاری کروں گا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا خوشی میں بیٹوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ایک سانس میں کئی سوال کرنا

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق خبر پالی تو خوشی میں آ کر اپنے بیٹوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ایک سانس میں کئی سوال کر ڈالے کہ یوسف (علیہ السلام) کو کہاں دیکھا، کہیں راہ جاتے مل گیا کیسے مل گیا وغیرہ۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

آپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے پوچھا:

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو کہاں دیکھا کیا کہیں راہ جاتے مل گیا کیسے مل گیا کیسے پہچانا کیسی حالت کیسا لباس تھا تم ساتھ لے کر کیوں نہ آ گئے انتہائی خوشی کے عالم میں آپ علیہ السلام نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:157 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام اور اہل وعیال کی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف روانگی

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب خوش خبری دینے والے کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف بھیجا تو آپ علیہ السلام نے اس وقت دو سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تا کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو لے آئیں پھر جب خوش خبری حضرت یعقوب علیہ السلام نے سن لی تو مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے خوش خبری دینے والے کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف دو سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تا کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام، آپ علیہ السلام کی ازواج اور آپ علیہ السلام کی اولاد کو لے آئیں پس جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل واولاد کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے تو مردوں اور عورتوں کی کل تعداد بہتر تھی۔

حضرت مسروق فرماتے ہیں۔

وہ ترانوے تھے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

فرقد السبخی بیان کرتے ہیں کہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیص ڈالی گئی تو ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور انہیں بتایا کہ حضرت یوسف

علیہ السلام نے ان سب کو بلایا ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

(الجامع البیان: رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی روانگی کے وقت اہل وعیال کی تعداد

جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت آپ علیہ السلام کے اہل عیال کی تعداد ایک قول کے مطابق بہتر (72) اور ایک قول کے مطابق ترانوے (93) تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے اہل واولاد کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے تو مردوں اور عورتوں کی کل تعداد بہتر (72) تھی۔

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ

وہ ترانوے تھے۔

(معالم التنزیل: ج: 3، ص: 325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کی مصر سے خروج کے وقت تعداد چھ لاکھ تھی

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مصر میں داخل ہوئی تو اس وقت بہتر (72) تھی اور جب آپ علیہ السلام کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلی اس وقت تعداد چھ لاکھ تھی۔

حضرت ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر گئے تھے تو ان کے بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتوں کی تعداد بہتر تھی پھر جب ان کی اولاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلی تو اس وقت ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج: 7، رقم الحدیث: 11988)

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے روانہ ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام جب مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام اور بادشاہ چار ہزار لشکریوں کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے روانہ ہو گئے۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سے اوپر والے بادشاہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آمد کی بات کی تو حضرت یوسف علیہ السلام اور بادشاہ چار ہزار لشکیوں کے ساتھ استقبال کے لئے

روانہ ہوئے اور اس کے علاوہ اہل مصر بھی ان کے ساتھ تھے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچ گئے ہیں تو آپ علیہ السلام ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ مصر کے تمام سردار اور معزز لوگ تھے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک دن پہلے مصر سے باہر شاہی دروازے سے استقبال کے لئے نکلنا

حضرت یوسف علیہ السلام ایک دن پہلے دربار مصر سے باہر شہر کے شاہی دروازے کے باہر نکل آئے تھے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

روایتوں میں ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام ایک دن پہلے دربار مصر سے باہر شہر کے شاہی دروازے کے باہر نکل آئے تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:166 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا چار ہزار فوجیوں کے ساتھ استقبال کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کا استقبال چار ہزار فوجیوں کے ساتھ کیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سے اوپر والے بادشاہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آمد کی بات کی تو حضرت یوسف علیہ السلام اور بادشاہ چار ہزار لشکریوں کے ساتھ استقبال کے لئے نکلے اور اس کے علاوہ اہل مصر بھی ان کے ساتھ تھے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

روایتوں میں ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام ایک دن پہلے دربار مصر سے باہر شہر کے شاہی دروازے کے باہر نکل آئے تھے اور چار ہزار فوج اور بادشاہ نہایت سجے ہوئے اونٹ، گھوڑے، جھنڈے لے کر خیمہ لگا کر استقبال کے لئے جمع ہو گئے تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:166 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہودا سے جلوس بادشاہ مصر کے متعلق پوچھنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گھوڑوں پر سوار سرداروں اور معزز لوگوں کو دیکھا تو پوچھا یہ مصر کا بادشاہ ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گھوڑوں پر سوار سرداروں اور معززین کو دیکھا۔
تو یہودا سے پوچھا:
کیا یہ مصر کا بادشاہ ہے۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ
وہ تمام حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے آئے جبکہ آپ علیہ السلام یہودا کے سہارے چل رہے تھے۔
آپ علیہ السلام نے گھوڑوں اور لوگوں کی کثیر تعداد دیکھی۔
تو پوچھا:
اس شان وشوکت کے ساتھ یہ فرعون مصر آرہا ہے۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
تفسیر نعیمی میں ہے۔
جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے پورے کنبے کے ساتھ جو تقریباً بہتر افراد تھے حدود مصر میں داخل ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام تین میل مزید آگے تشریف لائے حضرت یعقوب (علیہ السلام) یہودا کا ہاتھ پکڑ کر چل رہے تھے۔
(حضرت یعقوب علیہ السلام نے) پوچھا:
اے یہودا یہ جلوس کیسا ہے یہ صحرا لوگوں سے کیوں بھرا پڑا ہے کیا یہ مصر کا لشکر ہے۔ اس زمانے میں مصریوں کے ظلم سے اردگرد اور کنعان کے لوگ مصر میں نہ آتے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

یہودا کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو جواب دینا کہ یہ آپ علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی فوج ہے

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے کثیر لوگوں کا جلوس دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام سے پوچھا کہ اے یہودا یہ مصر کا بادشاہ ہے تو یہودا نے کہا یہ آپ علیہ السلام کا بیٹا اور ان کی فوج ہے اور آپ علیہ السلام کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہودا سے پوچھا:
کیا یہ مصر کا بادشاہ ہے۔
اس نے کہا:

نہیں یہ آپ علیہ السلام کا بیٹا (حضرت یوسف علیہ السلام) ہے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

آپ علیہ السلام (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے گھوڑوں اور لوگوں کی کثیر تعداد دیکھی۔

تو یہودا سے پوچھا:

اس شان وشوکت کے ساتھ یہ فرعون مصر آ رہا ہے۔

اس نے کہا:

یہ آپ علیہ السلام کا بیٹا ہے۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے) پوچھا:

اے یہودا یہ جلوس کیسا ہے یہ صحرا لوگوں سے کیوں بھرا پڑا ہے۔ کیا یہ فرعون مصر کا لشکر ہے۔

عرض کیا۔

اے ابا جان یہ آپ علیہ السلام کے بیٹے، حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے، یوسف علیہ السلام کے غلام اور فوج ہے۔
آپ علیہ السلام کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب یہودا سن کر حیران ہونا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آنا

حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب یہودا نے یہ کہا کہ یہ آپ علیہ السلام کے بیٹے، حضرت یوسف علیہ السلام کے غلام اور فوج اور آپ علیہ السلام کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام حیران ہو ہی رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ اے اللہ تعالیٰ کے نبی آپ علیہ السلام زمین کی فوج کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں ذرا آسمانی فرشتوں سے بھری ہوئی ملائکہ کی قطاریں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(حضرت یعقوب علیہ السلام) نے پوچھا:

اے یہودا یہ جلوس کیسا ہے یہ صحرا لوگوں سے کیوں بھرا پڑا ہے کیا یہ فرعون مصر کا لشکر ہے۔

عرض کیا۔

اے ابا جان! یہ آپ علیہ السلام کے بیٹے یوسف (علیہ السلام) کے غلام اور فوج ہے۔ آپ (علیہ السلام) کے استقبال

کے لئے شہر سے باہر آئے ہیں ابھی حضرت یعقوب علیہ السلام یہ سن کر دیکھ کر حیران ہی ہو رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے۔

عرض کیا۔

اے اللہ عزوجل کے نبی! آپ علیہ السلام زمین کے فوجی جلوس کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھئے فضائے آسمانی فرشتوں سے بھری ہے ملائکہ کی قطاریں اس جشن ملاقات میں شرکت کرنے کے لئے آئے ہیں یہ وہی ملائکہ ہیں جو آپ علیہ السلام کے غم میں آپ علیہ السلام کے ساتھ رویا کرتے تھے۔ آج خوشی میں بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

جشن ملاقات میں فرشتوں کی شرکت

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی آپس میں ملاقات کے وقت فرشتوں نے بھی شرکت فرمائی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے۔

عرض کیا۔

اے اللہ تعالیٰ کے نبی آپ علیہ السلام زمین کے فوجی جلوس کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں ذرا نگاہ اٹھا کر تو دیکھئے فضائے آسمانی فرشتوں سے بھری ہے ملائکہ کی قطاریں اس جشن ملاقات میں شرکت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ وہی ملائکہ ہیں جو آپ علیہ السلام کے غم میں آپ علیہ السلام کے ساتھ رویا کرتے تھے آج خوشی میں بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

فرشتوں نے دو مقام پر قطاریں باندھ کر خوشی کا جلوس نکالا

فرشتوں نے دو مقام پر قطاریں باندھ کر خوشی کا جلوس نکالا۔ ایک حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملاقات کے وقت، دوسرا جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ملائکہ آسمانی نے دو موقعہ پر زمین سے آسمانوں تک قطاریں باندھ کر خوشی کا جلوس نکالا۔

ایک یہ موقعہ ملاقات

اور دوسرا موقعہ جشن عید میلاد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے تا فلک۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کو سلام کیا

حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ والد محترم کو پہلے سلام کروں مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا رب تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ والد محترم کی سلامتی کی دعائیں پہلے لو چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہلے سلام کیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔
جب حضرت یوسف علیہ السلام قریب ہوئے گھوڑے سے اترے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا:
ان لوگوں میں میرا یوسف (علیہ السلام) کون ہے۔
یہودا نے جواب دیا۔
یہی جو سب سے عمدہ لباس میں ہے اور تاج شاہی پہنے ہوئے اور اس کے ساتھ دوسرے تاج میں بادشاہ مصر ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ پہلے سلام کریں مگر
حضرت جبرائیل امین (علیہ السلام) نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ
رب تعالیٰ کی مرضی ہے کہ والد ماجد کی سلامتی کی دعائیں پہلے لو۔
والد محترم نے سلام کیا بغل گیر ہوئے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور)
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
جب دونوں ملنے کے قریب ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام میں پہل کرنا چاہی تو ان کو منع کیا گیا۔
اور ان سے کہا گیا کہ
حضرت یعقوب علیہ السلام سلام کی ابتداء کرنے کے مستحق ہیں۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
تم پر سلام ہو اے مجھ سے رنج و غم کو دور کرنے والے۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے بغل گیر ہوتے وقت خوشی سے آنسو نکلنا

جب حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام آپس میں بغل گیر ہوئے تو خوشی سے دونوں کے آنسو جاری تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
والد محترم نے سلام کیا بغل گیر ہوئے دو طرفہ خوشی کے آنسو تھے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ملاقات کے وقت الفاظ سلام

حضرت یعقوب علیہ السلام جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ملے تو فرمایا:
اے غموں کو دور کرنے والے تجھ پر ہمیشہ سلامتی ہو۔
امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
تم پر سلام ہو! اے مجھ سے رنج وغم کو دور کرنے والے۔
(جامع البیان: رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
السلام علیك یایھا الذاھب الاحزان .
اے غموں کو دور کرنے والے تجھ پر سدا سلامتی ہو۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے جواباً الفاظ سلام

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا اے فرحتوں والے تجھ پر سلام ہو۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے جواباً عرض کیا۔
وعلیکم السلام یا ابا الفرحان .
اے فرحتوں والے تجھ پر سلام ہو۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام و پورا خاندان سمیت شاہی خیمہ میں تشریف لانا

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا استقبال کر لیا تو آپ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام اور پورے خاندان کو شاہی خیمہ میں لے آئے جبکہ دوسرے لوگ دوسرے خیموں میں چلے گئے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
وہاں سے واپسی ہوئی اور شاہی محل نما خیمہ میں تشریف لائے سب لوگ دیگر خیموں میں گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد محترم اور اپنی سوتیلی والدہ خالہ لیا کو بادشاہ مصر برادران یوسف بلکہ پورا کنبہ شاہی خیمہ میں تشریف فرما ہوئے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام نے سب کو مصر میں رہنے کا فرمایا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام و تمام کنبہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا آپ سب امن کے ساتھ مصر میں رہیں گے۔
قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ○ (یوسف:99)

پھر جب وہ (سب) یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا ان شاء اللہ آپ سب امن کے ساتھ مصر میں رہیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام سے رونے کی وجہ پوچھنا

جب دونوں باپ بیٹے آپس میں ملے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا اے میرے والد محترم! آپ علیہ السلام مجھ پر اس قدر روئے کہ اپنی آنکھیں بھی ضائع کر دیں کیا آپ علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا قیامت کے دن ہم نے جمع ہونا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مجھے خوف تھا کہ کہیں تمہارا دین تجھ سے نہ چھن جائے اور یہی میرے اور تمہارے درمیان حائل نہ ہو جائے۔

امام ابوالحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

اے میرے والد محترم! آپ علیہ السلام مجھ پر اتنے روئے کہ آنکھیں بھی ضائع کر دیں کیا آپ علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ قیامت کے دن ہم نے جمع ہونا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں مجھے علم تھا اے میرے بیٹے لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں تیرا دین تجھ سے نہ چھن جائے اور یہی چیز میرے اور تیرے درمیان حائل نہ ہو جائے۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:325 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کا کیا ہوا گزشتہ سلوک پوچھنا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام اور تمام بیٹے جمع ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ جو بھائیوں نے آپ (علیہ السلام) کے ساتھ سلوک کیا وہ بیان کرو تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا کیا ہوا تمام سلوک بیان کیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو جمع فرمایا۔

تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔

آپ علیہ السلام مجھے وہ سب کچھ بیان کرو جو تمہارے بھائیوں نے تم سے کیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا تو آپ علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا:

اے میرے والد محترم! جو کچھ انہوں نے میرے ساتھ کیا تھا اب اس کا بیان کرنا میرے لیے اس سے بھی مشکل ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:
تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کیے ہوئے پر معافی مانگنے سے ڈرتے ہو۔
بیٹوں نے کہا:
اے ہمارے والد محترم! آپ علیہ السلام ہمارے لیے استغفار فرمائیں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ عزت بخشی تھی کہ جب بھی وہ کوئی گزارش کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی اس گزارش کو اسی دن یا دوسرے دن یا تیسرے دن ضرور شرف قبولیت عطا فرماتا تھا۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:
جب سحری کا وقت ہو تو تم غسل کرنا پھر اچھا خوبصورت لباس پہن کر میرے پاس آ جانا۔ بیٹوں نے یہ سب کچھ کیا اور سحری کے وقت آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام آگے کھڑے ہوئے ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کھڑے ہوئے اور باقی تمام حضرت یوسف علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہوئے سورج کے طلوع ہونے تک دعا مانگتے رہے لیکن توبہ نازل نہ ہوئی پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ جب چوتھی رات تھی تو وہ سب سو گئے۔
تو حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا:
اے بیٹو! تم سوئے ہوئے ہو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہے۔ اٹھو! حضرت یعقوب علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور آپ علیہ السلام کے بیٹے بھی، بیس سال (20) تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی طلب کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے ان کی توبہ قبول فرمالی ہے۔
حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا:
یارب عزوجل! نبوت بھی انہیں بخشی جائے۔
فرمایا:
میں نے نبیوں میں ان کا عہد لے لیا ہے۔
اور حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
میں تمہارے لیے اپنے رب عزوجل سے مغفرت طلب کروں گا۔
(جامع البیان: ج: 13، ص: 81 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کا مقصود

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابو عمران الجونی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا واقعہ ہمارے سامنے اس لیے بیان نہیں کیا کہ وہ ان کو عار دلائے کیونکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے تھے اور اہل جنت سے تھے بلکہ اس واقعہ کے بیان کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

(جامع البیان: ج:13،ص:91 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام اور والدہ کو تخت پر بٹھانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کریمین حضرت یعقوب علیہ السلام اور والدہ کو اپنے تخت پر بٹھایا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ عَلَی الۡعَرۡشِ (یوسف:100)

اور اس نے اپنے ماں باپ کو بلند تخت پر بٹھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ تو وفات پا گئی تھیں پھر ان کو تخت پر کیسے بٹھایا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ تو وفات پا گئی تھیں تو پھر ان کو تخت پر بٹھانے کا کیا مطلب ہے؟

اس کے چند جوابات ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد آپ علیہ السلام کے والد محترم اور آپ علیہ السلام کی خالہ ہیں۔

(جامع البیان: رقم الحدیث:15154)

امام ابن ابی حاتم نے فرمایا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ بنیامین کی ولادت کے وقت فوت ہوگئی تھیں اس لیے اس آیت میں ماں باپ سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم اور آپ علیہ السلام کی خالہ ہیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ سے نکاح کر چکے تھے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7،ص:2201)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں کہ

ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو زندہ کر دیا تھا تا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر تحقیقی طور پر واقع ہو۔

قرآن مجید کی ظاہر آیت کے زیادہ موافق یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی ماں اور ان کے والد محترم دونوں نے سجدہ کیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج: 9: ص: 230 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو زندہ فرمادیا

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو زندہ فرمادیا تھا اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابویہ سے مراد آپ علیہ السلام کے ماں باپ ہیں اور وہ اس وقت زندہ تھی۔

اور تفاسیر میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی والدہ کو زندہ فرمایا تھا حتیٰ کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر آئی تھی۔

(معالم التنزیل: ج: 3: ص: 325 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو زندہ فرمادیا تھا تاکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر تحقیقی طور پر واقع ہو۔

قرآن مجید کی ظاہر آیت کے زیادہ موافق یہ ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ اور آپ علیہ السلام کے والد محترم دونوں نے سجدہ کیا۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج: 9: ص: 230 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ایک قول ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اس موقعۂ ملاقات کے لئے زندہ فرمادیا تھا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر نعیمی: ج: 13: ص: 167 نعیمی کتب خانہ لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا والدین کریمین کو زندہ فرمانا اور ایمان لانا

جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی والدہ محترمہ کو زندہ فرمایا تھا اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے والدین کریمین کو زندہ فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ اس بارے میں کئی دلائل ہیں۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو بھی زندہ کردیا تھا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے

تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:2، ص:89 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ قرطبی نے التذکرہ میں لکھا ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب نے اپنی کتاب السابق واللاحق میں اور امام ابوحفص عمر بن شاہین متوفی 385ھ نے الناسخ والمنسوخ میں دونوں نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو ساتھ لے کر عقبۃ الحجون کے پاس سے گزرے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غم زدہ تھے اور رو رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا ہوا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔

میں نے عرض کیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے حمیرا ٹھہر جاؤ۔ میں نے اونٹ کے پہلو سے ٹیک لگا لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک کھڑے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے مسکرا رہے تھے۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین تھے اور رو رہے تھے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا دیکھ کر رونے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے مسکرا رہے تھے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیا سبب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اپنی ماں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس سے گزرا میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ اس کو زندہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرما دیا پھر وہ مجھ پر ایمان لے آئیں۔

یا ارشاد فرمایا:

پھر وہ ایمان لے آئیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی طرح لوٹا دیا۔

(الناسخ والمنسوخ، ص:284، رقم الحدیث:630 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

یہ خطیب کی روایت کے الفاظ ہیں۔

اور امام سہیلی نے الروض الانف میں اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں اور باپ دونوں کو زندہ کیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

علامہ عبدالرحمٰن سہیلی متوفی 581ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (اکرام) سے ان کو زندہ کر دیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی رحمت اور قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے فضل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت عطا فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کی وجہ سے جو چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام فرمائے۔

صلوات اللہ علیہ و آلہ وسلم .

(روض الانف: ج: 1، ص: 299 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

حدیث صحیح میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کی اجازت نہیں دی گئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

الحمد للہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ استغفار سے ممانعت پہلے کا واقعہ ہے اور والدین کریمین کو زندہ کرنے کا واقعہ بعد کا ہے۔

امام ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں اسی طرح تحقیق کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دوزخ میں۔

جب وہ واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر ارشاد فرمایا:

میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔

اس حدیث میں باپ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 347)

ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرنے کے متعلق جو حدیث مبارکہ ہے وہ موضوع ہے اور وہ قرآن مجید

اور اجماع کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (النساء:18)

اور ان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی شخص کو موت آئے اور وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کی اور نہ ان کی (توبہ مقبول) ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔ پس جو شخص کفر کی حالت میں مرگیا اس کو حشر میں ایمان نفع نہیں دے گا بلکہ عذاب کے مشاہدہ کے وقت بھی اس کو ایمان نفع نہیں دیتا تو دوبارہ زندہ کرنے پر ایمان کیسے نفع دے گا۔

حافظ ابوالخطاب عمر بن دحیہ نے کہا ہے کہ

اس پر یہ اعتراض ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل تسلسل اور تواتر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک ثابت ہوتے رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کرنا اور ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے قبیل سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ کرنا عقلاً اور شرعاً محال نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ بنو اسرائیل کا مقتول زندہ کیا گیا اور اس نے اپنے قاتل کی خبر دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا اور جب ان کا زندہ ہونا محال نہیں ہے تو زندہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں کیا چیز مانع ہے؟ اور سورہ نساء کی آیت (18) اٹھارہ سے جو استدلال کیا گیا ہے کہ جو کفر پر مرے اس کو ایمان نفع نہیں دیتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج کا غروب ہونے کے بعد طلوع ہونا ثابت ہے۔

اس کو امام ابو جعفر طحاوی ن ذکر کیا ہے۔

تو اگر سورج کا غروب ہونے کے بعد طلوع ہونا نافع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سورج کو نہ لوٹاتا اسی طرح اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کے لئے نفع بخش نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو زندہ نہ فرماتا، حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھ لیے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول کرلیا اور ظاہر قرآن میں بھی اسی طرح ہے۔

اور جس طرح قرآن مجید میں ہے:

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ (البقرہ:162)

کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی۔

اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابولہب اور ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی تو اس آیت کے عموم میں

تخصیص کی گئی ہے، اسی طرح مذکور الصدر دلائل کی بناء پر النساء (18) اٹھارہ میں بھی تخصیص کی جائے گی۔

اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ

والدین کریمین کا زندہ کیا جانا اور ان کا ایمان لانا پہلے کا واقعہ ہے اور یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔

(التذکرہ: ج: 1، ص: 35 تا 37 مطبوعہ دار البخاری المدینۃ المنورہ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ فرماتے ہیں۔

والدین کریمین کے ایمان لانے پر مجھے دلیل یہ ملی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب الکہف امام مہدی کے مددگار ہوں گے۔

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ

اصحاب کہف اپنی موت کے بعد پھر زندہ کیے جائیں گے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے لئے ایک عمر لکھ دی ہو پھر ان کی عمر پوری ہونے سے پہلے ان کی روحوں کو قبض کر لیا ہو پھر ان کو وفات کے بعد زندہ کر کے بقیہ زندگی عطا فرمائی ہو اور وہ اس زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہوں پھر ان کی زندگی پوری ہونے کے بعد پھر ان پر وفات طاری کر دی ہو جیسا کہ اصحاب کہف کے ساتھ ہوا اور دو موتوں کے درمیان جوان کو حیات عطا فرمائی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی وجہ سے ہو۔

حافظ فتح الدین سید الناس نے اپنی سیرت میں امام ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مسلمان لائے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم کے متعلق بھی ایسی ہی روایت ہے اور یہ امام احمد کی اس روایت کے خلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا تمہاری ماں دوزخ میں ہے پھر جب اس نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گزرے ہوئے گھر والے کہاں ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری ماں میری ماں کے ساتھ ہو۔

ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تدریجاً کمالات اور فضائل کیے جاتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو یہ مقام حاصل نہ ہو اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کر کے یہ مقام عطا فرمایا ہو۔

(التعظیم والمنۃ: ص: 20، 21 مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن)

صحیح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین غیر معذب تھے کیونکہ وہ اہل فترت میں سے تھے۔

حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت رہم کی ماں سے روایت کیا ہے کہ جس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پانچ سال تھی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر چند اشعار کہے۔

ان میں سے بعض یہ ہیں۔

فانت مبعوث الی الانام

من عندی الجلال والاکرام

دین ابیك ابر ابراهام

فالله اعناك عن الاصنام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف مبعوث ہونے والے ہیں

رب ذوالجلال والاکرام کی جانب سے

اپنے نیک باپ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین پر ہیں

پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بت پرستی سے منع کیا ہے۔

(التعظیم والمنۃ: ص: 18 مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن)

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے موحدہ ہونے کا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے استغفار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملیکہ کے دو بیٹوں سے فرمایا۔

میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہلے کا واقعہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اہل جنت سے ہیں۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تبع کے متعلق فرمایا تھا میں نہیں جانتا وہ مومن تھا یا نہیں۔

(الناسخ والمنسوخ: رقم الحدیث: 631)

پھر اس کے متعلق فرمایا:

تبع کو برا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔

(الناسخ والمنسوخ: رقم الحدیث: 633،632)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق پہلے سوال نہیں کیا تھا اور جاہلیت کے لوگوں کے متعلق عام قاعدہ ہے کہ وہ دوزخی ہیں اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ دوزخ میں ہے اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ان کے جنتی ہونے کے متعلق بتایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہیں دی گئی تھی اس سے ان کا کفر لازم نہیں آتا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ

پہلے جو مسلمان مقروض مرجاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی فی الفور مغفرت ہو جائے اور مقروض کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو بھی برزخ میں جنت سے روک لیا گیا تھا اس کی وجہ کفر کے علاوہ دوسرے امور تھے۔ اس وجہ سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے استغفار کی اجازت نہیں تھی حتیٰ کہ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے استغفار کی اجازت دے دی اور ان دونوں حدیثوں کا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا موحدہ تھیں لیکن ابھی تک ان کو قیامت اور مرنے کے بعد اٹھنے کا علم نہیں تھا اور نہ اس پر ایمان تھا اور یہ اسلام کا بہت بڑا اصول ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ قیامت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام اصول اور مبادی پر ایمان لائیں اس لیے ان کے زندہ کرنے کے معاملہ کو حجۃ الوداع تک مؤخر کیا گیا حتیٰ کہ شریعت مکمل ہوگئی۔

اور یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل شریعت پر ایمان لائیں۔

(التعظیم والمنۃ: ص:20، 21 مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن)

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میں نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امہات پر غور کیا تو وہ سب مومنات ہیں تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بھی مومنہ ہوں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ہیں اور وہ نص قرآن سے صدیقہ ہیں۔

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ (المائدہ:75)

اور عیسیٰ کی ماں صدیقہ ہیں۔

اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے۔

فرشتوں نے ان سے کہا۔

اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ (ھود:73)

کیا آپ اللہ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہیں! اے اس گھر کے لوگو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی ماں کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے۔

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى (القصص:7)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔

اور حضرت شیث علیہ السلام کی ماں حضرت حواء ام البشر ہیں۔

اور احادیث اور آثار میں وارد ہے کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا مومنہ تھیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کی ماں مومنہ تھیں۔

اور حضرت داوٗد علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت شمویل علیہ السلام

حضرت شمعون

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

کی والدہ مومنہ تھیں۔

اور بعض مفسرین نے تصریح کی ہے کہ

حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ مومنہ تھیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے دعا کی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ (نوح:28)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ

حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک ان کے آباء میں سے کسی نے کفر نہیں کیا۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

دس کے سوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام بنو اسرائیل سے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت ھود علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کے سب آباء کرام مومن تھے ان میں سے کوئی کافر نہ تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا پس جس نے ان کے ساتھ کفر کیا اس نے کفر کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:67، ص:121، ص:237 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پس بنو اسرائیل کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں مومنات ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد امتوں میں کسی کو مبعوث نہیں کیا گیا اور رہے دس (10) انبیاء کرام علیہم السلام تو حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ماں کا ایمان ثابت ہے اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ماں کے ایمان کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ دونوں نے اپنے والدین کریمین کی مغفرت کی دعا کی ہے۔ اب حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی ماؤں کا ذکر رہ گیا اور ان کے ایمان کا ثبوت کسی نقل یا دلیل کا محتاج ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی مومنات ہیں اور جب سب انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں مومنات ہیں تو سید الانبیاء اور افضل الانبیاء کی ماں (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) مومنہ کیوں نہیں ہوں گی۔

(التعظیم والمنۃ: ص:21 تا 22 مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن)

حافظ سیوطی متوفی 911ھ فرماتے ہیں کہ

صحیحین میں ثابت ہے کہ

مرنے کے بعد ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا۔

تو اس نے کہا:

میں نے تمہارے بعد کوئی خیر نہیں دیکھی سوا اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس انگلی سے پلایا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5101)

اور ثویبہ ابولہب کی باندی تھی۔ ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا اور اس وجہ سے ابولہب کو دوزخ کے عذاب سے تخفیف ملی اور اس کی انگلی سے اس کو پلایا گیا۔ حالانکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیفیں پہنچائی ہیں اور اس کے عذاب سے صرف اس وجہ سے تخفیف کی گئی کہ اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا تو تمہارا اس مقدس خاتون کے متعلق کیا گمان ہے۔ جنہوں نے نو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ میں رکھا کئی دنوں تک اپنا دودھ پلایا اور کئی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ تھیں۔

(التعظیم والمنۃ: ص:23 مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن)

امام ابن عبدالبر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق پوچھا:

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے۔

پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بعد سوال کیا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے وہ کیسے اعمال کرنے والے تھے پھر میں نے اسلام کے مستحکم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ (الانعام:164)
کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
وہ فطرت (اسلام) پر ہیں اور وہ جنت میں ہیں۔
(الاستذکار: ج:8، ص:401، رقم الحدیث:12099.1 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)
اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے متعلق پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔
وہ دوزخی ہیں۔
اس کے بعد جب فرمایا کہ
کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور وہ جنتی ہیں۔
تو اس سے وہ پہلی احادیث منسوخ ہوگئیں، اس طرح والدین کریمین کے متعلق جو پہلے فرمایا تھا وہ دوزخی ہیں وہ حجۃ الوداع کے موقع پر انہیں زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے کی حدیث سے منسوخ ہوگئیں۔
(التعظیم والمنۃ: ص:24، 25 مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ مطبوعہ حیدر آباد دکن)
حافظ سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:
امام بزار نے اور امام حاکم نے سند کی صحت کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ورقہ بن نوفل کو برا نہ کہو کیونکہ میں نے اس کے لئے ایک جنت یا دو جنتیں دیکھی ہیں۔
(مسند البزار: رقم الحدیث:2751) (کنز العمال: رقم الحدیث:34076)
امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق سوال کیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ زمانہ جاہلیت میں قبلہ کی طرف منہ کرتا تھا۔
اور کہتا تھا کہ
میرا دین ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے اور میرا خدا ابراہیم کا خدا ہے اور سجدہ کرتا تھا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کا اس ایک امت میں حشر کیا جائے گا جو میرے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے درمیان ہے۔

(دلائل النبوۃ: رقم الحدیث: 4673 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(کنز العمال: رقم الحدیث: 37860)

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

قیس بن ساعدہ عکاظ کے بازار میں اپنی قوم کو خطبہ دے رہے تھے انہوں نے اپنے خطبہ میں مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

اس طرف تمہارے پاس حق آئے گا۔

اور کہا:

وہ لوئی بن غالب کے نسب سے ایک شخص ہوگا جو تمہیں کلمہ اخلاص اور ابدی نجات اور نعمتوں کی دعوت دے گا، تم اس کی دعوت کو قبول کرنا اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو میں ان کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت کرتا۔

امام ابونعیم نے عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

مجھے یقین ہے کہ میری قوم باطل پر ہے اور وہ پتھروں کی عبادت کرتے ہیں۔

امام خرائطی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

اوس بن حارثہ دعوت حق کا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر کرتے تھے اور انہوں نے اپنی اولاد کو اس کی وصیت کی تھی۔

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قیس کا ذکر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیس پر رحم فرمائے۔

(معجم الکبیر: ج: 18، ص: 265، رقم الحدیث: 663)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ ہمارے باپ اسماعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) کے دین پر تھے یہ سب لوگ زمانہ جاہلیت میں دین ابراہیم پر تھے اور موحد اور یہ سب غیر معذب اور جنتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بھی اسی طرح ہیں۔

(التعظیم والمنۃ: ص: 44، 45 مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی روئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گرد کے مسلمانوں کو بھی رلایا۔

اور ارشاد فرمایا:

میں نے اپنی والدہ کے استغفار کے لئے اپنے رب عزوجل سے اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی پھر میں نے یہ اجازت طلب کی کہ میں ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اس کی اجازت دے دی گئی سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو یہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 976)

امام ابن جوزی نے کتاب الوفا میں ذکر کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد (رضی اللہ عنہ) کی وفات کے بعد اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماموؤں کے پاس بنی عدی بن النجار کے پاس مدینہ منورہ میں لے گئیں۔ آپ (رضی اللہ عنہا) ان کی زیارت کے لئے گئیں پھر آپ (رضی اللہ عنہا) مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں جب آپ (رضی اللہ عنہا) مقام الابواء پر پہنچیں تو آپ (رضی اللہ عنہا) وصال فرما گئیں۔ آپ (رضی اللہ عنہا) کی قبر وہیں پر ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو مقام الابواء میں آپ (رضی اللہ عنہا) کی قبر کی زیارت کی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی تو مجھے اجازت دے دی اور میں نے ان کے لئے استغفار کی اجازت طلب کی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى (التوبۃ: 113)

''نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں۔''

علامہ ابن حجر مکی نے بہت عجیب بات کہی کہ شاید حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لئے استغفار کی اجازت نہ دینے کی حکمت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نعمت کو مکمل کیا جائے کہ اس واقعہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اکابر مومنین سے ہو جائیں یا ان کے زندہ کرنے اور ان کے ایمان لانے تک ان کے لئے استغفار کی اجازت کو مؤخر کیا تاکہ وہ اس وقت استغفار کامل کی مستحق ہو جائیں۔ (علامہ ابن حجر مکی کی عبارت ختم ہوئی)

اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ

وہ ایمان لانے سے پہلے مطلقاً استغفار کی مستحق نہیں تھیں۔

پھر جمہور کا موقف یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر پر مرے (العیاذ باللہ)

اور جو احادیث ان کے متعلق وارد ہیں ان میں صحیح ترین حدیث صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

اور علامہ ابن حجر کا یہ کہنا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کرنے کی حدیث صحیح ہے۔

اور جن علماء نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان میں امام قرطبی ہیں اور الحافظ محمد بن ناصر الدین ہیں سو اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ حدیث اس کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ صحیح مسلم کی اس حدیث کے معارض ہو سکے۔ علاوہ ازیں حفاظ نے اس حدیث کی سند پر طعن کیا ہے اور ان کے ایمان لانے کے جواب سے یہ چیز مانع ہے کہ موت کے بعد ایمان لانا اجماعاً غیر مقبول ہے جیسا کہ اس پر کتاب اور سنت کے دلائل ہیں اور مکلف سے جو ایمان مطلوب ہے وہ ایمان غیبی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ (الانعام:28)

اور اگر ان (کافروں) کو دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو وہ پھر دنیا میں وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔

بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اہل فترت میں سے تھے (یعنی اس دور کے لوگوں میں سے تھے جس کے لیے کسی نبی کی بعثت نہیں تھی اور وہ کسی حکم شرعی کے مکلف نہیں تھے) اور اہل فترت پر عذاب نہیں ہوتا، سو صحیح مسلم کی اس حدیث سے ان کا بھی رد ہو جاتا ہے۔

(مرقات: ج:4، ص:113 مطبوعہ مکتب امدادیہ ملتان)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کے آباء کرام کافر نہ تھے۔ اس کے متعدد دلائل ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ (الشعراء:218،219)

کہا گیا ہے کہ اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ

آپ کی روح ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہو رہی تھی سو اسی تقدیر پر یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام مسلمان تھے اور اس وقت یہ قطعی طور پر ثابت ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہ تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ

وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ کی اور بھی تفسیریں ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ

جب تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے اصحاب کرام کے گھروں میں تفتیش کرتے

کہ وہ اپنے گھروں میں کیا کر رہے ہیں کیونکہ آپ کو اس پر شدید حرص تھی کہ وہ اس کے بعد رات کو عبادت کرتے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے گھروں سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں اس اعتبار سے وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قیام کو دیکھتا ہے اور ساجدین میں آپ کے طواف کرنے اور گھومنے کو دیکھتا ہے۔

اور اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ

جب آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا رہتا ہے۔

اور اس کا تیسرا معنیٰ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال مخفی نہیں ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ہیں اور ساجدین کے دینی مسائل اور معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہتا ہے۔

اور اس کا چوتھا معنیٰ یہ ہے کہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نظر کو حرکت دے کر اپنے پیچھے سے نمازیوں کو دیکھتے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہتا ہے۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے:

اپنا اپنا رکوع اور سجود پورا پورا کیا کرو کیونکہ میں تم کو اپنے پس پشت بھی دیکھتا ہوں پس ہر چند کہ اس آیت مبارکہ میں ان چاروں تفسیروں کا بھی احتمال ہے مگر ہم نے جس تفسیر کا ذکر کیا ہے اس کا بھی اس تفسیر میں احتمال ہے اور ہر تفسیر کے متعلق احادیث وارد ہیں اور ان تفسیروں کے درمیان کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے پس اس آیت کو ان تمام تفسیروں پر محمول کرنا واجب ہے اور جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہ تھے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء مشرک نہ تھے۔

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ

حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبۃ:28)

بے شک مشرکین نجس ہیں۔

یعنی بالکل پاک نہیں ہیں۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہیں ہے۔

(اسرار التنزیل وانوار التنزیل، ص:267،268 مطبوعہ دار الکتب والوثائق بغداد عراق)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی 581ھ لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ میں ہے:
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کہاں ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
دوزخ میں ہے۔
جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 203)
اور ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق ایسی کوئی بات کہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچائیں۔
کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔
مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔
وہ حدیث مبارکہ یہ ہے۔
امام ابوالقاسم علی بن الحسین ابن عساکر متوفی 571ھ روایت کرتے ہیں۔
عمرو بیان کرتے ہیں جب حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے تو لوگ جمع ہو کر کہنے لگے۔
یہ ابوجہل کا بیٹا ہے یہ ابوجہل کا بیٹا ہے۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔
(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 43، ص: 194، 195 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ○ (الاحزاب: 57)
بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔
اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے والد کو کافر کہنا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لئے باعث اذیت ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کس قدر باعث ایذا ہوگا۔
اس کے بعد علامہ سہیلی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیے جانے کے متعلق دو حدیثیں لکھی ہیں جن کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔
اور لکھا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قدرت اس سے عاجز نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کے ساتھ چاہے خاص کرے۔

(الروض الانف: ج: 1، ص: 299 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کہاں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دوزخ میں۔

جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دل جوئی کی وجہ سے فرمایا تھا تا کہ اس شخص کو تسلی ہو۔ (اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں باپ کا اطلاق چچا پر ہو اور اس سے مراد ابو طالب ہوں)

اس کے بعد علامہ ابی مالکی نے علامہ سہیلی کا پورا کلام ذکر کیا ہے۔ جس کو ہم نقل کر چکے ہیں اس کے بعد علامہ ابی مالکی نے علامہ نووی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اہل فترت میں سے تھے اور اہل فترت پر عذاب نہیں ہوتا کیونکہ اہل فترت ان دو رسولوں کے درمیان کے لوگوں کو کہتے ہیں جن کی طرف پہلے رسول کو بھیجا نہ گیا ہو اور دوسرے رسول کو انہوں نے پایا نہ ہو جیسے وہ عرب جن کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث نہیں کیے گئے اور نہ انہوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور اس تعریف کے اعتبار سے فترت ہر ان لوگوں کو شامل ہے جو دو رسولوں کے درمیان ہوں۔

جیسا کہ

حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان کے لوگ

اور حضرت نوح اور حضرت ھود علیہما السلام کے درمیان کے لوگ

اور ان دونوں کے درمیان آٹھ سو سال ہیں۔

اور حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان کے لوگ اور ان کے درمیان چھ سو تیس سال ہیں لیکن فقہاء جب فترت میں کلام کرتے ہیں تو اس سے مراد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی مکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کے لوگ ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 1، ص: 616، 617 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابی مالکی کی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ

بالفرض اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ کیا جانا اور ان کا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا نہ بھی تسلیم کیا جائے پھر بھی آپ اہل فترت میں سے ہیں اور العیاذ باللہ اہل دوزخ میں سے نہیں ہیں۔

نیز علامہ ابی مالکی نے لکھا ہے کہ

اہل فترت کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ ہے جنہوں نے شرک کیا۔

دوسری قسم وہ ہے جنہوں نے شرک کیا اور دین میں تبدیلی کی اور اپنی طرف سے چیزوں کو حلال اور حرام کیا۔

ان دونوں قسم کے اہل فترت کو عذاب ہوگا۔

اور تیسری قسم کے اہل فترت وہ ہیں جنہوں نے نہ شرک کیا نہ کسی نبی کی شریعت میں تغیر اور تبدل کیا اور نہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کیا اور نہ کسی دین کو اختراع کیا وہ ساری عمر غفلت اور جاہلیت میں رہے ان کو بالکل عذاب نہیں ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اہل فترت کی اسی تیسری قسم میں سے تھے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:1،ص:620، 621 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کی پشتوں میں منقلب ہوتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین میں کوئی مشرک نہ ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ محترمہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

اس پر کثیر دلائل ہیں۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منقلب ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 16029 مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 360ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ میں نبی ہوگیا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1202)

(تاریخ دمشق الکبیر: ج:3،ص:226 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے بنو آدم کے ہر قرن اور ہر طبقہ میں سب سے بہتر قرن اور طبقہ سے مبعوث کیا جاتا رہا حتیٰ کہ جس قرن میں، میں ہوں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3557)

قرن کا معنیٰ ہے کسی ایک زمانے کے تمام لوگوں کا ایک طبقہ۔
بعض علماء نے اس زمانے کی تحدید سو سال کے ساتھ کی ہے بعض نے ستر سال کے ساتھ کی ہے۔
اور صحیح یہ ہے کہ
جب کسی ایک زمانہ کے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو وہ زمانہ ایک قرن ہے۔
(التوشیح: ج:3، ص:387 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھے چن لیا۔
(سنن ترمذی، رقم الحدیث: 3605)
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے زمین کے دو حصے کیے اور مجھے ان میں سے سب سے اچھے حصے میں رکھا پھر اس نصف کے تین حصے کیے اور مجھے اس تیسرے حصہ میں رکھا جو سب سے اخیر، اچھا اور سب سے افضل تھا۔ پھر لوگوں میں سے عرب کو چن لیا پھر عرب میں سے قریش کو چن لیا پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا۔ پھر بنو ہاشم میں سے حضرت عبد المطلب کو چن لیا پھر حضرت عبد المطلب کی اولاد میں سے مجھ کو چن لیا۔
(الطبقات الکبریٰ: ج:1، ص:18، جمع الجوامع: رقم الحدیث: 15307)
یہ حدیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام پر عمومی اور حضرت عبد المطلب کے ایمان پر خصوصی دلیل ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:
آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں! جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:
میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا اور جب مجھے کشتی میں سوار کرایا گیا تو میں اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں تھا اور جب مجھے (آگ میں) پھینکا گیا تو میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا۔ میرے والدین کبھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے اور اللہ مجھے ہمیشہ معزز پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا۔ میری صفت مہدی ہے اور جب بھی دو شاخیں ملیں میں سب سے خیر (اچھی) شاخوں میں تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے نبوت کا میثاق اور اسلام کا عہد لیا اور تورات اور انجیل

میں میرا ذکر پھیلایا اور ہر نبی نے میری صفت بیان کی اور زمین میرے نور سے چمک اٹھی اور بادل میرے چہرے سے برستا ہے اور مجھے اپنی کتاب کا علم دیا اور آسمانوں میں میرے شرف کو زیادہ کیا اور اپنے ناموں میں سے میرا نام بنایا پس عرش والا محمود ہے اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔

(البدایہ والنہایہ: ج:2، ص:21 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے قریش اللہ عزوجل کے سامنے ایک نور تھے یہ نور تسبیح کرتا تھا اور فرشتے اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو یہ نور ان کی پشت میں رکھ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پس اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں یہ نور آگ میں ڈالا گیا اور اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ مکرم پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے ان والدین سے نکالا جو کبھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نکاح سے پیدا کیا گیا ہوں اور بدکاری سے پیدا نہیں کیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حتیٰ کہ میں اپنی والدہ محترمہ سے پیدا ہوا اور مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاری سے کسی چیز نے نہیں چھوا۔

(المطالب العالیہ: ج:4، ص:177، رقم الحدیث:4257،4256 مکہ مکرمہ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں کہ

امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں ان کی پشت میں تھا ان کو زمین پر اتارا گیا اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا میں اپنے باپ حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں کشتی میں سوار ہوا اور اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی پشت میں مجھے آگ میں ڈالا گیا اور میرے ماں باپ کبھی ایک دوسرے کے ساتھ بدکاری میں جمع نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا جبکہ وہ صاف اور مہذب تھے۔ جب بھی دو شاخیں باہم ملیں تو میں ان سے بہتر شاخوں میں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے نبوت کا میثاق لیا اور مجھ کو اسلام کی ہدایت دی اور تورات اور انجیل میں میرا ذکر بیان کیا اور میری تمام صفات کو مشرق اور مغرب میں بیان کر دیا اور مجھ کو اپنی کتاب کا علم دیا اور اپنے اسماء میں میرا ذکر بلند کیا اور اپنے اسماء میں سے میرا اسم بنایا۔

سو عرش والا محمود ہے اور میں محمد ہوں اور مجھے حوض کے نزدیک کیا اور مجھے کوثر عطا کیا اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور مجھے اپنی امت کے سب سے بہتر قرن میں نکالا اور میری امت بہت حمد کرنے والی ہے اور نیکی کا حکم دینے والی ہے اور برائی سے روکنے والی ہے۔

(الدر المنثور: ج:6، ص:298، 299 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین متوفی 385ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر بہت افسردگی اور غم کی حالت میں اترے اور جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بہت خوش خوش واپس ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو لوٹا دیا۔

(الناسخ والمنسوخ: رقم الحدیث: 630 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ السہیلی متوفی 581ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابو عمران احمد بن ابی الحسن نے ایک سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کیا کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کر دے پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کو زندہ کر دیا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت طاری کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی رحمت اور قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وصف سے چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور اپنے کرم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نعمت سے چاہے نواز دے۔

صلوٰات اللہ علیہ و آلہ وسلم

(الروض الانف: ج:1، ص:299 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبد العزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

اسانید ضعیفہ سے مروی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی والدہ کو زندہ کر دیا اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔
اور امام رازی کا مختار یہ ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نے ملت ابراہیم (علیہ السلام) پر وفات پائی اور ان کو زندہ کرنا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اس لیے تھا کہ ان کو یہ کرامت بھی حاصل ہو۔ اور محقق جلال الدین سیوطی نے ان کے ایمان کے اثبات میں چھ رسالے لکھے ہیں۔ ملا علی قاری نے ایک رسالہ میں ان کا کفر ثابت کیا ہے پھر ان کے استاذ علامہ ابن حجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری چھت سے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔
اور کہا گیا ہے کہ
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی توہین کی سزا ہے پھر جس طرح انہوں نے خواب دیکھا تھا ویسا ہی ہو گیا۔
راس: ص:526 شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ
اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کو زندہ فرما دیا تھا تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو بھی زندہ فرمایا تھا اور کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین العیاذ باللہ مشرک تھے بلکہ وہ اہل فترت میں سے تھے اور علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ اصحاب فترت غیر مکلف اور غیر معذب ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ محترمہ کے لئے استغفار سے اس لیے منع فرمایا کہ اگر غیر معصوم کے لئے استغفار کیا جا... ں کے متعلق گناہ کا وہم ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے لئے استغفار کی اجازت اس لیے نہیں دی گئی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ وہ گناہ گار تھیں اس لیے ان کے لئے استغفار کیا اور یہ وجہ نہیں کہ وہ معاذ اللہ مشرکہ تھیں کیونکہ قبل از بعثت ان کا شرک بالکل ثابت نہیں وہ اصحاب فترت میں سے تھیں بلکہ وہ ملت ابراہیم (علیہ السلام) پر تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی اجازت بھی دی گئی تھی جو کہ صحیح مسلم کی حدیث مبارکہ سے ثابت کر چکا ہوں۔ **واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم**
اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر مجھ سے کہیں غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے۔
(آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم)

تمام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے سجدہ میں جانا

حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے تمام نے سجدہ کیا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (یوسف:100)
اور وہ سب یوسف کے لئے سجدہ میں گر گئے۔

تمام کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرادا کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے گرنا

تمام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکرادا کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے گر گئے۔

امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرادا کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے گر گئے۔

(معالم التنزیل:ج:3،ص:327 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

یہ سجدہ بطور شرف تھا

حضرت یوسف علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا وہ سجدہ بطور شرف تھا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

یہ سجدہ بطور شرف تھا (بطور عبادت نہ تھا) جیسا کہ ملائکہ عظام نے حضرت آدم علیہ السلام کو بطور شرف کا کیا تھا یہ سجدہ عبادت نہ تھا۔

(جامع البیان:ج:13،ص:84 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو سب نے کس کیفیت سے سجدہ کیا تھا

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سروں کے ساتھ اشارہ کر کے سجدہ کیا تھا جس طرح عجمی لوگ سر جھکا کر اشارہ کرتے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں نے سروں کے ساتھ اشارہ کر کے سجدہ کیا تھا جس طرح عجمی لوگ سر جھکا کر اشارہ کرتے ہیں۔ یہ سلام اس طرح تھا جس طرح آج لوگ کرتے ہیں۔

(جامع البیان:ج:13،ص:84 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

چاروں طرف گول دائرے میں مثل کعبہ سجدۂ شکر یہ یا تحیہ کیا

تفسیر نعیمی میں ہے۔

جب دربار شاہی میں پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے یہاں بھی ان کو اپنے قیمتی شاہی تخت پر بٹھایا۔ اس وقت خوشی ومحبت اور خداداد شوکت کے احترام میں ماں باپ نے اور بھائیوں نے بہت دیر تک تخت پر ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کے حکم سے یا خود ہی سب نے کھڑے ہو کر سجدے میں گرے یا بیٹھے بیٹھے ہی سجدے میں گرے۔ پہلے والد پھر ان کو دیکھ کر باقی سب اس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام درمیان میں تھے اور چاروں طرف گول دائرے میں مثل کعبہ سجدہ

شکریہ یا تحیہ کیا۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:168 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام

ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ دوسرے کے لئے سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1159)

حضرت یوسف علیہ السلام کو گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کا سجدہ کرنے والا خواب پورا ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ اے میرے ابا جان بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس نبی کے اس خواب کو پورا کر کے دکھایا۔ دونوں والدین کریمین نے بھی سجدہ کیا اور گیارہ بھائیوں نے بھی سجدہ کیا یقیناً اللہ تعالیٰ کے نبی کا خواب سچا ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب سچ اور پورا ہونے کا بتانا

جب تمام نے سجدہ کر لیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ اے میرے باپ یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے دیکھا تھا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو سچ کر کے دکھایا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا (یوسف:100)
اور یوسف نے کہا اے میرے باپ! یہ میرے اس پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کے پورے ہونے کی مدت

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کے پورے ہونے کی مدت میں مختلف اقوال ہیں۔
علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب پورے ہونے کی مدت میں سات قول لکھتے ہیں:

- ایک قول یہ ہے کہ
40 سال مدت تھی۔
دوسرا قول یہ ہے کہ
22 سال مدت تھی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ
80 سال مدت تھی۔
چوتھا قول یہ ہے کہ
36 سال مدت تھی۔
پانچواں قول یہ ہے کہ
35 سال مدت تھی۔
چھٹا قول یہ ہے کہ
70 سال مدت تھی۔
ساتواں قول یہ ہے کہ
18 سال مدت تھی۔
(زادالمسیر: ج:4، ص: 291 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔
مزید راقم ہیں۔
حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا اور خواب کی انتہاء یہاں تک پہنچتی ہے۔
اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب اور اس کی تعبیر کے درمیان پینتیس سال کا فاصلہ تھا۔
مزید راقم ہیں۔
حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کی باپ سے جدائی اور ملاقات کے درمیان اسی سال کا فاصلہ تھا۔
(جامع البیان: ج:13، ص:86 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
اسی سال کا فاصلہ تھا۔
(کتاب الزہد: باب زہد یوسف علیہ السلام: ص:107 مطبوعہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان جدائی کی مدت

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے درمیان جدائی کی مدت میں چند اقوال ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو سترہ سال کی عمر میں کنویں میں ڈالا گیا تھا اور وہ اپنے باپ سے اسی (80) سال غائب رہے اور اپنے باپ سے ملاقات کے بعد (23) سال مزید زندہ رہے اور عزیز مصر کی بیوی کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

1-افرائیم

2-اور منشا

اور رحمت نام کی ایک بیٹی تھی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی بنی اور حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو سال کی مدت تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے درمیان (33) تینتیس سال جدائی رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملا دیا۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اٹھارہ سال جدائی رہی۔

ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:231 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی باپ سے جدائی اور ملاقات کے درمیان (80) اسی سال کا فاصلہ تھا۔

مزید راقم ہیں۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ علیہ السلام کی عمر سترہ سال تھی اور پھر (80) اسی سال کے بعد اپنے باپ سے ملاقات ہوئی اس کے بعد آپ علیہ السلام تیئس (23) سال زندہ رہے۔ آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (120) سال تھی۔

(جامع البیان: ج:13،ص:86 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر نعیمی میں ہے۔
فراق یوسفی کی مدت میں اختلاف ہے۔
ایک قول اٹھارہ سال
ایک ہے بائیس سال
ایک ہے چھتیس سال
ایک ہے پینتیس سال
ایک مشہور روایت ہے کہ
چالیس سال۔ اسی پر اکثریت ہے۔
ایک ہے ستر سال
ایک ہے (80) اسی سال۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو سال کی مدت

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو سال کی مدت تھی۔
علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو سال کی مدت تھی۔
(الجامع الاحکام القرآن: جز:9، ص:231 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے احسان بتانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو وہ احسانات بتائے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر کیے۔
قرآن مجید میں ہے:
وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ (یوسف:100)
اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا جب اس نے مجھ کو قید سے رہائی دی اور شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جو عناد پیدا کر دیا تھا اس کے بعد آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بے شک میرا رب جو چاہتا ہے وہ حسن تدبیر سے کرتا ہے بے شک وہ بے حد علم والا، بہت حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے تمام خزانوں کی سیر کرانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے تمام خزانوں کی سیر کرائی۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم کو اپنے تمام خزانوں کی سیر کرائی۔

(تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ: ج:5،ص:81 مطبوعہ العلمیہ بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام سے خط نہ لکھنے کی وجہ پوچھنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کو سیر کراتے کراتے کاغذ خانے میں داخل ہوئے تو فرمایا اے بیٹے تیرے پاس اتنے کاغذ ہیں تو نے مجھے خط کیوں نہ لکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خط نہ لکھنے کا فرمایا تھا۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جب آپ علیہ السلام کاغذ کے خزانہ میں داخل ہوئے۔

تو ارشاد فرمایا:

اے بیٹے! تیرے پاس اتنے کاغذ کے خزانے ہیں تو تجھے کس چیز نے غافل رکھا کہ تو نے مجھے آٹھ مراحل پر خط نہ لکھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا:

مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خط نہ لکھنے کا حکم کیا تھا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تو نے اس سے اس کی وجہ نہ پوچھی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

آپ علیہ السلام مجھ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔

تو آپ علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وجہ پوچھی۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا کیونکہ آپ علیہ السلام نے خود کہا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ اسے بھیڑیا کھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تو نے میرا خوف کیوں نہیں کیا۔

(تفسیر بیضاوی مع حاشیہ شیخ زادہ: ج:5،ص:81 مطبوعہ العلمیہ بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال سے قبل وصیت فرمانا اور پوری ہونا

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ مجھے والد محترم کے ساتھ رکھنا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت پر عمل فرمایا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بڑے خوش وخرم اور عیش وسہولت میں رہے تھے۔ مصر میں ہی آپ علیہ السلام کا انتقال ہوا جب آپ علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ میرا جسم میرے والد محترم حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس دفن کرنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی وصیت پر عمل کیا اور آپ علیہ السلام کو شام میں جا کر دفن کیا اور پھر مصر لوٹ آئے۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت مالک سے روایت کیا ہے کہ

جب یعقوب علیہ السلام بھاری ہوگئے تو اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا اپنا ہاتھ میری صلب کے نیچے داخل کر اور رب یعقوب کی قسم اٹھا کہ تو مجھے میرے آباء کے ساتھ دفن کرے گا۔ میں عمل میں ان کا شریک رہا تو مجھے قبور میں ان کا شریک کر۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کہ آپ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کو کنعان لے آئے اور آپ علیہ السلام کے آباء کرام کے ساتھ آپ علیہ السلام کو دفن کر دیا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کو شیشم کے تابوت میں بیت المقدس نقل کیا گیا تو اسی دن عیص بھی مرا تھا۔ دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا اور یہ دونوں ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اور دونوں کی عمر مبارک ایک سو چوہتر (174) سال تھی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:328 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں چوبیس (24) سال رہے

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں چوبیس (24) سال رہے اور وصال سے قبل حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ مجھے اپنے آباء کرام کے ساتھ رکھنا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت پر عمل کیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں چوبیس (24) سال رہے یہیں وفات پائی اور وصیت فرمائی کہ میری میت کو میرے آبائی قبرستان فلسطین میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے مزار کے پاس دفن کیا جائے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں حکومت ملنے اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمانے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔

قرآن مجید میں ہے:

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ○ (یوسف:101)

اے میرے رب! تو نے مجھے (مصر کی) حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا۔ اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداءً پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا۔

زلیخا کی وفات

زلیخا کی وفات میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے قبل فوت ہوئیں اور ایک قول یہ ہے کہ ایک سال بعد فوت ہوئیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

زلیخا کی وفات میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام کے ایک سال بعد فوت ہوئیں اور غم یوسفی میں پہلے کی طرح ہو گئی تھیں ایک قول ہے کچھ دن پہلے فوت ہوئیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا کی کل عمر

زلیخا کی کل عمر (150) ایک سو پچاس سال تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

آپ علیہ السلام کی عمر شریف کل (120) ایک سو بیس سال اور زلیخا کی ایک سو پچاس سال۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا اخیر عمر تک جوان ہی رہیں

زلیخا اخیر عمر تک جوان ہی رہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کی یہ جوانی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کی برکت سے تھی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

اور وہ اخیر عمر تک جوان ہی رہیں کیونکہ یہ جوانی نبی کی دعا سے ملی تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے تقریباً بیس سال بڑی تھیں

زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے بیس سال بڑی تھیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

(حضرت) یوسف علیہ السلام سے تقریباً بیس سال (20) بڑی تھیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام وصال سے قبل اونچا نہ بولتے تھے

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی تَوَفَّنِیْ یعنی تو مجھے اٹھالے تو اس دعا کے بعد ایک ہفتہ حیات رہے

اورآپ علیہ السلام کوکسی نے بھی اونچا بولتے نہ سنا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
روایت ہے کہ
تَوَفَّنِیْ کی دعا کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ایک ہفتہ حیات رہے اور یہ آپ علیہ السلام کا آخری کلام تھا پھر کسی نے آپ علیہ السلام کو اونچا بولتے نہ سنا۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:179 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال سے قبل بنیامین کے علاوہ سب بھائیوں کا فوت ہونا

حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال سے قبل بنیامین کے علاوہ سب بھائی فوت ہو گئے تھے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
آپ علیہ السلام کے سب بھائی آپ علیہ السلام کی موجودگی میں فوت ہوئے صرف بنیامین چار سال کے بعد فوت ہوئے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)
اس کے قول میں بھی اختلاف لگتا ہے کیونکہ آگے جو قول نقل کر رہا ہوں اس میں حضرت یوسف علیہ السلام نے یہودا کو بوقت وصال وصیت بھی کی اور یہودا کے بادشاہ ہونے کا قول بھی نقل ہے۔
واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت یوسف علیہ السلام کا بوقت وصال یہودا کو وصیت فرمانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے وصال سے قبل یہودا کو وصیت فرمائی اور وصال فرما گئے۔
امام عبدالرحمٰن محمد بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
جب حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے یہودا کو وصیت فرمائی او وصال فرما گئے۔
(زاد المسیر: ج:4، ص:292 مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت پوری نہ کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اپنے باپ دادا کے ساتھ رکھنا لیکن انہوں نے اس وصیت کو پورا نہ کیا۔
امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں کہ
حضرت سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو بلا کر فرمایا!
اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے یہ پسند تھا کہ میں

لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور ان کی برائیاں چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی آخرت کے لئے زاد راہ ہے۔ اے میرے بھا
میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کیے ہیں تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملا دینا اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا لیکن انہو
نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7،ص:2205، رقم الحدیث مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

لوگوں کا وصال کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو حصول برکت کے لئے اپنے محلے میں دفن کرنے میں نزاع کرنا

جب حضرت یوسف علیہ السلام وصال فرما گئے تو لوگوں میں نزاع پیدا ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہم اپنے محلے
میں دفن کریں گے۔

امام عبدالرحمٰن محمد بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے یہودا کو وصیت فرمائی اور فوت ہو گئے تو
لوگوں نے آپ علیہ السلام کی تدفین میں نزاع کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت کے حصول کے لئے ہر شخص یہ چاہتا تھا
کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:292 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو ہر محلہ والے جھگڑنے لگے کہ آپ علیہ السلام کو ہمارے محلہ میں دفن کیا جائے کیونکہ
لوگ آپ علیہ السلام کی برکت کی امید رکھتے تھے یہاں تک کہ جھگڑا اقتال تک پہنچنے لگا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سب لوگوں کا دریائے نیل میں دفن کرنے پر اتفاق تاکہ سب کو برکت ملے

جب نزاع بڑھا تو اس پر اتفاق ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ حضرت یوسف علیہ
السلام سے پانی گزر کر سب تک پہنچے اور سب برکت حاصل کریں۔

امام عبدالرحمٰن محمد بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدفین میں لوگوں نے نزاع کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت کے حصول کے لئے ہر
شخص یہ چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے پھر انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف
علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تاکہ ان پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے۔

(زاد المسیر: ج:4،ص:292 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

جب آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو ہر محلے والے جھگڑنے لگے کہ آپ علیہ السلام کو ہمارے محلہ میں دفن کیا جائے کیونکہ
لوگ آپ علیہ السلام کی برکت کی امید رکھتے تھے یہاں تک کہ جھگڑا اقتال تک پہنچنے لگا تو انہوں نے یہ طے کیا کہ آپ علیہ السلام
دریائے نیل میں دفن کرتے ہیں جہاں سے پانی مصر پہنچتا ہے تو آپ علیہ السلام کے جسم سے پانی گزر کر آئے گا تو تمام کو بر

نصیب ہوگی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو لکڑی کے صندوق میں دفن کرنا

جب سب کا اتفاق ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کرتے ہیں تا کہ ان پر سے پانی گزر کر سب کو پہنچے اور سب برکت حاصل کریں تو پھر انہوں نے لکڑی کے صندوق میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کر دیا۔

امام عبدالرحمٰن محمد بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدفین میں لوگوں نے نزاع کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت کے حصول کے لئے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے پھر انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تا کہ آپ علیہ السلام پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے پھر انہوں نے لکڑی کے صندوق میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کر دیا۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:292 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو سنگ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل میں دفن کیا گیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو سنگ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل میں دفن کیا گیا۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام کو سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں دفن کیا گیا۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو لکڑی اور سنگ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنے کے کئی اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل کی دائیں جانب دفن کرنے سے دائیں طرف سرسبز و شاداب

حضرت یوسف علیہ السلام کو دائیں جانب دفن کیا گیا تو دائیں طرف سرسبز و شاداب ہوگئی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں۔

آپ علیہ السلام کو دریائے نیل کی دائیں جانب دفن کیا گیا تو وہ طرف سرسبز ہوگئی اور دوسری جانب بنجر ہوگئی۔

(معالم التنزیل: ج:3، ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل کی بائیں جانب نقل کرنے سے بائیں جانب سرسبز و شاداب

حضرت یوسف علیہ السلام کو دوبارہ بائیں جانب نقل کیا گیا تو بائیں جانب سرسبز و شاداب ہوگئی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت عکرمہ فرماتے ہیں۔
آپ علیہ السلام کو دریائے نیل کی دائیں جانب دفن کیا گیا تو وہ طرف سرسبز ہوگئی اور دوسری ف بنجر ہوگئی تو پھر آپ علیہ السلام کو دوسری بائیں جانب نقل کیا گیا تو وہ بائیں جانب سرسبز اور دائیں جانب بنجر ہوگئی۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل کے درمیان میں دفن کرنے سے دونوں طرفیں سرسبز و شاداب

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو دائیں جانب دفن کیا تو بائیں جانب بنجر اور جب بائیں جانب نقل کیا تو دائیں جانب بنجر ہوگئی حتیٰ کہ لوگوں نے دریائے نیل کے درمیان میں دفن کر دیا تو دونوں اطراف سرسبز و شاداب رہیں۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
حضرت عکرمہ فرماتے ہیں۔
آپ علیہ السلام کو دریائے نیل کی دائیں جانب دفن کیا گیا تو وہ طرف سرسبز ہوگئی اور دوسری طرف بنجر ہوگئی تو پھر آپ علیہ السلام کو دوسری بائیں جانب نقل کیا گیا تو وہ بائیں جانب سرسبز اور دائیں جانب بنجر ہوگئی تو لوگوں نے آپ علیہ السلام کو درمیان میں دفن کر دیا تو اس طرح دونوں اطراف سرسبز رہیں۔ (معالم التنزیل: ج:3،ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حیات رہنے کا عرصہ

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد ایک قول کے مطابق ساٹھ سال زندہ رہے اور ایک قول کی مدت بیان نہیں کی گئی۔
اور ایک قول کے مطابق تیرہ سال زندہ رہے۔
امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء کرام فرماتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد محترم کے وصال کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔
بعض نے زیادہ لکھے ہیں۔اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
(معالم التنزیل: ج:3،ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
تفسیر نعیمی میں ہے۔
وفات والد کے بعد آپ علیہ السلام تیرہ سال حیات رہے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی بوقت وصال 120 سال عمر مبارک

حضرت یوسف علیہ السلام کی بوقت وصال (120) ایک سو بیس سال عمر مبارک تھی۔

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (120) سال تھی۔
(معالم التنزیل: ج:3، ص:329 مطبوعہ دار الفکر بیروت)
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:
حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ علیہ السلام کی عمر سترہ سال تھی اور پھر اسی سال کے بعد اپنے والد محترم سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد تیئس سال زندہ رہے۔ آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال (120) تھی۔
(جامع البیان: ج:13، ص:86 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
تفسیر نعیمی میں ہے۔
آپ علیہ السلام کی عمر شریف کل (120) ایک سو بیس سال (تھی)۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنیامین کا حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ علیہ السلام کی بیٹی حضرت رحمت کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام سے کر دینا

بنیامین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ علیہ السلام کی بیٹی حضرت رحمت کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام سے کر دیا۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک ہی بیٹی تھی بی بی رحمت ان کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام سے بنیامین نے کرایا بعد وفات یوسف علیہ السلام۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد یہودا کا بادشاہ بننا

ایک قول کے مطابق جب حضرت یوسف علیہ السلام وصال فرما گئے تو یہودا بادشاہ بنے۔
تفسیر نعیمی میں ہے۔
ایک قول ہے کہ آپ علیہ السلام کے بعد یہودا بادشاہ بنے۔
(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے چار سال بعد بنیامین کا وفات پانا

بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے چار سال بعد وفات پا گئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

آپ علیہ السلام کے سب بھائی آپ علیہ السلام کی موجودگی میں فوت ہوئے صرف بنیامین چار سال بعد فوت ہوئے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:177 نعیمی کتب خانہ لاہور)

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے فوت ہونے میں چند اقوال ہیں کہ وہ آپ علیہ السلام سے پہلے فوت ہوئے یا بعد میں فوت ہوئے اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ۔

کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے موت کی درخواست کی

حضرت یوسف علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے موت کی درخواست کرنے کے متعلق چند اقوال ہیں۔

بعض نے کہا حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے موت کی درخواست کی اور بعض نے کہا موت کی درخواست نہیں کی بلکہ یوں کہا تھا کہ میری موت صفت اسلام پر آئے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی دعا کی اور انہوں نے حضرت قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے ملنے کی دعا کی اور ان سے پہلے کسی نبی نے موت کی دعا نہیں کی اور اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے۔

پھر انہوں نے لکھا ہے کہ

ہر صاحب عقل زندگی کے مقابلہ میں موت کو ترجیح دے گا کیونکہ دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں دنیا کی بڑی لذتیں کھانے، جماع کرنے اور حکومت اور اقتدار میں ہیں۔ کھانے کی لذت بہت عارضی ہے اور اس کے نتیجہ میں بال بچوں کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں انسان تاحیات مشقت میں مبتلا رہتا ہے اور حکومت اور اقتدار کی لذت کے ساتھ ان گنت مسائل، پریشانیاں اور خطرات ہیں اور جب صاحب عقل ان معانی پر غور کرے گا تو وہ یہی تمنا کرے گا کہ حیات جسمانیہ زائل ہو جائے۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

میرا بھی یہی حال ہے میں جسمانی لذت کے مصائب سے واقف ہوں اور میں تو ان کے عیوب بیان کرنے میں بڑی ضخیم کتابیں لکھ سکتا ہوں اور اب اکثر اوقات میں، میں حضرت یوسف علیہ السلام کی، کی ہوئی دعا کرتا رہتا ہوں کہ مجھے دنیا سے مسلمان اٹھانا اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:514، 517 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت الاعمش سے روایت ہے کہ

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وصال کا شوق ہوا اور آپ علیہ السلام نے اپنے آباء کے ساتھ ملنے کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ سے وصال کی دعا مانگی اور اپنے آباء کرام سے لاحق کرنے کی درخواست کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام کے علاوہ کسی نبی نے موت کی دعا نہیں مانگی۔
لیکن ابن جریج فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ
قرآن مجید کی بعض آیات میں تَوَفَّنِیْ (تو مجھے موت) کے الفاظ آئے ہیں۔
مزید راقم ہیں۔
حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ
تو مجھے اپنی طاعت پر موت دے اور جب میرا وصال ہو تو تو مجھے معاف کر دے۔
اور حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ملک عطا کیا تو آپ علیہ السلام کا نفس اپنے آباء کی طرف مشتاق ہوا۔
تو آپ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی۔
رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○
بِالصّٰلِحِیْنَ سے مراد، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام ہیں۔
اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور ان کے بھائی ان کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے دل کو سکون واطمینان بخشا اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کی اس وقت آپ علیہ السلام پر نعمتوں کے انبار تھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے صالحین آباء سے ملنے کا شوق کیا یعنی حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے وصال کی درخواست کی کسی نبی اور غیر نبی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے علاوہ موت کی درخواست نہیں کی۔

(جامع البیان: ج:13، ص:89 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)
امام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ
حضرت یوسف علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ اے اللہ عزوجل! مجھ سے اسلام کو سلب نہ کرنا حتیٰ کہ تو مجھے موت عطا کرے۔
اور ابن عقیل کہتے تھے کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی تمنا نہیں کی تھی۔
انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ
ان کی موت صفت اسلام پر آئے۔

اور اس دعا کا معنیٰ یہ ہے کہ
جب تو مجھے موت عطا فرمائے تو حالت اسلام پر موت عطا فرمانا۔
(زاد المسیر: ج:4،ص:292 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)
میں کہتا ہوں کہ
حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی درخواست نہیں کی تھی اور نہ ہی تمنا کی تھی بلکہ آپ علیہ السلام کی دعا یہ تھی کہ اے اللہ عزوجل جب تو میری روح کو قبض فرمائے تو حالت اسلام پر میری روح کو قبض فرمانا اس میں مرنے کی دعا نہیں ہے بلکہ تا حیات اسلام پر جینے کی دعا ہے۔
موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا سے منع فرمایا ہے اس بارے میں کئی احادیث مبارکہ ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیک شخص ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ نیکیاں کرے اور اگر بدکار ہے تو ہو سکتا ہے وہ توبہ کر لے۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث:7235)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں دعا کرے۔
اے اللہ عزوجل! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کرے۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث:5671)
ایک اور روایت میں ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور زندگی مومن میں صرف نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2682)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بڑھیا کے بتانے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے صندوق کو دریائے نیل سے نکال کر والدین کریمین کے ساتھ دفن کرنا

وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا صندوق مبارک ایک بڑھیا کی رہنمائی سے دریائے نیل سے نکال کر کنعان لے آئے اور حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے ساتھ دفن کر دیا۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ:

جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا کر کہا اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے یہ پسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور ان کی برائیاں چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی آخرت کے لئے زادراہ ہے۔ اے میرے بھائیو! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کیے ہیں تو تم مجھے ان قبروں کے ساتھ ملا دینا اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا لیکن انہوں نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم کیا کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے تو صرف ایک بوڑھی عورت کو اس کا پتا تھا اس کا نام شارح بنت شیر بن یعقوب تھا۔

اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

میں ایک شرط پر تم کو اس کا پتا بتاؤں گی۔

اس نے کہا:

ایک شرط تو یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں میں جوان ہو جاؤں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

منظور ہے۔

اس نے کہا:

دوسری شرط یہ ہے کہ

میں جنت میں آپ علیہ السلام کے درجہ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے گریز کر رہے تھے کہ آپ علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اس شرط کو بھی مان لو تو آپ علیہ السلام نے مان لیا پھر اس بڑھیا نے صندوق کی رہنمائی کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس صندوق کو نکال لیا۔ وہ عورت جب (52) باون سال کی عمر کو پہنچتی تو اس کی جسامت (32) بتیس سال کی ہو جاتی۔

اس نے 1600 یا 1400 کی عمر پائی اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے اس سے شادی کی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ج:7، ص:2205، رقم الحدیث:12019 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ)

امام حافظ احمد بن علی بن تمیمی متوفی 307ھ روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عزت افزائی کی۔
اور ارشاد فرمایا:
ہمارے پاس آؤ۔
وہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا:
تم اپنی حاجت بیان کرو۔
اس نے عرض کیا:
مجھے سواری کے لئے ایک اونٹنی چاہئے اور بکریاں چاہئیں جن کا ہم دودھ دوہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم بنواسرائیل کی بڑھیا کی طرح ہونے سے بھی عاجز ہو؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنواسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو وہ راستہ بھول گئے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:
اس کی کیا وجہ ہے؟
ان کے علماء کرام نے کہا کہ
جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو انہوں نے ہم سے (یعنی ہمارے آباء واجداد سے) یہ پختہ وعدہ لیا تھا اور اس پر قسم لی تھی کہ ہم مصر سے اس وقت تک روانہ نہیں ہوں گے جب تک ان کی نعش کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا:
ان کی قبر کی جگہ کسی کو معلوم ہے۔
انہوں نے کہا:
بنواسرائیل کی ایک بڑھیا ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بلوایا پس وہ آئی۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر بتاؤ۔
اس نے عرض کیا:
اس وقت تک اس کا پتا نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ آپ علیہ السلام میری ایک درخواست منظور نہ کریں۔
آپ علیہ السلام نے پوچھا:

تمہاری کیا درخواست ہے؟

اس نے عرض کیا:

میں جنت میں آپ علیہ السلام کے ساتھ رہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ ماننا ناگوار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ علیہ السلام اس کی درخواست منظور کر لیں تو وہ آپ علیہ السلام کو دریائے نیل کی اس جگہ پر لے گئی جہاں کا پانی متغیر ہو چکا تھا۔

اس نے عرض کیا:

یہاں سے پانی نکالو۔

انہوں نے وہاں سے پانی نکالا۔

اس نے عرض کیا:

یہاں کھدائی کرو، کھدائی کے بعد وہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش برآمد کی جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش اوپر اٹھائی تو ان کو گمشدہ راستہ روز روشن کی طرح مل گیا۔

(مسند ابو یعلی: ج:13، ص:236، 237، رقم الحدیث: 7254 مطبوعہ دار الثقافت العربیہ)

امام ابو بکر محمد بن جعفر الخرائطی متوفی 327ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کسی کام کے متعلق سوال کیا جاتا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اسے کرنے کا ہوتا تو ارشاد فرماتے ہاں۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ نہ کرنے کا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے متعلق "نہ" نہیں فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کچھ سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس نے پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گویا جھڑکنے کے انداز میں فرمایا۔

اے اعرابی مانگ کیا چاہتا ہے؟ ہمیں اس پر رشک آیا اور ہم نے گمان کیا کہ اب وہ جنت کا سوال کرے گا۔

اس نے عرض کیا:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سواری کا سوال کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ تمہیں مل جائے گی۔

پھر ارشاد فرمایا:

سوال کرو۔

اس نے عرض کیا:

اس کے پالان کا سوال کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ تمہیں مل جائے گی۔
پھر ارشاد فرمایا:
سوال کرو۔
اس نے عرض کیا:
میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر خرچ کا سوال کرتا ہوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ تمہیں مل جائے گا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:
ہمیں اس پر تعجب ہوا۔
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس اعرابی نے جن چیزوں کا سوال کیا وہ اس کو دے دو۔
پھر اس کو وہ چیزیں دے دی گئیں۔
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اس اعرابی کے سوال میں اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کے سوال میں کتنا فرق ہے۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پار جانے کا حکم ہوا تو آپ علیہ السلام کے پاس سواری کے لئے جانور لائے گئے۔ وہ جانور سمندر کے کنارے پہنچے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ پھیر دیئے اور خود بخود پلٹ آئے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:
اے رب عزوجل! یہ کیا ماجرا ہے۔
حکم ہوا کہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو۔ اس کی نعش کو اپنے ساتھ لے جاؤ وہ قبر ہموار ہو چکی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتا نہیں تھا کہ وہ قبر کہاں ہے۔
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے سوال کیا کہ
تم میں سے کسی کو پتا ہے کہ وہ قبر کہاں ہے؟
لوگوں نے کہا:
اگر کوئی جاننے والا ہے تو وہ بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا ہے اس کو معلوم ہے کہ وہ قبر کہاں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بڑھیا کو بلوایا جب وہ پہنچ گئیں۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:
کیا تمہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا علم ہے؟
اس نے کہا:
ہاں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:
ہمیں بتاؤ۔
اس نے کہا:
نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک تم میرا سوال پورا نہیں کرو گے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
بتاؤ تمہارا کیا سوال ہے؟
اس بڑھیا نے کہا:
میں یہ سوال کرتی ہوں کہ جنت کے جس درجہ میں تم رہو گے اسی درجہ میں میں رہوں۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
صرف جنت کا سوال کرو۔
اس نے کہا:
نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ میں تمہارے ساتھ جنت میں تمہارے درجہ میں نہ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو ٹالتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اس کو وہ درجہ دے دو۔ اس سے تم کو کوئی کمی نہیں ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جنت کا وہ درجہ دے دیا۔ اس نے قبر بتائی اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش لے کر سمندر کے پار گئے۔

(مکارم الاخلاق: ج:2، ص:626، رقم الحدیث:669 مطبوعہ مطبع المدنی مصر)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:
جب آپ علیہ السلام کا وصال ہوا تو ہر محلہ والے جھگڑنے لگے کہ انہیں ہمارے محلہ میں دفن کیا جائے کیونکہ لوگ آپ علیہ السلام کی برکت کی امید رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ جھگڑا اقتال تک پہنچنے لگا تو انہوں نے یہ طے کیا کہ آپ علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کرتے ہیں جہاں سے پانی مصر پہنچتا ہے تو آپ علیہ السلام کے جسم سے پانی گزر کر آئے گا تو تمام کو برکت نصیب ہو گی۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
آپ علیہ السلام کو دریائے نیل کی دائیں جانب دفن کیا گیا تو وہ طرف سرسبز ہو گئی اور دوسری طرف بنجر ہو گئی تو پھر آپ علیہ السلام کو بائیں جانب نقل کیا گیا تو وہ بائیں جانب سرسبز اور دائیں جانب بنجر ہو گئی تو لوگوں نے آپ علیہ السلام کو درمیان میں

دفن کر دیا تو اس طرح دونوں اطراف سرسبز رہیں یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ علیہ السلام کو نکال کر شام لے گئے اور آپ علیہ السلام کے آباء کے قریب انہیں دفن فرمایا۔

(معالم التنزیل: ج:3،ص:329 مطبوعہ دارالفکر بیروت)۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام پر جب موت کا وقت آیا۔

تو ارشاد فرمایا:

اے میرے بھائیو! میں نے کسی سے بھی انتقام نہیں لیا جس نے بھی دنیا میں مجھ پر ظلم کیا اور میری یہ پسند رہی ہے کہ میں نیکی کو ظاہر کروں اور برائی پر پردہ ڈالوں۔ دنیا میں میرا یہ زاد تھا۔ اے میرے بھائیو! میں اپنے آباء کے ساتھ اعمال میں شریک رہا ہوں پس ان کی قبور میں بھی مجھے ان کی رفاقت عطا کرنا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے پختہ وعدہ لیا۔ لیکن بھائیوں نے ایسا نہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق دریافت کیا تو شارح بنت شیر ابن یعقوب کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔

اس عورت نے کہا:

میں تمہیں ایک شرط پر یوسف علیہ السلام کی قبر کا پتہ بتاتی ہوں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں تمہاری شرط پوری کروں گا۔

عورت نے کہا:

جب میری عمر زیادہ ہو جائے تب بھی میں جوان رہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تیری یہ شرط منظور ہے۔

پھر اس عورت نے کہا:

قیامت کے دن میں آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کے درجہ میں رہوں۔ اس شرط پر پہلے تو آپ علیہ السلام رکے لیکن حکم ہوا کہ اس کی یہ شرط بھی تسلیم کر لو۔ آپ علیہ السلام نے یہ شرط بھی قبول کر لی۔ اس عورت نے آپ علیہ السلام کی رہنمائی کی۔ آپ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی قبر سے نکالا۔ اس عورت کی عمر جب پچاس سال تھی تو وہ تیس (30) سال کی لڑکی لگتی تھی حتیٰ کہ اس عورت نے ایک ہزار چھ سو سال یا ایک ہزار چار سو سال عمر گزاری حتیٰ کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اس کو پالیا اور اس سے نکاح کیا۔

اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب بنی اسرائیل کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا تو ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اپنے

یوسف علیہ السلام کے جسم کو بھی لے جاؤ۔ انہیں مصر میں نہ چھوڑو اور انہیں ارض مقدس میں جا کر دفن کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق پوچھا تو بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہ تھا۔

اس بڑھیا نے کہا:

اے اللہ عزوجل کے نبی! میں وہ جگہ جانتی ہوں اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھے بھی مصر کی زمین پر نہ چھوڑو تو میں تمہیں بتاتی ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فجر کے طلوع ہونے کے وقت تک چلنے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کھودنے سے فارغ ہونے تک فجر کے طلوع کو مؤخر فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فجر کو مؤخر فرما دیا۔ بڑھیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ لے کر باہر گئی اور دریائے نیل کے کنارے آپ علیہ السلام کی قبر دکھائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مرمر کا صندوق نکالا اور اٹھا کر لے گئے۔

(الدر المنثور: ج:4، ص:591، 591 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کو وصال کے بعد چار مرتبہ منتقل کیا جاتا رہا

حضرت یوسف علیہ السلام جب وصال فرما گئے تو آپ علیہ السلام کو چار بار منتقل کیا گیا۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگوں نے سنگ مرمر کے صندوق میں آپ علیہ السلام کو دریاء نیل کے مصری جانب دفن فرمایا تو اس اطراف میں اتنی برکتیں کھیتیاں باغات ہوئے کہ لوگ ادھر کی زمینوں والے خوش حال ہو گئے۔ تو ادھر والوں نے رات کو خفیہ آپ علیہ السلام کا تابوت شریف نکال کر اپنی جانب کنارۂ نیل میں دفن کر دیا تو ادھر برکتیں شروع ہو گئیں جب ادھر کے لوگوں کو علم ہوا تو جھگڑا شروع ہو گیا چنانچہ آپ علیہ السلام کو تیسری مرتبہ دریاء نیل کے بیچ ایسی جگہ دفن کیا جو اونچی اور خشک جگہ تھی۔ صدیاں گزرنے کے بعد وہ جگہ پانی میں آ گئی تو چوتھی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بڑھیا کی نشان دہی پر بحکم ربانی فلسطین اپنے ساتھ لے جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:179 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے دخول مصر سے خروج میت تک 400 چار سو سال کا عرصہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے دخول مصر سے خروج میت چار سو سال کا عرصہ ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دخول مصر سے لے کر خروج میت تک چار سو (400) سال کا عرصہ ہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:179 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنی اسرائیل کے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں

بنی اسرائیل کے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بنی اسرائیل کے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:179 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بنی اسرائیل کے پہلے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:179 نعیمی کتب خانہ لاہور)

بنی اسرائیل میں کل انبیاء کرام علیہم السلام ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو اکیاسی ہوئے

بنی اسرائیل میں کل انبیاء کرام علیہم السلام ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو اکیاسی (123981) ہوئے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

بنی اسرائیل میں کل انبیاء کرام علیہم السلام ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو اکیاسی (123981) ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:179 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کی امت ایک لاکھ ہوئی

حضرت یوسف علیہ السلام کی امت کی تعداد ایک لاکھ ہوئی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی امت ایک لاکھ ہوئی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:425 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان 2500 سو سال کا فاصلہ

حضرت یوسف علیہ السلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (2500) پچیس سو سال کا فاصلہ ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

تاریخوں سے ثابت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاصلہ زمانی پچیس سو (2500) سال ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:260 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مصر میں قوم عمالقہ کی حکومت پانچ سو سال

قوم عمالقہ نے مصر کو آباد کیا اور اس نے تقریباً پانچ سو سال مصر پر حکومت کی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

عمالیق کی اولاد قوم عمالقہ نے مصر کو آباد کیا اور اسی قوم کی حکومت تقریباً پانچ سو سال (500) مصر پر رہی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی سال (80) سال حکومت کی

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی سال (80) حکومت فرمائی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پھر حکومت حضرت یوسف علیہ السلام کے قبضے میں آئی اور اسی (80) سال بادشاہ مصر رہے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا نے دس سال حکومت کی

حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد یہودا نے مصر میں دس سال حکومت کی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پھر آپ علیہ السلام نے اپنے بھائی یہودا کو حکومت دی اپنی وفات کے وقت اس کی حکومت دس سال رہی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

مصر میں فرعون کی حکومت تین سو سال

مصر میں فرعون کی حکومت تین سو سال رہی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

پھر دیگر بنی اسرائیل حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ قبطی قوم کے فرعون نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور بنی اسرائیل کو ذلیل و خوار کیا، فرعون کی حکومت تین سو سال (300) رہی۔

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

یہودا کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت ایک سو سال

یہودا کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت ایک سو سال رہی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

یہودا کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت ایک سو (100) سال رہی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا اور فرعون غرق کیا گیا، قبط نام تھا حضرت نوح علیہ السلام کے ایک پوتے کا جس کی نسل کا نام قوم قبط ہوا یہ سب کافر ہی رہے اور کفر میں ہی غرق ہوئے سب کے سب اور اس طرح یہ نسل ختم کر دی گئی۔ عمالیق نام تھا حضرت نوح علیہ السلام کے پڑپوتے کا اس کی اولاد قوم عمالقہ کہلائی یہ بھی سب کافر تھے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

ملک مصر پر قبل مسیح صرف تین قوموں کی حکومت رہی

ملک مصر پر قبل مسیح صرف تین قوموں کی حکومت رہی۔ عمالقہ، بنی اسرائیل، قبطی۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

ملک مصر پر قبل مسیح صرف تین قوموں کی حکومت رہی۔

1-عمالقہ

2-بنی اسرائیل

3-قبطی

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر چار ہزار مومن بنے

حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر چار ہزار مومن بنے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

عمالیق نام تھا نوح علیہ السلام کے پڑپوتے کا اس کی اولاد قوم عمالقہ کہلائی یہ بھی سب کافر تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر چار ہزار مومن بنے۔

(تفسیر نعیمی: ج:13، ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

حضرت یوسف علیہ السلام کے خاندان کا اجمالی تذکرہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے خاندان کا اجمالی تذکرہ کچھ یوں ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی بیوی راحیل تھیں مگر ان کے تین بچے بڑھاپے میں ہوئے۔

لڑکا یوسف (علیہ السلام)

لڑکی زینب

دوسرا بیٹا بنیامین۔

دوسری بیوی لیا کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی۔

زلفہ لونڈی سے

1-جاد

2-آشر

3-دن۔

لونڈی سے دو بیٹے

1-دان

2-نفتانی۔

دخول مصر کے وقت صرف لیا زندہ تھیں۔ اور بارہ بیٹے زندہ اوران کی اولاد بیویاں، حضرت یعقوب علیہ السلام کی دونوں بیٹیاں فوت ہو چکی تھیں۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں کی شادی نہ ہوئی تھی۔ وفات نوجوانی میں ہوئی تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے گیارہ بھائیوں کے نام

1-روبیل

2-یہودا

3-شمعون

4-لاوی

5-یشجر

6-زبالون

7-جاد

8-آشر

9-دان

10-نفتالی

11-حضرت یوسف علیہ السلام

12-بلیامین

والدمحترم حضرت یوسف علیہ السلام (کون)

حضرت یعقوب علیہ السلام

سگی والدہ (کون)؟

راحیل

(حضرت یعقوب علیہ السلام کی) دوسری زوجہ (کون)؟

لیا (سوتیلی ماں حضرت یوسف علیہ السلام)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی لونڈیاں (کون؟)

1-زلفہ

2-بلہہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی بہنیں (کون؟)

سگی (بہن کون؟)

زینب

سوتیلی (بہن کون؟)

دنیہ

(تفسیر نعیمی: ج:13،ص:231 نعیمی کتب خانہ لاہور)

خلاصہ قصہ حضرت یوسف علیہ السلام

مجھ بدکار و خطار نے ادنیٰ سی کوشش سے مختلف تفاسیر کا مطالعہ کر کے اس جلد میں چار انبیاء کرام علیہم السلام حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کے احوال کو ذکر کیا ہے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کے احوال و قصے کو تفصیل و طوالت کے ساتھ بیان کیا۔ اب آخر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کا خلاصہ میں رضا الٰہی عزوجل کی خاطر چند صفحات میں عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر مجھ بدکار و خطا کار سے بتقاضائے بشریت کوئی گستاخی یا غلطی ہوگئی ہو تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

ولادت مبارکہ اور نسب نامہ

حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت مبارکہ اور نسب نامہ کچھ اس طرح ہے۔

تفسیر نعیمی میں ہے۔

لفظ یوسف عبرانی ہے۔ عربی میں آکر عجمی علم ہو کر غیر منصرف ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے پوتے ہیں یعنی پڑپوتے۔

بخاری اور احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

فرمایا آقا کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے

یوسف کریم الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم یعقوب علیہ السلام کے متعلق بنی اسرائیل نے بڑی بڑی فضول کہاوتیں بنا رکھی ہیں آپ علیہ السلام کی پیدائش میں

بھی بہت فضولیات گھڑ رکھی ہیں۔

صحیح کلام اس طرح ہے کہ

حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی حضرت حمصہ اور ایک روایت میں ربقہ کے بطن سے دو بیٹے بیک وقت پیدا ہوئے پہلے والا بیٹا اس کے جسم پر بہت سے بال اگے تھے مثل بکری کے اس لیے اس کا نام عیص یا عیسو رکھا۔ لغت میں بالوں والے درخت کو عیص کہتے ہیں۔ اس کی ایڑی کے بال دوسرے بیٹے کے سر کے بالوں سے جڑے تھے۔ ایڑی کو ان کی زبان میں بھی عقب کہا جاتا تھا۔ اس لیے ان کا نام یعقوب رکھا اور جیسے کہ فطری طور پر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ والد کو پہلی اولاد پیاری ہوتی ہے والدہ کو آخری۔ اس طرح عیص بیٹا والد محترم کو پیارا لگا اور ساری عمر منظور نظر رہا اور حضرت یعقوب علیہ السلام والدہ کے منظور نظر بنے اور والدہ نے ان سے ہی زیادہ پیار کیا۔ جب حضرت اسحاق علیہ السلام ایک سو اسی (180) سال کی عمر میں پہنچے تو انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی بینائی کمزور ہو گئی۔ تنہائی پسند اور خلوت نشین تو آپ علیہ السلام شروع سے ہی تھے اب اور بھی بتقضاء عمر اندھیری کوٹھڑی اور محراب خانہ میں ہمہ تن ذکر و اذکار میں مشغول ہوئے۔ جب وفات شریف میں چند دن باقی رہ گئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے لاڈلے بیٹے حضرت عیص کو بلایا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے میرے بیٹے میری زندگی کے چند دن باقی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آخری وقت میں تجھ کو قلبی دعا سے نوازوں لہٰذا تو میرے لیے بہترین شکار مار کر لا۔ اور اس کا شاندار گوشت بنا کر مجھ کو کھلا تا کہ کھا کر میرے دل سے خود بخود دعا نکلے اور تجھ کو دعا کرانے کی حاجت نہ رہے بلکہ یہ تیری خدمت دعا لینے کا ذریعہ بن جائے۔ یہ حکم عیص کو دینے میں تین وجہ تھیں۔

ایک یہ کہ

حضرت عیص بہت بڑے شکاری تھے اور ان کا کاروبار ہی شکار کی تجارت تھی جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام بکریوں، بھیڑوں کا کاروبار کرتے تھے۔

دوسری وجہ یہ کہ

قیامت تک کی مسلمان نسل کو سبق سکھانا تھا تا کہ دعا کرانا کمال نہیں دعا لینا کمال ہے اور دعا لینا خدمت سے ہوتا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ

سب سے بڑی خدمت اور دعا لینے کا ذریعہ کھانا کھلانا ہے اور وہ بھی اپنی محنت خون پسینے کی کمائی سے یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین لنگر جاری کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دن رات لنگر خانے کھلے رہتے ہیں اس کی اصل یہی سنت اسحاق علیہ السلام ہے۔ گیارہویں شریف، بارھویں شریف اور دیگر ختمات و عرس کی بھی یہی وجہ ہے اور فائدہ ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام نے یہ کلام خفیہ نہ فرمایا تھا بلکہ بلند آواز سے فرمایا تھا اس لیے کہ سنانا مقصود سب کو تھا۔ حضرت عیص تو فوراً ہتھیار سنبھال کر شکار کو چل پڑے مگر حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی جن کے نام کے بارے میں چار روایتیں ہیں۔

1- حمصہ

2- ریقہ

3- رائقہ

4- ریقہ آپ بہت ولی اللہ تھیں آپ کو معلوم تھا کہ ہر نبی کو ایک خصوصی دعا ملتی ہے جو لازمی قبول ہوتی ہے جس کو وہ نبی اکرم خاص موقع، خاص شخص کے لئے استعمال فرماتے ہیں۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

دنیا میں میں نے وہ دعا استعمال نہیں کی، میدان محشر میں شفاعت امت کے لئے بچا رکھی ہے کیا کریمی ہے سبحان اللہ کیسے بخت ہیں ہم امتیوں کے۔

حضرت حمصہ نے اپنے لاڈلے یعقوب (علیہ السلام) کو بلایا۔

اور فرمایا کہ

بیٹے رب تعالیٰ نے سنہری موقعہ دیا ہے باپ کی دعا لینے کا اور باپ بھی وہ جماعت انبیاء میں رسول عظیم ہے۔ فوراً ایک بہترین بکری لا کر ذبح کرو۔ اور اس کی دستی کا گوشت خود پکا کر بہترین مزیدار والد محترم کی خدمت میں پیش کرو اور جسم پر اس بکری کی کھال اوڑھ لینا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جلدی جلدی سب کچھ کر کے پیش کیا۔

تو والدہ نے کہا کہ

آپ کا بیٹا گوشت پکا کر لے آیا ہے۔

حضرت اسحاق (علیہ السلام) نے اندھیرے میں بیٹھے ہوئے فرمایا:

عیص آ گیا۔

اس پر کسی نے جواب نہ دیا۔

تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔

اور فرمایا کہ

جسم تو عیص جیسا ہے مگر خوشبو یعقوب کی ہے۔

یہ نبی کی معجزانہ حس شامہ ہے ورنہ ہر شخص کو انسانی خوشبو نہیں آ سکتی۔ جب آپ علیہ السلام نے گوشت تناول فرمایا تو انتہائی لذیذ تھا کیونکہ نبی کے دست ید الٰہی نے پکایا تھا۔ اس لیے کہ نبی کا ہر عمل بے مثل ہوتا ہے۔ اس لذت سے سرشار ہو کر آپ علیہ السلام کے منہ سے قلبی دعائیں نکلیں یا اللہ میرے اس بیٹے کو نبی رسول بنا دے اور آپ نے اپنی وہ خصوصی دعا استعمال فرما دی۔

تھوڑی دیر بعد حضرت عیص شکار کا گوشت لے کر حاضر ہوئے۔

تو آپ نے فرمایا:

عیص تم اب آئے ہو۔ خصوصی دعا تو یعقوب لے گیا۔

اچھا حسب وعدہ تم کو نسل کثیر کی دعا دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت اسحاق علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہوئی مگر عیص نے دل میں تہیہ کر لیا کہ میں یعقوب کو ہلاک کر دوں گا اس نے میرا حق چھینا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے علم غیب کے ذریعے جان لیا کہ عیص کا قلبی ارادہ کیا ہے۔ علیحدگی میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرمایا کہ

مجھ کو خطرہ ہے کہ عیص تم کو نقصان پہنچائے گا لہٰذا تم اپنے ماموں لیا بن ناہر کے پاس شام میں چلے جاؤ۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کنعان میں رہتے تھے آپ علیہ السلام کے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام مکہ مکرمہ رہتے تھے اس وصیت کے تیسرے دن حضرت اسحاق علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ایک سو اسی سال میں۔ بعد تدفین حضرت یعقوب علیہ السلام ہجرت کر گئے۔ ماموں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے پاس بہت محبت سے رکھا ماموں لیا بن ناہر کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی لایا جو عمر میں حضرت یعقوب علیہ السلام سے بڑی تھیں۔

دوسری راحیل۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے نکاح کا پیغام اور خواہش کی۔

تو لیا نے کہا:

حق مہر کے لیے کچھ مال ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

نہیں۔

تو ماموں نے کہا:

سات سال میری خدمت کرو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے منظور کی۔ سات سال بعد لیا بن ناہر نے لایا بڑی بیٹی سے نکاح کر دیا اور ایک لونڈی جہیز میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملک کر دی۔ جب خلوت صحیحہ میں پہنچے تو دیکھا کہ بڑی لڑکی دلہن بنی ہوئی ہے آپ علیہ السلام نے سسر سے شکایت کی کہ میں نے چھوٹی بیٹی راحیل سے نکاح کی خواہش یا پیغام دیا تھا۔

سسر نے جواب دیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بڑی بیٹی بیٹھی رہے اور میں چھوٹی کا نکاح کر دوں۔ اگر تیری خواہش چھوٹی سے ہے تو سات سال اور خدمت کرو چھوٹی سے بھی نکاح کر دوں گا۔ شریعت ابراہیمی میں دو بہنوں کو ایک کے نکاح میں جمع کرنا جائز تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے اس حکم کو منسوخ کیا۔ سات سال بعد راحیل سے بھی نکاح ہو گیا۔ اور ایک لونڈی جہیز میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو دی گئی۔ اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد چار عورتوں میں تقسیم ہوئی۔ دو بیویوں اور دو لونڈیوں میں۔ پہلی لونڈی کا نام زلفہ تھا دوسری کا نام بلہہ لایا۔

بیوی کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی

1۔ روبیل

2-شمعون

3-یہودا

4-لاذی

5-یسجر

6-زیالون

بیٹی دنیہ

زلفہ لونڈی سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔

1-دان

2-یغثالی

ملبھہ لونڈی سے بھی دو بیٹے پیدا ہوئے۔

1-جادو

2-آشر

اس طرح دس بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔

ابھی تک راحیل سے کوئی اولاد نہ ہوئی جب یہ بچے کچھ بڑے ہو گئے تو راحیل حاملہ ہوئیں۔ پہلا بچہ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر ایک سال بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام زینب رکھا۔ پھر ایک سال بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بنیامین رکھا۔ ایام نفاس میں ہی راحیل کا انتقال ہو گیا تب تو بلھہ نے زینب کو پالا اور لیا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سنبھالا اور زلفہ نے بنیامین کو۔ چونکہ ان تینوں نازک بچوں کی والدہ نہ تھی اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان سے بہت پیار تھا اگر چہ لایا وغیرہ نے بہت محبت سے ان کو پالا مگر ماں کی محبت نہ ملنے کی وجہ سے ان تینوں میں بہت ہی بھولپن تھا۔ اور اپنے دیگر بھائیوں کی طرف بہت ہی معصومانہ طریقے سے دیکھا کرتے تھے۔ نہ کبھی زیادہ کھیل سے رغبت نہ شرارتیں، تینوں ہی حسن کے پیکر تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام بے مثل تھے ان کی مسکینیت اور بے ماں کے بچے ہونے کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کبھی ان تینوں کو اپنے سے جدا نہ کرتے تھے۔ اس محبت نے سب سے پہلے زلفہ کے دل میں حسد ڈالا۔ پھر لیا کے دل میں حسد پیدا ہوا۔ ان دونوں کے اکسانے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں حسد پیدا ہوا اس حسد کا حضرت یوسف علیہ السلام کو کوئی پتہ نہ تھا وہ اپنی ربیہ ماں لیا سے انتہائی محبت کرتے تھے لیا چاہتی تھی کہ یوسف یہاں سے چلا جائے۔ لیا نے یوسف علیہ السلام سے چال چلی۔

اور کہا:

تمہارے ماموں یعنی لیا کے بھائی بت پرست ہیں۔ جاؤ ان کے بت توڑ دو اور جو نہ ٹوٹے وہ میرے پاس لے آنا۔ لیا کو پتہ تھا کہ ایک بت سونے کا ہے وہ نہیں ٹوٹے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھولے بھالے پانچ سال کے تھے، وہ گئے کچھ اٹھا کر پھینکتے وہ ٹوٹ گئے سونے کا بت نہ ٹوٹا تو اٹھا کر لے آئے اور لیا کو دے دیا۔ لیا نے وہ چھپا لیا اور خود ہی اپنے کافر بھائی سے مخبری کر دی کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام نے توڑا اور چرایا ہے۔ مقصد تھا وہاں کے قانون کے مطابق مجرمانہ حیثیت سے حضرت

یوسف علیہ السلام کو وہ بھائی لے لے گا مگر بھائی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام بھانجے کو بلایا تو انہوں نے باوجود کم سنی کے سب کچھ بتا دیا۔ ادھر زینب بہن نے سب باتیں لیا کی سن لی تھیں۔ اس نے گواہی دی اور کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کا بچپنہ بھولا پن، ماموں نے کچھ نہ کہا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام سب کچھ سمجھ گئے اس لیے لیا اور زلفہ کو وہیں چھوڑ کر باقی سب اولاد کو اور بلہہ کو لے کر آپ پھر کنعان میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے گھر اپنے بھائی عیص کے پاس آ گئے۔ اب عیص بھی چھیانوے سال کے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام بھی چھیانوے سالہ تھے۔ اب وہ دشمنیاں بھلائی جا چکی تھیں۔ عیص بہت امیر تھے، سینکڑوں تک اولاد تھی۔ ان کے بڑے بیٹے کا نام روم تھا اس کے نام سے نسل اور علاقے کا نام پڑ چکا تھا۔ دور دور تک نسل علاقہ پھیلا ہوا تھا یہ والد نبی حضرت اسحاق علیہ السلام کی دعا کا اثر تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر نوے سال کی تھی جب شام سے کنعان واپس آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام چھ سال کے تھے۔ کنعان میں آئے ایک سال ہوا تب سات سالہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھی تھی۔

(تفسیر نعیمی: ج:12، ص:360 تا 363 نعیمی کتب خانہ لاہور)

خواب میں گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو سجدہ کرتے دیکھنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھائیوں کو بیان کرنے سے منع کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند سجدہ کر رہے ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں یہ خواب دیکھا تھا لیکن وہ کون سا معین زمانہ تھا اس کا علم سوائے خبر کے نہیں ہو سکتا۔

وہب بن منبہ نے کہا ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام نے سات سال کی عمر میں خواب میں دیکھا کہ گیارہ لاٹھیاں ایک دائرہ کی شکل میں زمین میں مرکوز ہیں اور ایک چھوٹی لاٹھی نے ان گیارہ بڑی لاٹھیوں کو نگل لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے اس خواب کو بیان کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

خبردار یہ خواب اپنے بھائیوں سے ہرگز نہ بیان کرنا پھر بارہ سال کی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے پھر حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ خواب بیان کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:419 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو محبوب دیکھ کر کنویں میں ڈالنے کا مشورہ

جب یوسف کے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم پوری جماعت ہیں بے شک ہمارے باپ کی رائے درست نہیں ہے۔ یوسف کو قتل کر دو یا اس کو کسی ملک میں چھوڑ آؤ پھر تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہاری طرف رہے گی اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اور اس کو کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں ڈال دو اس کو کوئی قافلہ والا اٹھا لے گا اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو (تو اسی طرح کرو) انہوں نے (یعقوب سے) کہا اے ہمارے ابا! کیا بات ہے آپ یوسف کے معاملہ میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ وہ پھل کھائے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (یعقوب نے) کہا تمہارے اس کو لے جانے سے میں (اس کی جدائی میں) ضرور غمگین ہوں گا اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو گے اور بھیڑیا اس کو کھا جائے گا۔ انہوں نے کہا ہماری پوری جماعت کے ہوتے ہوئے اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ (یوسف: 8 تا 14)

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کا کنویں میں ڈالنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اصرار پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے راستہ میں ان کے ساتھ شدید عداوت کا اظہار کیا۔ ایک بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو مارتا تو وہ دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تو وہ بھی ان کو مارتا پیٹتا اور انہوں نے ان میں سے کسی کو رحم دل نہ پایا قریب تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کر دیتے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کہہ رہے تھے۔ اے یعقوب علیہ السلام! کاش آپ علیہ السلام جانتے کہ آپ علیہ السلام کے بیٹے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

تب یہودا نے کہا:

کیا تم لوگوں نے مجھ سے یہ پکا عہد نہیں کیا تھا کہ تم لوگ اس کو قتل نہیں کرو گے تب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں پر لے گئے اور ان کو کنویں کی منڈیر پر کھڑا کر کے ان کی قمیص اتار لی جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس قمیص پر خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا۔

میری قمیص واپس کر دو تا کہ میں اس سے اپنے بدن کو چھپاؤں۔

بھائیوں نے کہا:

اب تم سورج، چاند اور گیارہ ستاروں کو بلاؤ تا کہ وہ اس کنویں میں تمہاری غمگساری کریں پھر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک دیا تا کہ وہ پانی میں ڈوب کر مر جائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام پانی میں گر گئے پھر انہوں نے کنویں کے ایک پتھر کی پناہ لی اور اس پتھر پر کھڑے ہو گئے وہ اس پر کھڑے ہوئے رو رہے تھے کہ ان کے بھائیوں نے آواز

دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ سمجھے کہ شاید ان کو رحم آ گیا ہے۔
انہوں نے کہا:
لبیک۔
انہوں نے ایک بھاری پتھر اٹھا کر حضرت یوسف علیہ السلام کا نشانہ لیا۔ اب یہودا نے ان کو منع کیا اور یہودا ہی ان کو کنویں میں کھانا پہنچاتا رہا تھا۔
یہ بھی روایت ہے کہ
انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا! اے وہ جو عاجز ہے غائب! اے وہ جو قریب ہے بعید نہیں۔ اے وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ میری اس مشکل کو آسان کر دے اور مجھے اس کنویں سے نجات عطا فرما۔
اور یہ بھی روایت ہے کہ
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور ان کے کپڑے اتار لیے گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو جنت کی ایک ریشمی قمیص پہنائی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت اسحاق علیہ السلام کو دی اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کو دی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو ایک غلاف میں ڈال کر وہ غلاف حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کنویں میں آئے اور غلاف سے وہ قمیص نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دی۔
(زاد المسیر: ج:4،ص:189، 190 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

بیٹوں کا جھوٹی بات بنا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس روتے آنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا سن کر بیٹوں سے قمیص کا پوچھنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔
رات کے وقت کا انتخاب انہوں نے اس لیے کیا تھا کہ یہ وقت ان کے عذر پیش کرنے کے لئے زیادہ مناسب تھا۔
روایت ہے کہ
جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے رونے کی آواز سنی۔
تو پوچھا:
کیا ہوا۔ تمہاری بکریوں کو کوئی حادثہ پیش آ گیا۔
انہوں نے کہا:
نہیں۔
پوچھا:
حضرت یوسف علیہ السلام کہاں ہے؟

انہوں نے کہا:

ہم آپس میں دوڑنے کا مقابلہ کر رہے تھے تو اس اثناء میں اس کو بھیڑیا کھا گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک چیخ ماری اور رونے لگے۔

ایک روایت میں ہے۔

جب انہوں نے کہا:

اس کو بھیڑیا کھا گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔ انہوں نے ان کو ہوش میں لانے کے لئے پانی کے چھینٹے مارے لیکن انہوں نے حرکت نہ کی پھر انہوں نے ان کو پکارا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر یہودا نے ان کے سانس نکلنے کے مواضع پر ہاتھ رکھا تو اس کو ان کے سانس لینے کا پتا نہیں چلا۔

تب یہودا نے کہا:

قیامت کے دن ہمیں سخت عذاب ہوگا ہم نے اپنے بھائی کو ضائع کر دیا اور اپنے باپ کو قتل کر دیا پھر سحری کے وقت سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہوش نہیں آیا۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا سر روبیل کی گود میں تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے کہا:

کیا میں نے اپنے بیٹے کو تمہارے پاس امانت نہیں رکھا تھا؟ اور کیا میں نے تم سے پختہ عہد نہیں لیا تھا؟

اس نے کہا:

اے ابا! اپنا رونا بند کریں تو میں آپ علیہ السلام کو اس کا سبب بتاؤں۔

پھر کہا۔

ہم آپس میں دوڑنے کا مقابلہ کر رہے تھے اور یوسف (علیہ السلام) کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ اس اثناء میں اس کو بھیڑیا کھا گیا۔

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا:

اس کی قمیص کہاں ہے۔

تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر وہ قمیص پھینک دی حتیٰ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر بھی قمیص کا رنگ لگ گیا۔

(جامع البیان: ج: 12 ص: 211 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

قافلہ والوں کا کنویں سے نکالنا اور بھائیوں کا کھوٹے سکوں کے بدلے بیچنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

ایک قافلہ آیا اور وہ اس کنویں کے قریب اترا پھر انہوں نے پانی لینے کے لئے اپنا آبکش بھیجا تو اس نے پانی نکالا تو یوسف

علیہ السلام بھی نکل آئے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بارگاہ رب العزت میں جو مقام و مرتبہ تھا اسے نہیں جانتے تھے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی انہوں نے اسے بیچ دیا جبکہ اس کی بیع حرام تھی اور انہوں نے چند کھوٹے سکوں کے عوض فروخت کر دیا۔

(جامع البیان: ج:12، ص:207 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مزید راقم ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ڈول والے اور اس کے ساتھیوں نے کہا:

یہ ہم نے یہ مال رضا کارانہ طور پر فروخت کرنے کے لئے لیا ہے تا کہ دوسرے ساتھی شرکت کا مطالبہ نہ کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے قافلہ والوں کا پیچھا کیا اور انہوں نے ڈول لٹکانے والے اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو مضبوطی سے باندھ دو تا کہ بھاگ نہ جائے حتیٰ کہ وہ مصر تک آپ علیہ السلام کو باندھ کر لے گئے۔

(جامع البیان: ج:12، ص:200 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کنعان سے مصر میں فروخت ہونے تک کے واقعات

حضرت وہب بن منبہ اور دیگر نے کہا:

جب مالک بن دعر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے خرید لیا تو انہوں نے ایک دوسرے کو یہ دستاویز لکھ کر دی۔ مالک بن دعر نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے فلاں فلاں بیٹوں سے یہ غلام بیس درہم کے عوض خرید لیا ہے اور ان کے بھائیوں نے یہ شرط عائد کی تھی کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہے اور اس کو زنجیروں اور بیڑیوں میں باندھ کر رکھا جائے اور انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا تھا۔

رخصتی کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا۔

اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے۔ ہر چند کہ تم نے مجھے ضائع کر دیا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے ہر چند کہ تم نے مجھے رسوا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اگر چہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زنجیروں سے باندھ کر ننگے پالان پر بٹھایا یعنی پالان پر کوئی فرش یا بچھونا نہیں تھا۔ جب وہ قافلہ آل کنعان کی قبروں کے پاس سے گزرا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی والدہ کی قبر کو دیکھا اور ایک سیاہ فام حبشی ان کے پہرے پر مامور تھا اس لمحہ وہ غافل ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اپنی والدہ کی قبر پر گرا دیا اور ان کی قبر پر لوٹ پوٹ ہونے لگے اور ان کی قبر سے گلے لگ گئے اور اضطراب سے کہنے لگے اے میری ماں! سر اٹھا کر اپنے بیٹے کو دیکھئے وہ کس طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ گلے میں غلامی کا طوق پڑا ہوا ہے اس کو اس کے بھائیوں نے اس کے والد سے جدا کر دیا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم کو اپنی رحمت کے مستقر میں جمع کر دے۔ بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ادھر جب اس حبشی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پالان پر نہیں دیکھا تو وہ پیچھے دوڑا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس ہیں۔ اس نے اپنے پیر سے خاک پر ٹھوکر ماری اور

حضرت یوسف علیہ السلام کو خاک پر لوٹ پوٹ کر دیا اور آپ علیہ السلام کو دردناک مار لگائی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے مت مارو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں بھاگا نہیں تھا۔ میں جب اپنی ماں کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے چاہا کہ میں اپنی ماں کو الوداع کہوں اور میں دوبارہ ایسا کام نہیں کروں گا جو تم کو ناپسند ہو۔

اس حبشی نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! تو بہت برا غلام ہے تو کبھی اپنے باپ کو پکارتا ہے اور کبھی اپنی ماں کو پکارتا ہے تو نے اپنے مالکوں کے سامنے ایسا کیوں نہیں کیا تب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! اگر تیرے نزدیک میرے یہ کام خطا ہیں تو میں اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرما دے اور مجھ پر رحم فرما۔ تب آسمان کے فرشتوں نے چیخ و پکار کی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔

اور کہا:

اے یوسف (علیہ السلام)! اپنی آواز کو پست رکھیں۔ آپ علیہ السلام نے تو آسمان کے فرشتوں کو رلا دیا ہے۔ کیا آپ علیہ السلام یہ چاہتے ہیں کہ میں زمین کا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر کے اس زمین کو الٹ پلٹ کر دوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! ٹھہرو! بے شک اللہ تعالیٰ حلیم ہے جلدی نہیں کرتا۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مارا تو زمین پر اندھیرا چھا گیا اور گرد و غبار اڑنے لگا اور سورج کو گہن لگ گیا اور قافلہ اس حال میں تھا کہ کوئی شخص دوسرے کو نہیں پہچان رہا تھا۔

قافلہ کے سردار نے کہا:

تم میں سے کسی نے ضرور کوئی ایسا کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا گیا تھا۔

میں اتنے طویل عرصہ سے اس علاقہ میں سفر کر رہا ہوں اور میرے ساتھ کبھی اس قسم کا معاملہ پیش نہیں آیا۔

تب اس حبشی غلام نے کہا:

میں نے اس عبرانی غلام کو ایک تھپڑ مارا تھا۔

تب اس نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کچھ دعا کی۔ پتا نہیں اس نے کیا دعا کی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے ہمارے خلاف دعا کی تھی۔

سردار نے کہا:

تو نے ہمیں ہلاک کرنے کا سامان کر دیا۔ اس غلام کو ہمارے پاس لے کر آؤ، وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر آیا۔

سردار نے ان سے کہا۔

اے لڑکے! اس نے تم کو تھپڑ مارا جس کے نتیجہ میں ہم پر وہ عذاب آیا جس کو تم دیکھ رہے ہو اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو تم جس سے چاہو بدلہ لے لو اور اگر تم معاف کر دو تو تم سے یہی توقع ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اس امید پر اس کو معاف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے گا تو اسی وقت وہ گرد و غبار چھٹ گیا اور سورج ظاہر ہو گیا اور مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی اور وہ سردار صبح و شام حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کرتا تھا اور آپ علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کرتا تھا حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے اور آپ علیہ السلام نے دریائے نیل میں غسل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے سفر کی تھکاوٹ دور کر دی اور ان کا حسن و جمال لوٹا دیا۔ وہ سردار حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر دن میں شہر داخل ہوا اور ان کے چہرے کا نور شہر کی دیواروں پر پڑ رہا تھا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لئے پیش کیا تو بادشاہ کے وزیر قطفیر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(معالم التنزیل: ج:2، ص:351 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عزیز مصر کی بیوی کا ورغلانا

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں جس عورت کے گھر میں تھے اس کے خاوند نے اس کو یہ تاکید کی تھی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بہت حسین و جمیل تھے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے جب وہ عورت، حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کمروں کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں لے گئی اور ہر کمرہ کا دروازہ بند کر کے تالا لگاتی چلی گئی پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے نفس کی طرف راغب کرنے کے لئے کہنے لگی۔

اے یوسف! تمہارے بال کتنے حسین ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

سب سے پہلے میرے جسم سے یہ بال الگ ہوں گے۔

اس نے کہا:

تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

سب سے پہلے میرے جسم سے یہ آنکھیں بہہ جائیں گی۔

اس نے کہا:

تمہارا چہرہ کتنا حسین ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اس کو مٹی کھا جائے گی۔

اس نے کہا:

اے یوسف (علیہ السلام)! تمہاری صورت کتنی اچھی ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میرے رب عزوجل نے یہ صورت رحم میں بنائی تھی۔
اس نے کہا:
اے یوسف (علیہ السلام)! تمہاری صورت میرے جسم میں حلول کر چکی ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اس میں شیطان تمہاری معاونت کر رہا ہے۔
اس نے کہا:
میں نے تمہارے لیے ریشم کا بستر بچھا دیا ہے اٹھو اور میری خواہش پوری کرو۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
پھر جنت سے میرا حصہ جاتا رہے گا۔
اس نے کہا:
میرے ساتھ چھپ جاؤ۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
میرے رب عزوجل سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی وہ اسی طرح آپ علیہ السلام کو مائل کرتی رہی اور آپ علیہ السلام اس سے گریز فرماتے رہے۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث: 11475)

دروازوں کی طرف دوڑنا اور عزیز مصر کی بیوی کی الزام تراشی

وہ دونوں دروازوں کی طرف دوڑے۔ اس عورت نے ان کی قمیص پیچھے سے پھاڑ ڈالی اور ان دونوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے قریب پایا اس عورت نے کہا اس شخص کی کیا سزا ہونی چاہئے جو آپ کی اہلیہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے سوائے اس کے اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔ (یوسف: 25)

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں

جب عزیز مصر پر حضرت یوسف علیہ السلام کی تہمت ظاہر ہوگئی تو واضح طور پر اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کوئی تعرض نہیں کیا ادھر وہ عورت اپنی تمام حیلہ سازیوں اور مکر وفریب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی موافقت پر ابھارتی رہی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی پھر جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے مایوس ہوگئی تو اس نے اپنا انتقام لینے کے لئے اپنے خاوند سے کہا اس عبرانی غلام نے مجھے لوگوں کے درمیان رسوا کر دیا ہے یہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ اس عورت نے اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے مجھے بہکایا اور ورغلایا تھا اور میں ہر شخص کے سامنے جا کر اپنا عذر نہیں

بیان کرسکتی اس لیے اس فحش بات کا چرچا روکنے کے لئے اس غلام کو قید کر دیا جائے۔

عزیز مصر نے سوچا اس طرح اس کی بھی بدنامی ہورہی ہے اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لئے اس کو قید کر دیا جائے۔

(جامع البیان: ج:12،ص:279 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو دراز گوش پر سوار کرا کے قید خانہ میں لے جایا گیا اور ایک آدمی ان کے ساتھ یہ کہتا ہوا جارہا تھا جو شخص اپنی مالکہ کا کہنا نہ مانے اس کی یہی سزا ہوتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے تھے۔ دوزخ کی آگ، تارکول کی قمیص پہننے، گرم کھولتے ہوئے پانی کو پینے اور تھور کو کھانے کے مقابلہ میں یہ سزا بہت کم ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں پہنچے تو وہاں کئی ایسے لوگ دیکھے جو رہائی سے ناامید ہو چکے تھے اور ان کی سزا بہت سخت تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان سے فرماتے تم صبر کرو اور بشارت قبول کرو تم کو اجر ملے گا۔

انہوں نے کہا:

اے نوجوان! آپ کس قدر نیک باتیں کرتے ہیں آپ کے قرب میں ہم کو برکت ملے گی۔ آخر آپ کون ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کا بیٹا یوسف علیہ السلام ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام غمزدہ لوگوں کو قید خانے میں تسلی دیتے تھے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے۔ ساری رات نماز پڑھتے تھے اور خوف خدا عزوجل سے اس قدر روتے تھے کہ کوٹھڑی کی چھت، دیواریں اور دروازوں پر بھی گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ تمام قیدی آپ علیہ السلام سے مانوس ہو گئے تھے اور جب کوئی قیدی، قید سے رہائی پاتا تو جانے سے پہلے آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھ جاتا۔ قید خانہ کا داروغہ بھی آپ علیہ السلام سے محبت کرتا تھا اور آپ علیہ السلام کو بہت آرام پہنچاتا تھا۔

ایک دن اس نے کہا:

اے یوسف (علیہ السلام)! میں آپ علیہ السلام سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں تمہاری محبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اس نے پوچھا:

اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ علیہ السلام نے بتایا۔

میرے باپ نے مجھ سے محبت کی تو میرے بھائیوں نے میرے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا۔ میری مالکہ نے مجھ سے محبت کی اس کے نتیجہ میں میں آج اس قید میں ہوں۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج:9،ص:164، 165 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

مصر کے بادشاہ کا خواب دیکھنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قید خانہ سے باہر تشریف لانا

جب اللہ تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی اور کشادگی کے دن قریب آ گئے تو مصر کے بادشاہ نے یہ خواب دیکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے ان کو سلام کیا اور ان کو کشادگی کی بشارت دی۔

اور کہا کہ

اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو قید خانے سے نکالنے والا ہے اور آپ علیہ السلام کو اس زمین کا اقتدار عطا کرنے والا ہے۔ اس زمین کے بادشاہ آپ علیہ السلام کے تابع ہو جائیں گے اور سردار آپ علیہ السلام کی اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے بھائیوں پر غلبہ عطا فرمائے گا اور اس کا سبب یہ ہوگا کہ بادشاہ ایسا خواب دیکھے گا اور اس کی ایسی ایسی تعبیر ہوگی پھر کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ بادشاہ نے وہ خواب دیکھا جس کے نتیجہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو رہائی مل گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو پہلا خواب دیکھا تھا وہ ان کے لئے سختی اور مصیبت کا سبب بن گیا تھا اور بادشاہ کا یہ خواب ان کے لئے کشادگی اور رحمت کا سبب بن گیا۔

مصر کے بادشاہ الریان بن الولید نے خواب دیکھا کہ دریا سے سات موٹی تازی گائیں نکلیں اور ان کے پیچھے سات دبلی گائیں نکلیں۔ انہوں نے ان موٹی تازی گایوں کو کان سے پکڑا اور کھا گئیں اور اس نے سات سرسبز خوشے دیکھے اور سات سوکھے ہوئے خوشے دیکھے۔ ان سوکھے ہوئے خوشوں نے ان سرسبز خوشوں کو کھا لیا اور ان میں سے کچھ باقی نہیں بچا اور سوکھے ہوئے خوشے اسی طرح سوکھے رہے۔ اسی طرح دبلی گایوں نے موٹی گایوں کو کھا لیا تھا اور وہ اسی طرح دبلی کی دبلی رہیں۔ یہ خواب دیکھ کر بادشاہ گھبرا گیا۔ اس نے لوگوں کو اہل علم کو، کاہنوں کو، نجومیوں کو، جادوگروں کو اور سرداروں کو بلایا اور ان کے سامنے یہ خواب بیان کر کے کہا اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو تو مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:229 مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت)

بادشاہ نے جب درباریوں سے خواب کے متعلق پوچھا اور وہ اس کی تعبیر نہ بتا سکے اس وقت اس ساقی نے کہا کہ قید خانے میں ایک شخص بہت عالم فاضل ہے اور بہت نیک ہے اور بہت عبادت گزار ہے۔ میں نے اور باورچی نے جو خواب دیکھے تھے ہم نے اس سے ان خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی اور اس کی بتائی ہوئی تعبیر بالکل صحیح اور درست واقع ہوئی اگر آپ بھی اپنے خواب کی صحیح تعبیر جاننا چاہتے ہیں تو مجھے اس کے پاس قید خانے میں بھیج دیں میں اس سے صحیح تعبیر معلوم کر کے آپ کو بتا دوں گا۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:464 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(اس نے یوسف کے پاس جا کر کہا) اے یوسف اے، بہت سچ بولنے والے ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیے کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے (خوشے ہیں) تاکہ میں لوگوں کے پاس یہ تعبیر لے کر جاؤں شاید وہ آپ کا مرتبہ جان لیں۔

یوسف نے کہا تم حسب معمول سات سال تک کاشت کرو گے پھر تم جو کھیت کاٹو تو تمام غلے کو ان کے خوشوں میں چھوڑ دینا ماسوا اس قلیل غلے کے جن کو تم کھاؤ پھر اس کے بعد سات خشک سالی کے سخت سال آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو

نے پہلے جمع کر کے رکھا تھا ماسوا تھوڑے سے غلے کے جن کو تم محفوظ رکھو گے پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں لوگ پھلوں کو نچوڑیں گے۔(یوسف:46تا49)

اور بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے کر آؤ اس کو اپنے لیے مخصوص رکھوں گا پھر جب بادشاہ نے اس سے گفتگو کی تو کہا (اے یوسف) آپ آج سے ہمارے نزدیک مقتدر اور امانت دار ہیں۔(یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں۔(یوسف:54،55)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ بننا اور نکاح مبارک ہونا

امام ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر وہ یہ نہ کہتے کہ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دو تو بادشاہ ان کو اسی وقت مقرر کر دیتا لیکن اس کہنے کی وجہ سے بادشاہ نے اس کام کو ایک سال مؤخر کر دیا اور وہ ایک سال بادشاہ کے ساتھ اس کے گھر میں رہے۔

اور اسی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ایک سال گزرنے کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا ان کے سر پر تاج رکھا۔ان کی میان میں تلوار لٹکائی اور ان کے لئے سونے کا تخت رکھا جس پر یاقوت اور موتیوں سے کام کیا ہوا تھا اور ان کو ریشمی حلے پہنائے۔

پھر بادشاہ نے کہا:

آپ علیہ السلام تاج پہن کر تخت پر رونق افروز ہوں۔حضرت یوسف علیہ السلام تخت پر بیٹھ گئے اور دربار کے تمام سردار حضرت یوسف علیہ السلام کے اطاعت گزار ہو گئے۔بادشاہ گھر جا کر بیٹھ گیا اور مصر کے تمام معاملات حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیے اور مصر کے سابق وزیر قطفیر (عزیز مصر) کو اس نے اس کے عہدے سے معزول کر دیا اور اس کے عہدہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کو مقرر کر دیا۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ

حضرت ابن زید نے کہا ہے کہ

مصر کے بادشاہ کے بہت کثیر خزانے تھے اس نے وہ تمام خزانے حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے فرامین اور آپ علیہ السلام کے تمام فیصلوں کو پورے ملک میں نافذ العمل قرار دیا پھر انہی ایام میں قطفیر (عزیز مصر) مر گیا۔پھر بادشاہ نے قطفیر کی بیوی راعیل (یا زلیخا) کا حضرت یوسف علیہ السلام سے نکاح کر دیا۔حضرت یوسف علیہ السلام اس کے پاس خلوت میں گئے تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں جس کا تم مجھ سے پہلے ارادہ کرتی تھی۔

اس نے کہا:

اے بہت اچھے انسان! مجھے ملامت نہ کرو میں ایک حسین جوان عورت تھی اور میرا شوہر عورت کی خواہش پوری کرنے پر قادر نہ تھا اور تم غیر معمولی حسن اور جمال کے مالک تھے۔ پس مجھ پر میرا نفس غالب آ گیا اور تم پر میری شہوت قوی ہوگئی اور تمہارے ساتھ جو میری محبت تھی وہ میری عقل کو کنٹرول نہ کرسکی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو کنواری پایا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے اس سے دو بیٹے ہوئے۔

1- افرائیم بن یوسف

2- منیشا بن یوسف

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے لوگوں میں عدل اور انصاف قائم کیا اور مصر کے تمام مرد اور عورتیں آپ علیہ السلام سے محبت کرنے لگے۔

(معالم التنزیل: ج:2،ص:363 تا 364 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بھائیوں کا مصر آنا اور بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے پاس ٹھہرانا

اور یوسف کے بھائی (غلہ خریدنے مصر) آئے تو ان کے پاس گئے پس یوسف نے ان کو پہچان لیا اور وہ اس کو نہ پہچان سکے اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو کہا تم اپنے باپ شریک بھائی کو میرے پاس لے کر آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں پس اگر تم اس کو میرے پاس نہیں لائے تو میرے پاس تمہارے لیے بالکل غلہ نہیں ہوگا اور نہ ہی تم میرے قریب آسکو گے انہوں نے کہا ہم اس کے متعلق اس کے باپ کو راضی کریں گے اور ہم یہ ضرور کرنے والے ہیں۔ یوسف نے اپنے کارندوں سے کہا ان کے پیسوں کی تھیلی ان کے سامان میں رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں تو اس کو پہچان لیں شاید وہ (پھر) واپس آ جائیں پس جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمیں (آئندہ) غلہ لینے سے منع کر دیا گیا ہے آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لا سکیں اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے (ان کے باپ نے) کہا کیا اس کے متعلق میں تم پر اس طرح اعتبار کروں جس طرح میں اس سے پہلے اس کے بھائی کے متعلق تم پر اعتبار کر چکا ہوں۔ پس اللہ ہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اس میں انہوں نے اپنے پیسوں کی تھیلی دیکھی جو ان کی طرف لوٹا دی گئی تھی انہوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمیں اور کیا چاہئے یہ ہماری رقم کی تھیلی ہمیں لوٹا دی گئی ہے ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ پر لدا ہوا غلہ زیادہ لائیں گے اور (بادشاہ کے لئے) یہ تو معمولی مقدار ہے۔ (ان کے باپ نے) کہا میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے مجھ سے یہ عہد نہ کرو کہ تم اس کو ضرور میرے پاس لے کر آؤ گے ماسوا اس کے کہ تم کسی مصیبت میں گھر جاؤ۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے یہ عہد کر لیا تو اس نے کہا ہم جو عہد کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے اور اس نے کہا اے میرے بیٹو (شہر میں) تم سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا اور الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور توکل کرنے والوں کو اسی پر توکل کرنا چاہئے اور جب

وہ وہاں سے داخل ہوئے جہاں سے داخل ہونے کا ان کے باپ نے حکم دیا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بالکل بچا نہیں سکتا تھا مگر وہ یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی بے شک وہ صاحب علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم عطا کیا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرایا اور بتایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں سو تم اس بدسلوکی پر غمگین نہ ہونا جو یہ کرتے رہے تھے پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کیا تو اس نے (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا پھر منادی نے اعلان کیا کہ اے قافلے والو بے شک تم ضرور چور ہو۔ انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ کارندوں نے کہا بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے اور جو اس کو لے کر آئے گا اس کو غلہ سے لدا ہوا ایک اونٹ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ کارندوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہئے۔ انہوں نے کہا جس کی بوری سے وہ برآمد ہو سو اس کی سزا یہ ہے کہ اسی کو رکھ لیا جائے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ تو یوسف نے اپنے بھائی کی بوری سے پہلے ان کی بوریوں کی تلاشی لینی شروع کر دی پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کی بوری سے برآمد کر لیا ہم نے اسی طرح یوسف کو خفیہ تدبیر بتائی تھی وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے ہم جس کو چاہتے ہیں درجات کی بلندی عطا کرتے ہیں۔ (یوسف:58تا76)

بھائیوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف کنعان جانا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوبارہ مصر بھیجنا

جب یوسف کے بھائی اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے تنہائی میں سرگوشی کی ان کے بڑے بھائی نے کہا کیا تم کو علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ نے اللہ تعالیٰ کی قسم لے کر تم سے پکا عہد لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے معاملہ میں تقصیر کر چکے ہو۔ میں اس ملک سے ہرگز نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میرا باپ مجھے اجازت دے یا اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی فیصلہ فرمائے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اپنے باپ کی طرف واپس جاؤ اور کہو اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم صرف اسی بات کی گواہی دے سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہو اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور آپ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے پوچھ لیجئے جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں۔ یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات گھڑ لی ہے تو اب صبر جمیل ہی مناسب ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا بے شک وہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے اور ان سے پشت پھیر لی اور کہا ہائے افسوس یوسف (کی جدائی) پر اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم برداشت کرنے والے تھے۔ بیٹوں نے کہا آپ یوسف کو (ہی) یاد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آپ سخت بیمار پڑ جائیں گے یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان باتوں کا علم ہے جن کا تم کو علم نہیں ہے اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو کافر مایوس ہوتے ہیں۔ (یوسف:80تا87)

آخر حضرت یوسف علیہ السلام نے بھید کھول ہی دیا

سو جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم آپ کے پاس حقیر پونجی لے کر آئے ہیں آپ ہمیں پورا غلہ ماپ کر دے دیں اور ہم پر صدقہ کریں بے شک اللہ!

صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ یوسف نے کہا کیا تم کو یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم جہالت میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں۔ یوسف نے کہا میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ انہوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم خطا کار تھے۔ یوسف نے کہا آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (یوسف: 88 تا 92)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو قمیص دے کر بھیجنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا مصر تشریف لانا

(یوسف نے کہا) میری اس قمیص کو لے کر جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو تو ان کی آنکھیں دیکھنے لگیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ (یوسف: 93)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت فرقد السبخی سے روایت ہے کہ

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیص ڈالی گئی تو ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور انہیں بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سب کو بلا لیا ہے پھر حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مصر کے قریب پہنچ گئے ہیں تو وہ ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے اور ان کے ساتھ مصر کے تمام سردار اور معزز لوگ تھے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام ایک دوسرے کے قریب پہنچے۔ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یہودا کے سہارے چل رہے تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گھوڑوں پر سوار سرداروں اور معززین کو دیکھا۔

تو یہودا سے پوچھا:

کیا یہ مصر کا بادشاہ ہے؟

اس نے کہا:

نہیں یہ آپ کا بیٹا ہے۔

جب دونوں ملنے کے قریب ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام میں پہل کرنا چاہی تو ان کو منع کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سلام کی ابتداء کرنے کے مستحق ہیں۔

تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

تم پر سلام ہو! اے مجھ سے رنج و غم کو دور کرنے والے۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 15151 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

وصال

امام عبد الرحمٰن محمد بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہودا کو وصیت کی اور فوت ہو گئے۔ ان کی تدفین میں لوگوں نے نزاع کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت کے حصول کے لئے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے پھر انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تا کہ ان پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے پھر انہوں نے لکڑی کے ایک صندوق میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کر دیا پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا صندوق وہیں رہا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے روانہ ہوئے تو وہ اپنے ساتھ اس صندوق کو لے گئے اور اس صندوق کو کنعان کی سرزمین میں دفن کر دیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت یوسف علیہ السلام جب فوت ہوئے تو ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:292 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا مزید مختصر خلاصہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا مزید مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 311ھ لکھتے ہیں:

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت یعقوب علیہ السلام شام میں سکونت پذیر تھے۔ آپ علیہ السلام یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ جب دوسرے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس محبت کو دیکھا تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرنے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند ان کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اے میرے بیٹے! نہ بیان کرنا اپنا خواب بھائیوں سے ورنہ وہ سازش کریں گے تیرے خلاف۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس خواب کی خبر پہنچی تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرنے لگے۔

اور انہوں نے کہا:

ہمارے باپ کو حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا بھائی بنیامین بہت زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم ایک مضبوط گروہ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے باقی دس بھائی تھے۔

اور انہوں نے کہا:

ہمارا باپ ہمارے معاملہ میں کھلی غلطی کا شکار ہے قتل کر ڈالو یوسف علیہ السلام کو یا دور پھینک آؤ اسے کسی علاقہ میں (یوں) تنہا ہو جائے گا تمہاری طرف تمہارے باپ کا رخ اور ہو جانا اس کے بعد (توبہ کر کے) نیک قوم۔

یہ سن کر ان میں سے ایک بھائی یہودا نے کہا:

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو قتل نہ کرو (بلکہ) اس کو گہرے تاریک کنویں میں ڈال دو اس کو کوئی راہ چلتے مسافر اٹھا لیں گے اگر تم نے یہ کرنا ہے تو۔

یہ طے کرنے کے بعد انہوں نے (آکر) کہا۔

اے ہمارے باپ! کیا ہوا آپ کو کہ آپ ہم پر یوسف کے متعلق اعتبار نہیں کرتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کھا نہ جائے اس کو بھیڑیا اور تم سیر و تفریح کے باعث اس سے بے خبر ہو۔

کہنے لگے۔

اگر کھا جائے اسے بھیڑیا حالانکہ ہم مضبوط گروہ ہیں تو پھر تو ہم بڑے زیاں کار ہوئے۔ وہ بڑے اصرار سے حضرت یوسف علیہ السلام کو لے گئے تو آپ علیہ السلام پر عزت و کرامت کے آثار تھے۔ جب وہ باہر گئے تو آپ علیہ السلام سے دشمنی کا اظہار کرنے لگے انہوں نے آپ علیہ السلام کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ آپ علیہ السلام جس کی پناہ لیتے وہ مارنا شروع کر دیتا۔ آپ علیہ السلام نے کوئی بھی رحم کرنے والا نہ پایا تمام نے آپ علیہ السلام کو اتنا مارا کہ آپ علیہ السلام قریب الموت ہو گئے۔ آپ علیہ السلام چیخ کر آوازیں لگاتے اے میرے باپ! اے یعقوب (علیہ السلام) کاش آپ علیہ السلام جان لیتے کہ آپ علیہ السلام کے بیٹے کے ساتھ لونڈیوں کے بیٹوں نے کیا کیا ہے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے قریب پہنچے۔

تو یہودا نے کہا:

کیا تم نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم اسے قتل نہیں کرو گے حتیٰ کہ انہوں نے قتل کا ارادہ ترک کر دیا' وہ سب آپ علیہ السلام کو لے کر کنویں کی طرف چلے تاکہ انہیں اس میں ڈال دیں۔ وہ آپ علیہ السلام کو کنویں میں لٹکانے لگے آپ علیہ السلام پہلے تو کنویں کی منڈیر سے چمٹ گئے بھائیوں نے ان کے ہاتھ باندھ دیئے اور ان کی قمیص بھی اتار لی۔ آپ علیہ السلام نے بھائیوں سے التجاء کی کہ تم میری قمیص واپس کر دو تاکہ میں اس کے ذریعے کنویں میں چھپ جاؤں۔

بھائیوں نے کہا:

اب مدد کے لئے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو بلاؤ تاکہ وہ تمہاری دستگیری کریں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔

پس انہوں نے آپ علیہ السلام کو کنویں میں لٹکا دیا حتیٰ کہ جب آپ علیہ السلام کنویں کے درمیان میں پہنچے تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو چھوڑ دیا تاکہ آپ علیہ السلام کا وصال ہو جائے۔ کنویں کے اندر پانی تھا آپ علیہ السلام گرے تو آپ علیہ السلام کو کچھ نہ ہوا۔ آپ علیہ السلام نے کنویں میں ایک چٹان کے ساتھ پناہ لی۔ آپ علیہ السلام اسی کے اوپر کھڑے ہو گئے آپ علیہ السلام نے رونا شروع کر دیا اور اپنے بھائیوں کو آوازیں لگائیں شاید انہیں ترس آ جائے اور میری بات کا جواب دیں۔ اب انہوں نے ارادہ کیا کہ اوپر سے پتھر گرا کر انہیں کنویں کے اندر ہی کچل دیں لیکن یہودا نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔

اس نے کہا:

تم نے مجھے کہا تھا کہ ہم اس کو قتل نہیں کریں گے۔

یہودا آپ علیہ السلام کے پاس کھانا لاتا تھا۔ وہ صبح کے بعد اپنے باپ کے پاس واپس آئے تو انہوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اس کا خون حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر لگا دیا۔ پھر اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت گریہ وزاری کرتے ہوئے آئے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی آواز سنی تو گھبرا گئے۔

اور پوچھا:

اے بیٹو! کیا ہوا؟ کیا تمہاری بکریوں پر کوئی آفت آگئی ہے۔

انہوں نے کہا:

نہیں۔

پھر پوچھا:

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کا کیا ہوا۔

انہوں نے کہا:

ابو جی! ہم ذرا گئے کہ دوڑ لگائیں اور ہم یوسف (علیہ السلام) کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ ہائے افسوس ان کو بھیڑیا کھا گیا اور آپ علیہ السلام ہماری بات نہیں مانیں گے اگرچہ ہم سچے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام رونے لگے اور بلند آواز سے چیخ ماری۔

پھر ارشاد فرمایا:

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کی قمیص کہاں ہے؟

وہ قمیص لے کر آئے تو اس پر جھوٹا خون لگا ہوا تھا۔ پس آپ علیہ السلام نے قمیص لے کر اپنے چہرے پر ڈال دی۔ پھر آپ علیہ السلام روتے رہے حتیٰ کہ قمیص پر لگے خون کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے بیٹو! یہ بھیڑیا کتنا مہربان تھا کہ اس نے یوسف (علیہ السلام) کا گوشت کھایا اور اس کی قمیص نہیں پھاڑی۔ پھر ایک قافلہ تھوڑی دیر بعد آیا تو انہوں نے پانی لانے کے لئے آبکش بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکایا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس کی رسی سے چمٹ گئے اور باہر نکل آئے۔ جب آبکش نے آپ کو دیکھا تو اپنے ایک ساتھی جس کا نام بشریٰ تھا اسے بلایا۔

اور کہا:

اے بشریٰ! کتنا خوبصورت بچہ ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آواز سنی تو دوڑ آئے۔

اور کہا کہ

یہ بچہ ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے۔

اور اپنی زبان میں (حضرت) یوسف (علیہ السلام) سے کہا کہ

تم نے ہمارا غلام ہونے سے انکار کیا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ کیا تیرا گمان ہے کہ ہم تجھے (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کے پاس لے جائیں گے حالانکہ ہم اسے بتا چکے ہیں کہ بھیڑیا اسے کھا گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا۔

تم مجھے اپنے باپ (حضرت) یعقوب (علیہ السلام) کے پاس لے جاؤ تو میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ وہ تم سے راضی ہو جائیں گے اور میں تمہارے اس فعل کا کبھی ان سے تذکرہ نہیں کروں گا۔ انہوں نے اس بات کا انکار کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

میں ان کا غلام ہوں۔

پھر آپ علیہ السلام کو دو آدمیوں نے خرید لیا تو وہ دونوں اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گئے اور یہ سوچا کہ ساتھیوں نے ان کے متعلق پوچھا اور شرکت کا مطالبہ کیا تو ہم کہیں گے کہ ہمیں یہ مال کنویں سے ملا ہے۔ اسی کا تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''انہوں نے چھپا دیا اسے متاع سمجھتے ہوئے (قیمتی چیز) پھر انہوں نے بیچ ڈالا یوسف کو حقیری سی قیمت پر چند درہموں کے عوض۔''

اور یہ قیمت بیس دراہم تھی اور وہ پہلے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق دلچسپی نہیں رکھتے تھے وہ اسے مصر لے گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ مصر العزیز نے خرید لیا وہ آپ علیہ السلام کو محل میں لے گیا۔

اور اپنی بیوی سے کہا۔

عزت واکرام کے ساتھ ٹھہرو شاید ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے اپنا فرزند بنالیں۔ اس کی بیوی نے آپ علیہ السلام سے پیار ومحبت کا اظہار کیا۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا:

اے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) تیرے یہ بال کتنے خوبصورت ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہ سب سے پہلے میرے جسم سے جدا ہوں گے۔

اس نے کہا:

اے یوسف علیہ السلام! تیری یہ آنکھیں کتنی حسین وجمیل ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

سب سے پہلے یہ میرے جسم سے جدا ہو کر زمین پر بہیں گی۔

عزیز کی بیوی نے کہا:

اے یوسف (علیہ السلام) تیرا مکھڑا کتنا جاذب ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہ مٹی کے لئے ہے اسے وہ کھا جائے گی۔
کچھ عرصہ بعد عزیز کی بیوی آپ علیہ السلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی۔
تو کہنے لگی۔
بس آ بھی جا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کی پناہ یوں نہیں ہوسکتا (تیرا خاوند) میرا محسن ہے۔ اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے میں اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت نہیں کروں گا وہ آپ علیہ السلام کو ورغلانے کے لئے جتن کرتی رہی لیکن آپ علیہ السلام نے اسے مایوس کر دیا اور آپ علیہ السلام اس کے دام فریب میں نہ آئے۔ اس عورت نے ارادہ کیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی قصد کر لیتے اس کا اگر نہ دیکھتے اپنے رب عزوجل کی روشن دلیل۔
اس عورت نے محل کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام تہہ بند اتارنے لگے تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سامنے محل کے اندر اپنی انگلی کاٹتے ہوئے کھڑے تھے۔
اور فرما رہے تھے کہ
اے یوسف (علیہ السلام) اس عورت سے میل جول نہ کرو۔ تیری مثال اب اس پرندے کی ہے جو آسمان کی فضا میں ہوتا ہے اور اس کو پکڑا نہیں جا سکتا اور جب آپ میل جول کرلیں گے تو اس پرندے کی طرح ہو جائیں گے جو مر کر زمین پر گر پڑتا ہے اور اپنا بچاؤ بھی نہیں کرسکتا اور اب آپ علیہ السلام کی مثال اس غیر مطیع بیل کی ہے جس پر کوئی کام نہیں کیا جا سکتا اور جب آپ سے یہ فعل شنیع ہوگیا تو آپ کی مثال اس بیل کی ہوگی جو پانی میں داخل ہوکر اپنے سینگوں کے بل گر کر مر جاتا ہے اور اپنا بچاؤ بھی نہیں کرسکتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی شلوار باندھ لی اور باہر نکل گئے (مجھے اس روایت سے اتفاق نہیں کہ کیونکہ نبی ارادۂ گناہ بھی کرسکتا) اس عورت نے آپ علیہ السلام کو قمیص سے پکڑ لیا اور اسے پھاڑ دیا حتیٰ کہ اس نے آپ علیہ السلام کی قمیص اتار لی۔ حضرت یوسف علیہ السلام قمیص چھوڑ کر بھاگ گئے۔ دروازے کی طرف بھاگے تو دونوں نے اپنے مربی اور سردار کو دروازے پر کھڑے ہوئے پایا اور وہاں عورت کے چچا کا بیٹا بھی تھا۔ جب عورت نے اسے دیکھا تو جھٹ بول اٹھی۔
(میرے سرتاج بتایئے) کیا سزا ہے اس کی جو ارادہ کرے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا بجز اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا اسے دردناک عذاب دیا جائے۔
کہنے لگی۔
اس نے مجھے بہلانا چاہا ہے میں نے انکار کیا اور بھاگ نکلا اس نے مجھے میری قمیص سے پکڑا اور اسے پھاڑ ڈالا۔
اس عورت کے چچا کے بیٹے نے کہا:
قمیص سے معاملہ واضح ہو جائے گا۔
اس نے کہا:
اگر قمیص آگے کی طرف سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے ہیں اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسف

علیہ السلام سچوں میں سے ہیں جب قمیص لائی گئی تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔

عزیز نے کہا:

یہ سب تم عورتوں کا فریب ہے۔ بے شک تم عورتوں کا فریب بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اے یوسف (علیہ السلام) اس بات کو جانے دو اور (اے عورت) اپنے گناہ کی معافی مانگ اور پھر ایسا ہرگز نہ کرنا۔

اور کہنے لگی عورتیں شہر میں کہ

عزیز کی بیوی بہلاتی ہے اپنے (نوجوان) غلام کو تاکہ اس سے مطلب براری کرے اس کے دل میں گھر کر گئی ہے اس کی محبت۔ جب زلیخا نے سنا ان کی مکارانہ باتوں کو تو اس نے انہیں بلا بھیجا اور تیار کیں مسندیں جب وہ آگئیں تو دے دی ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چھری اور ایک ایک اترج (لیموں جیسا پھل) تاکہ اسے کاٹ کر کھائیں۔ جب وہ اپنی مسندوں پر بیٹھ گئیں تو اس نے یوسف علیہ السلام سے کہا ان کے پاس باہر آجاؤ۔

جب آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے اور عورتوں نے آپ علیہ السلام کے پیکر حسن کو دیکھا تو وہ آپ علیہ السلام کی عظمت کی قائل ہو گئیں اور وارفتگی کے عالم میں اپنے ہاتھوں کو کاٹ بیٹھیں یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ پھل کاٹ رہی ہیں۔

پھر کہہ اٹھیں کہ

سبحان اللہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔

زلیخا فاتحانہ انداز میں بولی۔

یہ ہے وہ (پیکر رعنائی) جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کیا کرتی تھیں۔ بے شک میں نے اسے بہت بہلایا پھسلایا لیکن وہ بچا ہی رہا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

اے میرے رب عزوجل! قید خانہ کی صعوبتیں مجھے زیادہ پسند ہیں اس گناہ سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں۔

پھر عورت نے اپنے خاوند سے کہا۔

اس عبرانی غلام نے مجھے بھرے مجمع میں ذلیل و رسوا کیا ہے اور یہ غلام لوگوں کے سامنے اپنی عذر خواہی کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اس نے مجھے خود بہلانے پھسلانے کی کوشش کی ہے اور میں خود باہر نکل کر اپنا عذر پیش نہیں کر سکتی یا تو تم مجھے اجازت دو کہ میں باہر نکل کر لوگوں کے سامنے اپنا عذر پیش کروں جس طرح یہ غلام اپنا عذر پیش کر رہا ہے یا تو اسے بھی قید کر دے جس طرح تو نے مجھے قید کر رکھا ہے۔ انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کر دیں کچھ عرصہ تک۔ قید خانہ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ دو نوجوان تھے۔ یہ دونوں جوان وہ تھے جو بادشاہ کے ملازم تھے ایک مطبخ کا ناظم تھا اس نے بادشاہ اس وجہ سے ناراض ہوا کہ اس نے بادشاہ کو زہر دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اسے بھی قید کر دیا اور اس کے ساتھی جو محفل عیش و طرب کا نگران تھا اس کو بھی قید کر دیا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں گئے تو فرمایا:

میں خوابوں کی تعبیر بتاتا ہوں۔

ان دونوں جوانوں میں سے ایک نے کہا:
آیئے ہم اس عبرانی غلام کے اس علم کا تجربہ کریں پس دونوں نے عجیب عجیب خواب بیان کیے جوانہوں نے دیکھے نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے گھڑے تھے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے گھڑے ہوئے خوابوں کی تعبیر بتادی۔
جو ساقی تھا اس نے کہا کہ
میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔
اور خباز نے کہا:
میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں ان سے پرندے کھا رہے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
تمہارا کھانا آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتادوں گا۔
پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:
اے میرے قید خانہ کے دوساتھیو! اب خوابوں کی تعبیر سنو۔تم میں سے ایک (یعنی پہلا) تو پلایا کرے گا اپنے مالک کو شراب یعنی وہ قید سے رہائی پا کر اپنے منصب پر پھر فائز ہو جائے گا لیکن دوسرا سولی دیا جائے گا اور (نواح) کھائیں گے پرندے اس کے سر سے۔پس دونوں یہ خواب کی تعبیر سن کر گھبرا گئے۔
اور کہنے لگے کہ
اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے تو کوئی خواب وغیرہ نہیں دیکھا تھا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
اس بات کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے جس کے متعلق تم نے سوال کیا ہے اب یہ ایسا ہی ہوگا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کہا۔
تم میرا تذکرہ بادشاہ کے پاس کرنا لیکن شیطان نے اسے بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو خواب دکھایا۔اس نے سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خشک سوکھے ہوئے خوشے ہیں۔بادشاہ نے تمام جادوگروں، کاہنوں اور قیافہ شناسوں کو جمع کیا اور ان لوگوں کو بلایا جو پرندوں کو جھڑکتے اور وہ انہیں حالات وواقعات بتاتے تھے۔
ان سب نے کہا:
اے بادشاہ سلامت! یہ خواب پریشان کن ہیں اور ہم پریشان کن خوابوں کی تعبیر جاننے والے نہیں ہیں۔
اس پر وہ شخص بولا جو قید خانہ سے بچ گیا تھا ان دو قیدیوں میں سے اور (اب) اسے یاد آئی ایک عرصہ بعد!
میں بتاتا ہوں تمہیں اس خواب کی تعبیر مجھے قید خانے تک جانے دو۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
قید خانہ شہر میں نہیں تھا۔وہ ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔

اور عرض کی۔

ہمیں اس خواب کی تعبیر بتائیں (پھر اس نے بادشاہ کا خواب بیان کیا) تا کہ میں آپ کا جواب لے کر واپس جاؤں لوگوں کی طرف شاید وہ آپ کے علم وفضل کو جان لیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تم کاشت کرو گے سات سال تک حسب دستور تو جوتم کاٹو اسے رہنے دو خوشوں میں اس طرح تمہارا اناج تا دیر باقی رہے گا مگر تھوڑا سا عرصہ ضرورت کے لئے نکال لو جسے تم کھالو۔ پھر اس خوشحالی کے بعد تم پر ایسے سات سال آئیں گے جو تمہارے اس ذخیرہ شدہ مال کو کھا جائیں گے جو تم نے ان سالوں کے لئے تھوڑا سا محفوظ کر لیا ہوگا پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں مینہ برسایا جائے گا لوگوں کے لئے اور اس سال وہ پھلوں کا رس نکالیں گے۔ جب وہ قاصد آیا اور بادشاہ کو اس خواب کی تعبیر بتائی۔

تو بادشاہ نے کہا:

اس (یوسف علیہ السلام) کو فوراً میرے پاس لے آؤ۔

جب وہ قاصد آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤ اور اس سے پوچھو کہ حقیقت حال کیا تھی ان عورتوں کی جنہوں نے کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ۔

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اگر حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت باہر آجاتے اس سے پہلے کہ بادشاہ کو آپ علیہ السلام کی عظمت شان کا علم ہوتا تو ہمیشہ بادشاہ کے ذہن میں خلش رہتی اور کہتا رہتا کہ اس نے میری بیوی کو بہلایا پھسلایا تھا۔ بادشاہ نے کہا:

ان عورتوں کو میرے پاس لاؤ۔

بادشاہ نے ان عورتوں سے پوچھا:

کیا معاملہ ہوا تھا جب تم نے یوسف (علیہ السلام) کو بہلایا تھا اپنی مطلب براری کے لئے اور وہ اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا اور شلوار کھولی تھی اور پھر باندھ لی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی (کہ اسے کیا ہوا تھا کہ اس نے کوئی غیر اخلاقی عمل نہیں کیا)

عزیز کی بیوی نے کہا:

اب تو آشکارا ہو گیا حق کا (کہا) میں نے ہی اسے پھسلایا تھا اپنی مطلب براری کے لئے بخدا وہ تو سچا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہ میں نے اس لیے کیا تھا تا کہ عزیز جان لے کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں خیانت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا دغابازوں کی فریب کاری کو۔

عزیز کی بیوی نے کہا:

اے یوسف (علیہ السلام)! جب تو نے شلوار کھولی تھی تو اس وقت یہ برائی نہیں تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
میں اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا (مجھے اس روایت سے اتفاق نہیں)۔
جب بادشاہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کا عذر ظاہر ہو گیا تو کہا۔
یوسف (علیہ السلام) کو میرے پاس لے آؤ میں اسے اپنی ذات کے لئے چن لوں گا میں اسے اپنا معتمد علیہ بنا لوں گا۔
پس اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کا عامل بنا دیا اور اس کی معیشت اور خرید و فروخت کی قوانین کی تیاری اور نفاذ آپ علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ پھر زمین پر بھوک کا دور شروع ہوا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جس علاقہ میں رہتے تھے وہاں قحط پڑ گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصر کی طرف خوراک لانے کے لئے بھیجا لیکن بنیامین کو ان کے ساتھ نہ بھیجا۔ جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا لیکن وہ آپ علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دیکھا تو انہیں اپنے محل میں داخل کیا۔
اور پوچھا کہ
مجھے اپنا تعارف کراؤ میں تمہیں صحیح پہچان نہیں سکا۔
ان کے بھائیوں نے کہا:
ہم شام کی زمین کے باشندے ہیں۔
آپ علیہ السلام نے پوچھا:
تم کیسے آئے ہو؟
انہوں نے کہا:
ہم خوراک لے جانے کے لئے آئے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:
تم نے جھوٹ بولا ہے۔ تم جاسوس ہو۔ تم کتنے افراد ہو۔
انہوں نے کہا:
ہم دس افراد ہیں۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:
تم دس ہزار ہو تم میں سے ہر ایک ہزار افراد کا امیر ہے تم مجھے صحیح صحیح اپنی بات بتاؤ۔
انہوں نے کہا:
ہم تمام ایک سچے شخص کے بیٹے ہیں اور آپس میں بھائی ہیں ہم کل بارہ بھائی تھے ہمارے والد صاحب ہمارے ایک بھائی سے بہت پیار کرتے تھے وہ ایک دفعہ ہمارے ساتھ جنگل میں گیا تو وہ ہلاک ہو گیا وہ ہمارے والد صاحب کو ہم میں سب سے زیادہ پیارا تھا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:

اب تمہارے والد صاحب کس بیٹے کے پاس رہتے ہیں۔

انہوں نے کہا:

اس کے پاس جو اس بھائی سے چھوٹا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

تم اپنے والد صاحب کو کیسے صدیق کہہ رہے ہو جبکہ وہ بڑوں کو چھوڑ کر چھوٹوں سے پیار کرتا ہے۔ تم اپنے اس بھائی کو میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اسے دیکھ لوں اور اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو (سن لو) کوئی پیمانہ تمہارے لیے میرے پاس نہ ہوگا اور تم میرے قریب نہ آسکو گے۔

انہوں نے کہا:

ہم ضرور اس کے باپ سے اس کے بھیجنے کا مطالبہ کریں گے اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے خطرہ ہے کہ تم اسے میرے پاس نہیں لاؤ گے اس لیے تم کسی کو میرے پاس رہن رکھو حتیٰ کہ تم واپس آؤ۔ پس شمعون کو ان کے پاس رہن رکھا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو کہا کہ

تم چپکے سے ان کا سامان ان کی خورجیوں میں رکھ دو جس کے عوض انہوں نے غلہ خریدا تھا تا کہ وہ پہچان لیں۔ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹیں شاید وہ لوٹ کر آئیں۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے غلہ لے کر واپس آئے تو انہوں نے اپنے باپ کو بتایا کہ مصر کے بادشاہ نے ہماری بہت عزت و تکریم کی ہے اگر وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں میں سے کوئی ہوتا تو کبھی ہماری اتنی تکریم نہ کرتا۔ اس نے شمعون کو رہن رکھ لیا ہے اور اس نے ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ تم میرے پاس اس بھائی کو لے آؤ جس کے ساتھ تمہارا باپ زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس کے بڑے بھائی کے ہلاک ہونے کے بعد تا کہ میں اس کو دیکھ لوں۔

اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ

اگر تم اپنے بھائی کو میرے پاس نہ لائے تو کبھی بھی تم میرے علاقہ میں نہیں آسکو گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا:

جب تم بادشاہ مصر کے پاس جاؤ تو انہیں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ تمہارا باپ تمہارے لیے دعا کرتا ہے اس نوازش پر جو تو نے ہمارے اوپر کی ہے۔ جب انہوں نے اس ابتدائی ملاقات کے بعد اپنی خورجیوں کو کھولا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا وہ مال واپس کر دیا گیا ہے جس کے عوض انہوں نے غلہ خریدا تھا وہ اپنے باپ کے پاس آئے۔

اور کہا:

اے ہمارے والد محترم! اور ہم کیا چاہتے ہیں یہ دیکھئے ہمارا مال بھی لوٹا دیا گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یہ معاملہ دیکھا۔

تو ارشاد فرمایا:

میں بنیامین کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتیٰ کہ تم میرے ساتھ قسم کے ساتھ مؤکد وعدہ کرو کہ تم اسے میرے پاس لے آؤ گے مگر یہ کہ تمہیں بے بس کر دیا جائے انہوں نے پختہ وعدہ کر دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

جو ہم گفتگو کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے نظر بد سے بچانے کے لئے فرمایا کہ

تم مصر میں مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ ایک دروازے سے داخل نہ ہونا پس جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو پہچان لیا۔ آپ علیہ السلام نے انہیں ایک مقام پر ٹھہرایا اور کھانا کھلانے کے احکامات جاری فرما دیئے۔

جب رات ہوئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ہر بستر پر دو دو آدمی سوئیں گے۔

اس تقسیم سے بنیامین اکیلے رہ گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہ میرے ساتھ میرے بستر پر سوئے گا۔

بنیامین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رات گزاری۔ آپ علیہ السلام اسے رات بھر پیار کرتے رہے اور ان کی خوشبو سونگھتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

روبیل نے کہا:

ہم نے اس کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اگر ہم اس سے نجات پا جائیں پھر جب انہیں سامان خوراک مہیا کر دیا تو اپنا پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں رکھ دیا جبکہ بھائی کو اس بات کا علم نہ تھا۔ جب وہ چلنے لگے تو ایک پکارنے والے نے پکارا۔

اے قافلے والو! بلاشبہ تم چور ہو۔

وہ حیرت زدہ ہو کر بولے جبکہ وہ ان کی طرف متوجہ تھے کہ کون سی چیز تم نے گم کی ہے۔

انہوں نے کہا:

ہم نے بادشاہ کا پیالہ گم کیا ہے۔ جو شخص وہ پیالہ ڈھونڈ لائے گا اسے بطور انعام بار شتر غلہ دیا جائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔

کہنے لگے کہ

خدا عزوجل کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ ہم یہاں زمین میں فساد برپا کرنے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خدام نے کہا:

پھر اس کی سزا کیا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہو جاؤ۔

انہوں نے کہا:

اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پیالہ دستیاب ہو جائے تو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے۔ اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے دوسروں کے سامان کی تلاشی شروع کی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی کا سامان باقی رہ گیا۔

تو اس نے کہا:

اس غلام کو زیب نہیں دیتا کہ وہ پیالہ اٹھائے۔

انہوں نے کہا:

اسے نہیں چھوڑا جائے گا حتیٰ کہ تم اس کے سامان کو دیکھ لو تا کہ ہم جائیں تو ہمارے دل خوش اور مطمئن ہوں۔ تلاش کرنے والے نے اپنا ہاتھ اس کے سامان میں ڈالا اور پیالہ اس کے سامان سے نکال لایا یوں تدبیر کی ہم نے (حضرت) یوسف علیہ السلام کے لئے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو ساتھ نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ملازمین نے کہا:

یہی شخص اس پیالہ کا بدلہ ہے۔

جب اس خادم نے بنیامین کے سامان سے پیالہ نکالا تو بھائیوں کی کمریں ٹوٹ گئیں اور ہلاک ہونے لگیں۔

اور کہا:

اے راحیل کے بیٹو! ہمیشہ تمہاری وجہ سے ہم مسائل میں گرفتار رہے حتیٰ کہ تم نے یہ پیالہ بھی اٹھالیا۔

بنیامین نے کہا:

بنو راحیل کو ہمیشہ تمہاری وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ تم میرے بھائی کو ساتھ لے گئے تھے تم نے اسے جنگل میں ہلاک کر دیا تھا اور یہ پیالہ بھی میرے سامان میں اس نے رکھا ہے جس نے تمہارے سامان میں پہلی مرتبہ دراہم رکھے تھے۔

بھائیوں نے کہا:

ان دراہم کا ذکر نہ کرو وہ بھی وصول کئے جائیں گے۔ بھائی بنیامین کو مارنے لگے اور اسے گالی گلوچ کی۔ جب ملازمین پکڑ کر تمام بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ پیالہ منگوایا اور پھر اس پر ناخن سے چوٹ لگا کر اسے بجایا پھر اسے اپنے کان کے قریب کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

یہ میرا پیالہ مجھے بتا رہا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے تم نے اپنے ایک بھائی کو بیچ دیا تھا۔ جب بنیامین نے یہ بات سنی تو کھڑے ہو گئے اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے بادشاہ اپنے پیالہ سے پوچھو کیا وہ میرا بھائی زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر اس میں ٹھوکر لگائی۔

اور ارشاد فرمایا:

ہاں وہ زندہ ہے اور عنقریب تو اسے دیکھ لے گا۔

بنیامین نے کہا:

جو تم چاہو میرے ساتھ معاملہ کرو کیونکہ وہ میرے متعلق زیادہ جانتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اندر تشریف لائے تو رونے لگے پھر وضو کیا پھر باہر تشریف لائے۔

بنیامین نے کہا:

اے بادشاہ! میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے پیالے کے ذریعہ سچی بات بتاتے ہو پس تم اس سے بھائی (یوسف علیہ السلام) کے متعلق پوچھو۔

اس نے اس کو ٹھکورا پھر فرمایا:

میرا یہ پیالہ ناراض ہے اور غصہ میں ہے۔

اور کہتا ہے کہ

تم مجھ سے میرے ساتھی کے متعلق پوچھتے ہو جبکہ تم دیکھ چکے ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے جب غصے میں ہوتے تھے تو ان کو مغلوب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ روبیل غصہ میں ہوا تو اٹھ کر کہنے لگا۔

اے بادشاہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو ہمیں چھوڑے گا ورنہ میں ایسی چیخ ماروں گا کہ ہر حاملہ عورت کا بچہ گر جائے گا۔ غصہ کی وجہ سے روبیل کے جسم کا ہر بال کھڑا ہو چکا تھا اور اس کے کپڑوں سے باہر آ گیا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ

روبیل کے پاس سے گزر اور اسے مس کر بس اس نے مس کیا تو روبیل کا غصہ ختم ہو گیا۔

روبیل نے کہا:

یہ کون ہے؟

روبیل غصہ میں آ کر کہنے لگا۔

اے بادشاہ! یعقوب (علیہ السلام) کا تذکرہ نہ کرو وہ اللہ تعالیٰ کی بشارت ہیں اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بیٹے ذبیح اللہ کی اولاد ہے۔

(یہ روایت اسرائیلی ہے)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

پھر تو سچا ہے۔ جب تم اپنے باپ کے پاس جانا تو انہیں میری طرف سے سلام عرض کرنا اور انہیں کہنا کہ مصر کا بادشاہ تمہیں دعا دیتا ہے کہ تمہیں موت نہ آئے یہاں تک کہ تم اپنے بیٹے یوسف (علیہ السلام) کو دیکھ لو حتیٰ کہ تمہارا باپ جان لے زمین میں اس کی مثل اور بھی صدیقین موجود ہیں۔ جب برادران یوسف مایوس ہو گئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کے لئے شمعون کو باہر نکالا جس کو رہن رکھا گیا تھا۔ جب وہ علیحدہ ہوئے تو آپس میں سرگوشی کرنے لگے۔ روبیل جوان سے علم کے اعتبار سے بڑا تھا۔

اس نے کہا:

کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ پختہ وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے جو زیادتی یوسف (علیہ السلام) کے حق میں تم کر چکے ہو (وہ بھی تمہیں یاد ہے) پس میں تو اس زمین کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ میرے والد صاحب مجھے اجازت نہ دیں یا فیصلہ فرمائے اللہ تعالیٰ میرے لیے وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔ روبیل مصر میں ٹھہر گیا اور باقی نو بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے بنیامین کے بارے میں خبر دی تو آپ علیہ السلام رو پڑے۔

اور فرمایا:

اے بیٹو جب بھی تم کسی کام کے لئے گئے ہو ایک بھائی کم کر کے آئے ہو۔

پہلی دفعہ گئے تھے تو (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو چھوڑ کر آئے تھے دوسری دفعہ گئے تھے تو شمعون کو چھوڑ آئے تھے پھر تیسری مرتبہ گئے تو بنیامین اور روبیل کو چھوڑ آئے ہو۔ میرے لیے اب صبر ہی زیبا ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ لے آئے گا میرے پاس ان سب کو۔ بے شک وہ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے منہ پھیر لیا۔

اور فرمایا:

ہائے افسوس! یوسف (علیہ السلام) کی جدائی پر اور سفید ہو گئیں ان کی دونوں آنکھیں غم کے باعث اور وہ اپنے غم کو ضبط کیے ہوئے تھے۔

بیٹوں نے عرض کیا:

بخدا! آپ علیہ السلام ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں یوسف (علیہ السلام) کو کہیں بگڑ نہ جائے آپ علیہ السلام کی صحت یا آپ علیہ السلام ہلاک نہ ہو جائیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں تو شکوہ کر رہا ہوں اپنی مصیبت اور اپنے دکھوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں تھے تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور سلام پیش کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام انتہائی خوش شکل انسان کی شکل میں آئے۔ آپ علیہ السلام کی خوشبو بڑی پاکیزہ تھی اور لباس انتہائی اجلا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا:
اے بادشاہ حسن! اے اپنے رب عزوجل کی بارگاہ کے معزز، اے پاکیزہ خوشبو والے مجھے یعقوب کے بارے میں بتایئے وہ کیسے ہیں۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
وہ تمہاری وجہ سے بہت پریشان ہیں۔
پوچھا:
کتنے پریشان ہیں۔
فرمایا:
اتنے پریشان ہیں جتنا کہ ستر ایسی عورتیں پریشان ہوتی ہیں جن کے بچے فوت ہو چکے ہوں۔
پوچھا:
ان کا اجر کتنا ہے؟
فرمایا:
ستر شہداء کا۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:
میرے بعد وہ کس کے پاس رہے؟
فرمایا:
تمہارے بھائی بنیامین کے پاس رہے۔
پوچھا:
کیا میری ان سے ملاقات ہوگی؟
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:
ہاں۔ اپنے والد کی پریشانی اور تکالیف سن کر یوسف علیہ السلام رونے لگے۔
پھر فرمایا:
مجھے ان پریشانیوں کی کوئی پرواہ نہیں اگر مجھے اللہ تعالیٰ انہیں دکھا دے۔ جب بیٹوں نے بادشاہ کے بلاوے کی خبر دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صحت اچھی ہوگئی۔
اور فرمایا:
زمین میں میرے بیٹے کے سوا کوئی صدیق نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام خواہش کرنے لگے کہ شاید یہ (بادشاہ مصر) میرا بیٹا ہی ہو۔

فرمایا:

اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی بنیامین کا سراغ لگاؤ اور مایوس نہ ہو جاؤ رحمت الٰہی عزوجل سے۔ یعنی یوسف علیہ السلام کی واپسی سے مایوس نہ ہو جاؤ جب وہ واپس آئے۔

توانہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔

اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو مصیبت پہنچی ہے اور اس مرتبہ ہم حقیری پونجی لے آئے ہیں پس ہمیں پورا ناپ کر دیں پیمانہ یعنی ان ردی دراہم کے ساتھ بھی وہ غلہ عطا کرو جو تم ہمیں اچھے دراہم کے ساتھ دیتے تھے اور اس کے علاوہ ہم پر خیرات بھی کریں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تمہیں علم ہے جو تم نے یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی سے سلوک کیا تھا جبکہ تم نادان تھے۔

حیرانی سے کہنے لگے کہ

سچ مچ آپ یوسف (علیہ السلام) ہی ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں میں یوسف (علیہ السلام) ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔

تمام بھائیوں نے معذرت کی اور کہنے لگے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو ہم پر بزرگی عطا فرمائی بے شک ہم ہی خطا کار تھے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

تم پر آج کے دن کوئی گرفت نہیں ہے میں تمہارا جرم ذکر بھی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے قصوروں کو معاف فرمائے۔

پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا:

میرے بعد میرے والد محترم کا کیا ہوا؟

انہوں نے کہا:

غم کی وجہ سے نابینا ہو گئے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

یہ میرا پیراہن لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈالو وہ بینا ہو جائیں گے اور جا کر لے آؤ میرے پاس اپنے سب اہل و عیال کو۔

یہودا نے کہا:

قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس میں لے گیا تھا جبکہ وہ خون سے لت پت تھی۔

میں نے کہا تھا کہ

(حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو بھیڑیا کھا گیا ہے آج بھی میں یہ قمیص لے جاتا ہوں اور انہیں بتاتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔ پس میں انہیں خوش کروں گا جیسے میں نے انہیں پریشان کیا تھا۔

شہادت دینے والا یہودا تھا جب قافلہ مصر سے شام کی طرف روانہ ہوا تو کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے خوشبو محسوس کی۔

آپ علیہ السلام نے اپنے پوتوں سے کہا۔

میں یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اگر تم مجھے بے وقوف خیال نہ کرو۔

آپ علیہ السلام کے پوتوں نے کہا:

بخدا! آپ علیہ السلام اپنی پرانی محبت میں مبتلا ہیں جب خوش خبری سنانے والا (یہودا) آ پہنچا اور اس نے وہ قمیص آپ علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی تو آپ علیہ السلام فوراً بینا ہو گئے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کیا میں نہیں کہا کرتا تھا تمہیں کہ میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جو تم نہیں جانتے؟ پھر ان بیٹوں نے اپنے اہل و عیال کو سواریوں پر سوار کیا اور مصر کی طرف چل پڑے۔ جب مصر پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سے اوپر والے بادشاہ سے بات کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور وہ بادشاہ ان کے استقبال کے لئے نکلے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اہل وعیال سے ملے۔

تو فرمایا:

مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم خیر و عافیت سے رہو گے جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے روبرو ہوئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی یعنی آپ علیہ السلام نے اپنے والد اور خالہ کو اپنے عرش کے اوپر بٹھایا (ایک قول ہے کہ آپ علیہ السلام کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرما دیا تھا وہ تخت پر بیٹھیں) جب حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا وصال ہو گیا آپ پر انہوں نے المر پڑھ کر پھونکی پھر آپ علیہ السلام کو شام لے جایا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اے میرے رب عزوجل! تو نے مجھے یہ ملک عطا فرمایا مجھے باتوں کے انجام کا علم سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا و آخرت میں، مجھے ایسی حالت میں وفات دے جبکہ میں مسلمان ہوں اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔

(جامع البیان: ج:12،ص:29،18،9،201،94،93،91،84،181 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام عبدالرحمٰن محمد بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہودا کو وصیت کی اور فوت ہو گئے۔ ان کی تدفین

میں لوگوں نے نزاع کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی برکت کے حصول کے لئے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے پھر انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تاکہ ان پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے پھر انہوں نے لکڑی کے ایک صندوق میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کر دیا پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا صندوق وہیں رہا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے روانہ ہوئے تو وہ اپنے ساتھ اس صندوق کو لے گئے اور اس صندوق کو کنعان کی سرزمین میں دفن کر دیا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت یوسف علیہ السلام جب فوت ہوئے تو آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس (120) سال تھی۔

(زاد المسیر: ج:4، ص:292 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

آخری التجاء

مجھ بدکار و خطا کار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے اس جلد ثانی کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکمل کیا۔ اس جلد ثانی میں چار انبیاء کرام علیہم السلام حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کا ذکر خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو گئی ہو تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور مجھ بدکار و خطا کار اور تمام امت مسلمہ خصوص بالخصوص میرے خاندان کے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرما کر قبر میں زیارت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرما کر قیامت کے دن شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرما کر جنت الفردوس میں اپنے پیارے نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مدفن جنت البقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ۔

اختتام کتاب: 8 فروری 2014ء بمطابق 7 ربیع الغوث 1435ھ